1

سورۃ الفاتحۃ سورۃ البقرۃ سورۃ آل عمران سورۃ النساء سورۃ المائدۃ

مولانا محمد آصف قاسمی
امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن
4-T-S بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی غور و فکر کرنے والا

سُورَةُ الفَاتِحَة سُورَةُ البَقَرَة سُورَةُ آل عِمرَان سُورَةُ النِّسَاء سُورَةُ المَائِدَة

جلد ۱

مولانا محمد آصف قاسمی

امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن

S-T-4 بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

فہرست

تفسیر بصیرت قرآن کے سلسلے میں چند باتیں

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی جس کو ساری انسانیت کے لئے قیامت تک نور ہدایت اور مشعل راہ بنایا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ اور مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے نزول کا زمانہ بھی پایا اور نبی کریم ﷺ کی زندگی کو قرآن کریم کی عملی تفسیر میں بھی دیکھا۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن وسنت کی تعلیمات میں ڈھل کر نبی مکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ایسی روشنی حاصل کی کہ ساری انسانیت کے لئے ستاروں کی مانند چمک کر معیار حق وصداقت کا وہ بہترین نمونہ بن کر ابھرے کہ ان کے وجود سے ساری دنیا کے اندھیرے دور ہو گئے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کا بھی دامن تھام لو گے ہدایت حاصل کر لو گے۔'' نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے جو چراغ روشن کئے تھے بعد میں آنے والے حضرات اور علماء کرام ان چراغوں کی روشنی کو لے کے آگے بڑھتے رہے اور ساری دنیا کو روشن و منور کرتے چلے گئے۔ خود اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اپنے ایثار و قربانی سے دین اسلام کی روشنی کے اَن مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ آج ساری دنیا میں جو بھی روشنی ہے وہ نبی کریم ﷺ کے ان ہی جانثاروں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں جس طرح آپ ﷺ کے بعد اب کسی نبی اور رسول کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح قرآن حکیم کے بعد اب کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اب دنیا کی نجات اور کامیابی صرف قرآن حکیم، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ ے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے دامن سے وابستگی سے ہی مل سکتی ہے۔ علماء امت نے اپنی ان ذمہ داریوں کو ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ وہ اس دین کی روشنی کو اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق ساری دنیا میں پہنچانے کے ذمے دار ہیں کیونکہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے اور اب اس دین کی روشنی کو پھیلانا علماء دین کی ذمہ داری ہے، تاریخ گواہ ہے کہ مخالفتوں کے ہزار طوفانوں کے باوجود علماء حق نے دین اسلام کے ان چراغوں کی روشنی کو مدھم نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے ہر دور میں حالات کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی کو پھیلانے میں بے مثال کوششیں فرمائیں۔

تراجم قرآن

یوں تو دنیا کی بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے ہزاروں ترجمے لکھے گئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے لیکن اردو کا دامن بھی قرآن کریم کے ترجمون اور تفسیروں سے مالا مال ہے۔

تراجم قرآن کا جائزہ لیتے ہیں ہوئے ہمیں تاریخی اعتبار سے یہ حقیقت ملتی ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں مخالفتوں کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے فارسی اور بعد میں اردو میں ترجمہ قرآن کی بنیاد ڈالی۔ پھر بعد میں آنے والے اکابرؒ نے ترجمہ وتفسیر کر کے قرآن وسنت کی روشنی کو عام کرنے کی بھرپور جدوجہد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی ان کاوشوں اور کوششوں کو قبول اور منظور فرمائے۔ آمین

مجھے شروع ہی سے ان بزرگوں کی تفاسیر اور ترجمے پڑھنے کا شوق رہا ہے اور اپنے بزرگوں کے ترجموں اور تفسیروں سے فیض یاب ہوتا رہا ہوں۔ ہر پڑھنے والے طالب علم کو شوق ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے مطالعہ قرآن کے سلسلہ میں چند نئے پہلوؤں کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ کچھ پہلو میرے ذہن میں بھی تھے تا کہ جس طرح ہمارے بزرگوں نے تفسیر قرآن کی عظیم ترین خدمات سرانجام دی ہیں چند پہلوؤں پر میں بھی لکھوں۔ برسوں پہلے کی بات ہے کہ میں نے کراچی میں ایک مخلص دوست حاجی احمد صاحبؒ کی فرمائش پر تفسیر قرآن لکھنا شروع کی اور سولہ کیسٹوں میں قرأت، ترجمہ وتفسیر کے ساتھ فہم القرآن کے نام سے ریکارڈنگ بھی کرائی جس کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ہزاروں گھروں میں میرے یہ کیسٹ پہنچ گئے پھر اس کے بعد میرا کینیڈا جانے کا اتفاق ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ کینیڈا جا کر بھی اس ترجمہ وتفسیر کی جدوجہد کرتا رہا اور تقریباً ستائیس سال کے عرصہ کی محنت کے بعد اللہ نے اس کوشش کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کینیڈا کے دوران قیام میں نے اردو انگلش میں ایک اخبار ''بصیرت انٹرنیشنل'' کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اس میں میں نے اس تفسیر قرآن کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے شائع کرنا شروع کر دیا اس تفسیر کے شائع ہوتے ہی مجھے بہت سے دوستوں کے ٹیلی فون اور خطوط آنا شروع ہو گئے کہ اس تفسیر کا انداز بہت سادہ اور آسان ہے اس کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو عام مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ جب میں ان دوستوں کی فرمائش کو دیکھتا تو دل چاہتا کہ سب کچھ چھوڑ کر اس میں ہی لگ جاؤں اور جب اپنے وسائل پر نظر جاتی تو ہمت ٹوٹ جاتی۔ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں یہی درخواست پیش کرتا رہتا تھا کہ رب العالمین آپ کی توفیق سے میں نے یہ تفسیر لکھی ہے آپ ہی اسباب پیدا فرمائیں گے۔ چنانچہ 1998ء میں میرا پاکستان آنا ہوا تو کچھ دوستوں نے اس سلسلہ میں میری ہمت افزائی فرمائی اور اللہ کے فضل وکرم سے اس کی کمپوزنگ شروع ہوگئی۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ کے کرم سے تفسیر بصیرت قرآن کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک جلد کے بعد دوسری جلد شائع ہونا شروع ہوگئی اور چند برسوں میں اللہ نے چھ جلدوں میں تفسیر قرآن کریم کو مکمل فرمادیا۔ الحمدللہ رب العالمین

تفسیر بصیرت قرآن کی چند خصوصیات

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ترجمہ وتفسیر کے لکھنے میں میرا بنیادی جذبہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائیں اور اس کے صدقے میں میری مغفرت فرمادیں۔اس سلسلہ میں میری حیثیت اس بڑھیا جیسی ہے جو مصر کے بازار میں سوت کا ایک گولہ لے کر اس جذبہ کے ساتھ آ گئی تھی کہ اس کا نام بھی ''یوسف کے خریداروں میں آجائے'' کیا خبر کہ میری یہ ادنیٰ سی کاوش وکوشش کل قیامت کے دن جب صحابہ کرامؓ، علماء عظام اور بزرگان دین اپنا اپنا انعام حاصل کررہے ہوں تو ان کے صدقے میں مجھے بھی مغفرت ونجات کا پروانہ مل جائے۔

(۲) اس پوری تفسیر میں لفظ''خدا'' نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ خدا کہنے میں اللہ کی طرف سے کسی اجر وثواب کا وعدہ نہیں ہے جب کہ لفظ اللہ قرآن کریم کا لفظ ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔اسی وجہ سے میں نے پوری تفسیر میں لفظ خدا لکھنے سے گریز کیا ہے۔

(۳) تفسیر میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ آسان زبان میں بات کو سمجھایا جائے کیونکہ عام مسلمانوں کو شکوہ یہ ہے کہ تفسیروں میں اتنے مشکل الفاظ استعال کئے جاتے ہیں جن کے سمجھنے میں بڑی دشواری اور مشکل پیش آتی ہے لہٰذا میں نے زیادہ سے زیادہ سادہ الفاظ استعال کرنے کی کوشش کی ہے اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا صحیح فیصلہ تو آپ ہی کر سکتے ہیں۔

(۴) اس بات کی ممکن حد تک کوشش کی گئی ہے کہ فقہی مسائل کو فقہ حنفیہ کے مطابق بیان کیا جائے کیونکہ جب ہم مختلف فقہا کا مسلک بیان کرتے ہیں تو آسان پسند لوگ ہر فقہ سے اپنے مطلب کے مسائل نکال کر خود ہی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔چونکہ اس کی وجہ سے کافی الجھنیں پیدا ہورہی ہیں اس لئے میں نے عام طور پر اسی قول کو نقل کیا ہے جو فقہ حنفی کے مطابق ہے۔

(۵) تفسیر کرنے میں میری کوشش یہ رہی ہے کہ جو آیت سامنے ہے اس کے مفہوم کو واضح کر کے بتادیا جائے تاکہ بات مختصر بھی ہو اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

(۶) ترجمہ کے ساتھ الفاظ قرآن کا الگ الگ ترجمہ بھی کردیا ہے تاکہ جو شخص قرآن کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ خود بھی ترجمہ سیکھنا چاہتا ہو وہ لغات القرآن اور تفسیر کے مطالعہ سے قرآن کریم کو باترجمہ سیکھ سکے۔

(۷) پوری تفسیر میں میں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنی رائے سے کوئی بات نہ لکھوں جہاں کوئی اختلافی مسئلہ ہوتا ہے اس میں مختلف مفسرین کی رائے پیش کردیتا ہوں کیونکہ ہمارے اکابر نے پوری

زندگیاں لگا کر حق وصداقت کی باتوں پر تحقیق فرمائی ہے اور اس کو امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ میں نے بھی ان ہی بزرگوں کے فیض سے روشنی حاصل کر کے ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔آمین

تمام قارئین سے دعائے خیر کے لئے درخواست کرتا ہوں۔مجھ سے جہاں تک ممکن ہوسکا احتیاط کا دامن تھامے رکھا لیکن میں بھی انسان ہوں۔انسان خطاؤں کا پتلا ہوتا ہے ممکن ہے احتیاط کے باوجود مجھ سے کہیں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو۔اگر کہیں بھی غلطی ہو وہ میری طرف سے ہے اور جو بھی صحیح اور سچی بات ہے وہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔میری کوتاہی کو نظر انداز کرتے ہوئے دین کی سچائیوں کو بنیاد بنالیجیے۔اہل علم سے درخواست ہے کہ میری جو بھی کوتاہی ہو اس سے مجھے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کرسکوں۔

جن حضرات نے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے میرے ساتھ تفسیر بصیرت قرآن کی طباعت واشاعت اور مفید مشوروں سے بھرپور معاونت کی ہے ان کی کثیر تعداد ہے جن کے لئے میں دعا گو ہوں۔خاص طور پر مولانا شاہ تفضّل علی ،مولانا مفتی عبیداللہ، انجینئر جاوید حسن (کراچی)، سید عرفان قادر (ونڈسر)، شکیل بھائی (امریکہ)، کامران عظمت راجہ (ناروے)، راحت تسلیم عثمانی (اوسلو ناروے)، سلیم اعجاز (ونی پیگ)، عزیزم سلمان سعدی قاسمی (کراچی)، عزیزم اعزاز احمد علوی، اسماء صدف علوی (کینیڈا)۔

آخر میں اگر میں اپنی رفیقہ حیات عذرا نگار قاسمی کا ذکر نہ کروں تو نامناسب سی بات ہوگی کیونکہ انہوں نے قدم قدم پر مجھے مفید مشورے بھی دیئے اور گھریلو سکون اور اطمینان بھی دیا اور میری ہمت افزائی کی۔

الحمدللہ برسوں سے تفسیر قرآن کریم لکھنے کا جو کام شروع کیا تھا وہ تقریباً ستائیس سال میں تکمیل تک پہنچا جس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

محمد آصف قاسمی
مؤلف تفسیر بصیرت قرآن
چیرمین بزم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
امیر (بانی وچیئرمین) جامعہ اسلامیہ کینیڈا
چیئرمین: دارالعلوم فاروق اعظمؓ نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان
فون نمبر 3040 279 905 (ٹورانٹو)
موبائل نمبر 03219240468 (کراچی پاکستان)

تفسیر بصیرت قرآن کے سلسلہ میں کی گئی ہر کاوش وکوشش میں اپنے والد محترم

حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی مرحوم ومغفور

کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھ کر اللہ کی بارگاہ میں درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے والدین کی مغفرت فرما کر آخرت میں ان کے درجات کو بلند فرما دیجیے گا۔ آمین ثم آمین۔

دراصل میرے والد محترم حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی (ابن حافظ محمد احمدؒ ابن مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند) کو قرآن کریم سے عشق کی حد تک ذوق وشوق تھا۔ ان کی یہ دلی تمنا اور آرزو تھی کہ وہ ایک نئے انداز سے تفسیر قرآن کریم لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ''تقریر القرآن'' کے نام سے تفسیر پر کام شروع بھی کر دیا تھا اور انتقال سے پہلے دس سیپاروں کی تفسیر بھی مکمل کر لی تھی۔ مگر جب ہم نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اس وقت نجانے کیسے وہ تفسیر قرآن کا مسودہ ضائع ہو گیا اور کوشش کے باوجود اس مسودے کا پتہ نہ چل سکا۔ ہجرت کے وقت چونکہ میری کوئی پختہ عمر نہ تھی اس لئے اس وقت تو پتہ نہ چل سکا مگر بعد میں یہ احساس بہت شدت اختیار کر گیا کہ کاش میں والد محترم کی تفسیر کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد میرے دل میں یہ تمنا کروٹیں لینے لگی کہ میں والد محترم کی اس تمنا کو کس طرح پورا کروں۔

اللہ کا فضل وکرم اور والد محترم کا شاید تصرف باطنی تھا کہ ستائیس سال میں مجھ جیسے ناکارہ اور بے علم وعمل آدمی کے ہاتھوں تفسیر قرآن کریم کا کام مکمل ہوا اور اس طرح میرے والد محترمؒ کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے والدین کی ہر نیکی اور بھلائی کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر ان کی مغفرت فرما دے اور ان کو جنت الفردوس کی راحتیں نصیب فرمائے۔ آمین

میں اپنے ان تمام بہن بھائیوں سے جو اس تفسیر کو پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے نہایت عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے والدین کو خاص طور پر اور مجھے اور میرے اہل خانہ کو اور میرے معاونین کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

والسلام

محمد آصف قاسمی نانوتوی

مفسر تفسیر بصیرت قرآن

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود (کے شر) سے

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ کو تعوذ کہا جاتا ہے۔ تعوذ کے معنی ہیں پناہ مانگنا، حفاظت میں آنا۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ جب بھی قرآن مجید کو پڑھا جائے تو پہلے تعوذ کو پڑھنا چاہیے تاکہ شیطان کے بچھائے ہوئے جال سے انسان بچ سکے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ باعظمت کتاب ہے جو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل کی گئی اور قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے لیے رہبر ورہنما ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی کسی قسم کا نبی اور رسول نہیں آسکتا اسی طرح قرآن کریم بھی وہ آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آسکتی۔ اب قیامت تک نبی مکرم ﷺ کی نبوت ورسالت اور قرآن کریم کی ہدایات ہی جاری ہیں گی۔ قرآن مجید کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ وہ خاص کتاب ہے جس کو ہاتھ لگانے، پڑھنے، سمجھنے اور سمجھانے کے کچھ آداب ہیں۔ ان آداب اور طریقوں کو قرآن کریم اور احادیث میں بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے جن کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ آداب یہ ہیں۔

(۱) قرآن کریم کو ہاتھ لگانے سے پہلے ضروری ہے کہ عورت یا مرد شرعی طور پر پاک ہوں دوسرے کہ باوضو ہوں۔ پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خصوصی ایام میں نہ ہو اور نہ ہی حالت جنابت میں ہو اور مرد کا پاک ہونا یہ ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں نہ ہو (اگر اس کو غسل کی حاجت تھی تو اس نے غسل کرلیا ہو۔)

(۲) سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک وصاف ہیں یعنی فرشتے۔
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو وہی ہاتھ لگاسکتے ہیں جو ہر طرح کی نجاستوں سے پاک ہوں۔
نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر وہی جو پاک ہیں۔

(۳) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جب بھی قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور مکمل خاموشی اختیار کرو۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا یہ بھی ادب ہے کہ اس کو انتہائی توجہ اور خاموشی سے سنا جائے۔ ارشاد ہے۔ ترجمہ: ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے (کان لگا کر) سنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم وکرم کیا جائے۔“ (سورۃ الاعراف)

(۴) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کریم کو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی پناہ اور حفاظت کی درخواست کرلیا کرو تاکہ تم شیطان کے جال اور فریب سے محفوظ رہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''پھر جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگو تو اللہ کی پناہ اور شیطان مردود (کے شر) سے حفاظت کی درخواست کرلیا کرو۔'' (سورۂ نحل آیت ۹۷)

اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جائے جب تک وضو نہ کرلیا جائے۔ قرآن کریم کو پڑھنے، سننے اور ہاتھ لگانے کے احکامات سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کوئی عام کتاب نہیں ہے کہ جس نے جس طرح چاہا اور جیسے چاہا عام کتاب کی طرح سے ہاتھ لگالیا اور پڑھ لیا بلکہ اس کا ادب و احترام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق پڑھا جائے۔ ہمیں ان لوگوں پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو قرآن کریم کو جوتوں پر رکھ دیتے ہیں اور یہ تو رواج بڑا عام ہوتا جارہا ہے کہ ایک چھوٹا سا قرآن کریم جیب میں رکھا ہوا ہے اور وہ قرآن کو لے کر واش روم (بیت الخلا) جیسی گندگی کی جگہ بھی چلے جاتے ہیں اور ان کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ قرآن کے ساتھ وہ کتنا بڑا مذاق کر رہے ہیں ایسے لوگ سخت جہالت میں ہیں اور شیطان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اصل میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، ہمیشہ اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو اس کی تلاوت سے روک دے اور دوسرے شیطانی کاموں کی طرف متوجہ کردے۔ شیطان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو نیکی کے راستے سے ہٹا کر بے حیائی، بے شرمی، جھوٹ، فریب اور جہالت میں مبتلا کردے اور اس کے دل میں مختلف قسم کے وسوسے پیدا کردے اور اس کو یادالٰہی سے روک دے اور قرآن کی عظمت کو دلوں سے نکال دے لیکن جب کوئی انسان اللہ کی حفاظت اور پناہ میں آجاتا ہے تو اس میں ایک غیر معمولی طاقت اور توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ ہزاروں برائیوں سے بچ جاتا ہے کیونکہ شیطان کا حملہ اور وار ان لوگوں پر ہی چل سکتا ہے جو اللہ پر یقین اور بھروسے کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

''شیطان کا وار ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ البتہ شیطان کا داؤ ان لوگوں پر چلتا ہے جو اپنے آپ کو اس (شیطان) کے حوالے کردیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔'' (سورۂ نحل پارہ نمبر ۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرکے اس سے پناہ مانگتے ہیں ان پر شیطان کا وار نہیں چلتا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ کے نیک بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل میں اللہ ہی کی پناہ مانگ کر اپنے کاموں کی ابتداء کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی نے ہر موقع پر اللہ کی پناہ حاصل کی اور شیطان کے شر سے حفاظت کی درخواست کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔

''اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔'' (سورہ ہود پارہ نمبر ۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو یہ بتایا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں تو انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ ہم سے مذاق کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں (اللہ کا دین پہنچانے میں) تم سے جاہلوں کی طرح مذاق کروں۔" (سورہ بقرہ پارہ نمبرا)

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کی بری نیت دیکھ کر فرمایا تھا۔

"اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس تصور سے کہ میں اپنے مربی جس نے مجھے بہترین ٹھکانا دیا (اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاؤں)۔"
(سورہ یوسف پارہ نمبر۱۲)

حضرت مریم علیہ السلام نے (جو اللہ کی نیک بندی تھیں) جب اپنے سامنے حضرت جبرئیل کو انسانی شکل میں دیکھا تو گھبرا کر فرمایا۔ "بے شک میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو اللہ کا خوف رکھتا ہے (تو یہاں سے ہٹ جا)۔"

نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ:

"اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں شیاطین کی سرکشی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس میں نبی مکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ "آپ ہمیشہ اللہ ہی کی پناہ مانگیے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندے ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں اس کی درخواست پیش کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں شیطان کے شر سے بچاتے ہوئے اپنی پناہ نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی شیطان کے ہر جال سے محفوظ فرمائے۔ آمین اور ہمیں صراط مستقیم پر قائم فرمائے آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو تسمیہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے پہلے جس طرح تعوذ کا پڑھنا سنت ہے اسی طرح اس کے بعد تسمیہ بھی پڑھنا چاہیے کیونکہ اس کے پڑھنے سے برکت اور اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہر وہ کام جو ذرا بھی اہمیت رکھتا ہے اس کی ابتداء اگر اللہ کے نام سے نہ کی جائے گی تو وہ کام نامکمل رہے گا یا وہ ابتر رہے گا یعنی اس میں برکت نہ ہوگی"۔ (الحدیث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

(۱)یا تو وہ کام نامکمل رہے گا

(۲)اور اگر وہ مکمل ہو بھی گیا تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے "جو شخص وضو میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں ہوتا"۔

اس حدیث کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کو وضو کی برکت نصیب نہیں ہوتی۔ احادیث میں بسم اللہ سے ہر نیک کام شروع کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ فرمایا گیا کہ گھر کا دروازہ بند کرتے وقت، کھانا کھاتے، پانی پیتے، سواری پر سوار ہوتے اور اترتے وقت، یہاں تک کہ جب آدمی بیت الخلاء میں جائے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرے اس طرح وہ شیاطین کے شر سے محفوظ رہے گا۔

ان احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بسم اللہ کی برکت سے آدمی بہت سی شیطانی حرکتوں سے نہ صرف محفوظ ہو جاتا ہے بلکہ اس کو اللہ کی رحمتیں بھی نصیب ہو جاتی ہیں۔

☆اصل میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح انسان کو نیکی کے ہر راستے سے روک دے۔ قرآن کریم کی تلاوت ایک بہت بڑی نیکی ہے شیطان اس کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ انسان اتنی بڑی نیکی حاصل کر لے لہٰذا اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح آدمی قرآن کی طرف نہ آسکے۔ فرمایا گیا کہ اس کی کوشش کو ناکام بنانے کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ تعوذ اور تسمیہ پڑھ لی جائے تاکہ شیطان کی ہر کوشش ناکام ہو جائے۔

عرب کے کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر کام کی ابتداء اپنے بتوں کے نام سے کیا کرتے تھے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے نبی مکرم ﷺ پر جب تک ''بسم اللہ'' نازل نہ ہوئی تھی آپ اپنے ہر کام کی ابتداء "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ " سے کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سورہ نحل کی ایک آیت میں بسم اللہ نازل ہوگئی تو پھر آپ ہمیشہ اپنے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا کرتے تھے اور اسی کا حکم امت کے لیے بھی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کیا کریں۔

پارہ نمبر ۱

الٓمّٓ

سورۃ نمبر ۱

سُورَۃُ الفَاتِحَۃ

• تعارف • ترجمہ • خلاصہ

تعارف سورۃ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	1
کل رکوع	1
آیات	7
الفاظ وکلمات	27
حروف	140
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نزول قرآن کی ابتداء میں تھوڑی تھوڑی آیات نازل ہوا کرتی تھیں، سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جو مکمل سورت نازل ہوئی وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ قرآن کریم کی ابتداء بھی اسی سورت سے کی گئی ہے جس کی احادیث میں بہت فضیلتیں آئی ہیں

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے سورۂ فاتحہ جیسی صورت نہ توریت، انجیل اور زبور میں ہے اور نہ (اس سے پہلے) قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ یہ وہی سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیات) ہیں جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہیں (ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کے ایک دن صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی۔ حضرت جبرئیل بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ حضرت جبرئیل نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ وہ دروازہ ہے جو آج پہلی بار کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا راوی بیان کرتا ہے کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کو ایسے دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ دوسرے سورۂ بقرہ۔ ان دونوں میں سے اگر ایک حرف بھی پڑھیں گے تو وہ نور آپ کو دیدیا جائے گا (صحیح مسلم)

قرآن کریم میں 114 سورتیں ہیں جن کے نام اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے تجویز فرمائے ہیں۔ ہر سورت کا جو بھی نام تجویز فرمایا ہے وہ لفظ ان سورتوں میں موجود ہے جیسے بقرہ، آل عمران اور نساء وغیرہ لیکن قرآن کریم کی دو سورتیں ایسی ہیں جن کے نام رکھے گئے ہیں اور ناموں کا کوئی لفظ ان سورتوں میں موجود نہیں ہے۔ وہ دو سورتیں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص ہیں۔

حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ افضل قرآن ہے (بیہقی۔ حاکم)

حضرت عبداللہ ابن جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا "جابرؓ کیا میں تمہیں ایک ایسی سورت نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے (بڑی عظمتوں کے ساتھ) نازل کی ہے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا وہ سورۂ فاتحہ ہے" راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ (مسند احمد)

اسی طرح عبدالملک بن عمرؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب ہر مرض کی شفا ہے۔ (مسند احمد۔دارمی۔بیہقی)

مذکورہ احادیث اوران کے علاوہ بے شمار روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کی وہ اہم ترین سورت ہے۔جوسارے قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

یہ سورت اس قرآن کا خلاصہ ہے جوتمام آسمانی علوم کا سرچشمہ اورانسانی زندگی کی رہبری اوررہنمائی کے اصولوں کومجموعہ ہے۔

سورۂ فاتحہ کی اہمیت اوراس کے مضامین کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امت کے بڑے بڑے علماء مفسرین نے سورۂ فاتحہ کی آیات پرغور کیا تو انہوں نے اس سورت کی تشریح لکھنا شروع کی اورسیکڑوں صفحات لکھتے چلے گئے ۔مگران کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادانہ ہوا۔درحقیقت سورۂ فاتحہ ایک ایسے گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی گہرائی اورتہہ کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔بہت سے علماء امت،مفسرین اور محققین نے اس سمندر کی گہرائی میں اتر کر اپنی ہمت کے مطابق موتی جمع کرنے کی کوشش کی۔زندگیاں بیت گئیں لیکن اس گہرے سمندر کی تہہ میں موتی ختم نہ ہوئے اوراسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ

قرآن وہ ہے جس کے عجائب (حقائق) کبھی ختم نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کوسورۂ فاتحہ کی حقیقی معرفت نصیب فرمائے ،اوراس کے انوارات سے ہمارے دلوں اوردماغوں کو روشن ومنور فرمائے ،آمین ثم آمین

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء،اس کی ذات کی خوبیاں،احسان اورکرم کا اعتراف ہے،ایک ایسے انصاف کے دن کا یقین ہے جس میں ہر شخص کواس کے اعمال کے مطابق جزااورسزادی جائے گی۔اسی کی مخلصانہ عبادت وبندگی اور زندگی کے ہر مرحلے پر اسی سے مدد کی طلب کی جائے۔اس کے بعداللہ سے راہ ہدایت اور تلاش حق کی آرزو ہے،اس میں رسالت کی عظمت کے ساتھ اللہ کے پیغمبروں اور نیک ہستیوں کی پیروی اوراتباع،برے لوگوں کے برے اعمال سے بیزاری کا اظہار ہےاوران لوگوں کے راستے پر نہ چلنے کی عاجزانہ درخواست ہے جن پر اللہ کا غصہ اور غضب نازل ہوا۔یا جولوگ صحیح راستے سے بھٹک کر اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے۔

سورۂ فاتحہ کی اسی اہمیت کی وجہ سے اس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ ''یعنی اس وقت تک نماز نہیں ہوسکتی جب تک اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔اسی وجہ سے

کوئی بھی نماز ہو فرض، واجب، سنت یا نفل اس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ہو جائے گی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے (آواز سے یا خاموشی سے) تو مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے کیوں کہ امام قراءت مقتدی کی قراءت ہوا کرتی ہے لیکن اگر کوئی شخص خود سے تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی

قرآن کریم کی جتنی سورتیں ہیں نبی کریم ﷺ نے ان کے دو چار نام بتائے ہیں لیکن سورۂ فاتحہ کے اتنے زیادہ نام ہیں کہ ناموں کی کثرت اس سورت کی عظمت کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن میں سورۂ فاتحہ کے پچیس نام گنوائے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے چند نام یہ ہیں۔

﴿سُوْرَةُ الْحَمْدِ﴾ وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حمد وثنا اور خوبیوں کا ذکر ہے۔

﴿اُمُّ الْقُرْاٰنِ﴾ وہ سورت جو قرآن کریم کے بنیادی اور اہم اصولوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

﴿سُوْرَةُ الشِّفَا﴾ وہ سورت جس سے روحانی اور جسمانی شفا اور صحت حاصل ہوتی ہے۔

﴿سُوْرَةُ الْكَنْزِ﴾ وہ سورت جو قرآن کریم کے ابدی اصولوں کا انمول خزانہ ہے۔

﴿سُوْرَةُ الْاَسَاسُ﴾ وہ سورت جس کے بغیر قرآن کریم کی بنیادوں کو سمجھنا مشکل ہے۔

﴿سُوْرَةُ الْكَافِيَةُ﴾ وہ سورت جو تمام لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

﴿سُوْرَةُ الصَّلٰوةِ﴾ وہ سورت جس میں دعا اور صراط مستقیم کی طلب پائی جاتی ہے۔

﴿سُوْرَةُ الْمَسْئَلَةِ﴾ وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے اللہ سے مانگنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔

﴿سُوْرَةُ الدُّعَاءِ﴾ وہ سورت جس میں ہدایت کی دعا مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

﴿سُوْرَةُ التَّوْحِيْدِ﴾ وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے۔

﴿سُوْرَةُ السَّبْعِ الْمَثَانِیْ﴾ وہ سورت جس میں سات آیتیں ہیں جن کو بار بار پڑھا جاتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ﴿۳﴾ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ﴿۴﴾ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۧ﴿۷﴾

المنزل ۱

ع ۱ ۷

ترجمہ: سورۂ فاتحہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

انصاف (قیامت) کے دن کا مالک ہے۔

(اے اللہ)

ہم آپ ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں وہ راستہ دکھایئے جو سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہو۔

ان لوگوں کا راستہ جو اس پر چلے تو آپ کے انعام و کرم کے مستحق بن گئے۔

(اور اے اللہ)

وہ لوگ جن پر آپ کا غضب نازل کیا گیا یا جو لوگ راستے سے بھٹک جانے والے ہیں۔

ان لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا۔ (آمین۔ اے اللہ ایسا ہی ہو)

خلاصہ سورۂ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ فاتحہ جو قرآن کریم کی ساری تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس میں سات آیات ہیں۔
اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور خاص طور پر اس کی چار صفات (خوبیوں) کو بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيْمُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

یعنی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے جن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے اور انہیں خوبصورت اور حسین بنا کر ان میں اپنے جمال، جلال اور کمال کے رنگ بھر دیئے ہیں۔ایک بندہ ان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ یہ سب کچھ آپ ہی کا کرم اور احسان ہے۔آپ ہی خالق، مالک، رازق اور ہر طرح کی خوبیوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ہم ہر آن آپ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ہم آپ کی اس شان کریمی کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ نے ایک ایسا عدل وانصاف کا دن مقرر کیا ہے جس میں ہر شخص کو اس کے تمام اچھے اور برے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی اور کسی کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی جائے گی۔لہٰذا اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت وبندگی کرتے ہیں۔ہم آپ ہی سے اپنی مرادوں کو مانگتے ہیں۔آپ ہی دینے والے ہیں ہم نہ تو آپ کا در چھوڑ کر کسی اور در پر جائیں گے اور نہ کسی اور کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکائیں گے اور ہر حال میں صرف آپ سے اپنی مرادیں مانگیں گے کیوں کہ آپ کے سوا دوسرا کوئی معبود اور مشکل کشا نہیں ہے۔

اور اے اللہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھا دیجیے جس پر چل کر آپ کے بندے آپ کے انعام وکرم کے مستحق بن گئے۔لیکن اے اللہ ہمیں ان بد قسمت اور گمراہ لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا جو آپ کے غضب کا شکار ہوگئے یا جو لوگ راستے پر چلتے چلتے بھٹک گئے اور اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنی منزل کھودی۔ ''آمین''

سورۂ فاتحہ کے ایک ایک لفظ میں عظمتوں کے خزانے بھرے ہوئے ہیں جن کا ترجمہ اور تشریح کر کے بھی ان کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔لیکن سمجھنے سمجھانے کے لیے سورۂ فاتحہ کے سولہ الفاظ کی مختصر تشریح اور ترجمہ ملاحظہ کر لیجیے۔

﴿اَللّٰه﴾ یہ لفظ ''اِلٰهٌ'' سے بنا ہے جس کے معنی معبود کے آتے ہیں۔عربی قاعدے کے مطابق اس لفظ میں سے الف (ہمزہ) کو گرا کر ''الف لام'' داخل کر دیا گیا ہے تو یہ لفظ ''اللہ'' بن گیا۔

اللہ۔ اسم ذات ہے یعنی اللہ وہ ہے کہ جس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ وحدہ لاشریک ہے۔ اسی طرح وہ تمام نظام کائنات چلانے میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہی سب کا خالق، مالک اور آقا ہے، نعمت، ہدایت اور سب کا رزق اسی کے دست قدرت میں ہے۔ وہ سب کا مشکل کشا اور دستگیر ہے، سب کی توبہ قبول کرنے والا، اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اگر کوئی اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی طرح بھی شریک کرتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ اور شرک اللہ کے ہاں نا قابل معافی جرم ہے۔ قوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ نے کسی مشرک اور ظالم قوم کو ڈھیل دینے کے باوجود جب اپنے عذاب میں پکڑا ہے تو پھر اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں تھا۔ جب وہ مشرک اور ظالم قوموں کو مٹانے پر آتا ہے تو ان کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے کہ ان کے کھنڈرات بھی باقی نہیں بچتے۔ وہ اپنے نیک بندوں پر کرم فرماتا ہے تو انہیں دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دیتا ہے۔

﴿حَمْدٌ﴾ حمد کے معنی تعریف کرنا، شکر ادا کرنا، حمد وثنا کرنے کے آتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس نے اللہ کی حمد نہ کی اس نے اس کا ذرا بھی شکر ادا نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی حمد وثنا کرتا ہے در حقیقت اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے چاروں طرف اپنی اتنی نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے کہ ان کو شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ بس اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی ہزاروں نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کا شکر ادا کرتا رہے گا تو اللہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہی کرتا چلا جائے گا لیکن اگر اس نے نعمتیں پانے کے باوجود ناشکری کی روش کو اختیار کیا تو وہ اللہ کی سخت سزاؤں کے لیے بھی تیار رہے۔

﴿رَبٌّ﴾ رب کے معنی بہت وسیع ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ رب اس کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو آہستہ آہستہ پرورش کر کے اس کو کمال کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ ہر ایک کا رب ہے وہ کسی قوم، قبیلے، خاندان، نسل اور علاقے اور زمانے کا رب نہیں ہے بلکہ وہ سب کا رب ہے اس کا ساری کائنات سے تعلق ایک جیسا ہے وہ اللہ کی فرماں برداری کرنے والی قوم ہو یا نافرمان مخلوق۔ اس نے اپنی نعمتوں کو ہر ایک کے لیے یکساں بکھیر رکھا ہے جو انہیں حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے وہ ان نعمتوں کو پالیتا ہے۔ لیکن جو ان نعمتوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد نہیں کرتا وہ ان سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے لیے وہی ہے جس کے لیے وہ جدوجہد اور کوشش کرتا ہے (القرآن)

﴿اَلْعَالَمِیْنَ﴾ اَلْعَالَمُ کی جمع ہے دنیا، جہان۔ اللہ نے جتنے جہان پیدا کیے ہیں وہ ہمیں معلوم ہیں یا معلوم نہیں ہیں وہ تمام جہانوں کو پالنے والا اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ اس کائنات میں کتنے جہان اور دنیائیں ہیں ان کا پورا علم تو اللہ کو ہے

البتہ ''امام وھبؒ'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار جہان پیدا کیے ہیں۔ان ہی میں سے ایک جہان یہ ہماری دنیا بھی ہے۔ زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، شجر وحجر، پانی میں رہنے والی مخلوق، خشکی اور صحرا کے جانور، آسمان پر اڑنے والے پرندے، جنگل کے جانور اور درندے اور انسان ان میں سے ہر ایک کا ایک جہان ہے۔ اللہ کو اپنی ساری مخلوق کا علم ہے جو جہاں بھی ہے وہ ان سب کا پرورش کرنے والا ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں الفاظ مبالغہ والے ہیں۔ مبالغہ یعنی کسی بات یا حقیقت کے اظہار کے لیے اس کو اہمیت دینے کے لیے بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ ''رحمۃ'' کے لفظ سے یہ رحمٰن اور رحیم بنائے گئے ہیں۔ان کے معنی ہیں ہر مخلوق پر بے انتہا مہربانیاں کرنے والا اللہ جس کے فضل وکرم سے یہ دنیا قائم ہے۔ جس نے اس دنیا کو پھیلا کر اس میں انبیاء کرامؑ کے ذریعے روحانی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا اور پھر ان پیغمبروں نے ساری دنیا کے انسانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔ رحمٰن ورحیم وہ ذات ہے جو دنیا اور آخرت میں کام آنے والی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ لفظ رحمٰن کا تعلق دنیا میں بسنے والے انسانوں سے ہے یعنی وہ اللہ جو اس کائنات میں بسنے والے انسانوں پر بے انتہا مہربان ہے۔ لیکن الرحیم کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہے یعنی وہ اللہ جس قدر اپنے بندوں پر اس دنیا میں مہربان ہے آخرت میں اس سے بھی زیادہ مہربان ہوگا۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر اس دنیا میں جتنا مہربان ہے آخرت میں اس سے ننانوے درجے زیادہ مہربان ہوگا۔

جب قرآن کریم میں لفظ رحمٰن آیا تو عربوں نے بڑی حیرت سے کہا کہ یہ رحمٰن کیا ہے اور کون ہے تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن نازل کر کے بتایا کہ اللہ اور رحمٰن دو ذاتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ رحمٰن وہ ہے جس نے اپنے کرم سے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی آخرت میں بھی کام آنے والا ہے۔

﴿یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ جزا اور سزا کا دن، بدلہ کا دن، حساب کا دن، اس کے ایک دوسرے معنی بھی کیے گئے ہیں کہ دین سے مراد ''اسلام اور اطاعت کے ہیں'' یعنی قیامت کا دن وہ ہوگا جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ درحقیقت ''یوم الدین'' کہہ کر سارے معانی کو ان دو لفظوں میں سمیٹ دیا ہے۔

﴿اِیَّاکَ﴾ ''تیری ہی''، ''تجھ سے ہی'' اور ''تو نے ہی''۔ ''اِیَّا'' کے معنی ''ہی''۔ ''کَ'' کے معنی ''تیرا تونے'' کے آتے ہیں۔اصل میں ''ایا'' کلمہ حصر ہے۔ یعنی ایا جس لفظ پر آتا ہے تو اس لفظ کے تمام معنی کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ ''اِیَّاکَ

نَعْبُدُ" ہم آپ ہی کی عبادت اور بندگی کرتے ہیں یعنی اے اللہ ہم صرف آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں۔ آپ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے۔ اسی طرح " اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے معنی ہوں گے کہ ہم صرف آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کسی دوسرے در پر جا کر مدد نہیں مانگتے۔ اے اللہ ہم آپ کے سوا کسی دوسرے کو مشکل کشا نہیں مانتے۔ ہر مشکل گھڑی میں صرف آپ ہی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک بندہ اپنے اللہ سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہم نہ تو اور کسی کے سامنے اپنا سر جھکائیں گے۔ نہ آپ کو چھوڑ کر دوسروں سے مدد مانگیں گے۔ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں یہی وہ توحید خالص ہے جس پر چلنے کا قرآن کریم اور احادیث ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔

﴿نَعْبُدُ﴾ ہم عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ یعنی اے اللہ ہماری ساری عبادتیں صرف آپ کے لیے ہیں۔ ہم آپ کے سوا نہ تو کسی کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں اور نہ آپ کا در چھوڑ کر کسی اور در کی تمنا رکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ نعبد کا مطلب ہے نَعْبُدُکَ وَلَا نَعْبُدُ غَیْرَکَ یعنی ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے۔ جہاں عبادت کا اعلیٰ ترین مفہوم نماز پڑھنا ہے وہیں اللہ و رسول کے بتائے ہوئے تمام قوانین، احکام اور تعلیمات پر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ عمل کرنے کے بھی ہیں۔

﴿نَسْتَعِیْنُ﴾ ہم مدد مانگتے ہیں۔ یعنی اے اللہ ہمارا کام چھوٹا ہو یا بڑا اس کے پورا ہونے میں ہم صرف آپ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں گے۔ آپ ہی کی توفیق ہمارے شامل حال رہی تو ہمارے سارے کام بالکل صحیح اور درست ہو جائیں گے۔ ہم آپ سے ہی اطاعت و فرماں برداری کی توفیق مانگتے ہیں۔ ہم آپ ہی کے در کے بھکاری ہیں۔ ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ ہم پر مہربانی فرما کر زندگی کے ہر معاملہ میں ہماری مدد فرمائیے۔

﴿اِھْدِنَا﴾ ہمیں ہدایت دیجیے۔ ہمیں راستہ دکھائیے۔ ہمیں منزل تک پہنچا دیجیے۔ ہدایت کے معنی ہیں راستہ دکھانا۔ راستے پر چلانا۔ جو بھی منزل مقصود ہو اس تک پہنچا دینا۔ ایک مومن ہر وقت سیدھے اور سچے راستے تک پہنچنے کی درخواست کرتا ہے۔ کیوں کہ زندگی میں خطرناک موڑ آتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ کی مدد شامل نہ ہو تو قدم قدم پر بھٹکنے اور پھسلنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ نفس اور شیطان انسان کو بہکانے اور ڈگمگا دینے کے ہزاروں دلکش راستے دکھاتے رہتے ہیں۔ اس لیے اس ہدایت اور رہنمائی کی آرزو ہر دل میں ہر آن رہنی چاہیے جو صرف اللہ نے اپنے دست قدرت میں رکھی ہوئی ہے۔

﴿اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سیدھا سچا راستہ۔صراط مستقیم۔ایک مومن اپنے اللہ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ الٰہی! ہمیں وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھا دیجیے جس میں آپ کا فضل و کرم شامل ہو یعنی نیک اور برگزیدہ ہستیوں کا راستہ۔ثابت قدمی اور صبر و تحمل کا راستہ۔کامیابی کا راستہ،راستے کی وہ توفیق جو ہمیں اس دنیا اور آخرت میں نجات عطا کر دے اور منزل مراد تک پہنچا دے۔

﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ جن لوگوں پر آپ نے انعام کیا۔کرم کیا۔ایک بندہ اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ ہمیں اس راستے پر چلایئے جو آپ کا پسندیدہ راستہ ہے وہ راستہ نہیں جسے ہم سیدھا راستہ سمجھتے ہیں۔کیوں کہ دنیا میں ایسا کون آدمی یا جماعت ہے جو اپنے آپ کو صحیح نہ سمجھتا ہو۔ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میں نے جس راستے کو اختیار کیا ہوا ہے وہی سیدھا اور سچا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کہو الٰہی! ان لوگوں کے راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرما دیجیے جو آپ کے حکم کے مطابق چلے تو وہ کامیاب ہو گئے اور آپ کے کرم کے مستحق بن گئے۔وہ کون لوگ ہیں سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام و کرم کیا یعنی انبیاء کرامؑ،صدیقین،شھدا اور صالحین جن کی رفاقت بھی سب سے بہترین رفاقت اور ساتھ ہے(سورۂ نساء آیت ۶۹)

﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ نہ(ان لوگوں کا راستہ)جن پر غضب کیا گیا۔یعنی اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے راستے پر تو چلایئے گا جو آپ کے برگزیدہ،نیک اور عظیم بندے ہیں۔لیکن ان لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا جو چلتے چلتے آپ کے غصہ اور غضب کا شکار ہو گئے

﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ نہ(ان لوگوں کا راستہ دکھایئے گا)جو راستے سے بھٹک جانے والے تھے۔جنہوں نے آپ کی اطاعت اور فرماں برداری سے منہ موڑ لیا تھا۔جو راستے پر چلتے چلتے بھٹک گئے تھے۔

مغضوب اور ضالین کون لوگ ہیں۔اس کی وضاحت کے لیے حضرت عدیؓ ابن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جن لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا اس سے مراد یہودی ہیں اور جو لوگ راستے سے بھٹکنے والے لوگ ہیں وہ نصاریٰ(عیسائی)ہیں(مسند احمد۔تفسیر مظہری)

علماء مفسرین نے مغضوب اور ضالین میں تمام کفار،مشرکین،اللہ کے نافرمانوں اور بدعتیوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔یہودیوں کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو جو اللہ کے پیغمبر تھے ان کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔اسی طرح ہر نعمت پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی روش اختیار کی۔اس لیے اللہ کا غصہ اور غضب اس قوم پر نازل ہوا۔

نصاریٰ (عیسائیوں) کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور پھر بدعتوں، گمراہیوں اور رسموں میں اس طرح پھنس گئے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں اور راہبوں کو معبود کا درجہ دیدیا ان راہبوں نے جس چیز کو حرام یا حلال کر دیا نصاریٰ نے آنکھ بند کر کے اس کو حرام و حلال سمجھ لیا۔ ان جہالتوں اور بدعتوں کی وجہ سے وہ اپنے راستے سے بھٹک کر اللہ کی رحمتوں سے دور ہو گئے

سورۂ فاتحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا کر کے جب ایک بندے نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ الٰہی میں عبادت بھی آپ ہی کی کروں گا اور آپ ہی سے ہر طرح کی مدد مانگوں گا۔ پھر اس بندے نے اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست بھی پیش کر دی کہ الٰہی! ہمیں وہ سیدھا سچا راستہ دکھا دیجیے جس پر آپ کے نیک اور برگزیدہ بندے چلے تو آپ کے انعام و کرم کے مستحق بن گئے لیکن اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے راستے سے بچا لیجیے گا جو یا تو آپ کے غضب کا شکار ہو گئے یا وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑے اور بھٹک کر اپنی منزل سے بہت دور نکل گئے۔

جب بندے نے اللہ سے یہ درخواست پیش کر دی تو اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن کریم سامنے رکھ کر فرما دیا کہ اے بندے تو جس سیدھے سچے راستے کی طلب کر رہا ہے وہ میرا کلام یعنی قرآن مجید ہے راستہ ہم نے تمہیں دکھا دیا ہے اس راستے کو پوری طرح سمجھانے کے لیے ہم نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو بھیج دیا ہے جو اس کلام کی ایک ایک بات کی وضاحت فرمائیں گے۔ وہ جس طرف تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اسی طرف چلو اس طرح تم اپنی منزل مراد کو پا لو گے حضرت محمد مصطفٰے ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں تم ان کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہو جاؤ کبھی راستے سے نہ بھٹکو گے اور تم اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جاؤ گے۔

﴿آمین﴾ سورۂ فاتحہ جب ختم ہو جائے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ ''آمین'' کہی جائے۔ جس کا ترجمہ ہے ''اے اللہ ایسا ہی ہو''۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیوں کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم عطا فرمائے۔ انبیاء کرام صدیقین، شہداء اور صالحین جیسے مقبول بندوں کا ساتھ عطا فرمائے اور ہمیں مقبول بندوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

پارہ نمبر ۱ تا ۳

• الٓمٓ • سیقول • تلك الرسل

سورة نمبر ۲

سُورَةُ الْبَقَرَة

• تعارف • خلاصہ • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البقرہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	2
رکوع	40
آیات	286
الفاظ وکلمات	6121
حروف	25500
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے سے مانگنے اور سوال کرنے کا طریقہ سکھایا ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے کس طرح مانگیں۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ میں جو چیز مانگی گئی ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن کریم سامنے رکھ کر فرمایا کہ قرآن کریم ہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر انسان اپنی حقیقی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

سورۂ بقرہ قرآن کریم کی سب سے بڑی اور اہم ترین سورت ہے جس میں بنی اسرائیل اور امت محمدی ﷺ کو تفصیل سے خطاب کرنے کے بعد عبادات، اسلامی عقائد، اخلاق، اعمال اور زندگی گذارنے کے بنیادی احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس سورت کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

(۱) حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

قرآن کریم پڑھا کرو۔ قیامت کے دن یہ پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (خاص طور پر) سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جو کہ ''زَھْرَاوَیْن'' (دونہایت روشن چیزیں) ہیں ان کو پڑھا کرو کیوں کہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو۔ اس کے پڑھنے میں بڑی برکت اور اس کے چھوڑ دینے میں بڑی حسرت ہے۔ دھوکے باز اور فریبی (شیاطین) اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے (صحیح مسلم)

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کوھان کی طرح ہے (مسند احمد)

اونٹ کے جسم میں سب سے نمایاں اور اونچے حصے کو کوھان کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ کے جسم میں سب سے اونچے اور نمایاں حصے کو کوھان کہا جاتا ہے اسی طرح اس سورت کا مقام بھی بہت بلند اور نمایاں ہے۔

(۳) امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن کا ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا انہوں نے نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سورۂ بقرہ کو کئی سال میں پڑھا اور سیکھا۔

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے جو شخص بھی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جانتا تھا اس کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم)

(۵) حضرت اُسید بن حُضیرؓ ایک رات سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا

اچانک ان کا گھوڑا اچھلنے کودنے لگا۔انہوں نے جیسے ہی پڑھنا بند کیا تو گھوڑا بھی چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔جب انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے پہلے کی طرح اچھل کود شروع کر دی۔یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا قریب ہی سو رہا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑے کی اس اچھل کود میں میرا بچہ کچلا نہ جائے میں نے پڑھنا بند کر دیا۔فرماتے ہیں کہ میں نے اوپر کی طرف دیکھا تو ایک روشن بادل دکھائی دیا جس میں مشعلیں سی روشن تھیں۔پھر میں اس کو دیکھنے کے لیے باہر نکل آیا۔اور دیکھتا رہا صبح ہوئی تو میں نے تمام صورت حال نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کر دی۔آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جو تمہاری تلاوت سن رہے تھے۔اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو وہ فرشتے بھی موجود رہتے اور سب کو نظر آتے۔آپ نے دو مرتبہ فرمایا" ابن حُضیر اس کو پڑھا کرو" "اس کو پڑھا کرو" (بخاری مسلم)

ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ بڑی اہم سورت ہے جس کا پڑھنا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سورۂ بقرہ کو اللہ کے فرشتے بھی بڑے ذوق اور شوق سے سنتے ہیں۔

سورۂ بقرہ، دین ابراہیمی اور کفار مکہ

بقرہ کے دو معنی آتے ہیں (۱) گائے (۲) بیل۔جس طرح لفظ انسان سے عورت بھی مراد ہے اور مرد بھی اسی لیے مفسرین کرام میں سے کسی نے 'بقرہ' کا ترجمہ گائے کا کیا ہے اور کسی نے بیل کا۔

اس سورت میں بقرہ (گائے۔بیل) کا ایک بہت اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ نے اس سورت کا نام ہی بقرہ رکھ دیا۔بقرہ کا واقعہ یہ تھا کہ ایک قبیلے کے سردار کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔قاتل کا پتہ نہ چلنے کی وجہ سے بنی اسرائیل ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے جس سے بنی اسرائیل میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔قوم کے کچھ ذمہ دار لوگ حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ اللہ آپ سے کلام کرتا ہے اس سے پوچھ کر قاتل کا نام بتا دیجیے تا کہ آپ کی قوم آپس کی جنگ سے بچ جائے۔حضرت موسیٰ نے جب اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ ایک بقرہ ذبح کر دیں اور اس کے گوشت کا ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگا دیں تو مرنے والا زندہ ہو کر قاتل کا نام خود بتا دے گا۔مگر اس میں مشکل یہ تھی کہ یہ قوم گائے کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتی تھی۔انہوں نے حضرت موسیٰ سے بے تکے سوالات شروع کر دیے تا کہ وہ تنگ آ کر یہ کہہ دیں کہ گائے کے بجائے کوئی اور جانور ذبح کر لیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کو عاجز اور بے بس سمجھنے والے خود ہی مشکلات میں پڑ گئے۔آخر کار انہوں نے بقرہ کو ذبح کیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے جس سے قوم بنی اسرائیل کی پوری ذہنیت اور ان کے سوچنے کا انداز سامنے آ جاتا ہے۔

اس قوم کی بنیادی خرابی یہ تھی کہ شدید بے عملی اور کافرانہ انداز کے باوجود ان کو اس بات پر بڑا گھمنڈ تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے علاوہ سب کافر ہیں صرف وہی دین دار لوگ ہیں۔ وہ کچھ بھی کرتے رہیں جنت صرف ان کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ جس دین کو لے کر آئے اور پوری زندگی اسی دین پر محنت کرتے رہے وہ دین کفر و شرک، بدعتوں، جہالتوں اور خرابیوں سے پاک تھا۔ اسی سچے دین کو حضرت محمد ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اب اس دین سے وابستگی ہی پوری دنیا کو کفر و شرک سے نجات دلا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں تین مرتبہ ''یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ'' کہہ کر جس قوم کو للکارا ہے اسے سیکڑوں سال تک ہر طرح کی نعمتوں سے نواز کر دنیا میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا تھا۔ اس قوم میں سیکڑوں پیغمبروں کو بھیجا گیا۔ دنیا بھر میں عزت و عظمت، شہرت و ناموری، مال و دولت، حکومت و سلطنت امامت و پیشوائی۔ اس وقت کی دنیا میں بسنے والی قوموں پر برتری اور طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا لیکن قوم بنی اسرائیل نے ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکریوں کی انتہا کر دی تھی۔ جو بھی اللہ کے پیغمبر تشریف لاتے ان کی اطاعت کرنے کے بجائے ان کو جھٹلانا، ستانا اور قتل کرنا ان کا مزاج بن چکا تھا۔ آخر کار اللہ کا فیصلہ آگیا۔ ان سے عظمتوں اور نعمتوں کو چھین کر ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے۔ اور ان پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے گئے۔ پھر وہ قوم اس طرح دنیا میں دربدر ہو گئی کہ جب بھی انہیں عروج اور ترقی نصیب ہوئی حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ اچانک ان کی عزت و عظمت خاک میں مل گئی۔ اور پھر ان کو اپنا قومی وجود بچانا بھی مشکل ہو گیا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا۔

حضرت یعقوبؑ جو اللہ کے پیغمبر ہیں ان کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا ہے بعد میں جب بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو ''یہودا'' کی طرف منسوب کر کے یہودی کہنا شروع کیا تو وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ قرآن کریم میں پوری وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کفار، مشرکین، یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ کے دین کو بری طرح تبدیل کر کے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ انہوں نے ہدایت کے بجائے گمراہی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اب اگر وہ سچی ہدایت اور آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں حضرت محمد ﷺ کے اس دین پر چلنا ہوگا جسے وہ اللہ کی طرف سے پیش فرما رہے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے پورے خلوص کے ساتھ وابستگی اختیار کرنی پڑے گی۔ فرمایا کہ اگر اللہ اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور کتاب ہدایت کو نہ بھیجتا تو ساری دنیا جہالت، کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکتی رہتی اور ان کو راہ ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ اللہ کی طرف سے یہ ہدایت کا آخری موقع ہے۔ اگر اس موقع کا فائدہ نہ اٹھایا گیا تو پھر دنیا والوں کو اپنی زندگی کے اندھیروں کو دور کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ دین اسلام کسی کی ذاتی جاگیر نہیں ہے بلکہ وہ ایک نظریہ حیات ہے جو بھی اس پر عمل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ وہ فلاں کی اولاد اور اس کا فلاں خاندان سے تعلق ہے۔ جو بھی ایمان اور عمل صالح کی جتنی دولت لے کر آئے گا اسی سے اس کو آخرت میں اعلیٰ ترین مقام عطا کیا جائے گا۔

خلاصہ سورۂ بقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ بقرہ جو تقریباً ڈھائی سیپاروں پر مشتمل ہے قرآن کریم کی سب سے بڑی اور اہم سورت ہے۔ چالیس رکوع، دوسو چھیاسی آیات اور زندگی گذارنے کے ایسے یقینی اصول بیان کئے گئے ہیں جن میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کتاب ہدایت ہے جس سے فائدہ اٹھا کر وہی کامیاب ہوسکتے ہیں جو تقویٰ، پرہیز گاری اور غیب کی ہر حقیقت پر ایمان لا کر نماز کو قائم کرتے ہیں۔ جو اللہ کے راستے میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں، قرآن کریم اور اس سے پہلے جن کتابوں کو نازل کیا گیا ہے ان پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کی زندگی پر یقین کامل رکھتے ہیں ایسے لوگ نہ صرف کامیاب ہیں بلکہ ان کا رب خود ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن ایسے بے حس لوگ جن پر کسی اچھی بات اور نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کرلیا ہے اور ہر حقیقت کو دیکھنے کے بجائے اپنی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اللہ ایسے لوگوں کی آنکھوں، کانوں اور دلوں پر بدنصیبی کی مہریں لگا کر ان کو جہنم کا ایندھن بنا دیتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لیے مومنوں اور کافروں دونوں سے ملے رہتے ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہمیں آخرت کی زندگی پر بھی یقین ہے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہوتے۔ وہ اپنے طرز عمل سے اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں ان کا انجام دہری زندگی گزارنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اصلاح کے نام پر فساد کرتے ہیں جو ایمان اور سچائی کے راستے پر چلنے والوں کو حقیر اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔ جن کی گھریلو اور باہر کی زندگی بالکل مختلف ہوتی ہے وہ ایسے مال کے سوداگر ہیں جس میں کسی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ بدترین انجام کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا کر کے جسم اور روح کی غذائیں پیدا کی ہیں۔ پوری کائنات کا ذرہ ذرہ اور اس کی ہر چیز کو انسانی جسم کی ضرورت کے لیے بنایا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اپنا کلام بھیج کر انسانی روح کی غذا بنایا ہے۔ اللہ نے آخر میں اس کلام قرآن مجید کو اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل کیا جس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ نے قیامت تک آنے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک اور شبہ ہے تو وہ قرآن کریم کی جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری دنیا کے لیے ایک ایسا کھلا چیلنج ہے جس کا جواب نہ تو گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں دیا گیا ہے اور نہ دیا جا سکے گا۔ کیوں کہ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے جس میں ہر بڑی سے بڑی حقیقت کو معمولی اور چھوٹی سے چھوٹی مثالوں سے اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں زرہ برابر ایمان کی روشنی ہوگی وہ راہ ہدایت حاصل کرتے چلے جائیں گے۔

انسان جسے اللہ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اسے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے جس کا کام عدل و انصاف اور علم کی سچائیوں کو پھیلانا ہے۔ یہی وہ علمی صلاحیت تھی جس نے اسے عظمت کی بلندیاں عطا کیں اور فرشتوں کو بھی اس کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ جب شیطان نے اس انسانی عظمت کا انکار کیا تو قیامت تک کے لیے اس کو بارگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا۔

اس طرح اللہ نے یہ بتا دیا کہ اس کائنات میں سب سے افضل اور اعلیٰ مخلوق انسان ہی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کی عظمت اور کیا ہوگی کہ اللہ نے اپنے تمام پیغمبروں کو انسانوں ہی میں سے بنایا ہے۔ وہ بشر ہوتے ہیں مگر ایسے بشر جن کی عظمت سے ساری کائنات کو عزت و عظمت نصیب ہوتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۷ سے آیت نمبر ۱۲۳ تک مسلسل دس رکوعوں میں بنی اسرائیل کے واقعات زندگی کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو ہر طرح کی نعمتوں اور عظمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے ہر نعمت پر ناشکری کرنا اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد اور معاہدہ کو توڑنا اور بد عملی کی وہ انتہا کر دی تھی جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کو ہر عزت و عظمت کے مقام سے معزول کرنا پڑا اور ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان پر قیامت تک کے لیے عذاب مسلط کر دیا گیا جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی زندگی کے تاریخی واقعات اور عروج زوال کا ذکر کرنے کے بعد ''اُمت وَسط'' اور ''خیر امت'' کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ امت جس کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے اتنی زبردست قربانیاں دیں کہ اللہ نے انہیں ساری دنیا کی قوموں کی امامت و پیشوائیت کا مقام عطا فرمایا۔ اسی مقصد کو لے کر سارے پیغمبر تشریف لاتے رہے اور اس مقصد اور دین کے اصولوں کی تکمیل خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پر کی گئی۔ نبی کریم ﷺ پر نہ صرف دین اسلام کی تکمیل فرمائی گئی بلکہ نعمت نبوت کو بھی مکمل کر دیا گیا اور اللہ نے اس امت کو وہ پیغمبر حضرت محمد مصطفٰی ﷺ عطا فرمائے ہیں جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ جن کے بعد کوئی کسی طرح کا نبی اور رسول نہیں آسکتا کیوں کہ اللہ نے دین بھی مکمل کر دیا۔ نبوت بھی مکمل کر دی بلکہ کائنات کا مقصد بھی مکمل کر دیا۔ اب قیامت ہی آئے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی امت کو ''بہترین اور معتدل امت'' بنا کر انہیں ہر طرح کی عظمتوں سے نواز دیا ہے۔ قبلہ کو بیت المقدس سے تبدیل کر کے مسجد الحرام اور بیت اللہ کا رخ دے کر درحقیقت بنی اسرائیل کو ان کی ہر عظمت سے باقاعدہ معزول کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے اور اس خیر امت کو اللہ کے دین کی عظمت کے لیے ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اب یہ

آخری نبی کی آخری امت ہے۔ ساری انسانیت کی بھلائی، عزت، سربلندی صرف خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین اور آپ ﷺ کے طریقوں پر چلنے میں مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اور نبی کریم ﷺ کی احادیث اور پرنور سنتوں سے آراستہ کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا ہے۔ اب صرف ہر طرح کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی سعادت ان ہی لوگوں کے حصے آئے گی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہوں گے لیکن جو لوگ آپ ﷺ کی احادیث اور سنتوں کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر چلنے کی کوشش کریں گے۔ وہ دنیا اور آخرت میں سخت ناکام اور بدنصیب لوگوں میں شامل ہوں گے۔

بنی اسرائیل اور خیر امت کا ذکر کرنے کے بعد آیت نمبر ۱۵۳ سے سورت کے آخر تک ایسے چالیس اصول زندگی ارشاد فرمائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہر مومن کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

شاید ان اصولوں میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اے امت محمد ﷺ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بنی اسرائیل کی طرح نافرمانیوں اور ناشکریوں میں مبتلا نہ ہو تو سورۂ بقرہ اور اس کے بعد پورے قرآن کریم میں بیان کیے ہوئے اصولوں پر چلو تو تم کبھی راستہ نہ بھٹکو گے صراط مستقیم ہی تمہارا مقدر ہو گا۔ اب آپ ان چالیس اصولوں کی تفصیل ملاحظہ کیجیے جنہیں سورۂ بقرہ میں بیان فرمایا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کے ابدی اصولوں اور خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت اور محبت کے ساتھ آپ ﷺ کی پرنور سنتوں پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

سورة البقرة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف، لام، میم ..... یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے۔ ان کے لیے ہدایت ہے جو تقویٰ والے ہیں (۱) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) اور نماز قائم کرتے ہیں (۳) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۴) اور جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے اس پر، اور آپ سے پہلے جو اتارا گیا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے (۵) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَا رَيْبَ شک نہیں ہے۔ یعنی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

هُدًى ہدایت ہے۔ راستہ دکھانے اور منزل تک پہنچانے کو بھی ہدایت کہتے ہیں۔

تَقْوٰى بچنا، ڈرنا، خوف۔ (اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اس میں اس کی رحمت پر بھی یقین ہو)

اِیْمَانٌ	زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا
غَیْبٌ	انسان کے پانچوں حواس سے باہر جس کو صرف اللہ کے نبی ﷺ ہی اس کی مرضی سے بتا سکتے ہیں
صَلٰوۃٌ	اللہ کی عبادت کرنے کا وہ مخصوص طریقہ جس کو جیسے رسول مکرم ﷺ نے بتایا اس کو اسی طرح ادا کرنا۔ اسی کو عرف عام میں ''نماز'' کہتے ہیں۔
اِنْفَاقٌ	خرچ کرنا اپنے مال اور صلاحیتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق خرچ کرنا اور اس میں کنجوسی سے کام نہ لینا۔
اٰخِرَۃٌ	اس دنیا کی عارضی زندگی کے بعد ہمیشہ رہنے والی زندگی کو آخرت کہا جاتا ہے۔
فَلَاحٌ	کامیاب، کامیابی، اہل ایمان کی خصوصیت

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف، لام، میم..... ان کو اور ان جیسے حروف کو ''حروف مقطعات'' کہتے ہیں یعنی الگ الگ کر کے پڑھے جانے والے۔ معنی سے کٹے ہوئے۔ ایسے حروف جن کے معنی کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے ''کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے کیا معنی ہیں'' اگر ان کے معنی جاننا ضروری ہوتا تو صحابہ کرام نبی مکرم ﷺ سے ضرور پوچھتے کہ ان کے معنی کیا ہیں۔ اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں (۱) صحابہ کرام کے لئے یہ کوئی ایسی انوکھی اور نئی بات نہ تھی، جس کو پوچھنا ضروری ہوتا (۲) دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان آیات میں سے ہیں جن کو قرآن حکیم نے ''متشابہات'' فرمایا ہے جن کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔ اور ہو سکتا ہے رسول کریم ﷺ کو بطور ایک راز کے دیا گیا ہو، جس کی تبلیغ امت کے لئے روک دی گئی ہو اسی لئے آنحضرت ﷺ سے ان حروف کی تفسیر و تشریح میں کچھ منقول نہیں۔

عام طور پر مفسرین بھی ان ہی دو باتوں کی طرف گئے ہیں۔ کسی نے یہ کہا ہے کہ عرب کے شاعروں اور ادبی حلقوں میں اس طرح کے الفاظ کا استعمال عام سی بات تھی اور اس کے لئے وہ ان شاعروں کے کلام اور اشعار کو پیش کرتے ہیں..... اور کہتے ہیں کہ جن لوگوں کی نظر عربوں کی روایات اور لٹریچر پر ہے وہ جانتے ہیں کہ عرب والے نہ صرف اس طرح کے ناموں سے اچھی طرح واقف تھے بلکہ وہ خود بھی اپنی بہت سی پسندیدہ چیزوں جیسے گھوڑے، جھنڈے، تلواریں، قصیدے اور خطبات کے نام ان ہی سے ملتے جلتے ناموں پر رکھتے تھے۔ قدیم زمانہ کے شاعروں کے کلام میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے لئے حروف مقطعات کا استعمال کوئی نئی اور انوکھی بات نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کو نہ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا اور نہ ان اسلام دشمنوں نے پوچھا جن کا کام ہی اسلام کی ہر بات کا مذاق اڑانا اور قرآن سے دشمنی کرنا تھا۔

☆بعض علمانے یہ فرمایا ہے کہ یہ حروف ''آیات متشابہات'' میں سے ہیں جن کے معنی اللہ ہی جانتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

☆بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب کی ایک خصوصیت ہوتی ہے اور حروف مقطعات قرآن مجید کی ایک بہت بڑی خصوصیت ہے۔

☆بعض علمانے فرمایا کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں۔

تمام مفسرین نے اپنے اپنے علم وفضل کے مطابق ان حروف کی وضاحت فرمائی ہے لیکن ایک بات پر سب متفق ہیں کہ ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟''

''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ'' ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ نہیں ہے۔

اسلام کی بنیاد ان ابدی اصولوں پر رکھی گئی ہے جسے انسان کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔قرآن مجید کے دلائل اس قدر مضبوط ہیں کہ ان میں شک وشبہ، نفسیاتی الجھنوں اور قلب کی بے چینیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ عقل اس کو یقینی طور پر قبول کرتی ہے۔ جس کتاب میں شک وشبہ نہ ہو'' وہی اللہ کی کتاب ہے'' لہذا یہ قرآن کریم ہر طرح کے شک وشبہ، قلبی اضطراب اور نفسیاتی الجھنوں سے پاک ہے پورا قرآن حکیم پڑھنے کے بعد اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملے گی جس میں شک وشبہ یا تردد کی گنجائش ہو۔

اگر ذرا غور کیا جائے تو اس بات کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے۔انسان جو بھی علم اور معلومات حاصل کرتا ہے عام طور پر اس کی بنیاد مشاہدہ پر ہوتی ہے وہ جس طرح کسی چیز کو دیکھتا ہے اس کو اسی طرح بیان کر دیتا ہے اس کا علم، معلومات اور مشاہدہ تبدیل ہوتا ہے تو بڑے بڑے اصول بھی تبدیل ہو جایا کرتے ہیں جیسے تقریباً دو ہزار سال تک انسان کی معلومات یہ تھی کہ زمین ساکن ہے اور آسمان، چاند، سورج اور ستارے زمین کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔لیکن محض ایک دوربین کی ایجاد نے انسان کے سوچے ہوئے اس دو ہزار سال کے فلسفہ کو الٹ کر رکھ دیا اور انسان نے معلوم کرلیا کہ زمین تو خود سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔بعض حضرات نے تو اس فلسفہ کو اپنی علمی کتابوں تک میں داخل کر کے قرآن مجید کے حوالے سے آسمان، چاند اور سورج کو بھی زمین کے گرد گھما دیا۔حالانکہ قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں تو کہیں بھی یہ بات موجود نہیں ہے کہ زمین ساکن ہے اور آسمان اس کے گرد گھوم رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس علم کی بنیاد مشاہدہ پر ہوگی وہ اصول کبھی ابدی اصول نہیں کہلا سکتے کیونکہ جیسے ہی انسان کا مشاہدہ تبدیل ہوگا اصول بھی بدل جائیں گے۔لیکن اللہ نے جس طرح جس اصول کو بیان فرما دیا چونکہ اس کی بنیاد مشاہدہ پر نہیں ہے اور وہ اصول اس علیم وخبیر ذات کی طرف سے ہیں جس نے انسانی عقلوں کو پیدا کیا ہے تو اس میں تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس کا کلام قرآن مجید سچائیوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ حالات اور مشاہدہ کی تبدیلی سے اس میں کوئی تبدیلی ممکن ہی نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید کی ابتداء ''لاریب'' سے کر کے اہل ایمان کو اور ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ وہ ''کتاب ہدایت'' جس کو تم شروع کر رہے ہو اس کی بنیاد یقین پر ہے شک وشبہ پر نہیں ہے۔

الغرض

سورہ فاتحہ میں اللہ نے یہ طریقہ سکھایا تھا کہ اے لوگو تم اپنے اللہ سے ''صراط مستقیم'' یعنی زندگی گزارنے کا وہ راستہ مانگو جس پر اس دنیا میں چل کر تمہیں آخرت کی ابدی زندگی کی کامیابیاں نصیب ہوسکیں اور ان بری راہوں سے بچ سکو جن پر چل کر سوائے دنیا اور آخرت کی تباہی کے اور کچھ نہیں مل سکتا۔ جب اللہ کے بندے نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں یہ درخواست پیش کی تو اللہ نے اس کے سامنے قرآن کریم رکھ کر یہ فرمادیا کہ یہ ہے وہ کتاب زندگی جو تمہاری رہبر ورہنما ہے اس پر چلو گے تو تمہیں تمہاری منزل مل جائے گی۔ لیکن اگر تم نے اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے، بہت سے راستے اختیار کر لئے تو تم اپنی منزل سے بھٹک جاؤ گے۔

ابھی تک دو باتیں سامنے آئی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی بنیاد یقین پر ہے۔

(۲) یہ ان لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ھُدًی...... ہدایت ہے

ھدی (ہ۔د۔ی) ترجمہ...... منزل کی راہ بتانا، منزل تک پہنچا دینا، ہدایت، رہنمائی، روشنی، اس قدر صاف، واضح اور نمایاں روشنی جس کی چمک میں کسی قسم کی پیچیدگی، اینچ پینچ اور الجھاؤ نہ ہو۔

''ھدی'' کے اس ترجمہ میں دو معنی بہت واضح ہیں۔

(۱) منزل کی راہ بتانا۔ (۲) اور منزل تک پہنچا دینا۔

یعنی اللہ کا پاک کلام منزل تک پہنچنے کے اصول بتاتا ہے اور اللہ کے رسول اپنے عمل اور کردار کی بلندی سے اپنے ماننے والوں کو ان کی سچی منزل تک پہنچا دیتے ہیں۔

اس بات کو اس مثال سے سمجھنا آسان ہوگا۔ فرض کیجئے ایک شخص کو کسی ایسی جگہ پہنچنا ہے جس سے وہ واقف نہیں ہے۔ وہ کسی سے راستہ پوچھتا ہے وہ بتا دیتا ہے کہ اس اس طرح جاؤ تو اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گے وہ شخص اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس میں یہ امکان ہے کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ بھی سکے گا یا نہیں۔ لیکن اگر وہی شخص جس سے راستہ معلوم کیا ہے وہ اس کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھا کر اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے تو اس کا پہنچنا بھی آسان ہوگا اور یقینی بھی۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کتاب ہدایت دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھائیں اور ان کو آخرت کی منزل تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیں۔ اللہ کی اسی سنت پر بہت سے رسول اور نبی تشریف لاتے رہے اور انسانوں کو گمراہی کے راستے سے ہدایت پر لاتے رہے۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی جس کے ذریعہ آپ نے ایمان لانے والوں کو دنیا و آخرت کی سچی منزل تک پہنچایا۔ چونکہ یہ آخری

کتاب اور آخری رسول ہیں اس لئے اللہ نے اس کی حفاظت کا وہ انتظام فرمایا جو اس سے پہلی کتابوں کے لئے ضروری نہ تھا۔

(۱) اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کلام کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

(۲) تیئس سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن کو نازل کیا گیا تا کہ وہ آسانی سے یاد ہو جائے اور مومنوں کے سینے اس قرآن کے امین بن جائیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی سیرت کو ایک بہترین نمونہ زندگی بنا کر اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنا دیا گیا تا کہ آپ کی سیرت میں ڈھلنے والے لوگ بھی ساری دنیا کے لئے بے مثال بن جائیں۔

(۴) آپ ﷺ نے مختصر مدت میں اپنے قول و عمل سے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کی عملی تفسیر کر کے لاکھوں پاکیزہ نفوس انسانوں کو قرآن و سنت کا پیکر بنا دیا۔

(۵) آپ ﷺ کے وہ جاں نثار صحابہؓ جو نزول قرآن کے امین اور نبی مکرم ﷺ کے قول و عمل کے شاہد و گواہ ہیں وہ ہدایت پا کر اس مقام تک پہنچ گئے جہاں ان کے متعلق آپ نے فرما دیا کہ میں نے تیئس سال میں جن صحابہؓ کو راہ ہدایت دکھائی ہے وہ ستاروں کی طرح روشن ہیں زندگی کی تاریک راہوں میں ان کی روشنی میں چلنے والے ہی منزل تک آسانی سے پہنچ جائیں گے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کے دامن کو بھی تھام لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(۶) اللہ نے صحابہ کی زندگی کو (معیار حق و صداقت کی) کسوٹی بنا دیا اور کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ سمیت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے فرما دیا کہ اگر تم ان صحابہ رسول ﷺ کی طرح ایمان لاؤ گے تو ہدایت حاصل کر لو گے اور اگر اس سے منہ پھیر لو گے تو یہ تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی ہوگی جس کے مقابلہ میں اللہ ان کے لئے کافی ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سچی ہدایت اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار سے اور آپ کی تیار کی ہوئی جماعت صحابہ کرامؓ سے ہی ممکن ہے۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب ہو سکتی ہیں۔

ہدایت دینا اللہ کی طرف سے ہے لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ

(۱) وہ ہدایت کے راستے پر چلانے کے لئے جبر اور زبردستی نہیں کرتا۔

(۲) وہ ہدایت کے دروازے کسی کے لئے بند نہیں کرتا۔

(۳) وہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ لوگ گمراہی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو ان سے ہدایت کی توفیق چھین لیا کرتا ہے۔

اللہ نے ہدایت اور گمراہی، جنت اور جہنم کے راستے کی اپنے کلام میں پوری طرح وضاحت کر دی ہے اور اس کے اچھے اور برے انجام کو بھی بتا دیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص خود ہی گمراہ ہو کر اپنے لئے جہنم کا راستہ منتخب کرتا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اللہ کسی کے لئے توبہ کے دروازے اس وقت تک بند نہیں کرتا جب تک موت کے فرشتے سامنے نہ آ جائیں۔

اسی طرح اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنے لئے گمراہی کے گڑھے کھود لیتے ہیں۔ فرمایا کہ جس کا دل چاہے وہ

صراط مستقیم کو منتخب کر کے دامن مصطفیٰ ﷺ کو تھام لے اور جس کا دل چاہے اپنے لئے جہنم کا گڑھا تیار کر لے، جو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھوں کی طرح چلنے کے عادی ہوں ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

قرآن حکیم سراسر ہدایت، نور اور روشنی ہے مگر وہ ان کے لئے راہ نما ہے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ لوگ جو "فاسقین" یعنی اللہ کے نافرمان ہیں ان کو اس قرآن سے کچھ نہیں ملتا۔ کیونکہ جو لوگ ظلم و ستم، جہالت، حماقت اور اندھے پن کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ان کو قرآن کی ہدایت سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اس کی مثال اس بارش کے پانی کی طرح ہے جو درختوں پر برستا ہے تو درختوں کی پھبن اور خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھولوں کے پودوں میں گرتا ہے تو خوشبو مہک اٹھتی ہے لیکن جب وہی بارش کا پانی کسی گندگی، گندے نالے یا گندے تالاب میں گرتا ہے تو بد بو اور پھیل جاتی ہے، وہی بارش کا پانی کسی پتھر پر گرتا ہے تو اس سے بہہ جاتا ہے اور کوئی سبزہ پیدا نہیں ہوتا۔ غور کیا جائے تو اس سب میں قصور بارش کے پانی کا نہیں ہے بلکہ زمین کا ہے۔ بارش کے پانی کا کام تو زمین کے اندر کی صلاحیتوں کو ابھارنا ہے۔ جیسی زمین ہوگی ویسے ہی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

قرآن کریم بارش کے صاف شفاف پانی کی طرح سے ہے اگر کسی نے اپنے دل کی زمین کو گندگی کا ڈھیر بنا رکھا ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا ہے تو قرآن پاک اس گندگی میں پھولوں کی خوشبو اور مہک پیدا نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پاک کلام سے ہمیں ہدایت و رہنمائی کے اصول بتا دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ کے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان اصولوں پر جس طرح عمل کر کے دکھائیں اور بتائیں وہی اللہ کی مرضی اور مراد ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہمیں قرآن کو سمجھنے کے لئے رسول ﷺ کی حدیثوں کی ضرورت نہیں ہے "ہم قرآن کو اس کے الفاظ سے خود ہی سمجھ لیں گے اور خود ہی اپنے لئے نظام زندگی بنا لیں گے" تو اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کے ان سامریوں اور گمراہوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اَلْمُتَّقِیْنَ:

المتقین...... المتقی کی جمع ہے (و۔ق۔ی) تقویٰ اختیار کرنے والے، ڈرنے والے، پرہیز گار، بچنے اور حفاظت کرنے والے۔

ھدی للمتقین یعنی یہ قرآن کریم ان لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے جو تقویٰ کے راستے پر چلتے ہیں۔

یہاں دو باتیں بنیادی طور پر سمجھ لی جائیں تو اس سے تقویٰ کا مطلب سمجھ لینا آسان ہو جائے گا۔

(۱) ایک بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جس کے ہر لفظ کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا ممکن ہی نہیں ہے، اب مثلاً تقویٰ کا اردو میں ترجمہ عام طور پر "ڈرنا" کیا جاتا ہے حالانکہ اس لفظ کا یہ ترجمہ تقویٰ کے معنی کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا وجہ یہ ہے کہ تقویٰ کی صحیح ترجمانی یہ ہے "اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اس میں اللہ کی رحمت کی بھی پوری

طرح امید شامل ہو' اسی لئے ایمان کی صحیح تعریف یہ ہے الایمان بین الخوف والرجا یعنی ایمان تو ڈر اور امید کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ یوں تو ہر لفظ کی اپنی ایک قیمت ہوتی ہے مگر بعض الفاظ قوموں کی تقدیر بن جایا کرتے ہیں اور ان الفاظ کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسے ''الرہب'' اس کے معنی اور ''التقویٰ'' کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں ''ڈرنا، خوف'' فرق صرف اتنا ہے کہ رہب ایسے ڈرنے کو کہتے ہیں جس میں خوف ہی خوف ہو اور اللہ کی رحمت سے کوئی امید نہ ہو۔ یہ وہ لفظ ہے جس کو یہود و نصاریٰ نے گھڑ کر اپنا دین و ایمان بنا لیا تھا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی کو اللہ تک پہنچنا ہے تو اس کو ساری دنیا سے کٹ کر جنگلوں میں جا کر اپنے معبود کو تلاش کرنا ہے اور اس کے لئے جو بھی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی وہی محنت اور مشقت اس کو جنت کا حق دار بنا دے گی۔ اس غلط نظریہ نے ان کو ''رہبان'' (درویش) بنا دیا اور ''رہبانیت'' دنیا اور اس کی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر صرف چند عبادتوں میں لگ جانے کا نام بن گیا۔ اس رہبانیت کو انہوں نے اپنا مذہب بنا لیا تھا اور اسی کو دین داری سمجھنے لگے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد فرمایا کہ ''رہبانیت کو ہم نے فرض نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی اس کو گھڑ لیا تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے رہبانیت سے سخت نفرت کا اظہار فرماتے ہوئے اس سے صحابہ کو روکا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کے جیسے طریقے اختیار نہ کریں۔

امام راغبؒ نے ''رہبانیت'' کے معنی یہ لکھے ہیں۔

کسی شخص کا خوف سے عبادت میں لگ جانا اور اس میں غلو (حد سے بڑھ جانا) اختیار کرنا۔

علامہ محمود بن عمر زمخشریؒ کہتے ہیں ''رہبانیت'' راہبوں (خوف سے دنیا چھوڑنے والوں) کے فعل کا نام ہے، بغیر افطار روزے رکھنا، ٹاٹ پہننا، گوشت نہ کھانا وغیرہ وغیرہ اس کی اصل رہب سے ہے (الفائق فی غریب الحدیث)

حضرت شاہ عبدالقادری دہلویؒ رہبانیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ فقیری اور ترک دنیا کی رسم نصاریٰ کی نکالی ہوئی رسم ہے ''جنگل میں تکیہ لگا کر بیٹھتے، نہ بیوی رکھتے نہ بیٹا، نہ کھاتے نہ جوڑتے محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملتے اللہ نے بندوں پر یہ حکم نہیں رکھا (تفسیر موضح القرآن۔ سورہ حدید)

سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

''اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے گا، بلاشبہ ایک قوم (راہبوں کی جماعت مراد ہے) نے اپنی جانوں پر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی کی چنانچہ گرجاؤں اور دیروں میں ان کے بقایا ہیں۔''

مسند امام بن حنبلؒ میں حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چھوٹی سی لڑائی میں شریک تھے ہم میں سے ایک شخص کا گزر ایک ایسے غار پر ہوا جہاں کچھ پانی اور کچھ سبزہ تھا، اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں یہیں رہ جاؤں اور دنیا سے کٹ کر (اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہوں تو) میرے لئے بہتر ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہودیت یا نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا میں ضیفیہ سمحہ (تمام الٹے سیدھے طریقوں سے ہٹ کر توحید کی طرف جھکا ہوا آسان راستہ) لے کر مبعوث ہوا ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اللہ کی راہ میں نکلنا یا ایک شام نکلنا دنیا بھر سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی ایک کا (جہاد کی) صف میں کھڑے رہنا اس کی ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت عثمان ابن مظعونؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے رہبانیت یعنی ترک دنیا کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کی رہبانیت مسجد میں بیٹھنا اور نماز کا انتظار کرنا ہے۔''

اسی بناء پر فرمایا گیا ہے ''لا رہبانیۃ فی الاسلام'' اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رہبانیت کے الفاظ کا صرف یہی اثر نہ تھا کہ انہوں نے ترک دنیا کر دیا تھا بلکہ ان کے فلسفے کے مطابق ان کو ان کا معبود شہروں میں مل ہی نہیں سکتا تھا اس لئے وہ اپنی عبادت گاہیں شہر سے باہر بناتے تھے۔ اب جو ہم شہروں میں ان کے عبادت خانے دیکھتے ہیں وہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی نقل ہے ورنہ شہروں میں عبادت خانوں کا ان کے ہاں کوئی تصور ہی نہ تھا اس کے لئے اگر ان کی پچھلی عمارتوں کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کی حقیقت کھل کر سامنے آ سکتی ہے۔ ہندوؤں، بدھسٹوں، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے تنگ و تاریک اور شہروں سے باہر تاریخی عبادت خانے اس کے گواہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''الرہب'' کے لفظ نے رہبان اور رہبانیت کو جنم دیا اور اس طرح انسان تہذیب و تمدن سے دور ہو گیا اور ترک دنیا کو اس نے سب سے بڑی عبادت سمجھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو لفظ الرہب کی جگہ ''التقویٰ'' عطا فرمایا۔ تا کہ ان کو اللہ کا خوف تو ہو مگر وہ خوف اور ڈر اتنا غالب نہ آ جائے کہ انسانی تہذیب و تمدن ہی کا جنازہ نکل جائے۔

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے تقویٰ کو بنیاد قرار دیا ہے بلکہ زندگی کے تمام معاملات کو بالکل صحیح رکھنے کے لئے تقویٰ کی اہمیت کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ تقریباً دو سو مرتبہ استعمال کیا گیا ہے جس میں تقویٰ اختیار کر کے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو درست کرنے کی تاکید کی گئی ہے خواہ اس کا تعلق تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت اور معاملات سے ہو یا عبادات سے ہو ہر چیز کی بنیاد تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ علماء دین، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کو بھی راہبوں کی صف میں لاکھڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں اور راہبوں میں کیا فرق ہے اور جس طرح ہم رہبانیت کو خلاف اسلام کہتے ہیں وہ ان بزرگوں کو اور ان کی بے بہا خدمات کو بھی خلاف شریعت کہتے ہیں۔ حالانکہ رہبانیت اور تصوف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ رہبانیت صرف اپنی ذات کو بنانے کی ایک کوشش ہے اس کے برخلاف

صوفیائے کرام نے اپنی ذات کو مٹا کر دین کو زندگی عطا کی ہے یعنی وہ اسلام کی راہ میں خود مٹ گئے لیکن انہوں نے دین کو نہیں مٹنے دیا۔ آج ساری دنیا میں جہاں بھی مسلمان ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ اولیاء اللہ، صوفیائے عظامؒ اور علماء کرامؒ کی بے لوث خدمات ہی کا صدقہ ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج دنیا بھر میں وہ ممالک جہاں مسلمان اپنی تلواریں لے کر نہیں گئے وہیں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کے مزارات کو کاروبار میں اوران کی پاکیزہ زندگی کو الف لیلیٰ کی داستانیں بنا کر ان کی خدمات پر پانی پھیر دیا اور آج ان بزرگوں کے مزارات دنیا کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اور یہ بزرگان دین ساری زندگی جن باتوں کو منع کرتے رہے آج وہی ساری حرکتیں ان کے مزارات پر ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم موجودہ دور کے کاروباری لوگوں کو دیکھ کر ان بزرگوں سے نفرت کا اظہار کرنے لگیں جن کی خدمات دین کی عظمت کا نشان ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ ...... سے هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ تک

ترجمہ: وہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس بات کو نہایت تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے اس کی بنیاد یقین پر ہے شک پر نہیں ہے اور یہ کتاب ان لوگوں کے لئے راہ ہدایت ہے جو تقویٰ کی صفت رکھتے ہیں۔ اب یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اہل تقویٰ کون لوگ ہیں؟ اور ان کی کیا صفات ہیں...... اس جگہ پانچ صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایمان سے مراد دین اسلام کی تمام سچائیوں کو زبان سے ماننا، دل سے اس پر یقین رکھنا اور پھر اس یقین کے مطابق عمل کا ارادہ کرنا۔

غیب۔ تمام وہ حقیقتیں جن کو انسان نہ تو اپنے پانچوں حواس (دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا) سے اس کا پتہ لگا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا مشاہدہ اور تجربہ کر سکتا ہے جیسے اللہ کی ذات صفات، فرشتے، وحی اور اس کی کیفیت، لوح وقلم، قیامت، حساب کتاب، جزا و سزا اور جنت وجہنم وغیرہ ان تمام باتوں کا تعلق غیب سے ہے۔ جس کو صرف اللہ کے نبی اور رسول ہی وحی کے ذریعہ بیان کر سکتے ہیں اور ہمیں ان تمام باتوں پر ایمان لانا ہے اسی کو ایمان بالغیب کہتے ہیں۔

(۲) اور وہ صلوۃ کو قائم کرتے ہیں۔

اقامت۔ قائم کرنا...... اقامت صلوۃ نماز (کے نظام) کو قائم کرنا۔

الصلوٰۃ۔اس کے بہت سے معنی آتے ہیں، دعا، دعاء رحمت، درود اور نماز وغیرہ اس جگہ نماز مراد ہے۔نماز وہ نہیں ہے جس کو میں اور آپ متعین کرلیں بلکہ نماز وہی نماز ہوگی جس طرح نبی مکرم ﷺ نے پڑھی، پڑھ کر دکھائی اور اس کو پڑھنے کا طریقہ سکھایا جس کو صحابہ کرامؓ نے نقل کیا اور وہ ہم تک پہنچی اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ایمان لانے کے فوراً بعد شروع ہوکر زندگی کے آخری سانس تک جاری رہتی ہے اور یہ کسی حال میں کسی کو بھی معاف نہیں ہے۔ کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی شدید بیماری یا شدید عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر بیٹھ کر پڑھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لے۔اگر اشاروں سے پڑھنا بھی ممکن نہ رہے اور ایک دن رات سے زیادہ یہی حالت رہے تو جب تک پڑھنے کی طاقت نہ آجائے اس کے لئے معافی ہے۔اسی طرح وضو کے ساتھ نماز پڑھنا لازمی ہے لیکن اگر کسی شدید بیماری یا کسی شدید عذر کی وجہ سے وضو نہ کرسکتا ہو تو وہ تیمّم کرسکتا ہے۔لیکن نماز کسی حال اور کیفیت میں معاف نہیں ہے۔

نماز مومنوں کی معراج ہے۔نماز دین کا ستون ہے۔نماز کو آپ ﷺ نے اپنے آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا۔نماز اللہ کے سامنے جھکنے، اظہار بندگی کرنے، اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور امت میں نظم وضبط پیدا کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔

لیکن ''اقامت صلوٰۃ'' نماز کو قائم کرنا ان سب باتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ قرآن وسنت سے یہی ثابت ہے کہ نماز کو مسجدوں میں جاکر ادا کرنا اقامت صلوٰۃ ہے اسی لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اقامت کے معنی محض نماز پڑھنے کے نہیں بلکہ نماز کو ہر جہت اور ہر حیثیت سے درست کرنے کا نام ہے گھروں میں نماز پڑھی جاتی ہے اور مسجدوں میں نماز پڑھنا اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت، میں اقامت صلوٰۃ ہے۔خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ متقین وہ لوگ ہیں جو قواعد شرعیہ کے مطابق نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کے پورے آداب بھی بجالاتے ہیں۔

(۳) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس کو وہ خرچ کرتے ہیں۔

اہل تقویٰ کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، یعنی اللہ نے ان کو جو بھی مال دیا ہے اس پر وہ سانپ بن کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ اپنے سے زیادہ ضرورت مندوں کی بھلائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے جہاں بھی مناسب جائز اور ضروری موقع ہوتا ہے وہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

متعدد حدیثوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے سے دولت کم نہیں ہوتی بلکہ اس دنیا میں بڑھتی ہے اور آخرت میں تو اس سے کئی گنا زیادہ عطا کی جائے گی۔بعض حضرات کا یہ خیال بھی مناسب ہے کہ اس آیت میں صرف مال ہی نہیں بلکہ اللہ نے مومن کو جو بھی صلاحتیں عطا کی ہیں ان سے بھی وہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۴) اور وہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔

اہل تقویٰ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ

سے پہلے نازل کی گئی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی ہے، ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی مکرم ﷺ تک جتنے بھی نبی اور رسول ﷺ • تشریف لائے وہ سب ایک ہی دین لے کر آئے اور ان سب کا ایک ہی پیغام تھا یہ اور بات ہے کہ قرآن کریم سے پہلے جتنی بھی کتابیں آئیں اس کے ماننے والوں نے ان کتابوں کی حفاظت نہیں کی، بلکہ ان کتابوں میں اپنی طرف سے بہت سی وہ باتیں شامل کردیں جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔ قرآن کریم نے ان میں سے بنیادی مقامات کو کھول کر بتا دیا ہے کہ انہوں نے کہاں کہاں اضافے کئے اور کہاں کہاں بہت چیزیں غائب کردیں۔ درحقیقت قرآن حکیم ان سب کتابوں کے لئے کسوٹی ہے، جس کو بھی یہ دیکھنا ہو کہ ان کتابوں میں اللہ کے احکامات کیا ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ قرآن کے مطابق ہوں تو وہ اللہ کا کلام ہے اور اگر قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کے برعکس ہوں تو وہ اللہ کا کلام نہیں ہے، لہٰذا قرآن ہمیں یہ سکھا رہا ہے کہ اے مومنو تم اللہ کے کلام پر ایمان لاؤ۔ لہٰذا ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کا کلام ہے لیکن ان باتوں پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اس مقام پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کی ان تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ نے نازل کی ہیں لیکن جہاں انسانوں کے ہاتھوں نے بہت سی باتوں کو خود گھڑ لیا ہے ہم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ ہم سچائیوں پر ایمان لاتے ہیں جھوٹ پر نہیں۔

(۵) اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

اہل تقویٰ کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد جب دوسری زندگی شروع ہوگی اس کو آخرت کہتے ہیں۔ اہل ایمان کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور اس کا نظام ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک وقت آئے گا جب اس پورے نظام کو توڑ کر ایک اور جہان بنایا جائے گا جس میں کائنات کی ابتداء سے لے کر اس کے ختم ہونے تک جتنے بھی انسان ہوں گے ان کو اس جہان میں جمع کر کے ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کے مطابق ان کو جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی یہ پانچ صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ کی ان باتوں کے پیکر ہوں گے وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۞ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞

ع ۱ / ۷ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٧

بے شک جنہوں نے کفر (دین سے انکار) کیا، ان کے لئے یکساں ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں (سننے کی طاقت) پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں (دیکھنے کی طاقت) پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٧

كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا، دین اسلام کی سچائیوں سے انکار کیا۔ چھپایا

سَوَاءٌ برابر ہے، یکساں ہے، ایک جیسا ہے

اَنْذَرْتَ تو نے ڈرایا۔ اسی سے نذیر کا لفظ بنا ہے جو کہ بشیر کے لفظ کے بالمقابل ہے... نذیر کے معنی ہیں آخرت کے عذاب سے شفقت و مہربانی کی بناء پر ڈرانے اور سمجھانے والا اور بشیر کے معنی ہیں "خوشخبریاں سنانے والا"۔

خَتَمَ اس نے مہر لگا دی۔ جب کسی چیز پر مہر یا سیل لگا دی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اب باہر سے کوئی چیز اندر اور اندر سے باہر نہیں آسکتی۔ دلوں پر مہر لگنے کا مطلب یہ ہے کہ حق نہ تو ان کے دلوں میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ان کے دلوں کا کفر باہر آسکتا ہے۔

قُلُوْبٌ قلب کی جمع ہے "دل"۔ اس سے مراد گوشت کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا ہی نہیں ہے بلکہ وہ قوت مراد ہے جو عقل و شعور اور سچے ارادوں کا مرکز ہوا کرتا ہے۔

سَمْعٌ سننے کی طاقت، اس کی اہلیت... سہولت کے لیے اس کا ترجمہ "کان" کا کیا جاتا ہے۔

اَبْصَارٌ بصر کی جمع ہے... دیکھنے کی طاقت ہے... آنکھ... آنکھیں

غِشَاوَةٌ پردہ، رکاوٹ، حجاب... یہ لفظ "غشیٰ" سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو ڈھانپنے اور رکاوٹ ڈالنے کے آتے ہیں۔

عَذَابٌ ...تکلیف، مصیبت... یہ لفظ رحمت کے مقابلے میں آتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ٦ تا ٧

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شدید مخالفتوں، مصیبتوں اور مشکلات کے باوجود دن رات اسلام کی سچائیوں اور اس کے نور کو پھیلانے کی جدوجہد فرما رہے تھے۔ آپ کی دلی تمنا اور آرزو تھی کہ کسی طرح مکہ مدینہ اور ساری دنیا کے لوگ ایمان قبول کرلیں، اس کے لئے آپ دن رات اس طرح اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش اور جان سوزی سے کام لیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ (اے میرے حبیب " ﷺ") آپ تو اس غم میں اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ مختلف روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اسلام کا پیغام پہنچانے میں دن رات اپنے آرام کا خیال کئے بغیر اسی جدوجہد میں لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے اس طرح گزر رہا ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے روانہ ہو جائے گا، حالانکہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے اور ستائے ہوئے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ فوراً روانہ ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنا فرض پورا کرنے کے لئے ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی۔ یہی آپ کی دن رات کی کوششیں تھیں نتیجہ یہ ہے کہ۔ جن کے مقدر میں اسلام کی سعادت تھی انہوں نے ایمان قبول کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار لی اور اپنے دلوں کو نور ایمانی سے جگمگا لیا، روشن کرلیا...... لیکن ان ہی میں سے کچھ ایسے بھی ضدی، ہٹ دھرم اور بدقسمت لوگ تھے جنہوں نے کلمہ حق قبول کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا تھا بلکہ دین اسلام اور سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بغض و عناد کی حدوں کو پھلانگ گئے تھے اور آپ کی دشمنی میں اتنے آگے بڑھ چکے تھے کہ وہ اسلام کے اس پودے کو جڑ اور بنیاد سے ہی اکھاڑ پھینکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان میں سچائی اور حق کی تڑپ اور جستجو ایک فطری بات ہے لیکن جب وہی شخص ذاتی فائدوں، بری عادتوں، کم نظری اور گھٹیا پن کا مزاج پیدا کر لیتا ہے تو وہ حق اور سچائی کا اس طرح مخالف ہو جاتا ہے کہ پھر بڑی سے بڑی سچائی بھی نہ اس کے دل میں اترتی ہے نہ کانوں سے سنائی دیتی ہے اور نہ آنکھیں اس کا مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کو ان آیات میں اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ آپ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے رہیے جن کے دلوں میں اور ان کی روحوں میں سچائی قبول کرنے کی اہلیت ہوگی وہ اس کے ذریعہ اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیں گے لیکن جو بدقسمت ہیں جیسے ابو جہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، اور ولید مدینہ منورہ کے یہودی کعب بن اشرف، حی بن اخطب اور جدی بن اخطب وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں اور اپنے کانوں پر تالے اور اپنی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں، آپ ان کو برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان قبول کرنے

والے نہیں ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جو بد پرہیزیاں کرتے کرتے اپنے آپ کو بیماری کے اس مقام تک پہنچا چکے ہیں جہاں ایک ماہر ڈاکٹر بھی کہہ اٹھتا ہے کہ اب اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ مرجانا ہی اس کا مقدر بن چکا ہے۔ یہ لوگ بھی روحانی اعتبار سے اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ان آیات کا خلاصہ یہ ہے۔

اے نبی (ﷺ) آپ حق کی بات ہر شخص تک پہنچاتے رہیئے، جو کفر وانکار کا راستہ اختیار کریں گے بھیانک اندھیرے ان کا مقدر بن جائیں گے اور وہ لوگ جو اپنے دلوں کو اسلام کی تعلیمات اور آپ (ﷺ) کی اطاعت ومحبت کے چراغوں سے روشن کرلیں گے وہ خود ستاروں کی طرح چمک کر دنیا کے اندھیروں کو دور کردیں گے۔

خلاصہ کلام:

قرآن کریم کی سب سے پہلی اور بڑی سورت ''سورہ بقرہ'' ہے اس کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے ہدایت حاصل کرنے کی بنیادیں'''' اللہ کا خوف، غیب پر ایمان، نماز کا قائم کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کے لئے خرچ کرنا، قرآن کریم اور اس سے پہلے نازل کئے ہوئے دین کے اصولوں اور کلام پر ایمان، اور آخرت پر یقین رکھنا۔ قرار دیا ہے۔ یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی نجات اور کامیابی ہوجاتی ہے۔

اسلام کے بعد کافروں کے مزاج کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ایک چکنے گھڑے کی طرح سے ہوچکے ہیں جن کے دل ودماغ اور فکر پر اسلام کی سچائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا...... اور وہ اپنے آپ کو ان بدقسمتوں میں شامل کرچکے ہیں جن کے لئے مہربان رب بھی فرمادیتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ ان کی حرکتوں سے مایوس نہ ہوں یہ بڑے بدعمل لوگ ہیں...... انہوں نے بدعملیاں کرکر کے اپنے آپ کو اس منزل اور مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہے، ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگ چکی ہیں اور آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں، اب ان میں سوچنے، سننے اور حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ لہذا آپ ﷺ یہ سوچ کر رنجیدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیے۔ کیونکہ ان کا برا انجام اور ایک زبردست عذاب طے کیا جاچکا ہے۔

پہلے رکوع میں مومنوں اور کافروں کے متعلق ارشاد فرمانے کے بعد دوسرے رکوع سے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا...... یہ لوگ منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں......

بیمار ذہن وفکر کے لوگ جھوٹ بولتے بولتے اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں، اور اللہ اور اس کے نیک بندوں کو اپنے طرز عمل سے دھوکہ میں رکھ کر اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان مفادات کے حصول کو بڑی ہوشیاری سمجھنے لگے ہیں۔ ایمان

کے نام پر بے ایمانیاں، اصلاح کے نام پر فساد، منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہنا۔ ان کا کردار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انجام تو کافروں سے بھی بدتر ہے۔

ایسے لوگ کون ہیں یہاں تو اللہ نے ان کا نام نہیں بتایا لیکن قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو جگہ جگہ ''منافق'' فرمایا گیا ہے...... چونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے منافقین کے متعلق سمجھنا بہت ضروری ہے۔

منافقین کون ہیں؟

منافق...... کا لفظ نفق (ن۔ف۔ق) سے بنا ہے جس کے معنی ہیں زمین کے نیچے نیچے ایسی سرنگ اور راستہ بنانا جس میں ضرورت کے وقت چھپنا اور خفیہ راستوں سے نکل بھاگنا آسان ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام طور پر چوہے اور کچھ جانور زمین کے اندر ایک سرنگ سی بنا لیتے ہیں جس کو جانور کا ''بل'' کہتے ہیں۔ یہ چوہے اور جانور ذرا سی آہٹ پا کر اپنے بلوں میں جا گھستے ہیں اور خطرہ ٹلتے ہی پھر سے باہر آ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ منافق بھی ہیں جو اسلام دشمن ہوتے ہیں۔ اپنے مفادات کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں۔ جب اسلام اور مسلمانوں میں انہیں کوئی فائدے کی بات نظر آتی ہے تو ان کی جیسی کہنے لگتے ہیں...... اور اگر کفر کی چمک دمک میں دل کشی نظر آتی ہے تو بلا تکلف ان کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) ایسے لوگ جو مومن ہیں بہت ہی احمق اور ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں ''جو آخرت کے ادھار پر اپنی دنیا بیچ دیتے ہیں اور مصلحتوں سے کام نہیں لیتے۔'' کیونکہ ایک مومن تو اپنا سب کچھ لٹا کر اللہ کے دین، اس کی بقاء اور ترقی کو اپنی دنیا اور آخرت کی ترقی کا زینہ اور اپنے نبی کی شان پر قربان ہونے کو دین و دنیا کی کامیابی سمجھتا ہے۔ لیکن ان منافقین کے نزدیک ''یہ کوئی سمجھ داری کی بات نہیں ہوتی'' چنانچہ اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم بھی اور مخلص مسلمانوں کی طرح ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو، ایمان لے آؤ تو وہ بڑی حقارت سے کہتے تھے کہ ہم ان کی طرح ایمان لائیں؟ جو بے وقوف، ناعاقبت اندیش ہیں (نعوذ باللہ)...... اللہ نے خود ہی ان کے جواب میں فرمایا کہ احمق اور غیر دانش مند یہ مخلص مومن مسلمان نہیں ہیں...... بلکہ احمق اور جاہل تو وہ لوگ ہیں جو نبی کے جاں نثاروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ صحابہ کرامؓ کو ایسا کہنے والے خود ہی شرمندگی سے اپنی بوٹیاں نوچتے نظر آئیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کا دن اس کا گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں کی گردنیں شکر ادا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے جھکی ہوئی تھیں...... اور کافر و منافق جو اپنے آپ کو عقل کا پیکر سمجھتے تھے ان کی گردنیں مسلمانوں کے سامنے شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں۔ یہ تو اس دنیا میں تھا آخرت میں ان منافقین کو جو شرمندگی ہوگی شاید اس دنیا میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اس کے برخلاف اس دن صحابہ کرامؓ کا مقام انتہائی بلند ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٨ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ
اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝١١
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝١٢ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ
السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٤
اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝١٥
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝١٦

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۶

لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مومنوں میں سے نہیں ہیں۔ (وہ اپنے اس طرز عمل سے) اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں...... حالانکہ وہ اپنی ذات کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں۔ مگر

وہ اس سے بے خبر ہیں۔

ان کے دلوں میں (منافقت کا) ایک مرض ہے...... جسے اللہ نے اور بڑھا دیا ہے۔ وہ جھوٹے ہیں ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں تباہی و بربادی نہ مچاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف بھلائی (میل جول) کرانے والے ہیں...... سنو یہی (بڑے) فسادی ہیں لیکن ان کو اس کا شعور نہیں ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے ہیں (بڑی حقارت سے کہتے ہیں) کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ (اللہ نے فرمایا) سنو احمق لوگ یہ (کفار اور منافقین) ہیں مگر ان کو اس کا علم نہیں ہے۔

جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم ایمان لے آئے" مگر جب وہ اپنے شیطان صفت ساتھیوں کے ساتھ ملتے ہیں تو کہتے ہیں "بلاشک وشبہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں ان (مسلمانوں) سے تو ہم مذاق اور دل لگی کر لیتے ہیں۔ فرمایا اللہ خود ان سے مذاق کر رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں گھومتے رہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا ہے۔ اس لین دین میں نہ ان کو نفع ہوگا اور نہ وہ ٹھیک راستے پر چلیں گے (ہدایت حاصل نہ کر سکیں گے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۶

اَلنَّاسُ — لوگ، انسان، آدمی

یَقُوْلُ — وہ کہتا ہے، اردو میں اس کا ترجمہ "امنا" کی وجہ سے اس طرح کیا جائے گا، "وہ کہتے ہیں۔"

اٰمَنَّا — ہم ایمان لے آئے

یَوْمٌ اٰخِرٌ — آخری دن، قیامت کا دن

یَخْدَعُوْنَ — اور یخدعون کے الفاظ "خدع" سے بنے ہیں دھوکہ دینا، دل میں بری بات چھپا کر بظاہر اچھا بننے کی کوشش کرنا تاکہ دوسرے اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

اَنْفُسُ	نفس کی جمع ہے۔جان،ذات شخصیت
مَایَشْعُرُوْنَ	وہ شعور نہیں رکھتے ،انہیں سمجھ نہیں ہے، بے خبر ہیں،اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت میں مبتلا ہیں مگر ان کواس کا احساس اور خبر نہیں ہے۔
مَرَضٌ	بیماری، بیماری ایک تو وہ ہوتی ہے جو انسان کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس کو محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن عام طور پر روحانی بیماری سے انسان آنکھیں بند کئے رکھتا ہے۔یہاں روحانی بیماری ہی مراد ہے۔
زَادَ	زیادہ کیا، رسول مکرم ﷺ اور اہل ایمان صحابہؓ کو ترقی دے کر اللہ نے ان کے حسد کو اور بڑھا دیا۔ یا ان کی رسی کو اور دراز کر دیا، ان کو ڈھیل دے دی۔
اَلِیْمٌ	یہ لفظ الم سے بنا ہے، دردناک، انتہائی تکلیف دینے والی چیز
یَکْذِبُوْنَ	یہ لفظ ''کذب'' سے بنا ہے جھوٹ، غلط بیانی، حقیقت کے خلاف، نقصان پہنچانے والا، یعنی وہ جھوٹ بکتے ہیں۔
قِیْلَ	کہا گیا، بتایا گیا
فَسَادٌ	تباہی، بربادی۔انسان زبان اور ہاتھ سے فساد مچاتا ہے، کبھی کبھی انسان فساد کرتا ہے مگر وہ اپنے خیال میں اس کو اپنا بڑا کارنامہ سمجھتا ہے۔اللہ نے یہاں اسی سے روکا ہے۔
مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے، خیر خواہی اور بھلائی کرنے والے
شُعُوْرٌ	عقل، سمجھ
اَنُؤْمِنُ	کیا ہم ایمان لائیں؟۔اس میں صحابہ کرامؓ کو (نعوذ باللہ) حقیر اور کم تر سمجھتے ہوئے ایسا کہتے تھے کہ ہم جیسے عزت اور دولت والے ان جیسے کمزوروں کی طرح ایمان لائیں
اَلسُّفَهَاءُ	(سفیہ) کے معنی آتے ہیں احمق، ناسمجھ، ناعاقبت اندیش، جو آگے کی نہ سوچتا ہو۔
لَقُوْا	وہ ملے، ملاقات کی۔
خَلَوْا	وہ تنہا ہوئے، اکیلے ہوئے
مُسْتَهْزِءُوْنَ	مذاق کرنے والے
یَسْتَهْزِءُ	وہ مذاق کرتا ہے۔وہ مذاق اڑاتا ہے۔اس جگہ دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں

یَمُدُّ	وہ کھینچتا ہے
طُغْیَانٌ	سرکشی کرنا، سراٹھانا، اسی سے ہمارے ہاں یہ لفظ طغیانی کے معنی میں آتا ہے۔ ہم کہتے کہ سمندر میں طغیانی آگئی پانی اونچا اونچا ہوگیا۔
یَعْمَھُوْنَ	عمہ اندھا بن جانا، اندھا پن
اَلضَّلٰلَۃُ	گمراہی، راستہ کھودینا، بھٹک جانا، یہ لفظ ہدایت کے بالمقابل آتا ہے ما ربحت ... نفع نہ دیا، اس جگہ فمار بحت تجارتھم سے مراد ہے ان کو ان کی تجارت نفع نہ دے گی۔

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۶

جیسا کہ خلاصہ کلام میں اس بات کو بتا دیا گیا ہے کہ منافق وہ لوگ ہیں جو ظاہری طور پر مسلمان بنے رہتے ہیں۔ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اسے دل سے نہیں مانتے اور جو دل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔ ان کا انجام کافروں سے بھی زیادہ اندوہناک ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ ''منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے'' یعنی کافر تو اپنے کفر کی سزا کو بھگتیں گے لیکن منافق کو اس سے بھی زیادہ بڑی سزا دی جائے گی...... اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کافر اور مشرک تو اپنے کفر و شرک میں کھلا ہوا دشمن ہے اس کا حملہ اور خطرہ سامنے کی طرف سے ہوگا جس سے بچنا زیادہ آسان ہے لیکن آستین کے سانپ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جو اس طرح ڈس لیتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا اور دوسرے اس کے زہر سے تباہ ہو جاتے ہیں...... جو اپنے آپ کو ظاہری طور پر مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں لیکن پس پردہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور اپنے دھوکے اور فریب کے جال بنتے رہتے ہیں۔ اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ وہ ایمان کے لحاظ سے اس قدر کمزور ہوتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کے بندوں ہی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں رکھتے بلکہ وہ اللہ کو بھی اپنے طرز عمل اور روش زندگی سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا انجام کافروں سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہونا کسی تعجب کی بات نہیں ہے۔ آج کے اس دور میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو کافروں اور دشمنان اسلام سے اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے جتنا ان لوگوں سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں، وہ لوگ جو اس ''ترقی یافتہ'' دور میں چند رسمی باتوں اور تھوڑے سے من پسند عمل اور نیک کاموں کے سوا اسلام کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کو ''ضروری نہیں سمجھتے'' ایسے لوگ پہلے بھی تھے، آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جن کا کام یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں، زبانوں اور عمل سے سوائے فساد کے اور کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا وہ جس کو قوم کی اصلاح کا نام دیتے ہیں وہ لاشعوری یا شعوری طور پر دین و دنیا کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان والے، ایمان دار لوگ، نیک اور نیکیوں پر چلنے والے، دین

اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے والے بے وقوف، ناسمجھ، بے عقل، ناعاقبت اندیش، دیوانے اور معاشرے کے چھوٹے لوگ شمار ہوتے ہیں (نعوذ باللہ) اس کے برخلاف وہ لوگ جو دن رات گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، رشوت خور، جواری، شراب خور اور آخرت سے بے خبر لوگ وہ بہت اچھے اعلیٰ مقام رکھنے والے باعزت اور سمجھ دار لوگ سمجھے جاتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ جب وہ مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر دین کی باتیں کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا مخلص کوئی نہیں ہے۔ لیکن جب وہ اپنے کاروبار زندگی یا تنہائیوں میں اپنے یار دوستوں کے ساتھ ہوتے ہیں ان کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے اب وہ اسی دین کا مذاق اڑا کر دین اور دین داروں کو اپنے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے کہ اللہ خود ان کی زندگیوں کو مذاق بنا دے گا لیکن ابھی ان کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ گھاٹے کے سوداگر ہیں جو روشنیوں کو چھوڑ کر اندھیروں کو اپنا رہے ہیں اور جو ایمان کا راستہ چھوڑ کر کفر و نفاق کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ نہ ان کو اس دنیا میں کچھ ہاتھ آئے گا، نہ قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اور نہ آخرت ہی میں ان کو راحتیں نصیب ہوں گی۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

(منافقین کی پہلی مثال)

ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، پھر جب آس پاس روشنی پھیل گئی تو اللہ ان کی روشنی کو لے گیا اور ان کو اندھیروں میں اس طرح چھوڑ دیا کہ ان کو کچھ نظر نہیں آتا، وہ بہرے، گونگے اور اندھے (بن چکے) ہیں کہ اب وہ لوٹ بھی نہیں سکتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

مَثَلٌ	مثال، تشبیہ
اِسْتَوْقَدَ	اس نے بھڑکایا، جلایا، سلگایا

نَارٌ	آگ، جہنم، دوزخ
اَضَاءَتْ	روشن ہوگئی۔ اس جگہ ترجمہ ہوگا ''روشن ہوگیا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں لفظ ''ماحول'' مذکر ہے۔
مَاحَوْلٌ	اردگرد، آس پاس
ذَهَبَ	گیا، چونکہ، یہاں ذھب کے بعد ''ب'' آگئی ہے عربی قاعدہ سے اس کا ترجمہ ہوگا ''لے گیا''
تَرَكَ	چھوڑ دیا، الگ کردیا
ظُلُمَاتٌ	اندھیریاں، اندھیرے۔ (ظلمۃ کی جمع ہے)
لَایُبْصِرُوْنَ	وہ نہیں دیکھتے ہیں (وہ نہیں دیکھ سکتے ہیں)
صُمٌّ	بہرے، (صم اصم کی جمع ہے) جو سن نہ سکتے ہوں
بُكْمٌ	گونگے، (بکم ابکم کی جمع ہے) جو دیکھ نہ سکتے ہوں
عُمْیٌ	اندھے، (اعمیٰ کی جمع ہے) جو بول نہ سکتے ہوں
لَایَرْجِعُوْنَ	وہ نہیں لوٹیں گے۔ (رجوع کرنا، لوٹنا، پلٹنا)

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

سورہ بقرہ کی ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے والوں کو سمجھانے کے لئے منافقین کی ایک مثال دی ہے کہ آخرت سے بے نیاز ہو کر وقتی مفادات کے پیچھے بھاگنے والے لوگ اس شخص کی طرح ہیں جو کسی صحرا یا جنگل میں تنہا ہوں، رات ٹھنڈی اور تاریک ہو اور جس کا یہ گمان ہو کہ ساری رات اس کو اسی جگہ رہ کر بسر کرنی ہے۔ اب وہ رات کی اذیت سے بچنے کے لئے دن بھر لکڑیاں چن چن کر جمع کرتا ہے تا کہ وہ رات کے وقت ان لکڑیوں کو جلا کر ان سے راحت حاصل کر سکے۔ عین اس وقت جب کہ آگ پوری طرح روشن ہوگئی اور اب وہ وقت آگیا ہے جب اس کو راحت اور آرام ملنے کی امید ہو سکتی تھی کہ اچانک بارش برس گئی یا کسی اور سبب سے آگ بجھ گئی، تصور کیجئے اب اس اندھیرے میں اس پر کیا کچھ نہ گزر جائے گی اور یہ رات اس کے لئے کس قدر ہیبت ناک اور اذیت ناک ہوگی۔ فرمایا جارہا ہے کہ ان منافقین کا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔ یہ بھی دنیا کی دولت کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ دن رات مال دولت جمع کر رہے ہیں اور اصل زندگی (آخرت کی زندگی) کی ان کو کوئی فکر نہیں ہے حالانکہ اصلی راحت کی جگہ قبر، حشر اور جنت ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے لئے آج جو کچھ بھی جمع کر رہے ہیں موت کے آتے ہی وہ ان تمام اسباب اور راحتوں سے محروم ہو جائیں گے اور ان کی یہ دولت، عالی شان بلڈنگیں اور دنیاوی اسباب ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور قبر کی

تاریکیاں ان کا مقدر بن جائیں گی۔ وہ وقتی فائدے جن کی بنیاد پر انہوں نے اپنے آپ کو دولت ایمان سے محروم کر رکھا ہے اور منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں کسی کام نہ آسکیں گے۔ جب عین راحت و آرام کا وقت آئے گا تو وہ شدید کرب اور اذیت میں مبتلا ہو کر بہرے، گونگے اور اندھوں کی طرح ہاتھ پیر ماریں گے اور ان کو اس بات کا موقع نہ مل سکے گا کہ وہ واپس لوٹ کر کوئی حسن عمل کر سکیں۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ الصَّوَٰعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌۢ بِالْكَٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَٰرَهُمْ ۖ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

ع ۲ ۱۳ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

(منافقین کی دوسری مثال)

یا (ان منافقین کی مثال) ایسی ہے جیسے کسی بلندی سے زور کی بارش ہو رہی ہے جس میں اندھیریاں، گرج اور چمک ہے اور یہ موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی کی چمک ایسی ہے جیسے وہ آنکھوں کو اچک کر لے جائے گی۔ بجلی چمکتی ہے تو یہ چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو یہ ٹھہر جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر اللہ چاہتا تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت کو لے جاتا۔ بے شک اللہ تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

اَوْ	یا
کَ	جیسا، جیسی (حرف تشبیہ)

صَيِّبٌ	بارش، تیز بارش، زوردار بارش
اَلسَّمَاءُ	آسمان۔ بلندی، اونچی جگہ (اس کی جمع السموات آتی ہے)
رَعْدٌ	کڑک، زوردار آواز
بَرْقٌ	بجلی
اَصَابِعٌ	انگلیاں (اصبع کی جمع)
اٰذَانٌ	کان (اذن کی جمع ہے)
اَلصَّوَاعِقُ	کڑک (الصاعقہ کی جمع ہے، تیز آواز، کڑک)
حَذَرَ الْمَوْتِ	موت کا ڈر اور خوف
مُحِيْطٌ	گھیرنے والا
يَكَادُ	قریب ہے
يَخْطَفُ	وہ اچک لیتا ہے، وہ چھین کر لے جائے گا
مَشَوْا	وہ چلے
قَامُوْا	وہ کھڑے ہوئے، وہ کھڑے رہ گئے
اَظْلَمَ	اندھیرا ہو گیا (اندھیرا چھا جانا)
شَاءَ	اس نے چاہا
قَدِيْرٌ	قدرت رکھنے والا (اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے)

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

منافقین کی یہ دوسری مثال بیان فرمائی جا رہی ہے فرمایا کہ جو لوگ ایمان کی کمزوری، شک وشبہ اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کی ترقیات کو دیکھ کر ادھر بھی آنا چاہتے ہیں اور کفار سے ملنے والے فائدوں کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جب ان کو اسلام اور مسلمانوں کے طریقے اپنانے میں اپنا فائدہ نظر آتا ہے تو وہ اس طرف چل پڑتے ہیں اور جب ان کو دنیا کے مفادات میں چمک دمک نظر آتی ہے تو اس طرف ڈھلک جاتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کو اس بات پر کامل قدرت حاصل ہے کہ

اگر وہ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی طاقتوں کو ختم کر دے۔ جب کہ وہ اس کی گرفت اور پکڑ سے باہر بھی نہیں ہیں مگر اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ کسی کو مہلت دیئے بغیر اس کو گرفت میں نہیں لیتا۔ وہ ان کو دنیا کی مختصر سی زندگی میں ڈھیل دے رہا ہے تا کہ وہ ان کی آزمائش کر سکے اور ان کا انجام ان کے اعمال کے مطابق ہو سکے۔

خلاصہ اور ربط آیات:

سورہ بقرہ کے پہلے اور دوسرے رکوع (آیت نمبر ایک سے بیس تک) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات، کافروں کا مزاج اور منافقین کی مکاریوں اور فریب کا ذکر کرنے کے بعد تینوں جماعتوں کا انجام بھی ارشاد فرما دیا۔

(۱) مومنوں کے لئے فرمایا ''اولٓئک ھم المفلحون'' وہ سب کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۲) کافروں کا انجام ''لھم عذاب عظیم'' یعنی ان کو بڑا عذاب دیا جائے گا۔

(۳) منافقین کے لئے فرمایا ''لھم عذاب الیم'' ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت نمبر اکیس سے اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا تعلق کسی بھی فرقے اور جماعت سے ہو ان کی نجات اللہ کی بندگی اور اطاعت ہی میں ہے اور یہ اطاعت و بندگی درحقیقت اللہ کے شکر کے طور پر ہے کیونکہ اللہ نے تمام انسانوں کو جسم اور روح سے بنا کر ان کے جسم و روح کے تمام تقاضوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ جسم کے لئے اس ساری کائنات اور اس کی حلال و پاکیزہ چیزوں کو اور روح کی زندگی اور تابندگی کے لئے اپنا پاک کلام اپنے نیک بندوں کے ذریعہ پہنچایا...... اور فرمایا کہ اللہ کا یہ انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے آخر میں ایک ایسے نبی (حضرت محمد ﷺ) پر اپنا عظیم کلام بھیجا جو ہر طرح کے شک وشبہ سے پاک اور قیامت تک ساری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

اے لوگو! اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ اختیار کر سکو۔

جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنا دیا۔

جس نے تمہارے لئے آسمان (بلندی) سے بارش برسا کر ہر طرح کے ثمرات پیدا کئے۔

تم جانتے بوجھتے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ کرو۔

اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر اتارا ہے تو ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے تمام حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا لاؤ اور اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ اگر تم سچے ہو...... لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا...... اور تم ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

یٰاَیُّھَا
اے (حرف ندا) کسی کو آواز دینے اور بلانے کے لیے یہ حرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کسی مونث کو ندا دی جائے تو ''یا یتھا'' آئے گا۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

اُعْبُدُوْا
(اعبد) تم عبادت و بندگی کرو۔ عبادت صرف چند رسموں کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو عاجزی، ادب و احترام کے ساتھ ماننا، اطاعت و فرمان برداری کرتے ہوئے زندگی کو پوری طرح ادا کرنا عبادت ہے۔

خَلَقَ اس نے پیدا کیا۔اسی سے خالق (پیدا کرنے والا) اور مخلوق (پیدا کیا گیا) بھی آتا ہے۔

قَبْلُ پہلے۔یہ لفظ اردو میں بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ (لعل۔کم) شاید کہ تم، تا کہ تم، امید ہے کہ تم... کسی توقع اور امید کے لیے بولا جاتا ہے۔

تَتَّقُوْنَ تم تقویٰ اختیار کروگے، اس سے ڈروگے، شریعت کے ہر حکم پر چلنا اور دل میں خوف الٰہی رکھنا

فِرَاشٌ ہر وہ چیز جو ایسی ٹھوس، برابر اور ہموار بچھی ہوئی ہو جس پر چلنا، پھرنا اور راحت حاصل کرنا ممکن ہو۔

اَنْدَادٌ (ند کی جمع ہے)۔جس کے معنی شریک، مدمقابل، مخالف کے آتے ہیں عام طور پر اس ترجمہ شریک اور شرکا سے کیا جاتا ہے۔

نَزَّلْنَا ہم نے اتارا، نازل کیا۔تنزیل کے معنی آتے ہیں کسی چیز کو اوپر سے نیچے آہستہ آہستہ اتارنا۔یہاں قرآن کریم کی طرف اشارہ ہے جو نبی مکرم حضرت محمد ﷺ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر تیئس سال میں مکمل ہوا۔

شُهَدَاءُ (شہید کی جمع ہے) جس کے کئی معنی ہیں مددگار، حمایتی، اور باخبر

وَقُوْدٌ ایندھن، جلنے کی چیز

اَلْحِجَارَةُ الحجرہ کی جمع ہے اس سے مراد وہ بے جان بت ہیں جن کو انہوں نے اپنا خالق و مالک بنا رکھا تھا۔ فرمایا کہ یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

اُعِدَّتْ تیار کی گئی ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

مومنوں، کافروں اور منافقین کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جماعتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے اندر تقویٰ جیسی عظیم صفت پیدا ہو جائے تو اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے ان لوگوں کو پیدا کیا جن کو تمہارے اس دنیا میں آنے کا سبب بنایا ہے۔

وہ اللہ کہ جس نے تمام انسانوں کو جسم اور روح کا پیکر بنا کر جسم و روح کی تمام ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے وسائل اور ذرائع بھی عطا کئے ہیں۔روح کے لئے اس نے اپنا کلام اپنے پاکیزہ بندوں کے ذریعہ پہنچایا جس سے روح کی

زندگی اور تابندگی ہے۔ اور جسم کے لئے زمین کو راحت و آرام کا ذریعہ بنا کر فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور حفاظت کے لئے آسمان کو ان کے سروں پر چھت کی طرح تان دیا ہے اور بلندی سے بارشوں کو برسا کر ہر طرح کے پھل، پھول اور سبزے کو پیدا کیا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ نے زمین کو نعمت کے طور پر اس طرح بنایا ہے کہ اس میں چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھیتی باڑی کرنا، رہنے کے لئے مکانات، کارخانے اور بڑی سے بڑی بلڈنگیں بنانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ زمین نہ تو اتنی نرم ہے کہ آدمی اس میں دھنس جائے یا اس کا چلنا پھرنا دشوار ہو جائے اور نہ لوہے کی طرح سخت بنایا ہے کہ اس کو استعمال کرنا آسانی سے ممکن نہ ہو بلکہ زمین نرم تو اتنی ہے کہ ایک بچہ بھی کھودنا چاہے تو کھودتا چلا جائے اور مضبوط اتنی ہے کہ اربوں، کھربوں انسان، ان کی زندگی گزارنے کا سامان، بلند و بالا بلڈنگیں اور بڑے بڑے پہاڑوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، نہ جھکتی ہے، نہ دبتی ہے، نہ دھنستی ہے۔ زمین کو ایسا کار آمد بنایا ہے کہ ایک کسان زمین میں ہل یا ٹریکٹر چلا کر اس میں چند دانے اور کھاد ڈال کر اپنی اور اپنے اہل خانہ کی سال بھر کی روزی پیدا کر لیتا ہے، ایک گٹھلی بو کر یا چند بیج بکھیر کر اس سے بے شمار پھل، پھول، سبزی ترکاریاں، مزے دار میوے اناج اور غلے پیدا کر لیتا ہے۔ لوہا، گیس، تیل، لکڑی اور دوسری معدنیات بھی اسی زمین سے حاصل کرتا ہے جس سے وہ تیز رفتار گاڑیاں اونچے مکانات اور بلند و بالا عمارتیں بناتا ہے۔

اللہ نے آسمان کو ہمارے سروں پر سائبان کی طرح تان دیا ہے جو ہمیں کائنات کی ہزاروں آفات اور ہلاک کر دینے والے جراثیم سے محفوظ رکھتا ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق اس دنیا پر ایک چادر سی ڈال دی گئی ہے جس کو ''اوزون'' کہا جاتا ہے۔ اس کے چند کام ہیں مثلاً موسموں کی تبدیلی میں یہ معاون اور فضاؤں سے آنے والے زہریلے جراثیم کو یہ اپنے اندر جذب کر کے دنیا کے انسانوں کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسی اوزون کو اس جگہ ''السماء'' فرمایا گیا ہو جو چھت کی طرح ہمارے سروں پر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنا کر آسمان دنیا کو چاند، سورج اور ستاروں سے خوبصورتی اور زینت بخشی ہے یہ روشن و تاباں قندیلیں اور روشن و منور چراغ اس دنیا کو حسین تر بنا دیتے ہیں۔

فرمایا کہ اس اللہ نے بلندی سے پانی برسا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی شکل میں پانی جما دیا جو سال بھر حسین چشموں، جھیلوں، ندی نالوں کے ذریعہ بہہ کر کائنات کے حسن کو بھی بڑھاتا ہے اور کھیتوں کو ہرا بھرا اور درختوں کو پر رونق بنا دیتا ہے اور یہی پانی انسانوں کی تمام ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ اسی کی قدرت ہے کہ پانی، ہوا، مٹی، روشنی اور حرارت ایک جیسی ہے لیکن ہرا گنے والی چیز کی شکل، صورت اور بناوٹ بالکل مختلف اور انوکھی ہوتی ہے اور ''گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن'' کا سماں بندھ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں اور بارشوں کا یہ نظام اس بات کی کھلی نشانیوں میں

سے ایک نشانی ہے کہ یہ اتنا بڑا نظام کائنات خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے جو اس کو چلا رہا ہے۔ وہی خالق رازق مالک اور پروردگار ہے وہی تنہا عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رب کائنات نہیں ہے اگر کوئی شخص ان حقیقتوں کے باوجود اللہ کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا خالق، مالک اور رب قرار دیتا ہے یا اس کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا اللہ مانتا ہے یا اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرتا، بے جان بتوں اور اپنی خواہشات کو معبود بنا لیتا ہے تو انسان کی یہ سب سے بڑی جہالت اور نادانی کی بات ہے۔

اس سارے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے اس ساری کائنات اور اس میں پائی جانے والی وہ چیزیں جن کے استعمال کی اللہ نے اجازت دی ہے انسان کے جسم و جان کے لئے پیدا کی ہیں لیکن روح کی پیاس بجھانے کے لئے اس نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا اور ان کے اوپر اس قرآن کریم کو اتارا جو ہر طرح کے شک وشبہ سے پاک ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اس کلام میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ نعوذ باللہ اس قرآن کو حضور اکرم ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے تو اس قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آئے۔ فرمایا کہ یہ بات کسی کے بس کی نہیں ہے لہذا اپنا وقت ضائع کر کے آخرت کو برباد کرنا اور جہنم کی آگ کا مستحق بن جانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے چند باتیں عرض ہیں تا کہ یہ بات سمجھ میں آ جائے۔

جب نبی مکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت اگر چہ عرب میں رہنے والے دنیا کی اکثر قوموں سے بہت پیچھے تھے، اخلاقی اعتبار سے بالکل کھوکھلے، معاشرت اور معیشت میں سب سے پست، صحیح دین و مذہب کے تصورات سے کورے، جہالت، ظلم، بربریت اور درندگی کے پیکر تھے۔ جنگ و جدل، خون خرابہ، لوٹ کھسوٹ ان کی زندگی کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ مگر اس سب کے باوجود انہیں اس بات پر ناز تھا کہ وہ عرب ہیں، زبان والے ہیں اور ساری دنیا ان کے مقابلے میں عجمی یعنی گونگی اور بے زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو گونگا اور بے زبان کہنے والوں سے فرمایا کہ ہمارے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کا بچپن، جوانی اور زندگی کا ہر لمحہ تمہارے اندر ہی گزرا ہے، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ پڑھنا، نہ وہ دنیا میں کہیں گھومے اور پھرے ہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس قرآن کو انہوں نے گھڑ لیا ہے خود سے بنا لیا ہے، (نعوذ باللہ) تو اس قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ کیونکہ تمہیں تو اپنی زبان دانی اور شعر و شاعری پر بڑا ناز ہے۔

ہمیں اس سلسلہ میں قرآن کریم سے یہ تفصیل ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کفار سے فرمایا کہ اس جیسا قرآن ہی بنا کر لے آؤ، پھر فرمایا کہ اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ اور آخر میں فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس کام کے لئے دنیا بھر سے اپنے حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا لاؤ مگر اس چیلنج کا جواب نہ اس وقت دیا گیا اور نہ آج تک دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کوشش کی تو ان کو منہ کی کھانا پڑی۔ فرمایا۔

(۱) (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جنات اور انسان سب مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر اگر اس قرآن جیسا لانا چاہیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ (سورہ بنی اسرائیل)

(۲) کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے تو (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جس کو بھی اپنی مدد کے لئے بلانا چاہتے ہو اس کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورہ ہود)

(۳) (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورہ یونس)

یہ تینوں سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جہاں زیادہ تر کفار اور مشرکین سے خطاب تھا لیکن جب نبی مکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں سورہ بقرہ میں یہود و نصاریٰ کو زیر مطالعہ آیت میں چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ

(۴) اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور (سن لو) کہ تم ایسا کر بھی نہیں سکتے تو اس آگ سے بچو جس میں انسان اور پتھر اس کا ایندھن بن جائیں گے وہ جہنم ایسے منکرین ہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ (سورہ بقرہ)

اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن جیسی ایک سورت کے لانے کے لئے چیلنج کیا ہے اور اس میں یہ شرط نہیں لگائی ہے کہ کون سی سورت بنا کر لے آؤ بلکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی بنا کر لے آنے کے لئے فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک سورت بنا کر لانے کے لئے تین مرتبہ چیلنج کیا ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ کفار مکہ اور مدینہ کے اہل کتاب ہر طرح کی مخالفت کرتے تھے مگر اس چیلنج کا جواب نہیں دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔

قرآن کریم کا یہ چیلنج اس وقت بھی تھا اور آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی ہے نہ اس وقت جواب دیا گیا نہ آج کسی کی ہمت ہے۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید کے دور میں جبکہ عربی اپنے عروج اور کمال پر تھی اس وقت ابن مقفع نے اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں ناکام رہا۔ اس کے بعد لبنان کے کچھ عیسائیوں کے بڑے عالم و فاضل لوگوں نے ایک اور کوشش کی مگر برسوں محنت کے باوجود وہ سورہ فاتحہ کی سات آیتوں جیسی بھی نہ بنا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسانوں کی روح کی زندگی کے لئے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ اس طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی اس قرآن جیسا کلام بنا کر لانے سے قاصر ہے۔

قرآن کریم آج بھی ساری دنیا کے انسانوں کو یہ دعوت دے رہا ہے کہ اے لوگو آؤ نجات کا راستہ اور روح کی تسکین قرآن کے دامن میں ہی مل سکے گی، اس راستے کو چھوڑ کر جو راستہ بھی اختیار کیا جائے گا وہ انسانوں کو موت کے بھیانک غار کی طرف تو لے جائے گا لیکن زندگی کے ہر سکون سے اس کا دامن خالی ہو جائے گا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵

(اے نبی ﷺ) آپ ان کوخوش خبری دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں بے شک ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جب بھی ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے بھی (دنیا میں) دیا گیا تھا۔ اور ان کو ان ہی سے ملتے جلتے (جنت کے) پھل دیئے جائیں گے۔ ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵

بَشِّرْ	خوش خبری سنادے
عَمِلُوْا	انہوں نے کام کئے۔ عمل کئے
اَلصّٰلِحٰتُ	بھلے، بہتر، نیک
جَنّٰتٌ	جنتیں
تَجْرِیْ	جاری، (بہتی ہوں گی)
تَحْتَ	نیچے
كُلَّمَا	جب، جب بھی
رُزِقُوْا	دیئے گئے

هٰذَاالَّذِیْ	یہ تو وہی ہے
اُتُوْا	دیئے گئے
مُتَشَابِهاً	ملتے جلتے، ایک جیسے
اَزْوَاجٌ	(زوج) جوڑے، بیویاں، ساتھی
مُطَهَّرَةٌ	پاک صاف، ہر طرح صاف ستھری، پاکیزہ
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۵

اس سے پہلے یہ ذکر ہو رہا تھا کہ وہ لوگ جو قرآن کریم جیسا کلام نہیں لا سکتے وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں کیونکہ جن بتوں اور انسانوں کو وہ اپنا سہارا اور معبود سمجھتے ہیں وہ خود جہنم کا ایندھن بن جائیں گے اور ان کے کام نہ آ سکیں گے۔ اس کے بعد یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں ان کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں اور ان کی راحتیں تیار کر رکھی ہیں جن کا اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ناممکن ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ان لوگوں کے لئے خوش خبری کا اعلان کرایا ہے جو ایمان اور عمل صالح کی روش زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں فرمایا کہ ان کے لئے جنت کی راحتیں صرف وقتی طور سے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔ اور ان کے لئے جسمانی اور روحانی اعتبار سے پاک صاف بیویاں ہوں گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) ایمان اور عمل صالح:

ایمان اور عمل صالح کا چولی دامن کا ساتھ ہے چنانچہ قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر ایمان اور عمل صالح کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان اس یقین کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص دل اور زبان سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ تمام انسانی ضرورتوں اور حاجات سے بے نیاز ہے نہ اس کو کسی نے پیدا کیا اور نہ اس کے کوئی بیٹا یا بیوی ہے وہ اس ساری کائنات اور اس کے ایک ایک ذرے کا خالق و مالک ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ عبادت و بندگی کے لائق صرف اسی کی ذات ہے وہی سب کا معبود اور پالنے والا رحیم و کریم ہے۔ اس نے انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ہر دور میں ہزاروں رسول اور نبی بھیجے جنہوں نے اللہ کا پیغام پوری دیانت سے پہنچا کر اپنی اپنی امتوں کو سیدھی اور سچی راہ دکھائی اور اسی نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آخری کلام دے کر بھیجا ہے

آپ کے بعد نہ تو کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی کسی طرح کا نبی یا رسول آئے گا۔ اب قیامت تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا دین ہی انسانیت کی رہبری و رہنمائی کے لئے کافی ہوگا۔ اس بات پر بھی ایمان لانا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے اور اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

ایمان کی اس تعریف کو سمجھنے کے بعد عمل صالح کا مفہوم سمجھ لینا بہت آسان ہے کیونکہ جب ایک انسان نے اس بات کو دل اور زبان سے مان لیا کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے اور سارے نبی اور رسول اسی کے بھیجے ہوئے ہیں تو اللہ کے نبیوں اور اس کے رسولوں کے طریقوں پر چلنے ہی کو عمل صالح کہا جائے گا، اس سے ہٹ کر جو بھی کام کئے جائیں گے خواہ وہ بظاہر کتنے ہی نیک اور ثواب کے کیوں نہ ہوں ان کاموں پر دنیا میں ممکن ہے کچھ اجر تو مل جائے لیکن آخرت کی اصل زندگی میں کوئی اجر اور بدلہ نہیں ملے گا مثلاً ایک شخص قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اس رقم کو غریبوں میں تقسیم کر دے تو اس کو صدقہ کرنے کا ثواب ضرور مل جائے گا لیکن جو فریضہ اس پر واجب تھا وہ ادا نہ ہوگا اور شاید نافرمانی کرنے کی اس کو سزا مل جائے اور یہ صدقہ اسے اس فرض کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اللہ کی گرفت سے بچا نہ سکے گا۔ اب عمل صالح کی تعریب یہ ہوئی کہ "ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے احکامات کے تحت کیا جائے وہ عمل صالح ہے۔"

(۲) جنتیں:

جنت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "جنت وہ مقام اور جگہ ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور اس کا تصور بھی کسی دل پر نہیں گذرا" اس حدیث پاک میں نبی مکرم ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ گویا جنت وہ خوبصورت اور حسین ترین جگہ ہے جس کا اس دنیا میں کسی طرح کا تصور کرنا ممکن ہی نہیں ہے وہ انسانوں کے تصور اور خیال سے بھی بہت بلند ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جنتوں کے بہت سے نام آتے ہیں۔ "جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، دار الخلد، جنت الماویٰ اور علیون وغیرہ بعض مفسرین نے اور بھی نام لکھے ہیں دار الجلال، دار السلام اور دار القرار۔ ممکن ہے جنت ایک ہی ہو مگر انسانی اعمال کے لحاظ سے جنت کے یہ مختلف درجات کے نام ہوں۔" امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ قرآن و حدیث میں چار جنتوں کا ثبوت ملتا ہے جب کہ ایک حدیث میں جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ملتا ہے۔ بہرحال اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے کتنی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔ اللہ ہمیں حسن عمل اور جنت کی راحتیں نصیب فرمائے۔ آمین

(۳) پھل دیئے جائیں گے:

فرمایا گیا کہ جب بھی ان کو جنتوں کے پھل دیئے جائیں گے چونکہ دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو ہم نے دنیا میں بھی کھائے ہیں لیکن جب وہ ان پھلوں کو کھائیں گے اور ان کو وہ بہت ہی لذیذ اور مزے دار پائیں گے تو وہ اور مانگیں گے اور ان کی اس طلب کو پورا کیا جائے گا اور ان کی خواہش کے مطابق اور بہت سے پھل دیئے جائیں گے کیونکہ ان

پھلوں کا مزا، ہی کچھ اور ہو گا۔ دنیا کے جیسے پھلوں کا مطلب اس مناسبت کا ذکر ہے کہ انسان جن پھلوں سے واقف ہوتا ہے اس کو کھانے میں تکلف نہیں ہوتا۔

(۴) پاکیزہ بیویاں:

یعنی وہ ایسی ہم عمر، پاکیزہ اور خوبصورت بیویاں ہوں گی جو جسمانی، روحانی اور اخلاق کی ہر گندگی سے پاک صاف ہوں گی ظاہری آلائشیں اور کینہ، حسد، بغض جیسی بری خصلتوں سے پاک ہوں گی۔

(۵) ہمیشہ رہیں گے:

اس وعدہ میں سب سے زیادہ لذت اور خوشی ہے کیونکہ بہتر سے بہتر نعمت اور راحت بھی اگر حاصل ہو جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کے چھن جانے کا خطرہ ہو تو انسان کو راحت کے ساتھ اس کے چھن جانے کا غم بھی لگ جاتا ہے لیکن ہمیشہ کا تصور ہی اس راحت اور نعمت کی لذت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت کی ابدی راحتیں نصیب فرمائے۔ آمین

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان کرے۔ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ان کے پروردگار کی طرف سے ہے لیکن وہ

لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ بھلا اس مثال سے اللہ نے کیا چاہا ہوگا؟ وہ بہت سوں کو بھٹکا دیتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے...... لیکن وہی بھٹکتے ہیں جو نافرمان ہیں۔ فاسق و نافرمان وہ ہیں جو (۱) اللہ سے پکا وعدہ کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں (۲) اور جن (رشتوں) کو ملانے کا حکم دیا گیا ہے اس کو کاٹ ڈالتے ہیں اور (۳) زمین میں فساد مچاتے ہیں...... یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

لَايَسْتَحْيٖ	وہ نہیں شرماتا
اَنْ يَّضْرِبَ	کہ وہ بیان کرے
مَثَلًا مَّا	کوئی مثال
بَعُوْضَةٌ	مچھر
فَوْقَ	اوپر۔ اس سے بڑھ کر
اَلْحَقُّ	سچ، ٹھیک ٹھیک
اَرَادَ	اس نے ارادہ کیا
بِهٰذَامَثَلًا	اس مال سے۔ (بے، سے، ھذا، یہ، مثلا، مثال)
يُضِلُّ	وہ گمراہ کرتا ہے، راستہ بھلا دیتا ہے
يَهْدِیْ	وہ ہدایت دیتا ہے، وہ راستہ دکھاتا ہے
يَنْقُضُوْنَ	وہ توڑتے ہیں
عَهْدَ اللّٰهِ	اللہ کا وعدہ، عہد
مِيْثَاقٌ	پکا اور پختہ وعدہ
يَقْطَعُوْنَ	وہ قطع کرتے ہیں۔ کاٹتے ہیں
اَمَرَ اللّٰهُ	اللہ نے حکم دیا

اَنْ يُّوْصَلَ	یہ کہ وہ ملائیں
يُفْسِدُوْنَ	وہ فساد کرتے ہیں
اَلْاَرْضُ	زمین
اَلْخٰسِرُوْنَ	نقصان اٹھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

بعض مثالیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں تا کہ کسی بھی چیز کی بڑی سے بڑی حقیقت کو پوری طرح ذہن میں بٹھادیا جائے۔ مقصد وہ مثال نہیں ہوتی بلکہ وہ حقیقت ہوتی ہے جس کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے مثلاً قرآن کریم میں مشرکوں کے جھوٹے معبودوں اور بتوں کی بے بسی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک مکھی بھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے اور وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں اور رتبے میں اللہ کے برابر بناتے ہیں ان کے سامنے ان کی بے حقیقتی کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مکڑی کے جالے سے سمجھایا گیا ہے۔ کفار مکہ کو اعتراض یہ تھا کہ یہ کیا اللہ کا کلام ہوا جس میں کہیں مکھی، مچھر، چیونٹی اور گائے بیل کا ذکر ملتا ہے۔ (وہ کہتے تھے کہ نعوذ باللہ) اللہ کو ان چیزوں کی مثالیں بیان کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اللہ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال بیان کرے کیونکہ جن کے دلوں میں ایمان کا چراغ روشن ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اللہ نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے اور جو کچھ ان کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش کو اختیار کر رکھا ہے وہ تو اسی بات کی رٹ لگائے رکھیں گے کہ بھلا اتنی معمولی چیزوں کی مثالیں بھی کوئی مثالیں ہیں جن کو بیان کیا جائے۔

فرمایا گیا حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی بات سے پاکیزہ نفس انسان ہدایت حاصل کر لیتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کو اپنی زندگی کا ایک حصہ بنا رکھا ہے وہ اسی بات سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر شخص گمراہ نہیں ہوتا بلکہ صرف وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو اللہ کے نافرمان اور اس کے حکموں کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ ان کی تین بڑی بڑی علامتیں ہیں (۱) اللہ اور بندوں سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہیں کرتے۔ (۲) جن رشتوں اور تعلقات کو بنائے رکھنے کا حکم ہے وہ ان کو اپنی انا کی بھینٹ چڑھا کر کاٹ ڈالتے ہیں اور شدید بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ (۳) زبان اور ہاتھ پاؤں سے لڑائی، جھگڑا اور فساد مچانا

جن کا مزاج بن جاتا ہے ایسے لوگوں کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار اور رسوا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھانے والے ہیں اور ایسے لوگوں کو قرآن کریم جیسی ہدایت کی کتاب سے بھی کوئی حصہ نہیں ملتا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾

٣
ع ٩
٢

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

تم اللہ کا کس طرح انکار کر سکتے ہو؟ حالانکہ تم محض بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی عطا فرمائی، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور اس نے سات آسمان درست کر کے بنا دیئے۔ وہی ہر چیز کا اچھی طرح علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

كَيْفَ	کیونکر، کس لیے، کیسے؟
اَمْوَاتٌ	مردے، بے جان (موتہ کی جمع ہے)
اَحْيَا	اس نے زندگی دی
ثُمَّ	پھر، اس کے بعد
يُمِيْتُ	وہ موت دے گا

یُحْیِ	وہ زندہ کرے گا
اِلَیْہِ	اسی کی طرف (الٰی ،طرف ،تک ،ہ ،وہ)
تُرْجَعُوْنَ	تم لوٹائے جاؤ گے
ھُوَالَّذِیْ	وہی تو ہے (ھو،وہ ،الذی ،جو،جس نے ۔ترجمہ ہوگا وہی تو ہے جس نے)
جَمِیْعٌ	سب کا سب
اِسْتَوٰی	وہ برابر ہوا،اس نے توجہ کی
سَوّٰی	اس نے برابر کیا
سَبْعٌ	اس نے برابر کیا
سَمٰوٰتٌ	آسمان (سماء کی جمع ہے)
عَلِیْمٌ	بہت زیادہ جاننے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی بے انتہا نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ارشاد ہے کہ تم بے جان تھے یعنی اس سے پہلے تمہارا وجود ہی نہ تھا اس نے تمہیں زندگی کی نعمت سے نوازا اور تمہاری زندگی و بقاء کے سارے سامان مہیا کر دیئے پھر وہ تمہیں موت کی نیند سلا دے گا ، اگر دیکھا جائے تو جہاں زندگی ایک نعمت ہے موت بھی نعمت سے کم نہیں ہے کیونکہ عالم آخرت کی نعمتیں اور وہاں کی زندگی کی ابتداء موت سے ہی ہوتی ہے لہٰذا نعمت کا ذریعہ بھی نعمت ہی ہوا کرتا ہے۔فرمایا کہ موت کے بعد وہ اللہ تمہیں (قیامت کے دن) پھر ایک نئی زندگی دے گا جو بالآخر نیک اعمال کے سبب تمہیں جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دے گی۔فرمایا کہ اللہ نے انسان کو زندگی دی تو اس کی راحت کے سامان بھی پیدا کئے۔زمین کو پیدا کیا تو سات آسمانوں کو مستحکم اور مضبوط قلعوں کی طرح تقسیم کر دیا تا کہ نظام کائنات کو احسن طریقہ سے چلایا جاسکے۔فرمایا کہ جس اللہ نے تمہارے جسم و جاں کے لئے زمین و آسمان پیدا کئے اور تمہاری روح کے لئے اپنے کلام کو عطا فرمایا تم تو اس کی ذات کا انکار کر ہی نہیں سکتے۔وہ ذات جس نے تمہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے تم اس سے سرکشی اور بغاوت کر کے اور اس سے منہ موڑ کر سوائے جہالت کی تاریکیوں کے اور کہاں جاسکتے ہو۔ تمہیں روشنی اور نور اسی کے در سے ملے گا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

اور (یاد کرو) جس وقت آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا، میں زمین میں اپنا خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا الٰہی! کیا آپ اس کو زمین میں نائب بنائیں گے جو فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی خوبیاں پڑھتے رہتے ہیں اور آپ کی ذات پاک کو یاد کرتے ہیں۔ فرمایا بلاشبہ میں جانتا ہوں جو کہ تم نہیں جانتے۔ اللہ نے آدم کو ہر چیز کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر فرمایا اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام (اور ان کی تمام خصوصیات) بتاؤ۔ فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ آپ کی ذات پاک اور بلند و برتر ہے۔ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جو آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ بے شک آپ ہی جاننے والے اور اس کی حکمت کو سمجھنے والے ہیں۔

پھر اللہ نے آدمؑ سے کہا اے آدم تم ان کو ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب آدم نے انہیں ان تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔ تب اللہ نے فرمایا، میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور

زمین کے تمام بھید میں زیادہ جانتا ہوں۔ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کر رہے ہو اور جو کچھ تم چھپا رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

خَلِيْفَةٌ	نائب، جو کسی کا قائم مقام ہو
اَتَجْعَلُ	کیا تو بناتا ہے (ا، کیا، تجعل تو بناتا ہے)
يُفْسِدُ	فساد مچائے گا، تباہی پھیلائے گا
يَسْفِكُ	خون بہائے گا، اسی سے لفظ آتا ہے ''سفاک''
اَلدِّمَاءُ	خون (دم، خون)
نُسَبِّحُ	ہم تسبیح کرتے ہیں
نُقَدِّسُ	ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں
عَلَّمَ	اس نے سکھایا
اَلْاَسْمَاءُ	نام (اسم، نام)
عَرَضَ	اس نے سامنے رکھا
اَنْبِئُوْنِىْ	مجھے بتاؤ (انبئی، بتادے، انبئو، بتادو، ن، وقایہ، ی مجھے)
صٰدِقِيْنَ	سچ بولنے والے
سُبْحٰنَ	پاک اور بے عیب ذات
عَلَّمْتَنَا	تو نے ہمیں سکھادیا
اَلَمْ اَقُلْ	کیا میں نے نہیں کہا تھا
تُبْدُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو
تَكْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

ان آیتوں میں انسانی زندگی کے آغاز کا وہ پہلو بیان کیا گیا ہے جس کے معلوم ہونے کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس کائنات کا مالک خود ہی اس کی پوری حقیقت اور حیثیت کو بیان کر دے۔ اس کے علاوہ پیدائش آدم کو معلوم کرنے کے جو بھی طریقے اختیار کئے جائیں گے ان کی حیثیت محض ایک خیال اور گمان سے زیادہ نہیں ہوگی۔ فرشتوں نے خلافت آدم کے متعلق پوچھا ہے اعتراض نہیں کیا ہے۔ وہ پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ اے اللہ آپ کا کوئی بھی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ انسان کے خلیفہ بنائے جانے میں کیا مصلحت ہے؟ کیونکہ انہوں نے خلافت کے لفظ سے اتنا سمجھ لیا تھا کہ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد محض تسبیح وتقدیس تو نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو ہم بھی کر رہے ہیں بلکہ اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اس کو ایک خاص حد میں رکھ کر مخصوص اختیارات دیئے جائیں گے اور اختیارات کا صحیح استعمال کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ان اختیارات کو پا کر انسان کے قدم ڈگمگا بھی سکتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ شر اور فساد ہوگا یہ تھا وہ الجھاؤ جس کو سلجھانے کے لئے فرشتوں نے اللہ سے سوال کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بات سن کر پہلے تو حاکمانہ جواب دیا کہ ”ہم اس حقیقت کو سمجھتے ہیں تم نہیں جانتے۔“ پھر اس کے بعد حکیمانہ جواب دیا اور وہ یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام، خصوصیات، نفع اور نقصان کی کیفیات سکھا دیں۔ ان چیزوں کا علم ان کو بلا واسطہ ان کے دل میں القا کیا گیا۔ پھر فرشتوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ کیا تم اس علم کی حقیقت کو بتا سکتے ہو؟ فرشتوں کا جواب صرف یہ تھا کہ الٰہی آپ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ آپ کا کوئی کام بھی حکمت و مصلحت سے خالی ہو ہم نے جس اندیشے کا اظہار کیا ہے وہ ہماری کم علمی کا نتیجہ ہے، ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ باقی علم وحکمت کا خزانہ تو آپ ہی کی ذات پاک ہے۔

فرشتوں کی اس معذرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم تم ان کو یہ سارے نام بتاؤ۔ حضرت آدمؑ نے اپنی فطری صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے تمام نام بتا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں کائنات کے ذرے ذرے کا خالق ہوں اور اس کے تمام رازوں سے واقف ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے یہ بات کیوں پوچھی اور اس کے اسباب کیا ہیں؟

اس پورے واقعہ اور تشریح سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ نے انسان کو علم کی بناء پر عظمت وفضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اس کائنات میں ایک عالم کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی بات کو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ایک عالم کو کسی عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھے امت کے ایک معمولی درجہ کے مسلمان امتی پر حاصل ہے۔“

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس (شیطان) کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور بڑائی میں آ کر وہ نافرمان بن بیٹھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴

اُسْجُدُوْا	تم سجدہ کرو (فعل امر)
اٰدَمُ	سب سے پہلے انسان، اور اللہ کے سب سے پہلے پیغمبر
سَجَدُوْا	انہوں نے سجدہ کیا (ماضی)
اِبْلِيْسُ	ناامید، اللہ کی رحمت سے مایوس
اَبٰى	اس نے انکار کیا
اِسْتَكْبَرَ	اس نے بڑائی کی، تکبر کیا

تشریح: آیت نمبر ۳۴

عاجزی وانکساری کے ساتھ ناک اور پیشانی کا کسی کے سامنے جھکا دینا ''سجدہ'' کہلاتا ہے۔ سجدہ کبھی بطور عبادت کیا جاتا ہے اور کبھی بطور تعظیم یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ غیر اللہ کی عبادت شرک و کفر ہے جس میں یہ احتمال ہی نہیں کہ کسی وقت کسی شریعت میں جائز ہوسکے البتہ امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بڑوں کی تعظیم کے لئے سجدہ تعظیم مباح اور جائز تھا شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گیا۔ پس حضرت آدمؑ کو فرشتوں کا سجدہ اور حضرت یوسفؑ کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن میں مذکور ہے سجدہ تعظیمی تھا جس کی حیثیت ان کی شریعت میں سلام، مصافحہ اور دست بوسی کی تھی جبکہ شریعت محمدیہ میں اس سجدہ کو بھی غیر اللہ کے لئے حرام کر دیا گیا ہے اس لئے اب اللہ کے سوا کسی کے

لئے بھی کسی طرح کا سجدہ جائز نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ ہماری دنیا کا نہیں ہے بلکہ یہ تو آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے کا واقعہ ہے جب اس دنیا میں نہ انسان تھا اور نہ شریعت۔ لیکن جب شریعت آ گئی تو ہر طرح کا سجدہ جو اللہ کے سوا کسی کو کیا جائے وہ حرام ہے۔

قرآن حکیم میں شیطان اور ابلیس جس کو کہا گیا ہے اس کا اصل نام عزازیل تھا۔ یہ قوم جنات میں سے تھا، نہایت نیک، عبادت گزار جن تھا یہ جنات کا بھی سردار تھا اور اسی لئے اس کو تمام فرشتوں کا سردار بنایا گیا تھا لیکن اس کو اس کا غرور اور تکبر لے ڈوبا اور اللہ کا حکم نہ مان کر اس نے اپنے آپ کو اللہ کے نافرمانوں میں شامل کرالیا۔

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو جیسے چاہو کھاؤ مگر اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے پھر شیطان نے ان دونوں کو ڈگمگا دیا اور دونوں کو (اس راحت و آرام سے) نکلوا دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، تمہارے لئے زمین میں ایک متعین وقت تک گزر بسر کا سامان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

اُسْكُنْ — تو آباد ہو جا

زَوۡجٌ	بیوی
کُلَا	تم دونوں کھاؤ
رَغَدٌ	اچھی طرح (بافراغت)
حَیۡثُ	جیسے
شِئۡتُمَا	تم دونوں نے چاہا (تم دونوں چاہو)
لَاتَقۡرَبَا	تم دونوں قریب مت جانا
اَلشَّجَرَۃُ	درخت
تَکُوۡنَا	تم دونوں ہو جاؤ گے (تم ہو گے)
اَلظّٰلِمِیۡنَ	بے انصاف حد سے نکل جانے والے
اَزَلَّ	اس نے ڈگمگا دیا
اَخۡرَجَ	اس نے نکلوا دیا
اِھۡبِطُوۡا	تم اتر جاؤ
بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ	تم میں ایک دوسرے کے لیے
عَدُوٌّ	دشمن
مُسۡتَقَرٌّ	ٹھکانا
مَتَاعٌ	سامان (زندگی گزارنے کا سامان)
حِیۡنَ	وقت، زمانہ، مدت

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اور ان کی بیوی حضرت حوا کو جنت میں رکھا تا کہ ان کی طبیعت کے رجحان و میلان کی آزمائش کی جاسکے۔ وہاں جنت کی تمام نعمتیں اور پھل وغیرہ ان کے لئے حلال کر دیئے گئے تھے صرف ایک خاص درخت کے پاس جانے کی ممانعت کر دی گئی جو ان کی آزمائش کے لئے رکھا گیا تھا...... یہ درخت انگور کا تھا، گیہوں کا یا کسی اور پھل کا

اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ آزمائش اور امتحان کے لئے ہمیشہ کسی ایک معمولی سی چیز کو متعین کیا جاتا ہے جیسے حضرت طالوت کے ساتھیوں کو ایک نہر سے آزمایا گیا تھا اور اصحاب السبت کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے۔

شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اور انسان سے شدید بغض و حسد رکھتا ہے اس نے آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنے خلوص اور خیر خواہی کا یقین دلایا اور کہا کہ میں تو صرف آپ کی بھلائی چاہتا ہوں اس لئے آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ جس درخت کے کھانے سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ اس کو کھالیں گے تو ہمیشہ اسی جنت میں رہیں گے۔ ورنہ آپ جنت سے نکال دیئے جائیں گے۔ آدم وحوا اس کی بناوٹی باتوں میں آگئے اور ان دونوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کے بدن سے جنت کے کپڑے اتر گئے اور وہ اپنے بدن کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں پہلے ہی اس درخت کے چکھنے سے منع کیا تھا۔ اب تم دنیا میں جاؤ وہاں ایک خاص مدت تک رہو، کھاؤ، پیو اور باہمی عداوت کی تکلیفیں برداشت کرو۔ پھر تمہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آدم وحوا کو جنت سے اس دنیا میں بھیج دیا گیا۔ آدم وحوا اس لغزش پر بے انتہا شرمندہ ہوئے اور انہوں نے رو رو کر اللہ سے اس لغزش کی معافی مانگی جو اللہ کے ہاں قبول کرلی گئی اور آدم وحوا کی لغزش کو اسی وقت معاف کردیا گیا۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾

ع ٤/١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات (الفاظ) سیکھ لئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم سب نیچے اتر جاؤ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو لوگ اس ہدایت کو قبول کرلیں گے ان کے لئے نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کیا وہ جہنم والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

تَلَقّٰی	اس نے سیکھ لیا
کَلِمٰتٌ	(کلمۃ) کلمات، الفاظ
تَابَ عَلَیْهِ	وہ اس پر متوجہ ہوا (اس نے اس کی توبہ قبول کرلی)
اَلتَّوَّابُ	بہت توبہ قبول کرنے والا
یَاْتِیَنَّکُمْ	تمہارے پاس آئے گا
تَبِعَ	جس نے اتباع کی (جو پیچھے چلا)
لَا یَحْزَنُوْنَ	وہ رنجیدہ نہ ہوں گے
کَذَّبُوْا	انہوں نے جھٹلایا
اٰیٰتُنَا	ہماری نشانیاں
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے (صاحب کی جمع ہے، ساتھی)
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

اس واقعہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو چند ایسے کلمات سکھا دیئے جن کو ادا کرنے کے ساتھ ہی ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین

نصاریٰ (عیسائیوں) کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت آدم نے گناہ کیا حضرت عیسیٰ تک ہزاروں لاکھوں سال گزرنے کے باوجود جتنے انسان اس دنیا میں آئے وہ سب کے سب گناہ گار تھے۔ (نعوذ باللہ) پھر اللہ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا وہ آدم اور سارے انسانوں کے گناہ اپنی گردن پر لے کر سولی پر چڑھ گئے اور اس طرح سب کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

(نعوذ باللہ) عجیب بات یہ ہے کہ گناہ کوئی کرتا ہے اور سولی پر اس کا بیٹا چڑھا دیا جاتا ہے جس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج اس مہذب دنیا کے کسی قانون میں کیا اس بات کو گوارا کیا جا سکتا ہے کہ قتل کوئی کرے اور پھانسی پر کسی دوسرے کو چڑھا دیا جائے اگر آج دنیا میں کوئی ایسا کام کر بیٹھے تو اس پر ساری دنیا چلا اٹھے گی۔ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ اس نے کسی کا گناہ دوسرے کے سر ڈال دیا (نعوذ باللہ) اور پھانسی پر چڑھانے کے لئے اسے اپنا ہی بیٹا ملا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کر دیتا ہے اس کو کوئی راہ ہدایت نہیں دکھا سکتا۔

بہرحال قرآن کریم نے ایک سادہ سی بات میں سب کچھ کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، وہ شیطان کے بہکائے میں آ گئے۔ لیکن آدم علیہ السلام کو جیسے ہی اس کا احساس ہوا کہ ان سے یہ بھول ہو گئی وہ فوراً اللہ کے سامنے جھک گئے اور اپنی اس لغزش پر ندامت کے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ اللہ نے ان کی ندامت اور شرمندگی کو قبول کرتے ہوئے معاف کر دیا اس لئے کہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندوں کے سارے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

فرمایا گیا کہ اب دنیا میں میرے رسول اور نبی آتے رہیں گے ان کے ذریعہ سے جب بھی تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت ملے اس کو قبول کرنا۔ اگر تم نے میری تعلیمات کو قبول کیا تو تمہارے لئے نہ تو خوف ہوگا اور نہ کسی قسم کا رنج لیکن میرے رسولوں اور نبیوں کی لائی ہوئی تعلیمات سے جن لوگوں نے منہ پھیرا تو پھر ان کے لئے وہ جہنم تیار کی گئی ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ربط آیات:

پانچویں رکوع سے پندرہویں رکوع کی ابتداء تک (سورہ بقرہ آیت ۴۰ سے آیت ۱۲۳ تک) مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیے گئے انعامات و احسانات اور ان کے جواب میں بنی اسرائیل کی ناشکریوں، ہٹ دھرمیوں اور احسان فراموشیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے پہلے چار رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان، کفار اور منافقین کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد تمام انسانی گروہوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم نے انسانوں کے جسم کے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ اور روح کی تابانیوں کے لئے اپنا کلام عطا فرمایا ہے (جو دین اسلام ہے) وہی دین جو اللہ نے توریت، زبور اور انجیل میں انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا تھا اسی نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی جس میں اس دین کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ قرآن کریم وہ کلام ہے جس میں شک و شبہ کرنا یا اس پر اعتراض کرنا سب سے بڑی حماقت ہے کیونکہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس بات کا شوق ہے کہ وہ اس جیسا کلام لے کر آ سکتا ہے تو فرمایا وہ خود نہیں بلکہ اللہ کے سوا ساری دنیا کے حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا کر اس قرآن جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا کر لے آئے۔ لیکن ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ فرمایا ایسے لوگ کیوں اپنی آخرت برباد کر کے جہنم کا ایندھن بننا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ان کے جھوٹے اور ان کے انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے یہ پتھر کے بت سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور کہیں کسی طرف سے ان کی مدد نہ کی جا سکے گی۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝۴۰ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝۴۱ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۲ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝۴۳ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۴۴ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝۴۵ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۴۶ۧ

ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

اے اولادِ یعقوبؑ۔ میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں۔ تم مجھ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرو میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تم مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے۔ اور وہ کتاب جو تمہارے پاس ہے یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے۔ تم ہی سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو۔ میری آیتوں کو حقیر اور گھٹیا معاوضہ لے کر فروخت نہ کرو۔ صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ۔ جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور (اللہ کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو، کیا تم لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتے ہو مگر اپنے آپ ہی کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم، اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ صبر اور نماز سے مدد مانگو بے شک نماز بھاری ہے۔ مگر ان کے لئے بوجھ نہیں ہے جو اللہ

سے ڈرنے والے ہیں۔ جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کو ایک دن اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

بَنِیُ	بیٹے، اولاد، ابن کی جمع بنین ہے، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔
اِسُرَآئِیُلُ	حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے۔ ترجمہ: اللہ کا بندہ
اَوُفُوُا	پورا کرو
عَھُدٌ	وعدہ، معاہدہ
اِرُھَبُوُنِ	مجھ سے ڈرو۔ (ارھبوا... تم ڈرو، ن، وقایہ، لفظ تھا فارھبونی ''ی'' گرگئی۔)
مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والا، سچا بتانے والا
لَاتَکُوُنُوُا	تم نہ ہو
کَافِرٌ	انکار کرنے والا
لَا تَشُتَرُوُا	تم فروخت نہ کرو۔
ثَمَنًا قَلِیُلًا	تھوڑی قیمت، گھٹیا قیمت۔
فَاتَّقُوُنِ	مجھ سے ڈرو، (یہ بھی ارھبون کی طرح ہے۔)
لَاتَلُبِسُوُا	نہ ملاؤ
اَلُحَقُّ	سچ
اَلُبَاطِلُ	جھوٹ
تَکُتُمُوُا	تم نہ چھپاؤ۔ (یہاں اصل میں لفظ ہے لاتکتموا۔ نہ چھپاؤ۔)

اِرْكَعُوْا	رکوع کرو، جھکو
اَتَاْمُرُوْنَ	کیا تم حکم دیتے ہو۔ سکھاتے ہو۔

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں ''اللہ کا بندہ''......اسرائیل حضرت ابراہیم کے پوتے حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں جن کو بنی اسرائیل فرمایا گیا ہے۔ جو بعد میں اپنے آپ کو یہودی کہنے لگے۔ اس رکوع میں بنی اسرائیل (یہودیوں) سے خطاب کیا گیا ہے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعامات کئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت یعقوبؑ سے حضرت عیسٰیؑ تک تقریباً چار ہزار انبیاء کرام تشریف لائے، توریت، زبور اور انجیل جیسی عظیم کتابیں دی گئیں اور دنیاوی عزت و عظمت سے نوازا گیا تھا۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر بنی اسرائیل کو سارے عرب میں بڑا وقار حاصل تھا عرب کے لوگ ہر مذہبی معاملے میں ان ہی کی طرف دیکھتے تھے اور ان کے فیصلوں کا انتظار کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد عرب کے لوگ اس فیصلے کے منتظر تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بنی اسرائیل تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے اوپر کی ہیں، تمہیں آج اور اس سے پہلے جو بھی نعمتیں حاصل تھیں اس میں تمہاری ذاتی صلاحیتوں، اہلیتوں اور قابلیتوں کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی تمہارے اس نسلی امتیاز اور نسبی شرافت کا نتیجہ ہے جس پر تم فخر و غرور کرتے ہو بلکہ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ اب تمہارے اوپر اللہ کا سب سے بڑا فضل و کرم یہ ہے کہ تمہارے اندر وہ نبی ﷺ تمہاری اصلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں جن کے آنے کی خوش خبریاں تمہاری کتابوں میں موجود ہیں، اور جن کے آنے کے تم منتظر تھے۔ وہ تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں اس لئے تم ان پر ایمان لے آؤ، ان کی شریعت کی پابندی کرو تا کہ اللہ کے دین کے ذریعے تمہیں پھر وہی عظمتیں حاصل ہو جائیں جو تم اپنی ناشکریوں اور بد اعمالیوں کی بھینٹ چڑھا چکے ہو۔

تم نے مجھ سے شریعت کی پابندی کا وعدہ کیا تھا اور میں نے اس کے بدلے میں تمہیں دنیا کی بہترین زندگی، اس کی راحتیں اور عظمتیں دینے اور آخرت میں دائمی نجات اور ابدی سکون کا وعدہ کیا تھا۔ آج اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ تو یقیناً تمہیں پھر وہی کھوئی ہوئی عظمتیں دوبارہ نصیب ہو جائیں گی۔

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِيۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿٤٨﴾ وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ ؕ وَفِيۡ ذٰلِكُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

اے اولاد یعقوبؑ! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر بڑائی دی تھی۔ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی نہ کسی سے معاوضہ لیا جائے گا اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہیں ہم نے فرعون کی قوم (کے ظلم) سے نجات دلائی تھی جو تمہیں شدید تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھا کرتے تھے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

اور یاد کرو جب ہم نے دریا (دریائے شور) کو تمہارے واسطے پھاڑ دیا تھا ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعون کی قوم کو ڈبو دیا تھا اور تم دیکھ رہے تھے۔

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

ان آیات میں ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل کو بتایا جارہا ہے کہ دنیا کی جس فضیلت و برتری پر تمہیں فخر و ناز ہے وہ عظمتیں اللہ

ہی نے تو عطا کی تھیں۔ اگر تم پھر وہی عظمتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین سے پوری طرح وابستگی اختیار کرلو۔ اللہ سے اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تمہارے یہ جھوٹے فخر و غرور کام نہ آسکیں گے نہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے گا، نہ کچھ دے دلا کر چھوٹ سکے گا اور نہ کسی طرف سے مدد کی جائے گی وہاں محض انبیاء کی نسبت پر ناز کرنا اور جھوٹے معبودوں کے وہ سہارے جنہوں نے تمہیں گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیا ہے کسی کام نہ آسکیں گے وہاں صرف اللہ سے کیا ہوا عہد و پیمان، ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

ان نصیحت آموز باتوں کے بعد بنی اسرائیل کی زندگی کے چند اہم واقعات قرآن کریم میں انتہائی اختصار سے بیان کئے جا رہے ہیں یہ واقعات جو عرب کے بچے بچے کی زبان پر تھے اور سب کو اچھی طرح معلوم تھے وہ ان کے لئے سامان عبرت ہیں حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ تک ان کی اولاد (کنعان) فلسطین میں رہی۔ پھر بھائیوں کے بغض و حسد کی بناء پر حضرت یوسفؑ کو غلام کی حیثیت سے مصر پہنچایا گیا، بادشاہ مصر کے پاس ان کو بہت زیادہ عروج اور ترقی نصیب ہوئی۔

جب کنعان میں شدید قحط پڑا تو حضرت یعقوبؑ اور ان کے بارہ بیٹے مصر ہی میں آباد ہو گئے۔ مصر میں اللہ نے ان کی اولاد کو خوب بڑھایا اور کئی سو سال کے بعد تو ان کی اولاد اور ایمان والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی ان کو بنی اسرائیل کہا جانے لگا یوسف علیہ السلام کے وصال اور فرعون کے مر کھپ جانے کے بعد مصعب فرعون تخت سلطنت پر بیٹھا، اس کو بنی اسرائیل سے اس قدر نفرت اور عداوت تھی کہ اس نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے تمام وہ طریقے اختیار کئے جن سے وہ معاشرہ کے سب سے معمولی کام کرنے والے بن کر رہ گئے۔ ادنیٰ کاموں کے علاوہ تمام محنت و مشقت کے کام کھیتی باڑی اور اینٹ گارے کا کام لیا جانے لگا، ہر فرعونی کی خدمت کرنا ان کا فرض تھا، ان پر اتنے زبردست ٹیکس لگائے گئے تھے کہ ان کی کمر دھری ہو کر رہ گئی۔ اس سب کے باوجود بنی اسرائیل کی نسل بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھی اس سے فرعون کو اور بھی پریشانی تھی اس لئے اس نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کے قتل عام اور لڑکیوں کو زندہ رکھنے کا حکم دیا تا کہ وہ لڑکیاں جوان ہو کر ان کی لونڈیاں بن سکیں۔

غرضیکہ فرعون نے ہر اعتبار سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس قوم پر رحم آ گیا اور عمران کے گھر میں ایک خوبصورت بیٹا پیدا فرمایا جس کا نام موسیٰ (پانی سے نکالا گیا) رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو فرعون کے محل میں پرورش کرا دیا اور بتا دیا کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قدرت اللہ ہی کی ہے، موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے انہوں نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور بتایا کہ تمہاری ان ذلتوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے اس سچے راستے کو چھوڑ دیا جو اللہ کے انبیاء کا اور نیک لوگوں کا راستہ ہے۔ اگر تم پھر سے عظمتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین کو اختیار کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خطبات سے قوم بنی اسرائیل میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو تسلیم کر لیا ادھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو طرح طرح کے معجزات دکھلائے مگر وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑا رہا۔ ایک دن حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے بڑی رازداری کے ساتھ اپنی قوم کو اس بات پر تیار کر لیا کہ راتوں رات مصر سے نکل جائیں تا کہ فرعون کے ظلم سے نجات حاصل ہو سکے۔

ایک رات پوری قوم بنی اسرائیل مصر سے روانہ ہو گئی۔ یہ قوم سمندر (بحر قلزم) کے کنارے پر پہنچی ہی تھی کہ فرعون کو اطلاع ہو گئی اور وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جب بنی اسرائیل کو اس کی اطلاع ملی کہ فرعون اور اس کا لشکر ان

کے تعاقب میں بڑھا چلا آرہا ہے تو وہ اس تصور سے بوکھلا گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر، دائیں بائیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے عصا کو سمندر پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بخیریت پہنچ گئے۔ سمندر میں راستے ابھی اسی طرح بنے ہوئے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر وہاں پہنچ گیا اس نے سمندر میں راستے دیکھ کر اسی میں فوج کو داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر کے درمیان میں پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے پانی پھر مل گیا اور فرعون اور اس کے تمام لشکری ڈوب گئے۔

فرعون کے ظلم سے نجات فرعون اور قوم فرعون کے غرق ہونے تک ان دو واقعات کی طرف ان آیات میں یاددھانی کرائی گئی ہے کہ ظالم کے ظلم سے نجات اور فرعون اور اس کی قوم کے غرق کرنے میں تمہارے اوپر کتنا بڑا انعام تھا۔ مگر تم نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکبر اور غرور کا راستہ اختیار کیا۔

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَإِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا إِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْۤا أَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ پھر تم نے (ان کے جانے کے بعد) ایک بچھڑا اپنا کر (اس کی عبادت شروع کر دی تھی) تم بہت زیادتی کرنے والے بن گئے تھے۔ پھر بھی ہم نے تمہیں معاف کر دیا تھا تا کہ تم احسان مانو۔ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور معجزہ عطا کیا تا کہ

تم سیدھی راہ اپنا سکو۔ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنا بڑا نقصان کیا ہے۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے سے توبہ کرو اور ایک دوسرے کو آپس میں قتل کرو۔ یہی طریقہ تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے۔ بے شک وہی معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

وٰعَدْنَا	ہم نے وعدہ کیا۔
اَرْبَعِيْنَ	چالیس
لَيْلَةٌ	رات
اَتَّخَذْتُمْ	تم نے بنایا
اَلْعِجْلُ	بچھڑا (گائے کا بچہ)
عَفَوْنَا	ہم نے معاف کر دیا
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ	اس کے بعد
تَشْكُرُوْنَ	تم شکر کرو گے
اٰتَيْنَا	ہم نے دیا
اَلْفُرْقَانُ	حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز
تَهْتَدُوْنَ	تم ہدایت حاصل کرو گے
ظَلَمْتُمْ	تم نے ظلم کیا
اِتِّخَاذٌ	بنانا، بنا کر
تُوْبُوْا	تم توبہ کرو
بَارِئٌ	پیدا کرنے والا
اُقْتُلُوْا	تم قتل کرو

اَنۡفُسُکُمۡ اپنوں کو (نفس کی جمع)

خَیۡرٌ بہتری، بھلائی

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

فرعون اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کے بعد اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرمادی تھی اب رب العالمین کی حکمت کا بھی یہی تقاضا تھا اور قوم بنی اسرائیل بھی یہی چاہتی تھی کہ ان کو کوئی مستقل شریعت یا مستقل کتاب عطا کر دی جائے تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اس کو زندگی کا دستور العمل بنا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کتاب و شریعت عطا کرنے کے لئے تیس راتوں تک کوہ طور پر رہنے کا حکم فرمایا۔ تیس راتیں گزرنے کے بعد انہیں دس راتوں کا اضافہ کر کے چالیس کر دیا گیا، ادھر سامری نے جو ایک عیار مکار جادوگر تھا قوم کو بہکا کر ان کے لئے ایک بچھڑا بنایا اور کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اس کی بندگی کرو۔ بچھڑا جس سے عجیب و غریب آوازیں بھی نکلتی تھیں بہت سے ضعیف العقیدہ لوگوں نے اللہ کی بندگی کو چھوڑ کر اس کی پوجا کرنا شروع کر دی مگر ان ہی میں بہت بڑی تعداد ایسے پختہ عقیدے کے لوگوں کی بھی تھی جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی۔ چالیس دن کے بعد جب حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے اور قوم کے لوگوں کا یہ حال دیکھا تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور شدید غصے کا اظہار کیا اللہ نے اس قوم کو توبہ کا طریقہ بتایا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اب تمہاری توبہ قبول ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو مرتد ہو گئے ہیں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے ان کو وہ لوگ قتل کریں گے جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی۔ چنانچہ ان دونوں جماعتوں کو ایک میدان میں جمع کیا گیا ایک سیاہ بادل کا سایہ چھا گیا جس سے اندھیرا ہو گیا پھر ان مرتدین کا قتل عام شروع ہوا جب ستر ہزار مرتدین بنی اسرائیل قتل کر دیئے گئے تو وہ سیاہی چھٹ گئی اور اس طرح ساری قوم کے گناہ کو معاف کر دیا گیا۔

یہ سزا اس لئے دی گئی تھی کہ اسلام میں مرتد کی یہی سزا ہے یعنی جو دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے گا ایسے آدمی کو اللہ کا باغی قرار دیا جاتا ہے اور باغی کی سزا دنیا کے ہر قانون میں کچھ اسی طرح ہوا کرتی ہے۔

وَاِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہۡرَۃً فَاَخَذَتۡکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۶

اور (یاد کرو) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا ہم تمہارے اوپر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے۔ پھر تمہیں بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھتے رہ گئے تھے پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کیا شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵۶

قُلْتُمْ	تم نے کہا
لَنْ نُؤْمِنَ	ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے
نَرٰی	ہم دیکھیں گے
جَهْرَةً	سامنے، کھلم کھلا اعلانیہ
اَخَذَتْ	پکڑ لیا، آ گھیرا
بَعَثْنَا	ہم نے اٹھا کھڑا کیا

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۶

جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے توریت لیکر واپس تشریف لائے تو وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا میں لگے ہوئے تھے ان میں سے بعض گستاخ لوگوں نے کہنا شروع کیا اے موسیٰؑ تم کہتے ہو کہ اللہ تم سے باتیں کرتا ہے ہم اس بات کا کیسے یقین کر لیں ہم تو اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک اپنی آنکھوں اور کانوں سے سب کچھ دیکھ اور سن نہ لیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوری قوم میں سے ستر ذمہ دار لوگوں کا انتخاب کیا، ان کو طور پر لے گئے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے کلام کیا تب بھی ان کو یقین نہ آیا کہنے لگے ہم تو اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک خود اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے، اس گستاخی پر ایک ایسی زبردست چمک پیدا ہوئی جس میں ایک ہیبت ناک آواز بھی تھی۔ اس آواز کے اثر سے ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں اور وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے دعا کی رب العالمین میری قوم بہت جلد بدگمان ہو جاتی ہے وہ سمجھیں گے کہ میں نے دھوکے سے ان کو مار ڈالا ہے۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ دوبارہ زندگی یقیناً ان کے لئے ایک بہت بڑا انعام تھا مگر اس کے بعد بھی انہوں نے اس کی قدر نہ کی۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ
وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷

ہم نے تمہارے اوپر بادل کا سایہ کیا، من وسلوی نازل کیا (اور کہا گیا) ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ (اس کے بعد) انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا البتہ وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷

ظَلَّلْنَا: ہم نے سایہ کردیا

اَلْغَمَامُ: بادل، ابر

مَنٌّ: من، دھنیے کے دانوں کی طرح لذیذ اور شیریں روٹی کی طرح

اَلسَّلْوٰی: سلوی، (صحرائے سینا کا پرندہ، بٹیر)

ظَلَمُوْا: انہوں نے ظلم کیا۔

مَاظَلَمُوْنَا: انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔

يَظْلِمُوْنَ: وہ ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۷

بنی اسرائیل کا اصل وطن شام (فلسطین) تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں حضرت یعقوبؑ اور ان کے تمام

بیٹے کنعان سے مصر آ گئے تھے۔اس وقت تو ان کی تعداد بہتر (۷۲) تھی لیکن پھران کے بارہ بیٹوں کی اولاد پھیلتی گئی اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بن گئے۔عمالقہ کا دور حکومت تھا جنہوں نے اس پورے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا،عمالقہ نے نافرمانیوں اور بدکاریوں کی انتہا کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو ان سے جہاد کر کے اس سرزمین کو آزاد کرانے کا حکم دیا گیا، بنی اسرائیل نے صاف جواب دے دیا اور جہاد کرنے سے انکار کر دیا جہاد سے انکار کی سزا یہ دی گئی کہ ان کو چالیس سال تک تیہ کے ریگستان کی خاک چھاننا پڑی۔ ان سب نافرمانیوں کے باوجود اللہ جس نے ہر ایک کو رزق اور زندگی کی آسائشیں عطا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے ان کو من وسلوی، پانی اور ریگستان کی شدید گرمی سے بچاؤ کے لئے بادل کا سایہ عطا فرمایا۔بنی اسرائیل مصر سے جس بے سروسامانی میں لاکھوں کی تعداد میں نکلے تھے ان کے پاس خیمے تک نہ تھے، اگر ان پر بادل کا سایہ نہ کر دیا گیا ہوتا تو وہ گرمی اور دھوپ کی شدت سے ہلاک ہو جاتے۔ ''من'' شیریں، لذیذ اور عمدہ غذا تھی۔ دھنیے کے دانوں کی طرح ہوتی تھی جہاں گرتی جم جاتی۔سلوی جو ریگستان سینا کا خاص پرندہ بٹیر ہے وہ لاکھوں کی تعداد میں ان کے اس طرح قریب آجاتے کہ ایک بچہ بھی ان کو سہولت سے پکڑ سکتا تھا، بنی اسرائیل رات کے اندھیرے میں ان کو پکڑتے اور پھر ان کا گوشت پکا کر کھاتے۔روٹی کی جگہ من عطا کی گئی تھی جو تختی میں روٹی کی طرح ہوتی تھی یہ بنی اسرائیل کے لئے اللہ کی طرف سے ایک انعام تھا مگر انہوں نے اس کی بھی قدر نہ کی اور اپنی مسلسل نافرمانیوں میں لگے رہے۔یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے اصل میں اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اپنی دنیا وآخرت برباد کرتا ہے۔مگر ایسے لوگ اللہ کا تو کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے البتہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی ضرور مار لیتے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

ع ۶ ۱۳ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

اور جب ہم نے ان سے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ، جہاں سے چاہو بے تکلفی سے

کھاؤ (مگر) دروازے میں جھکے جھکے داخل ہونا۔ اور زبان سے کہنا حِطَّۃٌ (یعنی الٰہی توبہ) ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کردیں گے اور اچھا طریقہ اختیار کرنے والوں کو ہم اور فضل و کرم سے نوازیں گے۔ اس کے بعد ان ظالموں نے اس بات ہی کو بدل ڈالا جو ان سے کہی گئی تھی۔ پھر ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے ان کی زیادتی کی وجہ سے عذاب نازل کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

اُدْخُلُوْا	داخل ہوجاؤ
اَلْقَرْیَۃُ	بستی، آبادی، گاؤں
سُجَّدٌ	جھکے جھکے، سجدہ کرتے ہوئے
حِطَّۃٌ	الٰہی توبہ
نَغْفِرُ	ہم معاف کردیں گے
خَطٰیَا	خطائیں، لغزشیں
بَدَّلَ	بدل ڈالا
غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ	جو کہی نہ گئی تھی
اَنْزَلْنَا	ہم نے نازل کیا، اتارا
رِجْزٌ	عذاب، سزا
یَفْسُقُوْنَ	فسق کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

ملک شام کی ایک بستی ''ریحو'' جسے آج کل ''اریحا'' کہتے ہیں بڑی خوشحال بستی تھی۔ اس بستی والوں کو زندگی کی تمام سہولتیں اور راحتیں حاصل تھیں۔ سرسبزی و شادابی، پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور کثرت سے پانی عطا کیا گیا تھا۔ مگر وہ زندگی کی ان راحتوں میں پڑ کر اللہ سے اور آخرت سے اس قدر غافل ہو چکے تھے کہ جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی ان کی زندگی کا معمول بن کر رہ گیا تھا۔

بدکاریاں عروج پر پہنچ گئی تھیں۔ بالآخر اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ طرح طرح کی بیماریاں پھیل گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چوبیس ہزار انسان لقمہ اجل بن گئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ۔ فتح تمہارے قدم چومے گی۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ جھکے جھکے داخل ہونا متکبروں کی طرح اکڑتے اتراتے داخل نہ ہونا۔ بلکہ عاجزی وانکساری کے ساتھ اس طرح جھکے جھکے داخل ہونا کہ تمہاری زبان پر گناہوں سے معافی کے کلمات ہوں۔ جب بنی اسرائیلؑ اس بستی میں داخل ہوئے تو وہاں کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر اللہ کے سارے احکامات کو بھول گئے، تکبر اور غرور کا انداز اختیار کر لیا اور حِطَّۃٌ جس کے معنی گناہوں کی معافی کے ہیں اس لفظ کے بجائے انہوں نے حِنْطَۃٌ حِنْطَۃٌ یعنی گیہوں گیہوں کہنا شروع کر دیا، اس کے علاوہ بڑی کثرت سے بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس نافرمانی پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ ان میں طاعون پھیل گیا اور چند روز میں ستر ہزار بنی اسرائیل مر گئے۔ اس طرح وہ قوم جو اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت کر کے اس کی رحمتوں کی مستحق بن سکتی تھی۔ نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر بیٹھی۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے واسطے پانی کی درخواست کی تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر شخص نے اپنے پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی (کہا گیا کہ) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور پیو لیکن زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰

اِسْتَسْقٰى پانی مانگا

اِضْرِبْ	تو مار، ضرب لگا
عَصَا	لاٹھی
اِنْفَجَرَتْ	بہ نکلی۔(بہہ نکلے)
اِثْنَتَا عَشْرَةَ	بارہ
عَيْنًا	چشمہ۔(پانی کا چشمہ)
قَدْعَلِمَ	یقیناً جان لیا تھا
كُلُّ اُنَاسٍ	سب لوگوں نے
مَشْرَبٌ	پینے کی جگہ، گھاٹ
لَاتَعْثَوْا	نہ پھرو، بکھرے نہ پھرو
مُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۰

جب بنی اسرائیل سینا کا ریگستان طے کر کے افیدیم پہنچے تو انہیں پانی نہ ملا، پیاس کی شدت اور سفر کی طوالت اور تکان نے ان کو بے حال اور پریشان کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو مصر ہی میں اچھے تھے کم از کم زندگی کی بنیادی ضروریات تو مل جایا کرتی تھیں آج ہم پانی کے قطرے قطرے کے لئے سخت پریشان ہیں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، فرمایا گیا کہ تم اپنی قوم کے کچھ ذمہ دار بزرگوں کو ساتھ لیکر جاؤ۔ چٹان پر اپنا عصا مارو پانی دے دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اور عصا کے مارتے ہی اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ تمام قبیلے کے لوگوں نے اپنے اپنے پانی کے گھاٹ متعین کر لئے یہ چٹان جس سے بارہ چشمے بہہ نکلے تھے جزیرہ نمائے سینا میں آج تک موجود ہے پادری ڈین اسٹینلے نے انیسوی صدی عیسویں کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لئے خود فلسطین کی سیر و سیاحت کی اور اپنے مشاہدات و تحقیقات کو شائع کیا۔ اس نے اس چٹان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ چٹان دس پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے۔

آگے کی طرف مڑی ہوئی ہے اور را آس سفسفہ کے قریب ''یجا'' کی وسیع وادیوں میں واقع ہے۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جہاں بہت سے کرم کئے ان میں یہ بھی ایک بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے ریگستان میں بھی پانی کے چشمے بہا کر یہ بتا دیا کہ اس کائنات کے سارے نظام میں صرف اسی ایک ذات کی قدرت کارفرما ہے۔ لیکن بنی اسرائیل نے جہاں اللہ کی بہت سی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی اس نعمت کا بھی انہوں نے کوئی احسان نہ مانا اور فساد فی الارض میں کوئی کمی نہ کی۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ

لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَٰحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنۢبِتُ الْأَرْضُ مِنۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّـۧنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾

۷ ع ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱

اور یاد کرو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا۔ ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے، آپ اپنے پروردگار سے دعا کر دیجئے کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کر دے جو زمین سے اگتی ہوں (جیسے) ترکاری، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز...... موسیٰؑ نے کہا کیا تم بہتر چیز کے مقابلہ میں ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو؟ (جاؤ) تم کسی شہر میں اتر پڑو۔ وہاں تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جو تم مانگتے ہو۔ (آخر کار) ذلت محتاجی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق بن گئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کے احکامات کا انکار کرتے اور ناحق اللہ کے نبیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھ جانے کا نتیجہ تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦١

لَنْ نَصْبِرَ — ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔
طَعَامٌ — کھانا
وَاحِدٌ — ایک
اُدْعُ — تو دعا کر
يُخْرِجُ — نکال دے
تُنْبِتُ — اگاتی ہے۔
بَقْلٌ — ترکاری، ساگ
قِثَّاءٌ — ککڑی
فُوْمٌ — گیہوں، (لہسن)
عَدَسٌ — مسور
بَصَلٌ — پیاز
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ — کیا تم بدلتے ہو
اَدْنٰى — گھٹیا، معمولی، بے قیمت
خَيْرٌ — زیادہ بہتر
مِصْرٌ — شہر۔ اس سے مراد ملک مصر بھی ہو سکتا ہے جہاں کی ذلت بھری زندگی سے نکل کر آئے ہیں۔
سَاَلْتُمْ — تم نے سوال کیا
ضُرِبَتْ — ماردی گئی، مسلط کردی گئی
اَلذِّلَّةُ — ذلت، رسوائی، خواری

اَلْمَسْكَنَةُ	محتاجی، فقیری، ناداری
بَاءُوْا	وہ کما لائے، وہ لوٹے
يَقْتُلُوْنَ	وہ قتل کرتے ہیں
بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق، جس کا کوئی حق نہ ہو وہ کام کرنا
عَصَوْا	انہوں نے نافرمانی کی
يَعْتَدُوْنَ	وہ حد سے بڑھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۱

جب من وسلوی اترنے لگا تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے جھگڑنا شروع کر دیا کہنے لگے اے موسیٰؑ یہ تم نے ہمیں کہاں لا ڈالا جہاں من وسلوی کے سوا کچھ بھی میسر نہیں آتا، ہم مصر میں تھے تو ہمیں ہر طرح کی سبزی، ترکاری، گیہوں، پیاز اور مسور کی دال ملا کرتی تھی، اے موسی ہم روزانہ ایک ہی جیسا کھانا کھا کر تنگ آچکے ہیں اور ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسی علیہ السلام سے اس طرح بات کرنا اور پھر بھونڈے طریقے سے چیز مانگنا اللہ کو پسند نہیں آیا، کیونکہ اگر یہ کہتے کہ اے اللہ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے ہمیں اس ریگستان میں من وسلوی کی نعمت سے نوازا، آپ کی عنایت ہوگی اگر ہمیں سبزی و ترکاریاں بھی عطا فرما دیں، یقیناً اگر شکر کا انداز اختیار کرتے تو ان کو ریگستان میں جہاں اور نعمتیں عطا کی گئی تھیں یہ نعمتیں بھی دے دی جاتیں مگر بنی اسرائیل کا سب سے بڑا عیب ہی یہ تھا کہ وہ ہر بات کو ناشکری کا انداز دے دیا کرتے تھے، اسی لئے حضرت موسیٰؑ نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ اللہ نے تمہیں ایک اعلیٰ اور بہتر نعمت سے نوازا ہے کیا تم اس کے مقابلے میں معمولی اور گھٹیا چیزوں کا مطالبہ کرتے ہو۔ کیونکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کے مقابلے میں ہر چیز گھٹیا اور ادنی ہے۔ انہوں نے اصرار کیا تو اللہ نے فرمایا کہ اے موسی ان سے کہہ دو کہ تم سامنے کی بستی میں جاؤ، جو تم نے مانگا ہے وہ سب کچھ تمہیں ملے گا لیکن اللہ کی نعمتوں کو ٹھکرانے کا انجام یہ ہے کہ تمہارے اوپر ہمیشہ کے لئے ذلت و خواری بھی مسلط کر دی گئی ہے۔ اب تم جہاں بھی رہو گے دوسرں کی محتاجی اور ذلت کے ساتھ رہو گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قوم میں اس طرح کے عیب پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ احکام الٰہی کو نہیں مانتے تھے، اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں کو ناحق قتل کرتے، نافرمانی کرتے اور حدود الٰہی سے باہر نکل جایا کرتے تھے ان باتوں کا لازمی اثر یہ ہے کہ اللہ نے ان پر ہمیشہ کی ذلت و خواری مسلط کر دی۔

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲

بے شک جو لوگ ایمان لائے یا جو یہودی ہو گئے اور نصاریٰ اور ستارہ پرست بن گئے ان میں سے جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور اس نے نیک کام کئے ہوں گے تو ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس اجر و ثواب ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲

هَادُوْ	جو یہودی بن گئے (یعنی وہ مسلم بننے کے بجائے یہودی بن گئے)
اَلنَّصٰرٰی	ناصرہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اس مناسبت سے حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو نصاریٰ کہا جانے لگا
اَلصّٰبِئِیْنَ	ستاروں اور فرشتوں کو پوجنے والے، بے دین
صَالِحٌ	نیک اور بہتر کام
اَجْرٌ	بدلہ
لَایَحْزَنُوْنَ	وہ رنجیدہ نہ ہوں گے

تشریح: آیت نمبر ۶۲

اس آیت میں مومنوں، یہودیوں، نصاریٰ اور صابئین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ نجات کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اور، نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا لازمی ہے یہی صراط مستقیم ہے اور نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بھی یہی ہے۔

اس میں اہل کتاب کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اہل کتاب کو تو سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا چاہئے تھا کیونکہ ان کی کتابوں میں سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے متعلق واضح نشانیاں اور خبریں موجود ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ مومنوں کو کیوں شامل کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بحیثیت ایک جماعت اور ایک گروہ کے مومنوں کو بھی شامل کر کے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری بھی نجات کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے اور اہل کتاب کا بھی۔ اگر مومن بھی ایمان اور عمل صالح کا راستہ چھوڑ دیں گے تو یقیناً ان کی نجات بھی مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے ایمان اور عمل صالح ساری انسانیت کی نجات کا سبب ہے اور اللہ کے ہاں عزت وعظمت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی یہی ہے۔

ان اہل کتاب سے تین باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالآخرت (۳) اور عمل صالح۔ یعنی جس میں بھی یہ تین باتیں ہوں گی اللہ کے پاس ان کے لئے اجر عظیم موجود ہے۔ جب بات ایمان کی آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر، اس کے تمام رسولوں پر، کتابوں پر، فرشتوں پر اور بالخصوص نبی مکرم ﷺ اور ان کی ختم نبوت پر ایمان لانا اور آخرت کی زندگی پر یہ یقین رکھنا کہ وہاں ہمیں ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ تیسری بات عمل صالح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر کسی کا ایمان اس پر ہوگا تو وہ یقیناً اس کی طرف سے انعام واکرام اور آخرت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنے گا۔ اس میں اہل ایمان کو اس لئے شامل کیا گیا تا کہ یہ بات بتا دی جائے کہ اللہ کے نزدیک یہ اصول متعین ہے کہ کوئی اپنا یا غیر جو بھی ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرے گا وہ اللہ کے کرم کا مستحق ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

اور یاد کرو جب ہم نے طور کو تمہارے سروں کے اوپر معلق کر کے تم سے پکا وعدہ لیا تھا اور کہا تھا کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں (احکامات) ہیں ان کو یاد رکھو تا کہ تم تقویٰ حاصل کر سکو۔ پھر تم نے اس (اقرار) سے منہ موڑ لیا۔ اگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

اَخَذْنَا	ہم نے لیا
مِیْثَاقٌ	پکا وعدہ، پختہ عہد
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کیا
فَوْقٌ	اوپر، بلند
اَلطُّوْرُ	طور پہاڑ
خُذُوْا	پکڑو، تھام لو
تَوَلَّیْتُمْ	تم پلٹ گئے
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا رحم و کرم
اَلْخٰسِرِیْنَ	نقصان اٹھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

ان آیتوں میں بنی اسرائیل کی وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے جب موسیٰ علیہ السلام ان کی ہدایت کے لئے توریت کا نسخہ لے کر آئے تو وہ قوم جو اس سے پہلے ایک کتاب اور شریعت کا مطالبہ کرتی رہی تھی اس نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگے اے موسیٰ! اتنے سخت احکامات پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر طور پہاڑ کا ایک حصہ لٹکانے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا اور کوہ طور ان پر اس طرح مسلط کر دیا جیسے ابھی گر پڑے گا۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ توریت کے احکامات پر عمل کریں، یہ جبر اور زبردستی نہیں ہے کیونکہ یہ ایمان لانے کے لئے زبردستی نہیں کی جارہی ہے بلکہ ایمان لانے کے بعد عمل نہ کرنے پر سختی کی جارہی ہے کہ وہ توریت پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ اس پر وہ یہودی سجدے میں اس طرح گر پڑے کہ بائیں رخسار پر سجدہ کر رہے تھے اور داہنی آنکھ سے طور پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں وہ سجدہ میں جائیں اور پہاڑ ان پر گر نہ پڑے۔ زبان سے توبہ بھی کر رہے تھے کہا جاتا ہے کہ آج بھی یہودی چہرے کے بائیں حصہ پر سجدہ کرتے ہیں۔ پیشانی اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ان عہد شکنیوں کے باوجود اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر کے ان کو تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ ان کی اس اوپرے دل کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کو ایک مرتبہ پھر معاف کر دیا۔

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ۞ فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۞

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۶

اور تم ان لوگوں سے خوب واقف ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن (مچھلی کا شکار کرنے میں) تجاوز کیا تھا تو ہم نے ان سے کہا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت و نصیحت بنا دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۶۶

لَقَدۡ — البتہ یقیناً (قد ماضی کے صیغے پر آیا ہے)

عَلِمۡتُمۡ — تم نے جان لیا

اِعۡتَدُوۡا — جنہوں نے زیادتی کی، حد سے بڑھ گئے

اَلسَّبۡتُ — ہفتہ کا دن، سنیچر

كُوۡنُوۡا — تم ہو جاؤ

قِرَدَةٌ — بندر۔

خٰسِئِيۡنَ — ذلیل

جَعَلْنَا	ہم نے بنادیا
نَكَالٌ	عبرت
بَيْنَ يَدَىْ	سامنے (بین، درمیان، یدی، یدین، دونوں ہاتھ)
خَلْفٌ	پیچھے، آئندہ آنے والے
مَوْعِظَةٌ	نصیحت

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سیکڑوں سال کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں، ملک شام میں سمندر کے کنارے کوئی شہر یا قصبہ جس کو بعضوں نے ایلہ بھی کہا ہے۔ وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ہفتہ کے دن شکار کرنا خاص طور سے مچھلیوں کا شکار، اسی طرح کھیتی باڑی اور دوسرے کاروبار کرنے کی بڑی سخت ممانعت تھی۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنی عادت کے مطابق اس شرعی حکم کو بے اثر بنانے کے لئے نافرمانیوں کا ایک اور طریقہ اختیار کیا جس پر انہیں اللہ کی طرف سے سخت سزا دی گئی، سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس دن مچھلیوں کے شکار کی اجازت ہوتی، اس دن تو زیادہ تر مچھلیاں پانی کی تہہ میں چلی جاتیں اور ہفتہ کے دن جب شکار کی ممانعت تھی تمام مچھلیاں دریا کی سطح پر آ جاتیں۔ یہ ان کا ایک امتحان تھا۔ مگر بنی اسرائیل خاموش بیٹھنے والے کہاں تھے انہوں نے دریا کے قریب چھوٹے چھوٹے گڑھے بنائے اور ان کو چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعہ سے ملا دیا ہفتہ کے دن وہ رکاوٹیں ہٹا دیتے۔ پانی ان گڑھوں کی طرف جاتا تو مچھلیاں بھی ساتھ میں جاتیں اتوار کے دن ان گڑھوں سے مچھلیاں شکار کرتے اور اپنی چالاکی پر خوش ہوتے۔ یہ ایک ایسا حیلہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اڑانے اور اس کے ذریعہ حکم شرعی سے جان چھڑانے کا ایک بہانہ تھا شریعت میں ایسا حیلہ حرام ہے لیکن اگر حکم شرعی کی تعمیل کے لئے کوئی حیلہ اختیار کیا جائے تو شرعاً یہ ناجائز نہیں جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں فقہاء کرام نے سینکڑوں حیلے اس قسم کے بیان کئے ہیں چونکہ بنی اسرائیل حکم شرعی کے ابطال کے لئے ایسا کرتے تھے اس لئے ان کو سزا دی گئی اور ان میں طاعون کا مرض پھیل گیا۔ اس مرض سے چہرے پھول کر بندروں کی طرح ہو گئے، وہ بھوک پیاس کی کربناک اذیتوں میں تین دن زندہ رہ کر تڑپ تڑپ کر مر گئے اس طرح ان نافرمانوں کی نسل ہی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ واقعہ جس کو عرب کا بچہ بچہ اچھی طرح جانتا ہے یہ ان نافرمان لوگوں کے لئے درس عبرت تھا اور آج کے نافرمانوں کے لئے بھی موعظت و نصیحت ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ
قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ
وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ
قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع
وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْىِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

۸ ع ۸

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۴

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ کہنے لگے اپنے رب سے ہماری خاطر دعا کیجئے کہ وہ کھول کر بتا دے کہ وہ کیسی ہو؟ موسیٰؑ نے کہا اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔ اور تمہیں جو کچھ حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو۔ کہنے لگے موسیٰ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ اس کی وضاحت کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰؑ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو۔ کہنے لگے اے موسیٰ آپ اتنا اور پوچھ لیجئے کہ ہمیں وضاحت سے بتا دے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو کیونکہ اس گائے کے بارے میں ہمیں شبہ پڑ گیا ہے، اور انشاءاللہ ہم ضرور ہدایت پالیں گے۔

موسیٰؑ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ گائے نہ تو ہل میں جوتی گئی ہو نہ وہ کھیت میں پانی سینچنے کے کام میں آئی ہو وہ صحیح سالم ہو اور جس میں کسی طرح کا بھی داغ نہ ہو۔ اس پر کہنے لگے دیکھو اب تم نے ٹھیک ٹھیک بات بتائی ہے۔ پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور تم اس قتل کو ایک دوسرے کے سر تھوپ رہے تھے حالانکہ جسے تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کر دینا چاہتا تھا۔ اس لئے ہم نے تمہیں حکم دیا کہ تم اس گائے کا ایک ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگاؤ (تاکہ وہ قاتل کا نام بتا دے) اسی طرح اللہ (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت۔ بعض پتھر تو وہ ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں، بعض وہ پتھر بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بعض تو ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ اللہ تمہارے ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٧ تا ٧٤

يَاْمُرُ	وہ حکم دیتا ہے
تَذْبَحُوْا	تم ذبح کرو
بَقَرَةٌ	گائے ، بیل
اَتَتَّخِذُنَا	کیا تو ہم کو بناتا ہے، (تو ہم سے کرتا ہے)
هُزُوٌ	مذاق
اَنْ اَكُوْنَ	یہ کہ میں ہو جاؤں
يُبَيِّنْ	بیان کر دے، بات کھول کر کہہ دے
مَاهِيَ	وہ (بقرہ) کیسی ہو
فَارِضٌ	بوڑھی
بِكْرٌ	بچھیا، کم عمر
عَوَانٌ	درمیانی
فَافْعَلُوْا	پھر تم کرو (ف، پھر، افعلوا تم کرو)
تُؤْمَرُوْنَ	تمہیں حکم دیا گیا ہے
مَالَوْنُهَا	اس کا رنگ کیسا ہو؟ (ما، کیا، لون رنگ)
صَفْرَاءُ	زرد
فَاقِعٌ	گہرا
تَسُرُّ	خوش کر دیتی ہے۔
اَلنّٰظِرِيْنَ	دیکھنے والے
تَشَابَهٗ	شبہ پڑ گیا۔
لَاذَلُوْلٌ	جس سے محنت نہ لی گئی ہو وہ، ہل میں نہ جوتی گئی ہو۔

تُثِيْرُ الْاَرْضَ	زمین کو (نہ) گاہتی ہو۔
لَاتَسْقِىْ	سینچتی نہ ہو
اَلْحَرْثُ	کھیتی باڑی
مُسَلَّمَةٌ	مکمل، تندرست
لَاشِيَةٌ	داغ نہ ہو، عیب نہ ہو
اَلْاٰنَ	اب
جِئْتَ	تو آیا (جئت بالحق تو حق کو لے کر آیا)
فَذَبَحُوْا	انہوں نے ذبح کیا (ف، پھر، ذبحوا، انہوں نے ذبح کیا)
مَا كَادُوْا	وہ قریب نہ تھے (ما کادوا یفعلون وہ کرنا نہیں چاہتے تھے)
قَتَلْتُمْ	تم نے قتل کیا
اِدّٰرَءْتُمْ	تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے
مُخْرِجٌ	نکالنے والا
اِضْرِبُوْا	تم مارو
بِبَعْضِهَا	اس کا حصہ (گائے کا ٹکڑا)
يُحْيِ	وہ زندہ کرتا ہے، کرے گا
اَلْمَوْتٰى	مردے
يُرِىْ	وہ دکھاتا ہے
قَسَتْ	سخت (ہوگئے) ہوئی
اَلْحِجَارَةُ	پتھر، (الحجر کی جمع ہے)
اَشَدُّ قَسْوَةً	سخت ترین
يَتَفَجَّرُ	جاری ہوتا ہے
يَشَّقَّقُ	پھٹ پڑتا ہے، شق ہو جاتا ہے
اَلْمَاءُ	پانی

يَهۡبِطُ	گر پڑتا ہے
خَشۡيَةُ اللّٰهِ	اللہ کا خوف

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۴

بنی اسرائیل کا ایک دولت مند شخص جس کا نام عامیل تھا وہ قتل کر دیا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ اس بوڑھے کے بھتیجوں نے وراثت کے لالچ میں اس کو قتل کر دیا۔ لاش کو شہر کے دروازے پر پھینک آئے۔ صبح کو خود ہی شور مچانا شروع کر دیا اور خون کا بدلہ لینے کا دعویٰ کر دیا۔ بات اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب وہ لوگ ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے، جہالت عام تھی اس الزام کو ہر ایک نے اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا اور ایک دوسرے کے خلاف تلواریں لے کر نکل پڑے اور اس طرح شدید خانہ جنگی کا خطرہ بڑھ گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم موسی کے پاس چلتے ہیں اس کا دعوی ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرتا ہے اگر قاتل کا پتہ بتا دیتا ہے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر نہ بتایا تو موسی سے بھی ہماری جان چھوٹ جائے گی سب جمع ہو کر حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے اے موسی اگر تم اپنے اللہ سے قاتل کا نام پوچھ کر بتا دو تو ہم ایک بہت بڑی مصیبت سے چھوٹ جائیں گے۔ موسی علیہ السلام طور پر گئے، واپس آ کر انہوں نے کہا کہ ایک گائے ذبح کرو پھر اس گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے کو مرنے والے کے جسم سے لگاؤ وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا اور اپنے قاتل کا نام بتا دے گا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے یہ فرمایا تو بنی اسرائیل نے کہا، موسی کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو؟ ہم تم سے قاتل کا نام معلوم کر رہے ہیں اور تم ہمیں گائے ذبح کرنے کا مشورہ دے رہے ہو، حضرت موسیٰؑ نے کہا اللہ کی پناہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات بیان کرنے میں جاہلوں کی طرح مذاق کا انداز اختیار کروں گا، حضرت موسیٰؑ کے اس جواب سے وہ چپ ہو گئے۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ گائے کی پرستش کرتے تھے اگر گائے ذبح کرتے ہیں تو معبود کے گلے پر چھری پھرتی ہے اور اگر گائے ذبح نہیں کرتے تو قوم کی گردنیں کٹتی ہیں۔ اس کشمکش میں غالباً انہوں نے سوچا ہوگا کہ حضرت موسیٰؑ سے اس قدر سوالات کئے جائیں کہ بالآخر تھک ہار کر وہ کہہ دیں کہ اچھا گائے کے بدلے کوئی اور جانور ذبح کر لو۔ لیکن اللہ جو تمام انسانوں کی عقلوں کو پیدا کرنے والا ہے ان کی چالاکیوں سے عاجز تو نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ اب انہوں نے سوالات کرنا شروع کر دیئے اور حضرت موسیٰؑ ہر مرتبہ طور پر جاتے اور ان کے سوال کا جواب لے کر آتے، کبھی کہتے وہ آخر کیسی گائے ہونی چاہئے؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کی شکل وصورت کیسی ہو؟ وغیرہ انہوں نے اتنے سوالات کئے کہ حضرت موسیٰؑ کے تمام جوابات کے بعد وہ خود ہی مصیبت میں پھنس گئے ورنہ اگر پہلے ہی حکم کے بعد کسی بھی گائے کو ذبح کر لیتے تو ان کا مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔ اب ان تمام مخصوص نشانیوں کی گائے کا ملنا مشکل ہو گیا۔ ساری قوم ان نشانیوں والی گائے کو تلاش کر رہی تھی مگر وہ گائے نہ مل سکی۔ کسی طرح ان کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ایک گائے ہے جس میں یہی تمام خصوصیات موجود ہیں یہ سن کر بنی اسرائیل دوڑ پڑے۔ اس سلسلہ میں صاحب درمنثور حضرت وہب ابن منبہ سے روایت نقل کرتے

ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک اور متقی آدمی تھا اس کا ایک ہی لڑکا تھا، اس کے پاس صرف ایک ہی گائے کا بچہ تھا اس نے مرتے وقت اس گائے کے بچے کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے دعا کی۔ اے اللہ یہ گائے اور اپنا بیٹا میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ ہی سب کے کارساز ہیں۔ اللہ کے سپرد کر کے اس نے گائے کے بچے کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب یہ میرا لڑکا جوان ہو جائے تو وہ اللہ سے دعا کرے کہ وہ بچھیا میرے پاس آ جائے تو وہ آ جائے گی۔ یہ لڑکا جب بڑا ہوا تو خود بھی بڑا نیک لڑکا اور اپنی ماں کا بہت خدمت گزار تھا، ماں کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ محنت مزدوری کر کے جو بھی کما کر لاتا اس میں سے ایک تہائی خیرات کرتا، ایک تہائی خود خرچ کرتا اور ایک تہائی مال ماں کو دے دیا کرتا تھا۔ ماں نے یہ تاکید کی کہ اس گائے کو اس وقت تک نہ فروخت کرنا جب تک مجھ سے نہ پوچھ لو۔ بنی اسرائیل تلاش کرتے ہوئے اس لڑکے تک پہنچ گئے، اور گائے خریدنے کے لئے کہا لڑکے نے کہا میں جب تک اپنی ماں سے نہ پوچھ لوں اس وقت تک یہ گائے فروخت نہ کروں گا۔ چنانچہ یہ اس کی ماں کے پاس پہنچے تو اس نے کہا اگر تم اونٹ کی کھال بھر کر سونا دیتے ہو تو میں فروخت کرتی ہوں ورنہ نہیں۔ بنی اسرائیل مجبور تھے۔ منہ مانگی قیمت ادا کی، گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگایا۔ مقتول نے اٹھ کر قاتل کا نام بتا دیا اور پھر وہ دوبارہ مر گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بات ثابت کر دی کہ معبود وہ نہیں ہے جس کے گلے پر چھری پھر جائے بلکہ معبود وہ ہے جس کے حکم سے چھری گائے کے گلے پر چلائی جا رہی ہے۔

اس واقعہ کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بنی اسرائیل کے دلوں میں نرمی اور گداز پیدا ہوتا اس کے برخلاف اتنے بڑے احسان اور کرم کے بعد بھی ان کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو گئے۔ اس واقعہ سے چند نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں جو بنی اسرائیل کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے اور اس سورت کا نام رکھے جانے کا سبب بھی ہے۔

(۱) جو چیز اللہ کے سپرد کی جاتی ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۲) جو بھی قتل ناحق کیا جاتا ہے وہ لاکھ چھپانے سے بھی چھپ نہیں سکتا اسی طرح جو لوگ دوسروں پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں وہ بات بھی چھپی نہیں رہتی بلکہ ایک دن آتا ہے جب تمام رازوں سے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔

(۳) ماں باپ کی اطاعت آخرت میں نجات کا باعث ہے وہیں دنیا میں بھی خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

(۴) وہی بات پوچھنی چاہئے جو انسان کو دنیا و آخرت میں فائدہ دینے والی ہو۔ بے تکے سوالات اور الٹی سیدھی باتیں کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے اس سے انسان خود ہی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کو پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ اسی طرح تمام مرے ہوئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دے گا اور ان سے ان کے اعمال کا پورا پورا حساب لے گا۔

(۶) کسی جرم کے ساتھ جب حیلہ بازی، کٹ حجتی، ڈھٹائی اور جسارت بھی شامل ہو جائے تو ایسے مجرموں کے

دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو جایا کرتے ہیں جس کے بعد نیکی اور تقویٰ کے بڑھنے کی صلاحیت اندر ہی اندر بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

(۷) انسان اگر اپنے آپ کو بگاڑ لیتا ہے تو آہستہ آہستہ اللہ کے قانون کے مطابق ان تمام صلاحیتوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اللہ نے اس کے اندر رکھ دی ہیں۔ پتھر سخت سے سخت ہو کر بھی پتھر ہی رہتا ہے۔ اس کے اندر پانی کے چشمے جاری ہونے کی صلاحیت اگر قدرت نے رکھی ہے تو اس سختی کے باوجود یہ چیز اس کے اندر باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر انسان کا دل اخلاقی بیماریوں کی وجہ سے سخت ہو جائے تو اس کے دل کے تمام سوتے بالکل خشک ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ بگڑ جاتا ہے اس کو (اللہ کے سو) اساری دنیا مل کر بھی سنوار نہیں سکتی۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

کیا پھر تم ان سے امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مانیں گے؟ حالانکہ ان میں سے بہت سے لوگ تو وہ ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر بھی جان بوجھ کر اس کو بدل ڈالتے ہیں۔ جب کہ وہ جانتے ہیں (کہ وہ برا کر رہے ہیں)

جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں جو باتیں اللہ نے تمہارے اوپر (تمہاری کتاب میں) کھول دی ہیں وہ ان کو کیوں بتا دیتے ہو کیا تم اتنا نہیں سمجھتے ہو کہ وہ اس کے ذریعہ تمہارے رب کے سامنے (قیامت کے دن) تمہیں جھٹلائیں گے

فرمایا کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپا رہے ہیں اور جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں اسے اللہ خوب جانتا ہے (دوسری جماعت وہ ہے) جو کتاب الٰہی کا کوئی علم نہیں رکھتی وہ محض خیالی آرزوؤں اور تمناؤں میں لگی ہوئی ہے۔ تباہی و بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑا سا دنیاوی فائدہ حاصل کرلیں۔ ہلاکت و بربادی ہے ان کے لئے (اس تحریف و تبدیلی کی وجہ سے) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور بڑی خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی کی بدولت جو وہ کما رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

اَفَتَطْمَعُوْنَ	کیا پھر تم توقع رکھتے ہو۔ (ا، کیا، ف، پھر تطمعون، تم توقع رکھتے!)
اَنْ يُّؤْ مِنُوْا	یہ کہ وہ ایمان لائیں گے
فَرِيْقٌ	ایک جماعت
يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
يُحَرِّفُوْنَ	وہ بدل ڈالتے ہیں
عَقَلُوْهُ	جس کو انہوں نے سمجھ لیا

اَتُحَدِّ ثُوْ نَھُمْ	کیا تم ان کو بتا دیتے ہو۔(ا، کیا، تحدثون، تم بتاتے ہو، ھُم، ان کو)
فَتَحَ اللّٰهُ	اللہ نے کھول دیا
لِيُحَاجُّوْ كُمْ	تا کہ وہ تم سے جھگڑیں۔(ل، تا کہ یحاجون، وہ جھگڑیں، کم، تم سے)
يُسِرُّوْنَ	وہ چھپاتے ہیں
تُعْلِنُوْنَ	وہ اعلان کرتے ہیں، ظاہر کرتے ہیں
اُمِّيُّوْنَ	جاہل، ان پڑھ، (امی، ان پڑھ)
اَمَانِيُّ	تمنائیں (اُمْنِيَّةٌ کی جمع ہے)
يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں
وَيْلٌ	بربادی، تباہی
يَكْتُبُوْنَ	وہ لکھتے ہیں
يَقُوْلُوْنَ	وہ کہتے ہیں
لِيَشْتَرُوْا	تا کہ وہ خرید لیں، حاصل کر لیں
كَسَبَتْ	کمایا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

ان آیتوں میں یہودی منافقین کے دو گروہوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے، ان میں ایک گروہ تو وہ ہے جس کا کام اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی مخالفت اور دین اسلام کے خلاف سازشیں کرنا ہے، دوسرا وہ گروہ ہے جو ان پڑھ اور جاہل ہے۔ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ توریت کا تو کوئی علم رکھتے ہی نہیں، بعض رسموں کو ادا کر کے من گھڑت خیالات، آرزوؤں اور تمناؤں کے کھلونوں سے کھیلتے رہتے ہیں، اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ان جاہل اور خوش عقیدہ لوگوں کے سامنے وہ اپنے ہاتھوں سے توریت میں تبدیلی کر کے طرح طرح کی بے سروپا باتیں بتاتے ہیں تا کہ ان سے مالی فائدے حاصل کر سکیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنے ہاتھوں سے جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور لوگوں کی کم علمی اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر ان کی دولت بٹورتے ہیں ان کی یہ سازشیں اور کمائی ان کے لئے آخرت کا بدترین عذاب ہے۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی نہیں آپ کہیے کیا تم نے اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے کہ اب وہ اپنے وعدے کے خلاف کرے گا ہی نہیں، تم اللہ پر ایسی باتیں کیوں گھڑتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں۔

جی ہاں کیوں نہیں، جنہوں نے کوئی برائی کمائی اور ان کے گناہوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہی جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہی جنت والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

لَنْ تَمَسَّنَا	ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی
اَيَّامٌ مَّعْدُوْدَةٌ	چند دن (یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ گنے چنے چند دن جہنم میں رہیں گے)
اِتَّخَذْتُمْ	تم نے بنالیا ہے

لَنْ يُّخْلِفَ	وہ ہرگز خلاف نہ کرے گا
اَمْ تَقُوْلُوْنَ	یا تم کہتے ہو؟
بَلٰى	کیوں نہیں، جی ہاں
سَيِّئَةٌ	گناہ، برائی
اَحَاطَتْ	اس نے گھیر لیا
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	جنت والے

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہود کا یہ خیال تھا کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے۔ ہر ہزار سال کے بدلے ہم لوگ ایک دن دوزخ میں رہیں گے اور سات دن سے زیادہ ہمیں عذاب نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے چالیس دن تک بچھڑے کی پرستش کی تھی، اس لئے چالیس دن تک ہم آگ میں رہیں گے اس کے بعد جنت کی تمام راحتیں ہمارے لئے ہوں گی۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا دوزخی کون لوگ ہیں؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ تھوڑے دن تو ہم جہنم میں رہیں گے اس کے بعد تم ہماری جگہ پر بھیج دیئے جاؤ گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم جھوٹے ہو، ہم تمہاری جگہ نہ جائیں گے بلکہ تم ہی ہمیشہ ہمیشہ اس دوزخ میں جلتے رہو گے۔ اسی طرح کی بہت سی روایات ہیں جو احادیث میں آتی ہیں۔ بہرحال یہودیوں نے اسی طرح کی بے سروپا باتیں اپنے لوگوں کو سکھا رکھی تھیں، جس کے سہارے وہ بہت سی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کسی کی میراث نہیں ہے یہ تو درحقیقت ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ حاصل ہوگی اللہ نے کسی کو جنت کا ٹھیکہ نہیں دیا ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائیں گے اور عمل صالح کی روش اختیار کریں گے وہ اس جنت کے وارث ہوں گے لیکن جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کی روش کو چھوڑ دیا ہے یقیناً ایسے لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط
ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ
مِّنْ دِيَارِهِمْ ز تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ
يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ
مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس بات کا پکا وعدہ لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی

بندگی نہ کروگے۔ماں باپ، رشتہ داروں بے باپ کے بچوں، اور ضرورت مندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کروگے۔لوگوں سے بھلی اور بہتر بات کروگے۔نماز قائم کروگے اور زکوۃ دیتے رہوگے، مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا اکثر اس عہد کی پابندی سے پھر گئے اور تم ہو ہی (اقرار کرکے) منہ پھیرنے والے۔

یاد کرو جب ہم نے تم سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالنا، تم نے اس کا اقرار کیا تھا جس پر تم خود ہی گواہ بھی ہو۔ پھر تم اس کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے ہو، اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور گناہ وظلم کے ساتھ اپنوں کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے ہو اور جب وہ قیدی بنا کر تمہارے پاس لائے جاتے ہیں تو ان کا بدلہ (فدیہ) دے کر چھڑواتے ہو جب کہ ان کا نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا۔کیا تم اللہ کی کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہو کر رہیں گے اور آخرت میں وہ سخت سزا کے مستحق بن جائیں گے۔ بہر حال جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ غافل نہیں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی خرید لی ہے۔لہذا ان کی سزا میں نہ تو کمی کی جائے گی اور نہ ان کو کہیں سے کوئی مدد پہنچے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

لَاتَعْبُدُوْنَ	تم عبادت نہ کروگے
اِحْسَانٌ	اچھا برتاؤ بہتر معاملہ
ذِی الْقُرْبٰی	رشتہ دار
یَتٰمٰی	(یتیم) بے باپ کے بچے
حُسْنٌ	اچھی بات، بھلائی کی بات
تَوَلَّیْتُمْ	تم پلٹ گئے

مُعْرِضُوْنَ	منہ پھیرنے والے
لَا تَسْفِكُوْنَ	تم نہ بہاؤ گے
دِمَاءُ كُمْ	اپنوں کے خون
دِيَارٌ	گھر
اَقْرَرْتُمْ	تم نے اقرار کیا
تَشْهَدُوْنَ	تم گواہ ہو
هٰؤُلَآءِ	وہی (تم ہو)
تَظٰهَرُوْنَ	تم چڑھائی کرتے ہو، چڑھ کر جاتے ہو
اَلْاِثْمُ	گناہ
اَلْعُدْوَانُ	زیادتی، ظلم
اُسٰرٰى	(اسیر) قیدی
تُفَادُوْهُمْ	تم ان کا فدیہ دیتے ہو، بدلہ دیتے ہو
مُحَرَّمٌ	حرام کردیا گیا
اَفَتُؤْمِنُوْنَ	کیا پھر تم ایمان لائے ہو (ا، کیا، ف، پھر، تومنون، تم ایمان لائے ہو)
مَاجَزَاءُ	کیا بدلہ ہے، کیا سزا ہے
خِزْيٌ	رسوائی
يُرَدُّوْنَ	وہ لوٹائے جائیں گے
اَشَدُّالْعَذَابِ	سخت عذاب
اِشْتَرَوْا	انہوں نے خرید لیا
اَلضَّلَالَةُ	گمراہی
لَايُخَفَّفُ	کمی نہ کی جائے گی
لَايُنْصَرُوْنَ	مدد نہ کیے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

بنی اسرائیل جن کی پوری تاریخ عہد شکنیوں اور وعدہ خلافیوں سے بھری ہوئی ہے ان آیات میں ان کو اپنے عہد کی پابندی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ یہودیہ اور اسرائیل کی الگ الگ ریاستیں قائم ہونے کے بعد دونوں گروہوں میں انتقام لینے اور مخالفت کرنے کا یہ عجب بھونڈا طریقہ رواج پا گیا تھا کہ دونوں ایک ہی کتاب پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک طاقتوں کو ابھار کر اپنے مخالف یہودیوں پر چڑھائی کراتے۔ باہمی جنگ میں جب دشمنوں کے ہاتھوں ان کے اپنے لوگ قید ہو کر آتے تو یہ کہہ کر ان کے لئے بڑی بڑی رقمیں فدیہ میں دے کر چھڑاتے کہ اپنوں کو فدیہ دے کر چھڑانا ہمارا قومی اور مذہبی فریضہ ہے اور اس کا حکم ہمیں توریت میں دیا گیا ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اپنوں کو قتل کرانا، ان کو بستیوں سے نکلوانا اور در بدر کی ٹھوکریں کھلوانا تو ان کے نزدیک کوئی گناہ کی بات نہ تھی مگر لوگوں پر قوم پرستی کی دھونس جمانے کے لئے فدیہ دینا ان کو چھڑوانا اور اس کے لئے اللہ کی آیات کا سہارا لینا افسوس ناک ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو اپنی خواہشات نفس کا کھلونا بنا رکھا تھا۔ جو بات ان کی خواہش نفس کے مطابق ہوتی اس پر عمل کر لیتے لیکن جس بات میں ان کے نفس پر ضرب پڑتی اسے چھوڑ دیتے۔

قرآن کریم کے نازل ہونے کے وقت سارے عرب میں اور یثرب میں خصوصاً باہمی جنگیں اور حریفانہ کشمکش بڑی شدت سے جاری تھی۔ یثرب یعنی مدینے میں رہنے والے کچھ قبیلے تو مشرک اور کچھ یہودی تھے۔ اوس اور خزرج دو مشرکانہ عقیدہ رکھنے والوں کے قبیلے تھے جن کی آپس کی جنگیں عرب کی تاریخ میں بڑی طویل اور بڑی مشہور ہیں۔ یہودیوں کے قبیلوں کا نام بنو قریظہ اور بنو نضیر تھا۔ ان دونوں قبیلوں کی ایک کتاب اور ایک مذہب ہونے کے باوجود شدید دشمنیاں چل رہی تھیں۔ جب اوس و خزرج کی آپس میں جنگیں ہوتیں تو بنو قریظہ اوس کے ساتھ اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ حلیف اور ساتھی بن کر جنگ کرتے، اس طرح دشمنوں اور مشرکوں سے مل کر یہودی آپس ہی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے جنگ ختم ہونے کے بعد جو یہودی گرفتار ہو کر آتے تھے تو پھر توریت کی دھائی اور اللہ کے احکامات کا سہارا لیتے ہوئے بڑی بڑی رقمیں لے کر پہنچتے اور اپنے قبیلے کے یہودیوں کو جنگی قید سے آزاد کراتے۔ یہ کہہ کر فدیہ دیتے کہ یہ تو ہمارا قومی اور ملی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا ہے کہ اپنے ہی ہم مذہب بھائیوں کو قتل کرانا، ان پر مشرکوں کو چڑھا کر لیجانا، انہیں وطن سے بے وطن کرانا اور در بدر کی ٹھوکریں کھلوانا کیا اس کو توریت میں حرام قرار نہیں دیا گیا؟ حریفانہ کشمکش میں تو تم اس بات کو بھول جاتے ہو اور دنیا کو دکھانے کے لئے صرف فدیہ دے کر چھڑانے کی آیات تمہیں یاد رہتی ہیں۔ بعض آیات کا انکار اور بعض آیات پر ایمان یہ تو کھلی ہوئی منافقت اور کفر ہے۔ اس رکوع کی آیات میں بنی اسرائیل کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے، حسن اخلاق، نظام صلوۃ و زکوۃ قائم کرنے کا جو عہد کیا تھا اس کو پورا کرو تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اس عہد کا لحاظ کرو ورنہ تمہیں دنیا کی زندگی میں تو رسوائی اور ذلت سے واسطہ پڑے گا ہی لیکن تم اس طرح آخرت کے عذاب کے بھی مستحق بن جاؤ گے، جس سے دنیا و آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اور بلا شبہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ایک کے بعد دوسرا رسول بھیجتے رہے اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات دیئے اور روح القدس (جبرائیل) کے ذریعہ ان کو قوت و طاقت دی۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لے کر آیا جو تمہاری خواہشات نفس کے خلاف تھا تو تم نے سرکشی ہی اختیار کی۔ ایک جماعت کو تم نے جھٹلا دیا اور ایک جماعت (انبیاء) کو تم نے قتل کیا (اور اب فخر کرتے ہوئے) کہتے ہو کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر یہ اللہ کی لعنت ہے۔ اس لئے کہ وہ بہت تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اٰتَيْنَا — ہم نے دیا

قَفَّيْنَا — ایک کے بعد دوسرے کو ہم نے بھیجا

اَيَّدْنَاهُ — ہم نے اس کو قوت دی

رُوْحُ الْقُدُسِ	جبرئیل (پیغمبروں پر وحی لانے والا فرشتہ)
اَفَكُلَّمَا	کیا پھر ایسا نہیں ہوا کہ جب کبھی بھی
لَا تَھْوٰی	پسند نہ تھا، خواہش نہ تھی
كَذَّبْتُمْ	تم نے جھٹلایا
غِلَافٌ	غلاف، (محفوظ رکھنے کی چیز)
لَعَنَ	لعنت کی، لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دوری

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے نظام کو درست رکھنے کے لئے پاکیزہ نفس پیغمبروںؑ کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مسلسل ایک کے بعد ایک ہزاروں کی تعداد میں بھیجا تا کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کی مسیحائی کرتے رہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام گمراہ انسانوں کو اللہ کے احکامات، کھلی نشانیوں اور معجزات کے ذریعہ راہ مستقیم پر چلاتے رہے۔ وہ دل جن میں سچائی قبول کرنے کی اہلیت وصلاحیت تھی انہوں نے ہر معقولیت کو قبول کیا۔ لیکن وہ جنہوں نے اپنے دلوں پر حق بات کو نہ سمجھنے کی مہریں لگا رکھی تھیں فخر سے کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر کسی کی سچی بات کا اثر نہیں ہوتا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اللہ نے فرمایا کہ یہ فخر کی بات نہیں بلکہ اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے جو ان کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی مگر وہ اس لعنت کو بھی اپنے لئے رحمت سمجھتے تھے۔ یہی لوگ ہمیشہ اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے انکار کرتے ان کی توہین کرتے اور حضرت یحیٰؑ اور حضرت زکریا علیہم السلام جیسے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنا اپنا کارنامہ سمجھتے تھے ان پیغمبروں کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی تشریف لائے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدائشی اندھوں کو آنکھیں، کوڑھیوں کو شفاء، مردوں کو زندگی اور غیب کی باتیں بتا کر کھلے معجزات دکھائے مگر پھر بھی یہودیوں نے نہ صرف یہ کہ ان کی تعلیمات کو جھٹلایا بلکہ ان سے شدید دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ کبھی وہ ان کو جادوگر کہتے اور کبھی کہتے کہ شیطان اور بھوتوں کا سردار بعل زبول ان کی مدد کرتا ہے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کی مدد بعل زبول نہیں بلکہ وہی جبرئیل ان کی تائید اور حفاظت کرتے تھے جنہوں نے اللہ کے حکم سے تمام انبیاء کرام کی تائید اور حفاظت کی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے لئے اصل چیز ان کی اپنی خواہش تھی، اسی خواہش نفس کے خلاف جو بھی بات کہی جاتی اس کو وہ رد کرنا اپنا قومی فریضہ سمجھتے تھے۔ اور یہی ان کے لئے اللہ کی سب سے بڑی لعنت رہی ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ
وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ
فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ
اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ
قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۹تا۹۳

اور جب اللہ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو ان کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے (تو وہ انکار کرنے لگے) حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جب ان کے پاس وہ آ گیا جسے وہ پہچان بھی چکے ہیں تو اب اس کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ کتنی بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا۔ محض اس ضد پر کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا اپنے فضل و کرم سے (اس کتاب ہدایت کو) نازل کر دیا۔ یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق بن گئے ان منکرین حق کے لئے سخت ذلت والا عذاب ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس پر تو ہم ایمان رکھتے ہیں لیکن جو اس کے علاوہ ہے اس کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے، اگر تم واقعی مومن ہو تو اس سے پہلے انبیاء کو قتل کیوں کرتے تھے؟ موسیٰ تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے پھر بھی تم نے بچھڑا کیوں بنا لیا تھا؟ تم بہت ہی ظالم لوگ ہو۔

یاد کرو جب ہم نے کوہ طور کو تمہارے اوپر لٹکا کر تم سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس کی سختی سے پابندی کرو، غور سے سنو۔ تم نے کہا کہ ہم نے سن تو لیا ہے مگر ہم مانیں گے نہیں اور بچھڑے کی محبت میں تم دیوانے ہو گئے تھے۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہیے کیا یہی تمہارا ایمان ہے؟ اگر یہ ایمان ہے تو کتنا برا ایمان ہے جو تمہیں ایسی حرکتیں کرنے کا حکم دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۹تا۹۳

یَسْتَفْتِحُوْنَ	وہ فتح مانگتے تھے
عَرَفُوْا	انہوں نے پہچان لیا
بِئْسَمَا	وہ برا ہے
بَغْیٌ	ضد

مُهِينٌ	ذلیل ورسوا کرنے والا
وَرَاءٌ	سوا، پیچھے
اَلْعِجْلُ	بچھڑا
رَفَعْنَا	ہم نے بلند
اِسْمَعُوْا	تم سنو
سَمِعْنَا	ہم نے سن لیا
عَصَيْنَا	ہم نے نافرمانی کرلی، نہیں مانا
اُشْرِبُوْا	رچ بس گیا (پلا دیا گیا)

تشریح: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۳

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید سے متعلق یہودیوں کی کتابوں میں بہت سی پیشین گوئیاں اور نشانیاں بتادی گئی تھیں اسی لئے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کا بڑی شدت اور بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔ جب کبھی ان کی کفار اور مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اپنے لوگوں کو تسلی دیتے اور اللہ سے دعا کرتے "الٰہی! ہم تجھے تیرے آخری نبی کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ جس نبی کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اس کو جلد از جلد ہماری مدد کے لئے بھیج دیجئے تاکہ ہم کفار پر فتح و نصرت حاصل کرسکیں۔" یہودیوں کو اپنی قوم کی برتری کا ہمیشہ سے گھمنڈ رہا ہے اس لئے ان کو کامل یقین تھا کہ وہ آخری نبی ان ہی میں سے ہوگا اسی لئے کبھی کبھی وہ بڑے ناز سے کہا کرتے تھے جس کا جی چاہے وہ ہم پر ظلم و ستم کرلے مگر جب وہ آخری نبی آجائے گا تو ہمیں غلبہ اور عروج و ترقی نصیب ہوگا، اس کے بعد ہم ایک ایک سے بدلہ لیں گے...... یہ تھیں یہودیوں کی وہ تمنائیں اور آرزوئیں جن کے سہارے وہ جی رہے تھے۔

لیکن جب وہ آخری نبی (ﷺ) آگئے، اور آپ کی سیرت کردار اور کمالات سے تمام پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوگئیں جو توریت میں موجود تھیں اور یہودیوں نے بھی آپ کو تمام علامتوں سے پہچان لیا۔ محض اس ضد، ہٹ دھرمی اور حسد کی وجہ سے انکار کردیا کہ وہ نبی ہمارے اندر سے کیوں نہ ہوا۔ جب ان کو قرآن مجید کی سچی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے ایک ایسے کلام کو بھی ماننے سے انکار کردیا جس کا یہ چیلنج تھا کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ اس قرآن کو کسی نے گھڑ لیا ہے تو تم اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ۔ اس قرآن عظیم کا یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہم تو صاحب ایمان ہیں، توریت کی موجودگی میں کسی اور

کتاب یا نبی پر ایمان لائیں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر واقعی تم صاحب ایمان رہے ہو اور آج بھی ہو تو تم یہ بتاؤ کہ وہ اللہ کے پیغمبر جو تمہاری کتاب توریت کی تصدیق کے لئے آئے تھے تم نے ان کو کیوں قتل کر دیا تھا حضرت موسیٰؑ کی موجوگی میں تم نے بچھڑا بنا کر اس کی عبادت کیوں کی تھی۔ جب تمہارے سروں کے اوپر کوہ طور کو لٹکا کر تم سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ دیکھو اس عہد پر مضبوطی سے جمے رہنا لیکن پھر تم اس عہد پر قائم نہ رہے اگر واقعی تمہارا ایمان حق پرستوں کے قتل، بچھڑے کی عبادت اور عہد شکنیوں کا حکم دیتا ہے تو یہ ایمان بڑا بدترین ہے، تمہیں اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کرنا چاہیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اگر تم حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو یقیناً تم دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے محروم رہو گے اور تمہارا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہو جائے گا جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو نہ مان کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی تھی۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ع ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر سوائے تمہارے کسی اور کے لئے نہیں ہے، اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے اعمال کے سبب جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں موت کی تمنا ہرگز نہ کریں گے۔ اے نبی ﷺ آپ ان

کو زندگی کے بارے میں زیادہ لالچی پائیں گے بلکہ مشرکوں سے بھی زیادہ۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہو جائے۔ لیکن اگر عمر زیادہ ہو بھی جائے تو ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ	آخرت کا گھر، (جنت)
خَالِصَةٌ	خالص۔ (جس میں کوئی شریک نہ ہو)
تَمَنَّوُا	تم تمنا کرو
لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ	وہ اس کی ہر گز تمنا نہ کریں گے
اَبَدًا	ہمیشہ (کبھی بھی)
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا
اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھ
تَجِدَنَّ	تو ضرور پائے گا
اَحْرَصُ النَّاسِ	لوگوں میں زیادہ لالچی
اَلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا	جنہوں نے شریک کیا
يَوَدُّ	پسند ہے
اَحَدُهُمْ	ان میں سے ہر ایک کو
يُعَمَّرُ	زیادہ بڑی عمر ہو جائے
مُزَحْزِحٌ	بچانے والا، چھٹکارا دلانے والا

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

دنیا پرست یہودی جہاں اپنے آپ کو اللہ کے بیٹے اور محبوب سمجھ کر گھمنڈ رکھتے تھے وہیں ان کا خیال تھا کہ آخرت میں

تمام فضل وانعام اور وہاں کی راحتوں کے وہ تنہا حق دار ہیں جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا اگر تمہیں اس بات پر فخر وناز ہے کہ تم ہی اللہ کے محبوب بیٹے ہو (نعوذ باللہ) اور آخرت کی زندگی کی راحتیں بھی تمہارے ہی لئے ہیں تو پھر اس دنیا کی مصیبتیں کیوں جھیل رہے ہو۔ موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ یہ زندگی ہی تو جنت کی راحتوں میں آڑ اور رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ موت کی تمنا تو کیا کریں گے یہ اہل کتاب تو دنیا کی طویل زندگی کی تمنا میں ان مشرکوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد شکنیوں، بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی انتہا کردی ہے وہ آخرت کی تمنا کیسے کرسکتے ہیں؟ اگر ان کو اس بات کا یقین ہوتا کہ جنت کی راحتیں ان کے سوا کسی کو نہیں ملیں گی تو یہ اس دنیا کی زندگی کے لئے ہزار سال کی عمر کی تمنا نہ کرتے، فرمایا اگر ان کی اتنی لمبی عمریں بھی ہو جائیں تو کیا وہ اللہ کے اس عذاب اور سزا سے بچ سکتے ہیں جو ان کے لئے مقدر کردیا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ
عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ
رُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا

كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۗ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

(اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں سے جو جبرئیل کے دشمن ہیں کہہ دیجئے کہ بے شک وہ تو اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر یہ کلام اتارتا ہے۔ وہ کلام جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔ اور یہ قرآن مومنوں کے لئے رہنما اور خوشخبری ہے۔

جو اللہ، اس کے فرشتوں، رسولوں، جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ ان کافروں کا دشمن ہے اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر اپنی کھلی ہوئی نشانیاں نازل کی ہیں جن کا انکار وہی کر سکتے ہیں جو نافرمان ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان ہی میں سے ایک جماعت نے اس عہد کو توڑ دیا بلکہ اکثر اس پر یقین ہی نہیں رکھتے۔

اور جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول اس کی تصدیق کرتا ہوا آیا جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب ہی میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے اس طرح پھینک دیا جیسے وہ اسے جانتے ہی نہیں۔ اور اس کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمانؑ نے یہ کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور اس کے پیچھے پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ دونوں جب بھی کسی کو کچھ سکھاتے تو یہ ضرور کہتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے لئے ہیں تم تو کفر نہ کرو۔ مگر وہ لوگ ان دونوں سے وہی سیکھتے تھے جو شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔ حالانکہ وہ لوگ اس جادو کے ذریعہ سے کسی کو بھی اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، یہ وہ چیزیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور ان کو نفع دینے والی نہیں تھیں۔ اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس نے جادو سیکھا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ کتنی بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ کاش وہ اس کو سمجھتے۔

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو انہیں اللہ کے ہاں زیادہ بہتر بدلہ ملتا، کاش کہ وہ اس کو جانتے ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

عَدُوٌّ — دشمن

قَلْبٌ — دل

بُشْرٰی — خوش خبری

عٰهَدُوْا — انہوں نے وعدہ کیا

نَبَذَ — پھینک دیا

اُوْتُوا الْكِتٰبَ — کتاب دی گئی (اہل کتاب)

ظُهُوْرٌ — (ظہر) پیٹھ

كَاَنَّهُمْ	گویا کہ وہ سب
تَبِعُوْا	انہوں نے پیروی کی، پیچھے لگے
مُلْكٌ	سلطنت، حکومت
اَلسِّحْرُ	جادو
بَابِلٌ	ایک شہر کا نام
مَايُعَلِّمَانِ	وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے
فِتْنَةٌ	آزمائش
يُفَرِّقُوْنَ	جدائی ڈالتے ہیں
اَلْمَرْءُ	مرد
زَوْجٌ	بیوی
بِضَآرِّيْنَ	نقصان پہنچانے والے

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

انسان جب بغض و حسد، ضد اور فرقہ پرستی کے جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر وہ سامنے کی معمولی سی بات کو بھی سمجھنے کی اہلیت کھو بیٹھتا ہے۔ یہودیوں نے اپنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت اور ضد میں یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ پر تو ایمان لے آتے ہمارے لئے رکاوٹ یہ ہے کہ آپ کے پاس جبرئیل فرشتہ آتا ہے جس سے ہماری دشمنی ہے۔ یہی فرشتہ تھا جس کی وجہ سے بہت سی مرتبہ ہمارے اوپر آفتیں آئی ہیں۔ اگر میکائیل وحی لے کر آتے تو ہم ایمان لانے پر غور بھی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل تو اللہ کے حکم سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر میرا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں، کیا موسیٰ پر کوئی اور فرشتہ وحی لے کر نازل ہوا تھا؟ بات یہ ہے کہ تم جبرئیل کو نہیں بلکہ اللہ کا اس کے رسولوں کا انکار کر رہے ہو۔ فرمایا اے نبی ﷺ آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ جو بھی اللہ کا اس کے رسولوں کا فرشتوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

فرمایا گیا کہ آج اگر یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے اس

سے پہلے انہوں نے بہت سے انبیاء پر الزامات لگا کر بڑی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم نے تو جادو حضرت سلیمانؑ سے سیکھا ہے اور حضرت سلیمانؑ آخری عمر کے حصے میں توحید کو چھوڑ کر اپنی مشرک بیویوں کے جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے لگے تھے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفر سلیمانؑ نے نہیں کیا اور نہ انہوں نے جادو جیسی حرام چیز کسی کو سکھائی دوسری بات یہ ہے کہ ہاروت ماروت دو فرشتے جو انسانی شکلوں میں بابل کے لوگوں کی آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے بنی اسرائیل ان سے ایسے ایسے جادو سیکھنے کی خواہش رکھتے تھے کہ جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ہو جائے اور یہ اس کو ہتھیالیں۔ حالانکہ ہاروت و ماروت کوئی بات بھی سکھانے سے پہلے ان کو اس سے آگاہ کر دیا کرتے تھے کہ دیکھو تم یہ چیزیں نہ سیکھو جو تمہاری آخرت کو برباد کرنے والی ہیں۔ ہم تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں مگر وہ لوگ ایسی چیزیں سیکھا کرتے تھے جو ان کو نفع کم اور نقصان زیادہ دینے والی تھیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کاش یہ لوگ ان جہالتوں کے بجائے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے تو شاید ان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی بھلائیاں نصیب ہو جاتیں اور وہ اللہ کے ہاں بہتر درجہ پاتے لیکن انہوں نے ہمیشہ غلط راستے اور الزامات کی روش کو اختیار کیا۔ جو یقیناً ان کی دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی برباد کرنے والی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ
قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾
مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ
اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ
بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

اے ایمان والو! تم ''راعنا'' مت کہا کرو''انظرنا'' کہو اور غور سے سنا کرو۔ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر ہیں ان کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ کوئی بھلائی کی بات تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے اوپر نازل کی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے وہ بڑے ہی فضل والا ہے۔

ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں (اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ) اس کے برابر یا اس سے بہتر آیت بھیج دیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

لَا تَقُوْلُوْا — تم نہ کہو

اُنْظُرْنَا — ہماری طرف دیکھیے

یَخْتَصُّ — خاص کرتا ہے

ذُو الْفَضْلِ — فضل و کرم والا

مَا نَنْسَخْ — ہم منسوخ نہیں کرتے

نُنْسِ — ہم بھلا دیتے ہیں

نَاْتِ — ہم لے کر آتے ہیں

اَلَمْ تَعْلَمْ — کیا تو نہیں جانتا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

''راعنا'' کے معنی ہیں۔ ''ہماری رعایت کیجئے'' یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو یا بات تو سمجھ میں آرہی ہو مگر سننے والا اس کی مزید وضاحت چاہتا ہو۔ لیکن اگر اسی لفظ کو ذرا زبان دبا کر ''راعینا'' کہا جائے تو پھر اس کے معنی ہوتے ہیں ''ہم میں سے بے وقوف'' ''ہمارا چرواہا'' وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اے ایمان والو! تم راعنا مت کہا کرو کیونکہ اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں جس میں ایک پہلو ہمارے پیارے نبی ﷺ کے لئے توہین آمیز بھی ہے۔ بات یہ تھی کہ بعض یہودی اپنی منافقانہ ذہنیت کی تسکین کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے اور بار بار ''راعنا راعنا'' کہتے حالانکہ وہ زبان دبا کر ''راعینا راعینا'' کہتے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا، دلی بغض و حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا اور اللہ کے رسول کو دوسروں کی نظروں میں ذلیل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ تم رسول کی ہر بات کو پوری توجہ اور غور سے سنو لیکن اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو راعنا کے بجائے انظرنا کہا کرو جس کے معنی ہیں ''ہماری طرف توجہ فرمائیے'' اس سے مخلصین اور منافقین کا فرق بھی واضح ہو جائے گا اور توہین رسول کے ادنیٰ شائبہ سے بھی بچا جا سکے گا۔ فرمایا مشرکین اور اہل کتاب کو یہ بات ایک نظر نہیں بھاتی کہ تمہیں کوئی بھی خیر کی بات پہنچے حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے خیر اور بھلائی کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اس کائنات میں جو بھی تبدیلی کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے کسی کو رکھے یا مٹا دے یہ کائنات اس کی ہے اس کو پورا اختیار ہے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا
سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ
اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

الثلثة

۱۳ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے بھی وہ سوالات کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے (یادرکھو) جو کوئی بھی ایمان کے بدلے کفر کا سودا کرتا ہے۔ یقیناً وہ شخص سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے اہل کتاب میں سے اکثر دلی بغض وحسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر سے کفر کی طرف دھکیل دیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح ہو چکا ہے۔ تم ان سے اس وقت تک درگزر کرو جب تک اللہ کی طرف سے ان کے حق میں کوئی فیصلہ نہ آجائے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تم نماز قائم کرو، زکوۃ دیتے رہو، تم جو بھی بھلائی کے کام اپنے لئے کرو گے، اس کو اللہ کے پاس موجود پاؤ گے۔ بلاشبہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک وہ عیسائی یا

یہودی نہ ہو فرمایا یہ ان کی محض تمنائیں ہیں۔ کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اس کا کوئی ثبوت لے کر آؤ۔ ہاں کیوں نہیں، جس نے اپنی گردن اللہ کے لئے جھکا دی اور وہ نیک کام کرنے والا بن گیا تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے، ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

اَمْ	کیا
تُرِيْدُوْنَ	تم چاہتے ہو
اَنْ تَسْئَلُوْا	یہ کہ تم سوال کرو
سُئِلَ	پوچھا گیا
تَبَدَّلَ	تبدیل کرے
ضَلَّ	بھٹک گیا
سَوَاءُ السَّبِيْلِ	سیدھا راستہ
وَدَّ	پسند ہے
يَرُدُّوْنَكُمْ	وہ تمہیں پلٹا دیں گے
حَسَدٌ	جلن، بغض
تَبَيَّنَ	واضح ہو گیا، کھل گیا
اِعْفُوْا	معاف کرو
اِصْفَحُوْا	درگذر کرو، خیال بھی نہ کرو
حَتّٰى يَاْتِيَ	جب تک نہ آئے
بِاَمْرِهٖ	اپنا حکم، اس کا فیصلہ
تَقَدَّمُوْا	تم آگے بھیجو گے
تَجِدُوْهُ	تم اس کو پالو گے

هَاتُوْا	لے آؤ
بُرْهَانٌ	دلیل
اَسْلَمَ	جس نے جھکا دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

کسی بات کو معلوم کرنے اور سمجھنے کے لئے معقول اور نیک نیتی سے سوال کرنا قطعاً بری بات نہیں ہے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''العلم بالسوال'' علم پوچھنے سے آتا ہے۔ لیکن وہ بے تکے اور بے ڈھنگے سوالات جن کا مقصد عمل کرنا نہیں بلکہ عمل سے بھاگنا ہے ایسے سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا عیب ہی یہ تھا کہ وہ اپنے نبی سے طرح طرح کے بے تکے سوالات کرتے تھے تا کہ عمل سے فرار کی کوئی راہ نکل سکے۔ گائے کے واقعے میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ اگر وہ پہلے ہی حکم پر کوئی بھی گائے ذبح کر لیتے تو ان کی ساری مشکل حل ہو جاتی مگر انہوں نے بد نیتی سے اتنے سوالات کئے تا کہ حضرت موسیٰؑ بے زار ہو کر انہیں گائے کے بجائے کسی اور جانور کے ذبح کا حکم دے دیں۔ لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول کو عاجز تو نہیں کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل خود ہی اس گائے کو تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ اگر اللہ ان پر رحم و کرم نہ کرتا تو وہ اسی طرح بھٹکتے رہتے بنی اسرائیل نے دلی بغض و حسد کی بناء پر سیدھے سادھے مسلمانوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے تا کہ مسلمان بھی اپنے نبی سے سوالات کر کر کے اپنے ایمان کو خراب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم بنی اسرائیل کی روش پر چل کر اپنے نبی سے وہ سوالات نہ کرو جس سے تم بھی بے عملی کی راہ پر چل پڑو بلکہ تم نماز اور زکوۃ کے نظام کو قائم کر کے بھلائیاں پھیلاؤ۔ اس راہ میں جو بھی تم عمل کرو گے وہ اللہ کے ہاں محفوظ ہوگا اور وہ تمہیں آخرت میں مل جائے گا، نجات کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ محض تمناؤں اور آرزوؤں سے جنت نہیں ملتی۔

یہودیوں کا یہ کہنا کہ جب تک کوئی شخص یہودی یا عیسائی نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا محض ان کی بے دلیل خیالی تمنائیں ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم ان کی باتوں کی پرواہ نہ کرو، تم اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکائے رہو پھر تمہارے لئے نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔ یعنی جنت کی راحتیں عطا فرمائی جائیں گی۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

یہودی تو کہتے ہیں کہ عیسائی کسی بنیاد پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی راہ پر نہیں اس کے باوجود کہ وہ دونوں (ایک دوسرے کی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اس طرح کی بات وہ بھی کرتے ہیں جو (دین کے) علم سے جاہل ہیں۔ پھر اللہ ہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہو اور اس کی بربادی اور ویرانی کی کوششوں میں لگا رہتا ہو۔ ان کی حالت تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ وہ ان مسجدوں میں اللہ سے ڈرتے ہوئے داخل ہوتے۔ ان کے لئے دنیا

میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے، تم جس طرف بھی منہ پھیرو گے وہیں اللہ کو پاؤ گے۔ بے شک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا رکھا ہے حالانکہ اس کی ذات تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کا حکم دیتا ہے تو یہی کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

قَالَتْ	کہا
عَلٰی شَیْ ءٍ	کسی حقیقت پر، کسی بنیاد پر
یَتْلُوْنَ	وہ پڑھتے ہیں
یَحْکُمُ	فیصلہ کرے گا
بَیْنَھُمْ	ان کے درمیان
تَخْتَلِفُوْنَ	وہ اختلاف کرتے ہیں
اَظْلَمُ	زیادہ ظالم
مَنَعَ	روک دیا
اَنْ یُّذْ کَرَ	یہ کہ یاد کیا جائے
سَعٰی	وہ کوشش کرتا ہے۔ اس نے کوشش کی
خَرَابٌ	بربادی، خرابی
خَائِفِیْنَ	ڈرنے والے
خِزْیٌ	رسوائی
اَیْنَمَا	جس طرف

وَجْهُ اللّٰهِ	اللہ کا چہرہ، یعنی اللہ کی ذات موجود ہے
وَلَدٌ	بیٹا
سُبْحَانَهٗ	اس کی ذات پاک اور بے عیب ہے
قَانِتُوْنَ	فرماں بردار، جھکنے والے
بَدِيْعٌ	پیدا کرنے والا
قَضٰى	اس نے فیصلہ کرلیا
كُنْ	ہوجا
يَكُوْنُ	وہ ہوجاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے اور بعض مسائل پر بحث کرنے کے لئے آیا اس موقع پر اتفاقاً کچھ یہودی علماء بھی آ گئے۔ عیسائیوں اور یہودیوں میں باہمی گفتگو شروع ہوئی بات کچھ اتنی آگے بڑھ گئی کہ گفتگو نے مناظرے کی شکل اختیار کرلی، رافع ابن حرملہ یہودی نے کہا اے نصاریٰ تمہارے دین کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ کوئی بنیاد ہے۔ اس پر عیسائی بھڑک اٹھے کہنے لگے اے یہود تم کس حقیقت پر ہو تمہارا تو کوئی دین ہی نہیں ہے۔ یہ مناظرہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ ایک نے دوسرے کی جی بھر کر توہین و تذلیل کی، اور ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانے لگے۔ ان آیات میں اسی مناظرہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جب توریت میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے آنے کی خوشخبری اور ان کی رسالت و نبوت کا ذکر موجود ہے، توریت پر ایمان رکھنے والے یہودیوں کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کریں۔ اسی طرح انجیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی بے شمار شہادتیں موجود ہیں۔ نصاریٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار زیب نہیں دیتا۔

جس طرح یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کو کافر اور بے دین قرار دے رہے تھے ان کے دیکھا دیکھی عرب کے وہ مشرکین جو بالکل جاہل اور اللہ کی کتاب سے ناواقف تھے انہوں نے یہودی اور عیسائی دونوں کے متعلق یہ کہہ دیا کہ دونوں بے دین ہیں اور ان کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دنیا میں جو یہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں اس کا فیصلہ تو قیامت کے دن اللہ ہی کرے گا لیکن ان سب کے ہاتھوں جس طرح اللہ کی مسجدوں کی بے حرمتی اور بے عزتی ہو رہی ہے وہ ان کے جرائم کی منہ بولتی تصویر ہے اس کا فیصلہ تو انہیں خود ہی کر لینا چاہئے! چنانچہ روم کے عیسائیوں نے

یہودیوں سے انتقام لینے کے لئے فلسطین پر حملہ کیا، بیت المقدس کی حرمت کا خیال کئے بغیر اس کو کھنڈر اور ویرانہ بنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، توریت کو جلایا گیا، وہاں کے لوگوں کی بے عزتی کی گئی، اسی طرح یہودیوں نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی کئی مرتبہ بے حرمتی کی کوشش کی، یہ وہ جرائم ہیں جن کو تاریخ کے صفحات سے مٹایا نہیں جا سکتا، اسی روش پر چلتے ہوئے محض بغض وعناد اور تعصب کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر بیت اللہ کی زیارت وعبادت سے روکا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا گھر ہے جس کے ادب واحترام کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں لرزتے کانپتے داخل ہوتے مگر اس کے برخلاف ظلم کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا نام لینے سے اور اللہ کے گھروں سے روکا اور ان کو ویرانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے؟ دوسرا ظلم یہ ہے کہ انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر کتنے معبود بنا رکھے ہیں، یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے جبکہ اللہ اور اس کی شان اس سے بلند وبرتر ہے، جب ساری کائنات اسی کی ملک ہے۔ مشرق ومغرب کا وہی مالک ہے جس کام کو ہونے کے لئے کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے پھر اس کو آخر بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ

لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وقف لازم

ع ۱۴ / ۹ / ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

بے علم لوگ کہتے ہیں کہ اللہ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (اے نبی ﷺ) ان سے پہلے بھی لوگ اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان کے دل آپس میں ایک جیسے ہیں۔ ہم نے یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان کردی ہیں جو یقین رکھتے ہیں (اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ سے جہنم میں جانے والوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) وہ یہودی اور عیسائی اس وقت تک آپ سے خوش نہیں ہوسکتے جب تک آپ ان ہی کے طریقوں پر نہ چلنے لگیں۔ آپ کہہ دیجئے بے شک ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر آپ علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کرلیں گے تو آپ کو اللہ سے بچانے والا کوئی حمایتی مددگار نہ ملے گا۔

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت اسی طرح کرتے ہیں جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا	ہم سے بات کیوں نہیں کرتا
تَشَابَهَتْ	ایک جیسے ہیں، ملتے جلتے ہیں
قَدْ بَيَّنَّا	یقیناً ہم نے بیان کیا، واضح کردیا
اَرْسَلْنٰكَ	ہم نے آپ کو بھیجا
لَا تُسْئَلُ	تو نہیں پوچھا جائے گا
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ	دوزخ والے
لَنْ تَرْضٰى	وہ ہرگز خوش نہ ہوں گے
حَتّٰى تَتَّبِعَ	جب تک تو پیروی نہ کرے

مِلَّتٌ	دین، طریقہ، مذہب
هُدَى اللهِ	اللہ کی ہدایت، اللہ کی رہنمائی
اِتَّبَعْتَ	تو نے پیروی کی
اَهْوَاءٌ	(ھوا) خواہشات، تمنائیں
وَلِيٌّ	حمایتی
نَصِيْرٌ	مددگار
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ	اس کی تلاوت کا حق ادا کرکے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوتیں یا کوئی معجزہ سامنے آتا تو کفار کہا کرتے تھے کہ آخر اللہ ہم سے خود کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے اوپر کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج جو بات یہ کہہ رہے ہیں کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے اس سے پہلے کے لوگ بھی اپنے نبیوں سے یہ بات کہہ چکے ہیں کافرانہ ذہنیت کا مزاج ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ ان کے سامنے سینکڑوں کھلے ہوئے معجزات آئے لیکن ان کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ کی ذات خود ایک کھلی ہوئی دلیل ہے اور معجزہ ہے یہ آپ کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے آپ کی ذات کے بعد ان کے لئے اور کون سا معجزہ یا نشانی باقی رہ جاتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے سامنے ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی انسان سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی لیکن آپ کی زبان مبارک سے اچانک وہ کلام ظاہر ہونے لگا جس کے سامنے تمام کفار، یہودی، نصاریٰ اور منافق دم بخود ہیں جس قرآن کی ایک سورت بھی تمام مل کر بنا نہیں سکتے، تو اے نبی ﷺ آپ کی ذات اور قرآن کریم سے بڑھ کر وہ لوگ اور کس معجزہ یا نشانی کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آخر میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے یہ اس وقت تک آپ سے خوش ہو ہی نہیں سکتے جب تک آپ ان ہی کے جیسے طریقوں کو اختیار نہ کرلیں۔ وہ طریقے جن پر چل کر کوئی بھی اللہ کی حمایت و نصرت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے جن لوگوں نے اس قرآن کو پڑھا ہے وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ اس کی تلاوت کا حق ادا کردیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ زبردست خسارہ اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

اے اولاد یعقوبؑ! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہارے اوپر کی ہے، میں نے تمہیں تمام دنیا والوں پر بڑائی عطا کی تھی۔ اس دن سے ڈرو جب ذرا بھی کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا نہ کسی کی طرف سے بدلہ قبول کیا جائے گا۔ نہ کسی کی سفارش کام آئے گی اور نہ ان کی کسی طرف سے مدد کی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

عَدْلٌ معاوضہ، بدلہ

لَا تَنْفَعُ نفع نہ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

بنی اسرائیل کی زندگی کے خاص خاص واقعات، ناشائستہ حرکات، نافرمانیوں، عہد شکنیوں اور بے انتہا انعامات کے تفصیلی ذکر کے بعد آخر میں ایک مرتبہ ان کو پھر یاد دلایا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کرم کئے تھے اور تمہیں دنیا کی زندگانی میں جو شرف اور برتری عطا کی گئی تھی وہ محض اللہ نے عطا کی تھی وہ اللہ جو انسانوں کی بے شمار خطاؤں اور گناہوں کے باوجود اپنی رحمت کے دروازے کسی پر بند نہیں کرتا۔ لیکن جب اس کا فیصلہ آجاتا ہے تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کی گرفت سے کسی کو بچا نہیں سکتیں۔

بنی اسرائیل کو قیامت کے ہولناک دن کی طرف ایک مرتبہ پھر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اس قدر ہولناک دن

ہو گا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، تمام سہارے ٹوٹ جائیں گے، نہ سفارش کام آئے گی اور نہ کوئی کسی کی مدد کے لئے پہنچے گا۔ اس دن یہ بے جا فخر و غرور کہ تم انبیاء کی اولاد ہو یا (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے اور محبوب ہو کسی کام نہ آسکے گا۔ اس دنیا کی تنہائیوں کا ساتھی صرف ایمان اور عمل صالح ہو گا۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱۲۴تا۱۲۹

یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں سے آزمایا تھا۔ اس نے ان کو پورا کر دکھایا۔ پھر اللہ نے فرمایا اے ابراہیم میں تجھے سب لوگوں کا رہنما اور پیشوا بناؤں گا۔ ابراہیم نے عرض کیا، کیا میری اولاد میں سے بھی؟ (یہی عہد ہے) فرمایا یہ میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے واسطے مرکز اور پناہ کی جگہ بنا دیا تھا اور (کہا تھا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ ہم نے ہی ابراہیم واسماعیل کی طرف یہ حکم بھیجا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا۔ یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے اور اس کے بسنے والوں میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئیں ان کے لئے ہر طرح کے ثمرات کا رزق عطا فرمایئے۔ فرمایا! جو شخص ان میں سے کفر کا راستہ اختیار کرے گا میں اس کو بھی تھوڑے دن رزق پہنچاؤں گا مگر پھر اس کو جہنم کی طرف جبراً بلاؤں گا جو بدترین جگہ ہے۔

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ واسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (اس کوشش کو) قبول فرما۔ بے شک آپ ہی سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی اپنا فرماں بردار بنا لیجئے اور ہماری اولادوں میں سے ایک جماعت کو اپنا فرمان بردار بنا لیجئے گا۔ ہمیں حج کرنے کے قاعدے اور مسائل سکھا دیجئے اور ہمیں معاف کر دیجئے، بلاشبہ آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ان ہی میں سے ایک رسول بھیجئے جو آپ کی آیتیں تلاوت کرتا جائے اور تعلیم کتاب سے آراستہ کرتا جائے اور حکمت کی باتیں سکھا کر ان کے دلوں کو مانجھتا جائے۔ بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۲۴تا۱۲۹

اِبْتَلٰی	آزمایا
کَلِمٰتٌ	چند باتیں
اَتَمَّھُنَّ	اس نے پورا کردکھایا
اِمَامٌ	رہنما، پیشوا، سردار
ذُرِّیَّتِی	میری اولاد
لَایَنَالُ	نہیں ملے گا
اَمْنٌ	امن وسکون کی جگہ
مُصَلّٰی	نماز کی جگہ
طَھِّرَا	تم دونوں پاک رکھو گے
اَلطَّآئِفِیْنَ	طواف کرنے والے
اَلْعَاکِفِیْنَ	اعتکاف کرنے والے
ھٰذَا بَلَدًا	اس شہر کو، اس بستی کو
اُمَتِّعُ	میں سامان دوں گا، فائدہ دوں گا
اَضْطَرُّ	میں کھینچوں گا
اَلْمَصِیْرُ	ٹھکانا
یَرْفَعُ	بلند کرتا ہے
اَلْقَوَاعِدُ	دیواریں
مُسْلِمِیْنَ	فرماں بردار
اَرِنَا	ہمیں دکھادے، ہمیں سکھادے
مَنَاسِکٌ	حج کے احکام، عبادت

اِبۡعَثۡ	بھیج دے
یَتۡلُوۡا	تلاوت کرتا ہے، پڑھتا ہے
یُعَلِّمُ	سکھاتا ہے، تعلیم دیتا ہے
اَلۡحِکۡمَۃُ	دانائی، پختہ علم
یُزَکِّیۡ	وہ پاک کرتا ہے
اَلۡعَزِیۡزُ	زبردست
اَلۡحَکِیۡمُ	حکمت والا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۹

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام جرائم اور اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کو پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آیات میں بنی اسرائیل کو یاد دلایا گیا ہے کہ اللہ نے ان پر اپنی نعمتوں کے ذریعے بڑا فضل و کرم کیا مگر انہوں نے ان نعمتوں کی ناقدری کی اور راہ راست کو چھوڑ کر ایسی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کر دیا جو راہ راست سے انسان کو بہت دور کر دینے والی ہیں۔

اب واذ ابتلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے ذکر خیر فرمایا ہے تاکہ بنی اسرائیل کو ان کے منصب امامت سے معزول کر کے بنی اسماعیل یعنی امت محمدیہ کو قیامت تک کے لئے ایسی ہدایات دی جائیں جو ان کے لئے مشعل بن جائیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے مصر، عراق، فلسطین اور شام سے لے کر ریگستان جزیرۃ العرب کے کونے کونے میں گھوم پھر کر گم کردہ راہ انسانوں کو اللہ کے ابدی پیغام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے اس مقصد اور مشن کی تکمیل کے لئے حضرت اسماعیلؑ کو اندرون عرب حجاز میں حضرت اسحاقؑ کو شام و فلسطین میں اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو شرق اردن کے علاقوں میں مقرر فرمایا۔ تاکہ معلوم دنیا کے اس مرکز میں رہنے والے انسانوں کو پھر سے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف دعوت دی جا سکے۔

جن علاقوں میں حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو مقرر فرمایا۔ اللہ نے ان کو اور ان کی اولادوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا،

حضرت اسماعیلؑ جو حضرت اسحاقؑ سے اٹھارہ سال بڑے تھے جزیرۃ العرب میں پروان چڑھایا، قریش اور عرب کے بعض قبائل کا تعلق انہی سے تھا۔ دوسری طرف حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ارض شام و فلسطین میں خوب پھلی پھولی۔ حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان کی اولاد میں سے ہیں۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا اس لئے ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جانے لگا، جب یہی اولاد یعقوبؑ پستی اور تنزل میں مبتلا ہوئی تو پہلے یہودیت اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

پھر یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ اب ہم نے بنی اسماعیل یعنی امت محمدیہ کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے سرفراز کر دیا ہے جس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ان میں وہ رسول ﷺ معبوث کئے گئے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم و اسماعیل نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کرتے وقت اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے درخواست کی تھی۔

طریقہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور دوسرے تمام نبیوں کا تھا رسول اللہ ﷺ کے پیروکار ان تمام پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ اسی راستے کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں جس کی طرف انبیاء بلاتے رہے ہیں۔ لہذا اب آنے والی نسلوں کے لئے ان کی اقتدا ہی سربلندی کا ذریعہ بنے گی۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ
اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ
وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ
يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ
الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾
وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ
اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ ؕ
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ
عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

١٦ ع ١٢ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۱

ابراہیمؑ کے طریقے سے کون منہ پھیر سکتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو حماقت میں مبتلا کر لیا ہو ابراہیمؑ کو ہم نے دنیا میں بھی منتخب شخصیت بنایا ہے اور آخرت میں ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔ جب اس کے پروردگار نے کہا کہ تو اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکا دے یعنی فرماں بردار بن جا۔ اس نے کہا میں رب العالمین کا فرماں بردار بن گیا۔ اور یہی وصیت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمائی اور یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی) انہوں نے کہا اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہیں یہ دین چن کر اور منتخب کر کے دیا ہے۔ لہٰذا تم زندگی کے آخری سانس تک اسی کے فرماں بردار بن کر رہنا۔

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کی موت قریب تھی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ۔ تم میرے بعد کس کی عبادت و بندگی کرو گے؟ ان سب نے کہا تھا۔ ہم اسی ایک اللہ کی بندگی کریں گے جس پروردگار کی عبادت و بندگی آپ اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے کی تھی۔ اور ہم سب اللہ کے فرماں بردار رہیں گے۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم کماتے ہو۔ تم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت ملے گی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ابراہیم کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ جس میں کوئی کجی نہیں اور ابراہیمؑ مشرکین میں سے نہ تھے آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیم و اسماعیل اسحاق و یعقوب علیھم السلام اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اس پر بھی جو موسیٰؑ عیسیٰؑ اور تمام نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ ہم ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے۔ (آپ کہئے) ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں۔ اے مومنو! اگر وہ اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پالیں گے۔ لیکن اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو پھر (جان لو کہ) سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے وہ خوب سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ کہہ دیجئے ہم نے اللہ کا رنگ (قبول کر لیا ہے۔) اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے، ہم اس کی بندگی کرتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے۔ کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے۔ اور تمہارا بھی۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہم تو خالص اللہ کے ہیں۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولادیں یہودی یا عیسائی تھیں؟ آپ کہہ دیجئے، تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپاتا ہے جو اس کے لئے اللہ کی طرف سے ثابت ہو چکی ہے اللہ ان باتوں سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے تمہاری کمائی ہے۔ تم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٣٠ تا ١٤١

یَرْغَبُ	منہ پھیرتا ہے۔ (یرغب کے معنی رغبت کے آتے ہیں لیکن چونکہ یرغب کے بعد عن آ گیا ہے اسی لیے اس کے معنی منہ پھیرنا)
مِلَّتُ اِبْرَاهِيْمَ	حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی سنت، ان کا طریقہ
سَفِهَ نَفْسَهٗ	جس نے اپنی ذات کو بے وقوف بنالیا یعنی جو اپنی ذات ہی سے احمق اور بے وقوف ہو۔
اِصْطَفَيْنَا	ہم نے منتخب کرلیا
اَسْلِمْ	گردن جھکادے، فرماں بردار ہو جا
وَصّٰى	اس نے وصیت کی
لَاتَمُوْتُنَّ	تمہیں ہرگز موت نہ آئے
شُهَدَآءُ	موجود (شَهِيْدٌ کی جمع ہے)
حَضَرَ	آیا۔ (چونکہ اردو میں موت مونث ہے اس لیے اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے آئی)
تَعْبُدُوْنَ	تم (کس کی) بندگی کرو گے
خَلَتْ	گذر گئی

كَسَبَتْ	اس نے کمائی کی
لَاتُسْئَلُوْنَ	تم نہ پوچھے جاؤ گے
حَنِيْفٌ	صرف اللہ کی بندگی کرنے والا
اَلْاَسْبَاطُ	اولادیں (سبطؔ کی جمع ہے)
اُوْتِيَ	دیا گیا
لَانُفَرِّقُ	ہم تفریق نہیں کرتے (یعنی ایک نبی کو مانیں اور دوسرے کو نہ مانیں)
اٰمَنْتُمْ	تم ایمان لے آئے
اِهْتَدَوْا	انہوں نے ہدایت پالی
شِقَاقٌ	ضد
فَسَيَكْفِيْكَهُمْ	پھر وہ آپ کو ان کے مقابلے میں کافی ہے
صِبْغَةُ اللّٰهِ	اللہ کا رنگ
اَحْسَنُ	زیادہ خوبصورت
اَتُحَآجُّوْنَنَا	کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو
مُخْلِصُوْنَ	خالص کرنے والے، (اسی کے ہیں)

تشریح: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۱

ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حق پرست حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ انہوں نے راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف بلایا، خود بھی اللہ کے فرماں بردار مسلم تھے اور لوگوں کو بھی اسی طرف بلایا کہ وہ حق پرست مسلم بن کر زندگی گزاریں۔ یہ تھا ان کا وہ طریقہ زندگی جو دوسروں کے لئے روشنی کا مینار تھا۔ اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ان کے راستے کو سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو فریب نفس اور حماقتوں کی دلدل میں پھنسا رکھا ہے اور کون منہ پھیر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں بہت سے پیغمبر آئے جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے راستے پر چل کر دوسروں کو چلانے کی کوشش کی۔ وہ حضرت یعقوب جن پر بنی اسرائیل کو نہ صرف ناز ہے بلکہ ان پر فخر بھی کرتے ہیں انہوں نے زندگی کے آخری سانس

تک یہی نصیحت کی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرنا بلکہ انہوں نے اپنی اولاد سے اس کا اقرار بھی لیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی بندگی کرتے رہیں گے اور وہ مسلم بن کر رہیں گے۔ لیکن انہوں نے اپنے سارے وعدے بھلا دیئے اور اب وہ اس پر جھگڑ رہے ہیں کہ ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام یہودی تھے یا عیسائی وہ لوگوں کو یہ کہہ کر دعوت دیتے ہیں کہ اگر کسی کو ہدایت حاصل کرنی ہے تو وہ یہودی یا عیسائی بن کر ہی حاصل کر سکتا ہے (نعوذ باللہ) فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی صالح اولاد نے تو مسلم بن کر جینے کو نجات کا باعث کہا تھا اور یہ لوگ سب کچھ بھول کر یہودیت اور عیسائیت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ نجات ان لوگوں ہی کو نصیب ہوگی جو اپنے اوپر اللہ کی محبت کا رنگ چڑھالیں گے جو یہودیت اور عیسائیت کے رنگ سے کہیں بہتر ہے۔

فرمایا کہ ایک جماعت تو وہ تھی جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے خالص کر لیا تھا اور ایک جماعت یہ ہے جو ٹکڑوں میں بٹ کر اسلام کی سچی راہ کو بھلا بیٹھی ہے۔ انجام دونوں کا سامنے ہے، کسی سے دوسرے کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا اور اسی پر فیصلہ ہوگا۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۚ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

أُوتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُونَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

وقف لازم

۱۷ ع ۶ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ پہلے سے تھے۔ آپ کہہ دیجئے مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دے دیتا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی جماعت بنایا ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر ہے تا کہ تم (قیامت کے دن) سب لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ بن جائیں۔ آپ جس قبلہ پر تھے وہ ہم نے صرف اس لئے بنایا تھا تا کہ یہ معلوم کر لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اپنی ایڑیوں کے بل الٹا پھر جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بات بڑی بھاری تھی مگر ان لوگوں کے لئے نہیں جنہیں اللہ نے راہ دکھائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان (سے کئے گئے کاموں) کو ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کا چہرہ جو بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے اسے ہم دیکھ رہے ہیں عنقریب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ اب آپ اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیجئے اور (اے مومنو!) تم کہیں بھی ہوا پنے چہروں کو اسی طرف پھیر لیا کرو۔ بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ بالکل برحق ہے اور ان کے پروردگار کی

طرف سے ہے اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اور اگر آپ ان لوگوں کے سامنے جن کو کتاب دی گئی ہے تمام نشانیاں بھی پیش کر دیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلے کی پیروی نہیں کرتا۔ اور اگر آپ نے علم آ جانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کر لی تو بے شک آپ بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (ان رسول ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ بلاشبہ بعض لوگ ان میں سے وہ بھی ہیں جو جانتے بوجھتے بھی حق کو چھپاتے ہیں۔ حق وہی ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

مَاوَلّٰهُمْ	ان کو کس چیز نے پلٹ دیا (مَا، کیا، وَلّٰی پلٹ دیا، هُمْ ان کو)
يَهْدِىْ	ہدایت دیتا ہے، راستہ دکھاتا ہے
اُمَّةٌ	جماعت
وَسَطٌ	درمیانی، معتدل جن کے اعمال میں توازن ہے
يَتَّبِعُ	پیچھے چلتا ہے، پیروی کرتا ہے
يَنْقَلِبُ	پلٹ جاتا ہے
عَقِبَيْهِ	اپنی ایڑیوں پر (عقبیه اصل میں عقبین، تھا نون گر گیا، عقب، ایڑی)
لِيُضِيْعَ	تا کہ وہ ضائع کر دے (ل، ان، یضیع)
رَءُوْفٌ	مہربان، اللہ کی ایک صفت ہے
قَدْنَرٰى	یقیناً ہم دیکھ رہے ہیں
تَقَلُّبُ	پلٹنا، بار بار الٹنا پلٹنا
نُوَلِّيَنَّ	ہم بدل دیں گے
شَطْرٌ	طرف، سمت

اَلْمَسْجِدُالْحَرَامِ	عزت والی مسجد، احترام والی مسجد
یَعْرِفُوْنَهٗ	وہ اس کو پہچانتے ہیں (یعرفون، وہ پہچانتے ہیں، ہ، اس کو)
اَبْنَآءٌ	بیٹے (عربی محاورہ ہے کہ وہ اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔)
لَیَکْتُمُوْنَ	البتہ وہ چھپاتے ہیں
اَلْمُمْتَرِیْنَ	شک کرنے والے (اَلْمُمْتَرُ، شک کرنے والا)

تشریح: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

مکہ مکرمہ ہی میں آپ ﷺ پر اور مسلمانوں پر نمازیں فرض کی جا چکی تھیں اور آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد بھی صورت حال یہی رہی اور سترہ ماہ چار دن تک آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ لیکن آپ کی دلی آرزو اور خواہش یہی تھی کہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دے دیا جائے اسی لئے آپ بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں کب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا۔ چنانچہ ایک دن آپ اور صحابہ کرام مسجد بنو سالم یا بن سلمہ میں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے دو رکعتیں ہو چکی تھیں کہ دوران نماز حضرت جبرئیل یہ وحی لے کر نازل ہوئے۔ اے نبی ﷺ آپ اپنا چہرہ انور مسجد الحرام یعنی بیت اللہ کی طرف پھیر لیجئے۔ آپ اسی وقت بیت المقدس کی سمت سے بیت اللہ کی سمت کی طرف چل کر پہنچ گئے صحابہ کرام بھی مڑتے چلے گئے اور اس طرح وہ نماز جو بیت المقدس کی سمت میں شروع کی گئی تھی بیت اللہ کے رخ پر ختم ہوئی۔ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی کا صاف مطلب یہ تھا کہ اب بنی اسرائیل کو باقاعدہ امامت اور پیشوائی کے مقام سے برطرف کر دیا گیا اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا پر عظمت دور شروع ہو چکا ہے۔ قبلہ کی تبدیلی پر کفار، یہودیوں اور عیسائیوں نے بڑا شور مچایا کہ یہ مسلمان تو ہر چیز میں اپنا راستہ الگ بناتے چلے جا رہے ہیں بھلا وہ قبلہ جو صدیوں سے انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی تبدیلی کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو سطحی نگاہ رکھتے ہیں وہ اس پر اعتراض ضرور کریں گے لیکن شاید ان کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ مشرق و مغرب کی سمتوں میں محدود نہیں ہے وہ تو ہر جگہ موجود ہے جس طرف بھی منہ کیا جائے گا وہیں وہ اللہ رب العالمین کو پالیں گے۔ بات صرف قبلہ کی تبدیلی کی نہیں ہے بلکہ ''امت وسط'' کو باقاعدہ دنیا کی امامت و پیشوائی کے لئے منتخب کر لینے کی ہے اور اب قیامت تک انسانیت کی نجات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں ہے جو اس راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ تلاش کرے گا وہ کبھی منزل آشنا نہ ہو سکے گا اور جو بھی ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے راستے کی پیروی کرے گا اسے نہ اللہ کی حمایت حاصل ہوگی اور نہ وہ کسی مدد کے مستحق ہوں گے۔ فرمایا گیا کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ اس قبلہ کی تبدیلی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ایک باپ

اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ نبی مکرم اور اسلام کی عظمت کو اچھی طرح پہچان چکے ہیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اب تم کہیں بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو ہمیشہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور دشمنان اسلام کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ ان کا تو کام ہی اعتراض کرنا اور رسول کی نافرمانی کرنا ہے۔ حق وہی ہے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں شک و شبہ کا کوئی موقع اور گنجائش نہیں ہے۔ ایک سوال ہر شخص کے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ وہ لوگ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں اور قبلہ کی تبدیلی سے پہلے ہی وہ انتقال کر چکے ہیں کیا ان کی نمازیں ضائع ہو گئیں یا ان کو ان کی عبادتوں کا ثواب ملے گا؟ قرآن کریم میں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللہ جو اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان اور رحم و کرم کرنے والا ہے ان لوگوں کی نیکیوں کو کیوں ضائع کرے گا جنہوں نے ایمان کی حالت میں ان نیکیوں کو کیا ہے۔ ان کی نیکیاں بھی قبول و منظور کی جائیں گی۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں قبلہ کی تبدیلی کا ذکر فرمایا لیکن جب مسلمانوں کا قبلہ تبدیل کیا گیا تو اس وقت یہ نہیں فرمایا کہ تم بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لو بلکہ فرمایا کہ تم کہیں بھی ہو کسی حال میں بھی ہو ہمیشہ مسجد الحرام کی طرف منہ پھیر لیا کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد الحرام کی سمت منہ پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے مراد ''سمت اور جہت'' ہے۔ اگر ایک شخص مدینہ منورہ میں ہے یا کسی اور ملک و شہر میں ہے تو اس کے لئے عین کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے۔ جو کہ مسجد الحرام میں ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص مسجد الحرام میں موجود ہو تو اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور حکمت ارشاد فرمادی ہے۔ بیت اللہ ''اللہ کا گھر ضرور ہے'' لیکن اس کی تجلیات کے نزول کی جگہ بیت اللہ شریف ہے جس سے وابستگی روحانی زندگی کی بنیاد ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پانچ آیتوں میں چھ مرتبہ اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں وہ ہر حال میں مسجد الحرام کی سمت منہ پھیر لیا کریں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا عبادت کی روح ہے اور اس سے کسی حال میں منہ موڑنا جائز نہیں ہوگا۔ نمازوں میں سمت کعبہ کا لحاظ ہر حالت میں کیا جائے گا تاکہ اس امت کا رخ ہمیشہ ایک ہی طرف رہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

ہر (دین) والے کا ایک قبلہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ تم نیکیوں میں آگے بڑھو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیا کریں۔ یہی آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے اور جہاں سے بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف رکھیں اور تم جس جگہ بھی ہوا کرو منہ اسی طرف کرو تا کہ لوگوں کو تم سے حجت کرنے کا موقع نہ ملے، سوائے ان ظالموں کے جو بے انصاف ہیں (وہ تو کہتے رہیں گے) تم ان سے نہ ڈرو صرف مجھ ہی سے ڈرو تا کہ میں اپنا فضل و کرم تمہارے اوپر پورا کر دوں اور تم راہ پاؤ جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمہارے دلوں کو مانجھتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا میرا احسان مانو، ناشکری نہ کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

لِكُلٍّ — ہر ایک کے لیے

وِجْهَةٌ	جہت، سمت، قبلہ، توجہ کا مرکز
مُوَلِّیٌ	لوٹنے والا
فَاسْتَبِقُوْا	پھر تم سبقت کرو، آگے بڑھو
اَلْخَیْرَاتُ	نیکیاں، بھلائیاں، بہترین اعمال
حُجَّةٌ	مجال گفتگو، باتیں بنانے کا موقع
لَاتَخْشَوْا	تم نہ ڈرو
لِاُتِمَّ	البتہ میں پورا کروں گا (ل، ان، اتم)
یُعَلِّمُ	وہ سکھاتا ہے
اُذْکُرُوْنِیْ	مجھے یاد کرو (اذکروا، ن، ی)
اَذْکُرُ	میں یاد کروں گا
اُشْکُرُوْا	شکر ادا کرو
لَاتَکْفُرُوْنَ	تم کفر نہ کرو۔ ناقدری نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

قبلہ کی اس تبدیلی پر کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو شور و ہنگامہ کرنے کا موقع مل گیا، انہوں نے مسلمانوں کو راہ مستقیم سے بھٹکانے کے لئے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنا شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کا جواب یہ دیا کہ کیا تاریخ اور گزری ہوئی امتوں کے حالات اس بات پر گواہ نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے عبادت کا ایک رخ اور مرکز تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کو دعوت اسلام کا اور عبادت کا مرکز قرار دے لیا ہے تو اس میں حیرت اور تعجب کی آخر کون سی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے عظمتوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ تم لوگوں کو تو اس بات پر اس لئے بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ تم تو خود حضرت ابراہیم و اسماعیل کا نام لے لے کر جیتے ہو ان پر فخر کرتے ہو۔ بیت اللہ کو حضرت ابراہیم و اسماعیل ہی نے دوبارہ تعمیر کر کے اس کی مرکزیت کے لئے دعا کی تھی۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور مسلمان جو اللہ کے فرمان بردار ہیں وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کے بنائے ہوئے مرکز کی طرف منہ کریں مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم

کسی کے اعتراض کی پرواہ نہ کرو تم نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جاؤ یہی اس قبلہ کی تبدیلی کا مقصد ہے۔ یہ اللہ کی نعمت ہے اور سب سے بڑی نعمت تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے جو تمہیں اللہ کی کتاب سکھا کر تمہارے دلوں کو مانجھتے ہیں۔ کتاب وحکمت کی وہ باتیں تمہیں سکھاتے ہیں جن کا تمہیں اس سے پہلے علم بھی نہیں تھا۔ فرمایا اے مسلمانو! اس بات کو یہ کفار اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن وہ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ بیت اللہ کی طرف رکھنا اور اللہ کی وہ نعمت جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں موجود ہے اس کی قدر کرنا، ناشکری کا راستہ اختیار نہ کرنا اگر شکر کا راستہ اختیار کرو گے تو اللہ کی تمام نعمتوں سے تمہیں سرفراز کیا جائے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ذریعہ مدد مانگو (سہارا حاصل کرو)۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو "مردہ نہ کہو" بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور (خبر) نہیں ہے۔

ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر خوف سے بھوک سے مالوں جانوں اور پھلوں (پیداوار) کی کمی سے آپ ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ حاصل کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے وہ لوگوں جو ایمان لے آئے ہو۔ اے مومنو!
اِسْتَعِیْنُوْا	تم مدد مانگو
اَلصَّبْرُ	صبر یعنی جم کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرنا
اَلصَّلٰوۃُ	نماز، عبادتوں میں سب سے افضل عبادت
یُقْتَلُ	مارا جاتا ہے
اَحْیَاءٌ	زندہ
لَاتَشْعُرُوْنَ	تم شعور (ادراک، سمجھ) نہیں رکھتے
لَنَبْلُوَنَّکُمْ	ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے
اَلْجُوْعُ	بھوک
نَقْصٌ	کمی، نقصان
ثَمَرَاتٌ	پھل، پھول، سبزہ، سبزی
بَشِّرْ	خوش خبری دیجیے
اَصَابَتْ	پہنچ گئی
رَاجِعُوْنَ	لوٹنے والے
صَلَوَاتٌ	رحمتیں (صلوۃ کی جمع ہے)

تشریح: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

اللہ کی راہ میں حق و باطل کا پہلا معرکہ جو غزوۂ بدر کہلاتا ہے اس میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کی راہ میں جانیں دینے والوں کے لئے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ہائے افسوس فلاں شخص مر گیا۔ کچھ دن اور زندہ رہتا تو

اس دنیا کی زندگی کے بہت سے فائدے حاصل کرتا۔ زندگی کی لذتوں سے ہمکنار ہوتا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! زندگی اور موت، نفع اور نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو جتنے دن اس دنیا میں رکھنا چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے اور جب اس کی زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو اس پر موت کی کیفیات کو طاری کر دیا جاتا ہے۔ اے مومنو! تم جس دین کی راہ میں چلے ہو اس میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا کیونکہ جس ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اس میں اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہذا صبر کرو اور ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کرو اور اس سے نہ گھبراؤ۔ نمازوں کے ذریعے سے اپنی بندگی کے تعلق کو مضبوط بناتے چلے جاؤ یقیناً وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی۔ فرمایا جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہر طرح کے مصائب اور نقصانات کو برداشت کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو وہ عالم برزخ میں ایک امتیازی شان کے ساتھ زندہ ہیں جنت کی تمام لذتوں کو حاصل کر رہے ہیں لیکن تم اس دنیا میں رہتے ہوئے اس عالم کی کیفیات کو سمجھ نہیں سکتے۔

اس بات کو ذرا وضاحت سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ

موت کے بعد انسان کی روح ایک اور جہاں میں منتقل ہو جاتی ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ عالم برزخ میں ہر شخص کو ایک نئی زندگی عطا کی جاتی ہے جس میں کچھ سوالات کے بعد اس کے عذاب و ثواب کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے جسے جزا اور سزا کا پوری طرح ادراک ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں ان کو عام لوگوں کے مقابلہ میں ایک خصوصی اور امتیازی برزخی زندگی عطا کی جاتی ہے جس کے اثرات عرصہ دراز تک ان کے جسم پر بھی باقی رکھے جاتے ہیں۔ اگر چہ یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے لیکن شہید کو بھی یہ مقام حیات انبیاء کرام کے طفیل عطا کر دیا جاتا ہے۔ شہید جس طرح اور جس حالت میں دفن کیا جاتا ہے۔ وہ اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب شہید قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے جسموں سے اسی طرح خون بہتا ہوا ہوگا جس طرح دنیا میں شہادت کے وقت ان کا خون بہہ رہا تھا۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ان باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے موطا میں حضرت امام مالکؒ نے شہیدوں کے جسم خاکی کے باقی رہنے کے لئے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرو ابن جموحؓ اور حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ جو احد کے غزوے میں شہید ہوئے تھے ان کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ غزوۂ احد کے تقریباً چھیالیس سال کے بعد جب سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھل گئیں تو یہ حیرت ناک واقعہ ہزاروں آدمیوں نے دیکھا کہ ان کے جسم بالکل اسی طرح تروتازہ اور شگفتہ و شاداب تھے جیسے انہیں آج ہی دفن کیا گیا ہو۔

اسی طرح جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ ابن جابرؓ اور دوسرے شہیدوں کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ تو حکومت عراق نے ان شہیدوں کے جسموں کو حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے قریب منتقل کرنا چاہا۔ تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کے جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت پائے گئے ہزار ہا لوگوں نے قرآن کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہیدوں کو نہ صرف عالم برزخ میں حیات عطا فرماتا ہے بلکہ ان کے جسموں کو بھی برقرار رکھ سکتا

ہے جس کا کبھی کبھی مشاہدہ ممکن ہے۔ روحوں کی دنیا میں اور جنت میں شہیدوں کو جو اعزاز عطا کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی روحوں کو سفید اور سبز پرندوں کا جیسا جسم دیا جاتا ہے وہ جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں آزادی کے ساتھ آ جا سکتے ہیں اور وہ جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور رات کو عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔

ہم اپنے سمجھنے کے لئے اس عالم کی زندگی کو اس طرح تقسیم کر سکتے ہیں کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں شہداء کو ایک امتیازی مقام عطا کیا جاتا ہے وہ سفید اور سبز پرندوں کی شکل میں جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جبکہ اعلیٰ ترین زندگی انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوتی ہے جن کو وہ حیات عطا کی جاتی ہے جو نہ صرف بلند ترین، ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے بلکہ ان کی عظمت شان کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاتے ہیں وہ زندہ ہیں ان کو اللہ کی طرف سے رزق عطا کیا جاتا ہے جس سے وہ خوش ہوتے ہیں'' یعنی لذات اور اعمال دونوں اعتبار سے ان کو وہاں کی زندگی کے تمام فوائد اور لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ تمام وہ کیفیات ہیں جن کا علم ہمیں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے ان ہی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں جو ہمارے پانچوں حواس کے دائرے میں سما سکتی ہوں لیکن جو باتیں ہمارے حواس سے باہر ہیں ہم ان کا نہ تو ادراک کر سکتے ہیں اور نہ ہمارے شعور میں وہ باتیں آ سکتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ دوسرے جہان میں وہ زندہ ہیں مگر تم اس بات کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اب ان کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے شہید ہو جانے کے بعد ان کی بیوہ عورتوں سے بھی عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا جا سکتا ہے ان کا چھوڑا ہوا مال و اسباب ورثاء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے یہ صرف انبیاء کرام کی خصوصیت ہے کہ ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کی بیویوں سے کوئی نکاح نہیں کر سکتا۔ اور نہ ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے کیونکہ ان کو دوسرے عالم کی زندگی میں ارفع و اعلیٰ مقام دیا جاتا ہے۔ ان کا یہ بھی اعزاز ہے کہ ان کے جسموں کو نہ تو زمین کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ کھا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک جسموں کی بھی حفاظت فرماتے ہیں۔

بہر حال جو بات ہمارے حواس خمسہ سے باہر ہے اس کیفیت کو ہم کسی مثال سے تو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن سفید و سبز پرندوں کی کیفیت، کھانے پینے کی لذت، عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرنے کی حالت کا ہم ادراک و شعور حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان کو روحوں کے جہان میں ایک امتیازی مقام دیا جاتا ہے خواہ اس کی کیفیت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس، پاکیزہ اور لطیف روحوں پر حیات برزخی کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ شہداء سے بہت ہی قوی اور اعلیٰ و برتر ہوتے ہیں۔

اسی بات کو یہاں سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں محض اس کی رضا و خوشنودی کے لئے مصائب اور تکلیفوں کو جھیلتے ہیں، صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اور نماز کے ذریعہ اپنے تعلق بندگی کو مضبوط کرتے رہتے ہیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ اللہ کی راہ میں پیش کر دیتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کی کیفیات اور لذتوں کا شعور نہیں کر سکتے، ان کو عرش الٰہی کے سائے میں تمام راحتیں عطا کی جاتی ہیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾

۱۹ ع ۱۱ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج وعمرہ ادا کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف (سعی) کرے۔ جو شخص دلی شوق سے کوئی نیکی کرتا ہے اللہ (اس کیلئے) بڑا قدردان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ بے شک بعض لوگ اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے لوگوں کے لئے کتاب میں صاف حکم اور ہدایت کی باتیں نازل کی ہیں تو ان پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اور حق بات کو بیان کردیا تو ان کو میں معاف کردیتا ہوں اور میں بڑا توبہ کا قبول کرنے والا نہایت مہربان ہوں بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر ہی مر گئے، ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت

اور تمام لوگوں کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو کوئی دوسری مہلت دی جائے گی۔

تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی رحمان اور رحیم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

شَعَائِرٌ	نشانیاں (شعیرہ، نشانی)
حِجُّ الْبَيْتِ	بیت اللہ کا حج کیا۔ (الحج کے معنی ہیں ارادہ کرنا)
اِعْتَمَرَ	عمرہ کیا
لَاجُنَاحَ	گناہ نہیں ہے
اَنْ يَّطَّوَّفَ	یہ کہ وہ طواف کرے (مراد ہے سعی کرنا) پھیرے لگائے
تَطَوُّعٌ	دل کی خوشی سے کوئی کام کرنا
شَاكِرٌ	قدر کرنے والا، قدر دان
لَيَكْتُمُوْنَ	البتہ وہ چھپاتے ہیں
يَلْعَنُ	وہ لعنت کرتا ہے۔ (لعنت، اللہ کی رحمت سے دوری)
لٰعِنُوْنَ	لعنت کرنے والے
تَابُوْا	جنہوں نے توبہ کرلی
اَصْلَحُوْا	اصلاح کرلی، نیکی کرلی
بَيَّنُوْا	بیان کردیا، کھول دیا
اَتُوْبُ	میں متوجہ ہوتا ہوں۔ توبہ قبول کرتا ہوں
لَايُنْظَرُوْنَ	وہ دیکھے نہ جائیں گے، مہلت نہ دی جائے گی
اِلٰهٌ	معبود، جس کی عبادت کی جائے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

صفا اور مروہ بیت اللہ کے پاس دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے دوڑتے ہیں جس کو سعی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا تھا۔ جب پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیل پیاس سے بے چین ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ نے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کیں مگر پانی کہیں نظر نہ آیا، انہوں نے صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا پہاڑیوں پر چڑھ کر دیکھنا شروع کیا۔ جب حضرت اسماعیل نظروں سے اوجھل ہوتے تو حضرت ہاجرہ دوڑ کر پہاڑی کی طرف آتیں جہاں حضرت اسماعیل پیاس کی شدت سے ایڑیاں زمین پر مار رہے تھے، اس طرح حضرت ہاجرہ نے صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے ساتویں چکر میں آپ نے دیکھا کہ جہاں حضرت اسماعیلؑ ایڑیاں مار رہے ہیں وہیں سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ پانی کا ابال تیز تھا حضرت حاجرہ نے فرمایا زم زم رک جا رک جا۔ اور وہ پانی محدود ہو گیا اس کے بعد سے اس کا نام ہی زم زم پڑ گیا۔ زم زم کا کنواں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی اس طرح پوری شان سے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے جس طرح چار ہزار سال پہلے وہ تشنہ لبوں کی پیاس بجھا رہا تھا بہر کیف اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! صفا و مروہ تو بیت اللہ، حجر اسود، اور قربانی کی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تم حضرت ہاجرہ کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے حج اور عمرہ میں اس کی سعی کرو۔

بات یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے دور جاہلیت میں کفار مکہ نے بیت اللہ اور پھر مقدس مقامات پر مختلف ناموں کے بت رکھ دیئے تھے اسی طرح صفا پہاڑی پر اساف اور مروہ کی پہاڑی پر نائلہ نام کے بت رکھ دیئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد تمام بتوں کو ہٹا کر اللہ کے گھر کو اس گندگی سے پاک کر دیا گیا پھر بھی کچھ مسلمان کو صفاہ اور مروہ پر اس لئے سعی کرنے نہیں جاتے تھے کہ کہیں ہم گنہگار نہ ہو جائیں کیونکہ صفا اور مروہ پر کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ مکہ، مدینہ والے دور جاہلیت میں بھی صفاہ و مروہ پر سعی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے تم اس کی بھی اسی طرح تعظیم کرو جس طرح اور شعائر یعنی نشانیوں کی عزت و عظمت کرتے ہو۔

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے اس لئے بھی ایک نشانی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا آغاز اللہ کے حکم سے مروہ کے مقام سے ہی کیا ہے یہ بات توریت میں بڑی وضاحت سے موجود ہے لیکن یہودی سازشیوں نے جہاں اسلام کے بہت سے احکام اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق بہت سے پیشین گوئیوں کو چھپایا ہے۔ ان ہی میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ یہودیوں نے یہ سازش اور اس لفظ کو مسخ کرنے کی کوشش اس لئے کی تا کہ کسی طرح اس مقام کو جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پیش کی اس کو مروہ کے بجائے بیت المقدس کے آس پاس کا علاقہ ثابت کیا جائے تا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں، ان کو حضرت اسحاق اور ان کی اولاد کی طرف موڑ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ صفا اور مروہ کا ذکر فرما کر یہودیوں کی سازش کا پردہ چاک کر دیا ہے کہ تم نے اللہ کے شعائر یعنی نشانیوں کو چھپانے کی جو مجرمانہ کوشش کی ہے اس پر نہ صرف تمہارے اوپر اللہ کی لعنت ہے بلکہ تمام انسانوں اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے کیونکہ تم نے جان بوجھ کر اللہ کی نشانیوں اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپانے کی گھٹیا سازش کی ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۴

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، رات اور دن کے آنے جانے میں۔ وہ کشتیاں (جہاز) جو لوگوں کے لئے نفع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں ان میں...... جو کچھ (آسمان) بلندی سے اللہ نے پانی نازل کیا جس کے ذریعہ مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ زمین، میں قسم قسم کے جو جانور پھیلائے اس میں، ہواؤں کے الٹنے پلٹنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہیں ان سب چیزوں میں عقل رکھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۴

خَلْقٌ	پیدائش، بناوٹ
اِخْتِلَافٌ	آنا، جانا
اَللَّیْلُ	رات

اَلنَّهَارُ	دن
اَلْفُلْکُ	کشتی، جہاز
یَنْفَعُ	نفع دیتا ہے
اَلسَّمَاءُ	بلندی، آسمان
بَثَّ	اس نے پھیلا دیا
دَآبَّةٌ	زمین پر رینگنے والے ہر جاندار کو کہتے ہیں۔ ہر طرح کے جانور
تَصْرِیْفٌ	الٹنا پلٹنا
اَلرِّیٰحُ	ہوائیں، (ریح کی جمع ہے)
اَلسَّحَابُ	بادل
اَلْمُسَخَّرُ	تابع، حکم ماننے والا
لَاٰیٰتٌ	البتہ نشانیاں ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶۴

قرآن کریم انسان کو شک وشبہ کی دلدل سے نکال کر یقین کی منزل تک پہنچانے کے لئے ایسی کھلی ہوئی دلیلیں پیش کرتا ہے جس سے ہر شخص اپنی اہلیت وصلاحیت کے مطابق حق کی معرفت حاصل کرسکتا ہے۔ ان دلائل میں جو شخص بھی سنجیدگی سے غور کرے گا یقین وتصدیق کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کے مرتب نظام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا زمین وآسمان کی پیدائش، چاند، سورج، ستاروں، سیاروں اور سورج کے طلوع وغروب کا نظام، رات دن کی پیہم گردش ان کا گھٹنا بڑھنا، بیکراں سمندر کے سینے پر مسافروں اور سامان سے بھری ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا آنا جانا بارشوں کا نظام جس سے مردہ زمین ہری بھری ہوجاتی ہے کرۂ ہوائی میں بادلوں کا منڈلانا، کہیں برسنا اور کہیں نہ برسنا، طرح طرح کے چرند، پرند، درند۔ یہ تمام چیزیں آنکھیں اور عقل رکھنے والوں کے لئے کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ سارا نظام بغیر کسی علیم وخبیر ہستی کے چلائے ہوئے چل رہا ہے۔ یقیناً اس ساری کائنات کے پیدا کرنے اور چلانے میں ایک ایسی ہستی کا ہاتھ ہے جو انسان کے تمام احوال سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور وہ اللہ کی ذات پاک ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

۲۰ ع ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۶۷

بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی انہیں اللہ سے محبت کرنی چاہئے۔ حالانکہ ایمان والے اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ کاش یہ ظالم اس وقت کو دیکھتے جسے وہ عذاب کے وقت بہر حال دیکھیں گے کہ بے شک تمام طاقت وقوت اللہ ہی کی ہے۔ بے شک اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ جن کی پیروی کی گئی تھی جب وہ ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی۔ اس وقت وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے اور تمام اسباب کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہوگا۔ (وہ بڑی حسرت سے کہیں گے) اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک موقع اور دے دیا جاتا تو ہم بھی ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کرتے جس طرح آج یہ ہم سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ (اب اس حسرت سے کیا فائدہ) اللہ ان کو وہ اعمال جو انہوں نے کئے تھے اس طرح دکھلائے گا کہ وہ حسرت اور شرمندگی سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور آگ سے نکلنے کی ان کو کوئی راہ نہ مل سکے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۶۵تا۱۶۷

یَتَّخِذُ	بنالیتا ہے
یُحِبُّوْنَ	وہ محبت کرتے ہیں
کَحُبِّ اللّٰہِ	جیسی اللہ سے محبت کرنا
اَشَدُّ حُبًّا	بے انتہا محبت
تَبَرَّاَ	بے زاری کا اظہار، نفرت کا اظہار کیا
اَلَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا	جن کی پیروی کی گئی (پیشوایابت)
اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا	جنہوں نے اتباع کی
رَاَوُا	دیکھیں گے (دیکھا)
تَقَطَّعَتْ	کٹ جائیں گے (کٹ گئے)
کَرَّۃً	دوبارہ جانا
یُرِیْھِمْ	وہ ان کو دکھائے گا
حَسَرٰتٌ	حسرتیں، افسوس
خَارِجِیْنَ	نکلنے والے
اَلنَّارُ	آگ، جہنم، دوزخ

تشریح: آیت نمبر۱۶۵تا۱۶۷

اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے سامنے سارا نظام کائنات ہے جس میں اللہ کی ربوبیت اور شان رحمت صاف نظر آرہی ہے مگر کھلی ہوئی آنکھیں ہونے کے باوجود ان کو سچائی نظر نہیں آتی۔ وہ دن رات اس منظم اور مرتب نظام کائنات کو دیکھتے ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جو قادر مطلق ہے مگر وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو پوری اہمیت دیتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے یہی ان کے کارساز ہیں۔ فرمایا مومن صرف اللہ سے شدید اور والہانہ محبت کرتے ہیں کیونکہ ان کو اس بات کا یقین ہے کہ اس کائنات میں ایک پتہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہلتا۔

فرمایا گیا آج جن بتوں پر یہ سہارا کئے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام آئیں گے کاش یہ اس وقت کا تصور ہی کر لیتے جب قیامت کے دن یہی بت اور معبود اس بات سے صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت و بندگی کریں۔ اس اظہار لاتعلقی کے بعد جب ان کے سامنے عذاب آ جائے گا اور دنیا کے تمام اسباب منقطع ہو چکے ہوں گے اس وقت چلائیں گے اور فریاد کریں گے الٰہی ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہو گیا ہے ہم تو ان کو اپنا کارساز سمجھتے تھے مگر انہوں نے تو ہمیں دھوکا دیا ہے ہم سے بے زاریاں ظاہر کر رہے ہیں الٰہی ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع مل جائے تو ہم ان سے انتہائی بے زاری اور نفرت کا اظہار کریں گے اور آپ ہی کی بندگی کریں گے۔

فرمایا گیا کہ اب توبہ کا وقت ختم ہو چکا ہے اب تو فیصلے کا وقت ہے اب یہ آرزو تمہاری حسرت ہی رہے گی اور جہنم کے ابدی عذاب سے تم بچ نہیں سکتے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ

كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۶

اے لوگو! زمین میں جو بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں برے اور بے حیائی کے کام سکھاتا ہے۔ اور یہ کہ تم اللہ پر وہ جھوٹی باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی تابعداری کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی تابعداری کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (بھلا) اگر ان کے باپ دادا نہ تو سمجھ رکھتے ہیں اور نہ صحیح راہ پر ہوں (کیا پھر بھی وہ ان ہی کی تابعداری کریں گے)

ایسے کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایسے جانور کے پیچھے چلاتا ہو جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ سنتا ہی نہ ہو۔ یہ کفار بھی بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اے ایمان والو! ہم نے تمہیں پاکیزہ اور حلال چیزیں دی ہیں۔ انہیں کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو اس کا ان نعمتوں پر شکر ادا کرو۔

اس نے تمہارے اوپر مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی کا بھی نام لیا گیا ہو حرام کر دیا ہے۔ البتہ جو شخص بے بس اور مجبور ہو جائے۔ کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان

چیزوں کو استعمال کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد نہ تو نافرمانی ہو اور نہ حد سے بڑھنے کا ارادہ ہو۔ بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب میں سے چھپاتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں تھوڑا سا مال و دولت بھی حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن نہ تو اللہ ان سے کلام کرے گا۔ نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو شدید اور دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے میں عذاب کو خرید لیا ہے۔ (اللہ نے طنز کے طور پر فرمایا) ان کا حوصلہ بھی کتنا عجیب ہے کہ وہ آگ پر صبر کئے بیٹھے ہیں۔

اللہ نے اپنی کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ بلاشبہ جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ ضد میں دور جا پڑے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۶

كُلُوْ	کھاؤ
حَلٰلًا طَيِّبًا	حلال اور پاکیزہ چیزیں
خُطُوٰتٌ	(خطوۃ) قدم...(نشانات قدم)
اَلسُّوْءُ	برائی
اَلْفَحْشَاءُ	فحش اور بے حیائی
اَلْفَيْنَا	ہم نے پایا
اٰبَاؤُنَا	ہمارے باپ، دادا
يَنْعِقُ	چلاتا ہے
دُعَاءٌ	پکار

نِدَاءٌ	آواز
اَلْمَيْتَةُ	مردار
اَلدَّمُ	خون
لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ	سور کا گوشت
اُهِلَّ	پکارا گیا، لیا گیا
غَيْرُ بَاغٍ	بغاوت کرنے والا نہ ہو
لَا عَادٍ	نہ زیادتی کرنے والا ہو
بُطُوْنٌ	(بطن) پیٹ
لَا يُكَلِّمُ	وہ بات نہ کرے گا
لَا يُزَكِّيْ	وہ پاک نہ کرے گا
مَا اَصْبَرَ	کیسا صبر ہے
شِقَاقٌ	ضد
بَعِيْدٌ	دور

تشریح: آیت نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۶

اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے اور بعض چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے، جن چیزوں کی اجازت دی ہے یعنی حلال کیا ہے وہ خوشگوار، پاکیزہ، معتدل، صحت بخش اور روح پرور ہیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے یعنی ان کو حرام قرار دیا ہے وہ سب کی سب روح، عقل، جسم اور اخلاق و کردار کو نقصان پہنچانے والی اور بدکاری و بے حیائی کی راہ کھولنے والی ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! جن چیزوں کو ہم نے حلال قرار دیا ہے ان میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ، پاکیزہ چیزوں سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جو ظاہری گندگی، عقل اور اخلاق کو تباہ کرنے والی چیزیں ہیں ان کو استعمال نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کا براہ راست اثر انسان کے کردار پر پڑتا ہے۔ اس

کے برخلاف وہ چیزیں جن میں ظاہری گندگی یا باطنی گندگی ہے جن سے انسانی کردار متاثر ہوتا ہے۔ ان کو نہ کھاؤ وہ انسان کے لئے حرام قرار دے دی گئی ہیں جیسے مردار جانور، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے بجائے غیر اللہ کا نام لے کر اس کو غیر اللہ سے منسوب کیا گیا ہو قطعاً حرام ہیں۔ البتہ اگر کسی جگہ ایسی مجبوری ہو کہ ان مذکورہ چیزوں کے علاوہ کچھ ملتا ہی نہ ہو اور زندگی بچانے کا مسئلہ پیدا ہو جائے تب ان چیزوں کے استعمال کی محدود اور وقتی اجازت ہے یعنی اسی حد تک جس سے انسان اپنی جان بچا سکتا ہو وہ ان چیزوں کا استعمال کر سکتا ہے خون سے مراد خون پینا ہے کسی شدید مرض میں کوئی مومن ڈاکٹر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر وہ کسی جانور کا خون پئے گا تو اس کی جان بچ سکتی ہے اس صورت میں تو کراہت بھی نہیں ہے اسی طرح اگر انسانی جان بچانے کے لئے کسی کو اپنا خون دیا جائے یا دوسرے کی جان بچانے کے لئے خون استعمال کیا جائے اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بعض لوگوں نے خود سے بھی محض مشرکانہ توہمات کے تحت جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دے رکھا ہے ان کی شرعی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیا جائے گا تو یقیناً یہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے کے برابر ہوگا۔ فرمایا گیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کچھ ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے جو ہر آن اس کو اخلاقی شکست دینے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ وہ انسان سے اپنی اس کھلی دشمنی کا اعلان اللہ کے سامنے کر چکا ہے جو دشمن اتنے کھلے الفاظ میں اپنی دشمنی کا اعلان کر چکا ہو اس کے ازلی دشمن ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے اس لئے قرآن کریم میں اس کو ''عدو مبین'' فرمایا گیا ہے یعنی کھلا ہوا دشمن اور فرمایا گیا کہ چھپے ہوئے دشمن سے دھوکا کھا جانا ممکن ہو سکتا ہے لیکن کھلے ہوئے دشمن سے دھوکا کھا جانا یہاں تک کہ اس کو اپنا دوست، اور کارساز بنا لینا، اس کے مشوروں پر چلنا کہاں کی عقل مندی ہے۔

فرمایا شیطان نے لوگوں کو توحید کے راستے سے بھٹکانے کے لئے گمراہی کے راستوں کو بہت آسان بنا دیا ہے وہ بدترین بے حیائی اور بے شرمیوں کی طرف بڑے خوبصورت انداز سے دعوت دیتا ہے لیکن عقل مند وہی ہے جو اس کھلے ہوئے دشمن کے چکر میں نہ پھنسے ورنہ انسان اپنے تمام اعمال کو ضائع کر بیٹھے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال اور پاکیزہ بنا دیا ہے ان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جن چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے ایک مومن کو اس کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس کے بہکائے میں آ کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا کسی طرح جائز اور مناسب نہیں ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۷

یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق ومغرب کی طرف کرلیا کرو بلکہ (سچی) نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، قیامت کے دن پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لائے، اور مال کی محبت کے باوجود اس کو رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں، مانگنے والوں اور (قرض سے) گردنیں چھڑانے پر اپنا مال خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوۃ دیتا رہے، اور وعدہ کرنے کے بعد اس کو پورا کرے، سختی، تکلیفوں اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۷

اَلْبِرُّ	سچی نیکی
قِبَلٌ	طرف، سمت
اٰتَى	دیا

عَلٰی حُبِّہٖ	اس کی محبت پر (مال کی محبت کے باوجود اس کو اللہ کی محبت پر قربان کرنا)
اَلرِّقَابُ	(الرقبتہ) گردن
اَلْمُوْفُوْنَ	پورا کرنے والے، وفاء عہد کرنے والے
اَلْبَاْسَاءُ	سختیاں
اَلضَّرَّآءُ	تکلیفیں
حِیْنَ	جس وقت
صَدَقُوْا	انہوں نے سچ کیا۔ (سچ کر دکھایا)

تشریح: آیت نمبر ۱۷۷

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل و مکمل کرلیا اس لئے کہ اسلام کے تمام اصولوں کا خلاصہ تین چیزیں ہیں، عقائد کی اصلاح، معاملات زندگی میں حسن معاشرت اور نفس کی اصلاح و تہذیب، اس آیت میں ان ہی تینوں باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ مذہب کی چند ظاہری باتوں اور رسموں کو ادا کر کے صرف ضابطے کی خانہ پری کرتے ہیں وہ حقیقی اور سچی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے، حقیقی نیکی کو وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے تمام اصولوں پر عمل کرتے ہیں، اس آیت میں تیرہ باتوں پر عمل کرنے کو سچی نیکی قرار دیا گیا ہے۔

(۱) ایمان باللہ: اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی بھی انداز سے شریک نہ کیا جائے نہ سمجھا جائے اور ایک مومن پوری طرح اپنے آپ کو اللہ رب العالمین کے سپرد کردے۔

(۲) ایمان بالآخرت: اپنے ہر قول اور فعل کے لئے اپنے آپ کو آخرت میں جواب دینے والا، مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لانے والا اور جھوٹی شفاعتوں کے وہم میں مبتلا نہ ہونے والا بنائے۔

(۳) ایمان بالملائکہ: ان کی ہستی کو تسلیم کرنا، ان کو معصوم، امین اور معتمد سمجھنا، اللہ کی ہدایت لانے والا اور اللہ کے حکم سے قضاء و قدر کے تمام فیصلوں کو نافذ کرنے والا سمجھنا۔

(۴) ایمان بالکتاب: تمام آسمانی کتابوں کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابیں ماننا، یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں نازل فرمایا تھا وہ سب حق اور اس زمانے کے لئے وہی واجب العمل تھا مگر قرآن نازل ہونے کے بعد چونکہ پچھلی کتابیں اور

شریعتیں سب منسوخ ہوگئیں تو اب عمل صرف قرآن پر ہی ہوگا اور اسی کو حق و باطل کی کسوٹی اور زندگی کے ہر پہلو میں اسی کی مکمل رہنمائی پر اعتماد رکھنا ہوگا۔

(۵) ایمان بالانبیاء: اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں کو اللہ کا بھیجا ہوا سمجھنا۔ ان کی پیروی اور محبت کو ایمان کا حصہ بنا لینا۔ ان نبیوں کو تمام خطاؤں سے معصوم، ان کے ہر علم کو بے خطا اور ان کی زندگی کو بہترین نمونہ زندگی سمجھنا۔ اور نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء والمرسلین ماننا اور آپ کے بعد کسی کو رسول یا نبی نہ ماننا۔ عقائد کی اصلاح کے لئے یہ پانچ بنیادیں ہیں جن کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس شخص کا اللہ، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر پختہ ایمان ہوگا۔ یقیناً اس کے تمام اعمال درست ہوتے چلے جائیں گے اب ان چھ باتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ایمان رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے۔

(۶) اتی المال علی حبہ: اللہ کی محبت پر اپنے مال کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرنا، اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال کی بے انتہا محبت ہونے کے باوجود اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

(۷) ذی القربیٰ: یعنی رشتہ داروں پر صلہ رحمی کے لئے مال خرچ کرنا

(۸) الیتمیٰ: ان بے باپ کے بچوں پر مال خرچ کرنا جن کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری پورے اسلامی معاشرہ پر ہے۔

(۹) ابن السبیل: یعنی مسافروں پر مال کو خرچ کرنا۔ اس سے عام مسافر بھی مراد ہیں اور وہ لوگ بھی مراد ہیں جو اللہ کا دین سیکھنے کے لئے نکلے ہوئے ہیں ان کی اپنے مال سے امداد کرنا فروغ علم کا ذریعہ ہے۔

(۱۰) سائلین: مانگنے والے یعنی وہ مستحق لوگ جو اپنے حالات سے بے بس ہو کر سوال کرنے پر مجبور ہیں لیکن اس سے مراد وہ غلام بھی ہیں جن کو خرید کر آزاد کرنا اور آزاد انسانوں کی سطح پر لا کر معاشرہ کا کارآمد فرد بنانا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کی برکت سے غلامی ختم ہو چکی ہے لیکن آج بھی ایسے بہت سے انسان ہیں جو اپنی معاشی ضرورتوں اور مجبوریوں کی بنا پر قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں یا سود کی لعنتوں میں گرفتار ہیں ایسے لوگوں کے لئے مال خرچ کر کے ان کو قرضے سے نجات دلانا اور ان کو قلبی سکون بہم پہنچانا یہ بھی اسلامی معاشرہ میں ہر صاحب حیثیت انسان کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے یہ ہیں وہ چھ اعمال جو ایمان کا لازمی تقاضا ہیں یعنی اللہ پر ایمان لانے کے بعد ایک انسان کو اپنے معاشرہ کی ان ذمہ داریوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

عقائد کی اصلاح اور معاملات زندگی میں حسن معاشرت کے بعد اصلاح اور تہذیب نفس کے اصول بتائے گئے ہیں۔

(۱۲) اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ: نمازوں کو قائم کرنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا تاکہ بندوں کا تعلق خالق اور مخلوق کے ساتھ نہایت بہتر اور صحت مندانہ بنیادوں پر قائم ہو جائے۔ ان دونوں کے قائم رکھنے سے معاشرہ میں ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کا چلن ہوگا۔

(۱۳) ایفائے عہد اور صبر: وعدہ کا پورا کرنا اور حالات و مشکلات میں صبر کا دامن نہ چھوڑنے کا تعلق انسان کی

سیرت و کردار سے ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ کردار کی بلندی میں وعدہ کو پورا کرنا اور صبر کرنا بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے سے انسان کے قلب میں جو روشنی پیدا ہوتی ہے نماز، روزہ، صبر اور ایفائے عہد اس کو جگمگا دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی خصوصیت ہونی چاہئے کیونکہ امتحان و آزمائش کا اصل میدان انسان کی سیرت و کردار ہی ہوا کرتا ہے۔

یہ ہے وہ ضابطہ اخلاق جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جو لوگ ان تیرہ باتوں پر عمل کرنے والے ہیں وہی سچی نیکی کے مستحق ہیں اور منزل مراد تک پہنچنے والے ہیں لیکن جو لوگ مشرق و مغرب کے ان جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ منہ مشرق کی طرف کرنا چاہئے یا مغرب کی طرف درحقیقت ایسے لوگ نہ تو فلاح پانے والے ہیں اور نہ سچی نیکی سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔ اور بحث برائے بحث ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

اے ایمان والو! تم پر قتل کئے جانے والوں کا قصاص (بدلہ لینا) فرض قرار دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت کا قصاص ہے۔ البتہ اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا کوئی مسلمان بھائی کچھ نرمی کرنے کو تیار ہو تو اس کے لئے دستور کی پیروی کرنا اور خوش دلی سے خون بہا ادا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ اس کے بعد بھی جو شخص زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک سزا ہے۔ اور اے عقل رکھنے والو! قصاص ہی میں تمہارے لئے زندگی اور بقا ہے۔ تاکہ تم (خونریزی سے) پرہیز کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	تم پر فرض کردیا گیا
اَلْقِصَاصُ	برابری
اَلْقَتْلٰى	مقتول (جو قتل کردیا گیا)
اَلْحُرُّ	آزاد
اَلْعَبْدُ	غلام
اَلْاُنْثٰى	عورت
عُفِيَ	معاف کردیا گیا
فَاتِّبَاعٌ	پھر پیروی کرنی ہے
اُولِي الْاَلْبَابِ	عقلوں والے (اولو، والا، الباب (لب عقل))

تشریح: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

ہر انسان پیدائشی اعتبار سے مجرم نہیں ہوتا بلکہ انسانی معاشرہ میں سے کچھ لوگ جذباتی، بے اعتدالی، عقلی عدم توازن، ذہنی انتشار، انتقام اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو کر انسانی قتل کا سبب بن جایا کرتے ہیں۔ ایسے نفسیاتی مریضوں کے لئے اسلام نے محض اصلاح و تربیت کو کافی نہیں سمجھا ہے بلکہ اس بیماری کو کینسر کی طرح خطرناک قرار دے کر جڑ و بنیاد سے ختم کردینے کا بہترین علاج مقرر کیا ہے تاکہ یہ دوسروں کے لئے سامان عبرت بن جائے۔ موجودہ تہذیب کے علم برداروں اور عقل کا سہارا لے کر چلنے والوں نے قاتل سے قتل کا بدلہ لینے کو ایک قابل نفرت مسئلہ بنا کر رکھ دیا ہے بلکہ بہت سے ملکوں میں تو اس کے خلاف بھرپور مہم چلا کر قاتل کو قتل کرنے اور پھانسی دینے کے خلاف قانون بھی پاس کرالیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو عقل و سمجھ رکھتے ہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے اہل عقل تمہاری سوسائٹی اور تمہارے معاشرے کی زندگی اسی میں ہے کہ انسانی جانوں کا احترام کرتے ہوئے ''قصاص'' ضرور لو۔ اس میں عقل و سمجھ اور اعتدال کو بڑا دخل ہے۔

جس طرح آج تہذیب کے نام پر قاتل سے بدلہ لینے کے بجائے اس کی اصلاح و تربیت کی باتیں کی جاتی ہیں اسی طرح کی بے اعتدالی عرب کے اس معاشرے میں بھی تھی جس کو ہم جاہلیت کا معاشرہ کہتے ہیں۔

اس دور جہالت میں اول تو بڑے لوگوں پر قصاص معاف تھا۔ تھوڑے سے درہم و دینار دے دلا کر مقتول کے وارثوں کی

زبان بندی کردی جاتی تھی۔ چھوٹے اور غریب آدمی اور خاص طور سے غلاموں کی جان کی تو کوئی قدر و قیمت ہی نہیں تھی، غریب مقتول کے وارثوں کی سننے والا کوئی نہ تھا البتہ اگر کسی اونچی ناک والے قبیلے کا کوئی فرد مارا جاتا تو جوش انتقام کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک شخص کے بدلے قاتل کے خاندان کے لاتعداد لوگوں کو قتل کردیا جاتا تھا اور پھر بھی انتقام کی آگ نہ بجھتی تھی۔ قرآن کریم نے اس آیت کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ قتل کا بدلہ خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو صرف قاتل سے لیا جائے گا اس میں چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، عورت، مرد، غلام یا لونڈی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس نے قتل کیا ہے اس کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

اسلامی قانون میں قصاص کا حق مقتول کے وارثوں کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی لئے مقتول کے وارث قاتل سے قصاص لے سکتے اور معاف کرسکتے ہیں اور خون بہا بھی لے سکتے ہیں۔ مقتول کے وارث اور قاتل جس بات پر رضامند ہو جائیں اس میں نہ کسی برادری کو مداخلت کا حق ہے اور نہ کسی حکومت کو۔

خون بہا کی تعداد ایک سو اونٹ، یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہیں (یا اس کے برابر رقم ہے)۔ مقتول کے وارث اپنی مرضی سے اس مقدار کو کم بھی کرسکتے ہیں۔ باہمی رضامندی سے ان مقررہ مقداروں کے مساوی کسی مال و دولت پر بھی لین دین کرسکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے خون بہا قاتل کے مال سے لیا جائے گا کسی اور سے وصول نہیں کیا جائے گا اور وہ مال جو قاتل سے لیا جائے گا مقتول کے وارثوں میں ورثہ کی طرح تقسیم کیا جائے گا۔

مقتول کے وارثوں میں سے اگر کسی بھی وارث نے اپنا حق قصاص معاف کردیا تو وہ سب کی طرف سے معاف ہو جائے گا کیونکہ قتل کی تقسیم ممکن نہیں ہے۔ البتہ خون بہا میں بقیہ وارثوں کا حق محفوظ رہے گا۔ مثلاً اگر مقتول کے چار لڑکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے قصاص معاف کردیا تو قتل کرنے میں بقیہ تین بھائیوں کا حق بھی ختم ہو گیا اب وہ تینوں مل کر قاتل کے قتل کا دعویٰ یا مطالبہ نہیں کرسکتے البتہ وہ تینوں اپنے حصے کا خون بہا لینے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

۲۲ ع ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے جب تم میں سے کسی شخص کی موت کا وقت قریب آ جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو وہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کر جائے، یہ حکم پرہیز گاروں کے لئے لازمی ہے پھر جس شخص نے اس وصیت کو سن کر اس کو بدل ڈالا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے جس نے اس وصیت کو تبدیل کیا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے یہ اندیشہ ہو کہ وصیت طرف داری یا گناہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ پھر اس نے معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان باہم صلح کرادی تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

خَیْرٌ	مال (اللہ نے مال کو خیر فرمایا ہے)
یُبَدِّلُوْنَ	وہ بدلتے ہیں
مُوْصٍ	وصیت کرنے والا
جَنَفٌ	طرف داری، حق تلفی
اَصْلَحَ	اصلاح کرادی، درست کرادیا

تشریح: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا جب مرنے والے کے ترکہ کی تقسیم کا کوئی قانون نازل نہیں ہوا تھا بلکہ وہی قانون جو اس وقت عربوں میں رائج تھا اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ وہ تصور تھا جس کی کچھ نہ کچھ بنیاد ترکہ کے سلسلے میں پہلے سے موجود تھی۔ مگر ان کی معاشرتی زندگی میں جہاں ہزاروں بگاڑ موجود تھے وہاں وراثت کی تقسیم میں بھی بڑا فساد آ چکا تھا۔ اس وقت کسی کے مرجانے کے بعد اس کی تمام جائیداد اور مال مرنے والے کے بیٹے کے نام ہو جایا کرتا تھا اگر کوئی وصیت کر جاتا تو اس میں شہرت کا

پہلو نمایاں کرنے کے لئے دور دراز کے رشتہ داروں کے نام دولت کا اکثر حصہ مقرر کر دیا جاتا، ماں باپ، بہن بھائی اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وصیت سننے کے بعد اس میں تبدیلی کو گناہ قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ اگر انہوں نے مرنے والے کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی یا حقداروں کے حق میں کوئی زیادتی کی تو ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دنیا سے جس بات کو چھپا سکتے ہیں اس علیم وخبیر کی ذات سے چھپا نہیں سکتے، البتہ اگر کوئی شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وصیت کرنے والے نے کوئی ایسی وصیت کی ہے جو طرف داری یا گناہ پر مبنی ہے تو اس معاملہ سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان باہمی صلح صفائی سے کوئی تبدیلی کرادی تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس آیت پر اس وقت تک عمل ہوتا رہا جب تک آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب آیت میراث اور میراث کی تقسیم کے شرعی اصول بیان کر دیئے گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس بگڑے ہوئے معاشرے میں ایک دم تبدیلی سے بڑے مسائل پیدا ہو سکتے تھے اللہ نے اس معاشرہ کو درست کرنے کے لئے تمام احکام کو آہستہ آہستہ نازل کیا ہے تاکہ وہ شریعت اسلامیہ کے اچھی طرح خوگر اور عادی بن جائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا

سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ یہ گنتی ہی کے تو چند دن ہیں۔ پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اس تعداد کو پورا کرلے۔ اور جنہیں روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے وہ ایک مسکین کو کھانا اس کے بدلے میں دے دیں۔ پھر جو شخص اپنے دل کی خوشی سے کوئی بھلا کام کرتا ہے تو وہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھ ہی لو تو یہ بھی بات تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ جو تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے جس میں ہدایت کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فرق بتانے والا ہے۔ جو

کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرلے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت چاہتا ہے، تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا تاکہ تم روزوں کی گنتی بھی پوری کرلو اور اللہ کی عظمت و کبریائی بھی بیان کرو جس نے تمہیں صحیح طریقہ بتایا تاکہ تم اس کا شکرادا کرو۔

اے نبی! ﷺ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے میں تو قریب ہی ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے، میں سنتا ہوں اور اس کو قبول بھی کرتا ہوں۔ انہیں میرا حکم ماننا چاہئے، مجھ پر ایمان لانا چاہئے تاکہ وہ نیک راہ پر آجائیں۔

رمضان کی راتوں میں تمہیں اپنی بیویوں سے مباشرت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس کی طرح ہو۔ اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کیا کرتے تھے۔ اللہ نے معاف کردیا اور تم سے درگزر کیا اب تم ان عورتوں سے (رمضان کی راتوں میں) بے تکلف قربت حاصل کرو۔ اور تلاش کرو جو اس نے تمہارے لئے مقرر کردیا ہے۔ اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح صادق کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے جدا نہ ہو جائے۔ پھر تم روزوں کو رات تک پورا کرو۔ اپنی عورتوں سے اس وقت قربت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اپنی آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچتے رہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

مَعْدُوْدَاتٌ (مَعْدُوْدَةٌ) چند

عِدَّةٌ مدت

اَيَّامٌ اُخَرُ دوسرے دن

يُطِيْقُوْنَهٗ اس کی طاقت ہو (اصل میں یہ لا یطیقونہ ہے یعنی جس کو اس کی طاقت نہ ہو)

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک غریب کا کھانا

تَصُوْمُوْا تم روزہ رکھو

شَهْرٌ مہینہ

شَہِدَ	موجود ہو، جو پائے
لَایُرِیْدُ	نہیں چاہتا ہے
اَلْیُسْرُ	آسانی، سہولت
اَلْعُسْرُ	تنگی، دشواری
لِتُکْمِلُوْا	تاکہ تم مکمل کرلو
لِتُکَبِّرُوْا	تاکہ تم (اللہ کی) بڑائی بیان کرو
سَاَلَ	اس نے پوچھا
عِبَادِیْ	میرے بندے
اُجِیْبُ	میں جواب دیتا ہوں
دَعَانِ	مجھے پکارا (دعا، ن، ی)
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	پھر قبول کرنا چاہیے
وَلْیُؤْمِنُوْا	اور ایمان لانا چاہیے
اُحِلَّ	حلال کردیا گیا
اَلرَّفَثُ	بے پردہ ہونا، عورتوں سے رغبت کرنا
تَخْتَانُوْنَ	تم خیانت کرتے ہو
بَاشِرُوْا	تم صحبت کرو
اِبْتَغُوْا	تم تلاش کرو
اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ	سفید دھاگہ (صبح صادق)
اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ	سیاہ دھاگہ (رات)
اَتِمُّوْا	تم پورا کرو
اِلَی الَّیْلِ	رات تک
عَاکِفُوْنَ	اعتکاف کرنے والے، ٹھہرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

عرب والے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک، پیاس اور شدید مشکلات میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کو باقاعدہ تربیت دیا کرتے تھے، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ سختی برداشت کرنے کے عادی بن جائیں۔ وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز و تند ہواؤں کا مقابلہ کرنے کی بھی ٹریننگ دیا کرتے تھے۔ یہ چیز سفر اور جنگ کے ان حالات میں جبکہ ہوا کے تھپیڑوں سے واسطہ پڑتا تھا بہت کام آتی تھی...... ایسے گھوڑے جو سدھائے گئے ہوں اور وہ ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو وہ ان کو صائم کہا کرتے تھے۔

روزوں کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حکم سے صبح سے شام تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکنے کی ایک ماہ تک تربیت حاصل کرتا ہے وہ بھی مشکل حالات میں صبر و تحمل سے برداشت کا عادی بن جاتا ہے جس سے اس کو نہ صرف اس دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ آخرت کی ابدی راحتیں اس کے بدلے میں عطا کی جاتی ہیں۔ سال بھر میں ۲۹ یا ۳۰ دن تک روزے رکھے جاتے ہیں لیکن ان چند دنوں کی روحانی برکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان چند دنوں کی مشقت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل کی جزا تو دس سے سات سو گنا تک ہے لیکن روزوں کی جزا وہ ہے جو حق تعالیٰ شانہ اپنے دست مبارک سے اس کو عطا فرمائیں گے۔

فرمایا گیا کہ اے مومنو! یہ روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلے جتنی بھی شریعتیں آئی ہیں ان سب کے ماننے والوں پر روزوں کو فرض کیا گیا تھا تاکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

پھر فرمایا گیا کہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا وہ قرآن جو قیامت تک تمام انسانیت کے لئے ہدایت کی روشنی ہے وہ صراط مستقیم ہے جس میں واضح، دل نشین اور ہر الجھن کو دور کرنے کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ اگر تم نے رمضان کے مبارک مہینہ میں تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ قرآن کریم کے نور کو مشعل راہ بنالیا تو یقیناً تمہیں راہ نجات مل جائے گی۔

ان آیتوں میں بیماروں اور مسافروں کے لئے خاص رعایتوں کا اعلان کیا گیا جن کا مقصد آسانیاں بہم پہنچانا ہے لوگوں کو مشکلات میں ڈالنا نہیں ہے۔

ان آیتوں میں ایک خاص بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ انسانوں سے بہت قریب ہوتا ہے وہ ان راتوں میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جو تقویٰ، پرہیزگاری، نور ایمان اور سچائیوں سے دلوں کو جگمگانے کا مہینہ ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت مذکور ہے کہ ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیویوں کے ساتھ قربت کی صرف اس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائے پھر سو جانے کے بعد یہ

ساری چیزیں حرام ہو جاتی تھیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرما دی کہ دن میں جب کہ روزے کی حالت ہو۔ اعتکاف میں جو مسجدوں میں کیا جاتا ہے کے علاوہ راتوں کو بیویوں سے قربت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ امت محمدیہ ﷺ کی ایک خصوصیت ہے ورنہ گزشتہ امتوں میں اس کی اجازت نہیں تھی۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

۳
۲۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۸

تم آپس میں ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ ان مالوں کو (رشوت کے طور پر) حکام کی طرف لے جاؤ (تم چاہتے ہو کہ) تمہیں ظلم وزیادتی کے ساتھ دوسروں کا مال بانٹ کر ناجائز طریقے سے کھانے کا موقع ہاتھ لگ جائے۔ حالانکہ تمہیں (اس کے نقصانات کا اچھی طرح) علم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۸

لَاتَاْكُلُوْا	تم نہ کھاؤ
اَمْوَالَكُمْ	اپنوں کے مال
بِالْبَاطِلِ	ناجائز طریقہ، حرام طریقہ
تُدْلُوْا	تم کھینچو
لِتَاْكُلُوْا	تا کہ تم کھا جاؤ
فَرِيْقٌ	بانٹ کر، ٹکڑے کر کے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۸

دین اسلام کی تعلیمات اس بات پر شاہد ہیں کہ رزق حلال حاصل کرنا اور اس کے لئے جدوجہد کرنا ایک اہم عبادت ہے۔ رزق حلال انسان کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور ناجائز اور حرام ذریعوں سے کمائی ہوئی دولت سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلال روزی حاصل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ جو شخص چالیس دن تک حلال روزی کھائے گا جس میں حرام کا شبہ تک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دے گا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ حلال روزی کھایا کرو تاکہ تمہاری دعا قبول ہو۔

بعض لوگ ہوشیاری، چالاکی اور دھوکہ دہی سے دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں اور اسی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ سخت ناکام ہیں۔ وہ لوگ وقتی طور سے چرب زبانی کے ذریعہ دوسروں کے حق غصب تو کر سکتے ہیں لیکن ایسے لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی آخرت کی بربادی کا سامان کرتے ہیں۔

دوسروں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے کا رواج آج بھی ہے کہ وہ حکام کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلے کرا لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان ناپاک ذریعوں سے حاصل ہونے والی دولت کو جہنم کی آگ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ
”میں تم جیسا انسان ہوں، تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے سلسلہ میں آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق زیادہ چرب زبان ہو اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ اگر ایسے کسی معاملہ میں، میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے۔ بے شک وہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔“

قاضی شریح بعض دفعہ فیصلہ کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ اے مدعی تیرے حق میں فیصلہ دے رہا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو ظالم ہے۔ لیکن میں گواہوں کی گواہی سے مجبور ہوں اور کوئی گنجائش میرے لئے نہیں ہے مگر یہ کہ میرا فیصلہ تیرے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ رزق حلال کے مقابلے میں رزق حرام کی دوڑ میں لگنے والا انسان وقتی طور سے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو بالآخر اس کا انجام بہت برا ہے، اس آیت میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ

اے مومنو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز اور حرام طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ دوسروں کو رشوتیں دے کر ان کو حرام کا عادی بناؤ ورنہ تمہارا معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے محروم ہو کر رہ جاؤ گے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ
قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ

تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۹

وہ آپ سے چاند کے (گھٹنے بڑھنے کے) متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ چاند لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اوقات بتانے کا ذریعہ ہے۔
اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دنوں میں) اپنے گھروں میں پیچھے سے داخل ہو بلکہ اللہ سے ڈرنا نیکی ہے۔ اس لئے تم اپنے گھروں کے دروازوں سے آیا جایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب و بامراد ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۹

اَلْاَهِلَّةُ	چاند
مَوَاقِيْتُ	وقت
ظُهُوْرٌ	(ظہر) پیٹھ، پشت
اَبْوَابٌ	(باب) دروازے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۹

حضرت معاذ ابن جبلؓ اور ثعلبہ ابن عتمہ جو دونوں انصاری صحابی ہیں ایک دن انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ کیا بات ہے چاند کبھی تو باریک دھاگے کی طرح نظر آتا ہے، پھر بڑھتے بڑھتے پورا چاند بن جاتا ہے۔ پھر اسی طرح گھٹتے گھٹتے دھاگے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ چاند تمہارے فائدوں

اور مصلحتوں کے لئے بنایا گیا ہے جس سے تم اپنے معاملات اور معاہدوں کی تاریخوں کے علاوہ حج جیسی عظیم عبادت کے دنوں کو بھی متعین کرتے ہو۔ یعنی چاند انسانی فائدوں کے لئے بنایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ سے بہت کم سوال کرتے تھے قرآن کریم میں ان سے کل چودہ سوالات نقل کئے گئے ہیں۔ ایک سوال تو وہ ہے جو واذا سالک میں گزرا ہے دوسرا یہ سوال ہے۔ اس کے علاوہ سورہ بقرہ میں چھ سوالات اور بھی ہیں۔ باقی سوالات قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں آئے ہیں۔ سوالات کم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ عملی انسان تھے اور قاعدے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ کام کرتے ہیں ان کو بے تکے سوالات کرنے کی فرصت ہی کہاں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ ان کے سامنے بنی اسرائیل کی بے عملی کی بہت سی مثالیں موجود تھیں۔ انہوں نے اپنے نبی سے اس قدر بے تکے سوالات کئے تھے جن سے وہ خود ہی طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہو گئے تھے تیسرے یہ کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا بے انتہا ادب و احترام کرتے تھے اور اس کے منتظر رہتے تھے کہ جو بات نبی کریم ﷺ ارشاد فرمائیں اس پر احسن طریقہ سے عمل کر کے دنیا و آخرت کو بہتر بنالیں صحابہ کرام کی زندگی کا یہ پہلو ہم سب کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

بہر حال صحابہ کرامؓ نے چاند کے بارے میں سوال کیا۔ آنحضرت ﷺ پر اس کے جواب میں یہ آیت نازل کی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند کا گھٹنا بڑھنا تمہارے فائدوں کے لئے ہے تا کہ اس کے ذریعہ تمہیں معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنے اور حج اور دوسری عبادات کے دن مقرر کرنے میں سہولت ہو جائے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا گیا ہے "**وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب**" کہ اللہ نے چاند کی مختلف منزلیں اس لئے بنائی ہیں تا کہ ان کے ذریعہ تم برسوں اور دنوں کا حساب لگا سکو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گزارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال، مہینوں اور تاریخوں کا حساب معلوم کیا جا سکے۔

شریعت اسلامیہ میں چاند کے حساب سے اپنے سال اور مہینوں کا حساب رکھنا افضل بھی ہے اور اسلامی شعار ہونے کی وجہ سے قومی اور ملی غیرت کا تقاضا بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر سورج سے سال اور مہینوں کا حساب رکھا جائے تو وہ ناجائز نہیں ہے لیکن قرآن کریم کی آیات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ اسلام کے نزدیک چاند کے حساب سے تاریخوں کا تعین کرنا زیادہ افضل و بہتر ہے۔

اس آیت میں دوسری بات کفار مکہ کے متعلق یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ وہ حج کے دنوں میں احرام باندھ لینے کے بعد اگر کسی کام سے اپنے گھروں میں واپس آتے تو اپنے گھر کے دروازوں کے بجائے پشت کی طرف سے آنے کو عبادت اور نیکی سمجھتے تھے۔ فرمایا گیا کہ یہ محض ایک رسم ہے جس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اہمیت نہیں ہے آدمی سیدھے طریقے سے اپنے گھروں کے دروازوں سے آئے اور جائے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

وہ لوگ جو تم سے لڑتے ہیں تم اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر کسی پر زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جہاں تم ان کو پاؤ قتل کردو۔ انہوں نے جہاں

سے تمہیں نکالا تھا تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو۔ (شرک کا) فتنہ قتل سے کہیں زیادہ سخت ہے اور مسجد الحرام کے اردگرد (یعنی حرم میں) ان سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک وہ تم سے نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے لڑتے ہیں تم بھی ان کو مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک (شرک کا یہ) فتنہ مٹ نہ جائے اور دین (خالص) اللہ کے لئے نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر کوئی زیادتی جائز نہیں ہے۔ عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے بدلے میں ہے۔ کیونکہ عزت و حرمت رکھنے میں برابری ہے پھر (عزت والے مہینوں میں) جس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو حدیں توڑنے سے بچتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے خود اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ خلوص سے کام کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ نیکی سے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

قَاتِلُوْا — لڑو (جہاد کرو)

يُقَاتِلُوْنَ — جو لڑتے ہیں

لَا يُحِبُّ — پسند نہیں کرتا

اَلْمُعْتَدِيْنَ — حد سے بڑھنے والے

ثَقِفْتُمُوْهُمْ — تم ان کو پاؤ (ثَقِفْتُمْ ،وَ، هُمْ)

اَخْرِجُوْا — نکالو

اَشَدُّ — بڑھ کر، شدید، زیادہ

اِنْتَهَوْا — وہ رک گئے

لَا تَكُوْنُ — نہ رہے

لَا عُدْوَانَ — زیادتی نہ ہو

اَلشَّهْرُ الْحَرَامِ	عزت والے مہینے (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ان) چار مہینوں میں اسلام سے پہلے بھی جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا اور مشرکین مکہ بھی اس کے پابند تھے نیز ابتداء اسلام میں بھی ۷ھ تک یہی قانون نافذ تھا۔
اَلْحُرُمٰتُ	عزت کرنے میں
اَلْقِصَاصُ	برابری ہے (وہ احترام کرتے ہیں تو تم بھی احترام کرو)
بِمِثْلِ	اس جیسی
اِعْتَدٰی	زیادتی کی
اَنْفِقُوْا	خرچ کرو
لَاتُلْقُوْا	تم نہ ڈالو
اَلتَّهْلُكَةُ	ہلاکت، بربادی
اَحْسِنُوْا	نیکی کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمانوں کو عفو درگزر، برداشت اور صبر کی تلقین کی جاتی رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب اگلے سال نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت وعمرہ کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اس کا شدید اندیشہ تھا کہ کفار مکہ کب اپنا وعدہ اور معاہدہ توڑ کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو نقصان پہنچا دیں۔ یہ اندیشے سب ہی کے دلوں میں تھے اس پر تین آیتیں نازل ہوئیں جن میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو جہاد وقتال کی اجازت دے کر چند اصولی اور بنیادی باتیں بتائی گئی ہیں۔

فرمایا گیا کہ اے مومنو! چونکہ یہ جہاد اللہ کی راہ میں ہے انتقام کی آگ بجھانے یا ملک گیری کی ہوس میں نہیں ہے اس لئے تم ان ہی سے جہاد وقتال کرو جو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اگر وہ تم سے بیت اللہ میں لڑتے ہیں تو تم ان سے بیت اللہ میں لڑو۔ اگر وہ اشہر الحرم یعنی حرمت والے مہینوں کا احترام نہیں کرتے تو تم بھی نہ کرو۔ اور اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تم بھی ان مہینوں میں ان سے جنگ کرو۔ اگر تمہاری طاقت وہمت ہو تو تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ان تمام باتوں میں جس کا خاص طور پر خیال رکھنا ہے وہ یہ ہے کہ تم کسی پر زیادتی نہ کرنا، عورتوں، بچوں، بیماروں، بوڑھوں، کمزوروں، پرامن شہریوں، مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کرنا نہ ان کی کھیتیاں اجاڑنا نہ کسی کے گھر بار کو آگ لگانا۔ دوسرے یہ کہ جو مزاحمت کا راستہ چھوڑ دیں تم ان کو معاف کر دینا۔ اصل چیز شرک اور کفر کا فتنہ ہے جس کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس فتنہ کو مٹانے کے لئے طاقت کا معمولی استعمال کوئی گناہ یا زیادتی نہیں ہے تمہاری جدوجہد اس وقت تک جاری رہنی چاہئے جب تک یہ فتنہ مٹ کر اسلام کے ابدی نظام کو قائم کرنے کی راہیں صاف اور واضح نہ ہو جائیں۔

یہ آیتیں ہیں جن میں طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کا دور اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے اور ان کی تلواریں ظالموں کی گردنیں کاٹنے اور مظلوموں کو ان کے بنیادی حقوق دلوانے کے لئے اٹھی ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک اصول کی پوری طرح پابندی کر کے بتا دیا کہ دین اسلام ہی وہ دین ہے جس کی برکت سے انسانیت سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ آخر میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں خرچ کرنے سے مسلمانوں کو زندگی کی سچائیاں نصیب ہوں گی۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

ع ۲۴ ۸ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۶

حج اور عمرہ کو اللہ کی رضا کے لئے پورا کرو۔ پھر اگر کسی جگہ گھر جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہو وہ بھیجو اور اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (حرم) تک نہ پہنچ جائے۔ پھر جو بھی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے رکھ کر یا صدقہ دے کر یا قربانی کر کے سر منڈوانے کا فدیہ ادا کرے۔ پھر جب تمہیں امن واطمینان حاصل ہو جائے تو جو شخص حج وعمرہ کو ایک ساتھ ملا کر فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرتا ہو اس کو قربانی سے جو میسر ہو وہ اس کے لئے لازم ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا شخص ہو جو حج وعمرہ کا فائدہ حاصل کر رہا ہو لیکن اس کو قربانی

کا جانور میسر نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھ لے اور جب وہ حج سے فارغ ہو جائے تو سات روزے اس وقت رکھ لے جب کہ وہ اپنے گھر لوٹ جائے۔ اس طرح یہ دس روزے مکمل ہو جائیں گے۔ حج و عمرہ ایک ساتھ ملا کر فائدہ حاصل کرنا ان کے لئے ہے جن کے گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۶

اُحْصِرْتُمْ	تم روک دیئے گئے۔ تم روک لیے جاؤ
اِسْتَيْسَرَ	جو میسر ہو، جو سہولت ہو
اَلْهَدْیُ	قربانی کا جانور
لَاتَحْلِقُوْا	تم نہ منڈواؤ
رُءُوْسٌ	(رَاْسٌ) سر
حَتّٰی يَبْلُغَ	جب تک پہنچ نہ جائے
مَحِلَّهٗ	اپنی جگہ
اَذًی	کوئی تکلیف
نُسُكٌ	ذبح، قربانی
اَمِنْتُمْ	تم اطمینان سے ہو۔ امن میں ہو
لَمْ يَجِدْ	نہیں پایا
ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ	تین دن
سَبْعَةٌ	سات
رَجَعْتُمْ	تم لوٹے
عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ	مکمل دس
لَمْ يَكُنْ	نہیں ہے
اَهْلُهٗ	اس کے گھر والے
حَاضِرِیْ	رہنے والے، موجود
شَدِيْدُ الْعِقَابِ	سخت عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱۹۶

اس آیت میں سب سے پہلے یہ فرمایا کہ (۱) اے مومنو! تم حج وعمرہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ادا کرو کیونکہ دور جاہلیت میں لوگوں نے حج کو تجارت لین دین اور شعر وشاعری کا میلہ بنا رکھا تھا وہ اللہ کے ساتھ بیت اللہ میں رکھے ہوئے سینکڑوں بتوں کی پرستش کرتے، نذرو نیاز اور قربانیاں پیش کرتے تھے، فرمایا گیا کہ اگرچہ اہل ایمان کو بھی حج کے بعد تجارت یا خرید وفروخت کی ممانعت نہیں ہے لیکن ان کا مقصود نہ تو تجارت ہونا چاہئے اور نہ لین دین بلکہ محض اللہ کے لئے یہ حج وعمرہ ادا کیا جائے۔

(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ احرام باندھنے کے بعد اگر تم دشمنوں میں گھر جاؤ، کوئی بیماری یا شدید مشکل پیش آجائے اور بیت اللہ تک پہنچنا مشکل ہو تو جہاں بھی ہو قربانی کا جانور اللہ کے لئے پیش کردو اور کسی کے ہاتھ بھیج دو یا اس کی قیمت دے کر جانور خریدنے کا کہہ کر روانہ کردو۔

سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی کا جانور اپنی صحیح جگہ (حرم میں) نہ پہنچ جائے یا اس کا یقین نہ ہو جائے لیکن اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو سخت بیمار ہے یا اس کے سر یا بدن کے کسی دوسرے حصہ میں کوئی تکلیف ہے تو وہ قربانی سے پہلے بقدر ضرورت بالوں کو منڈوا سکتا ہے لیکن اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا کفارہ یہ بیان فرمایا ہے کہ تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو آدھا آدھا صاع یعنی تقریباً پونے دو سیر گندم بطور صدقہ دیدے۔ (بخاری) یا کم از کم ایک بکرا یا بکری کی قربانی پیش کرے لیکن قربانی کے لئے ضروری ہے کہ حدود حرم میں کی جائے جبکہ روزے اور صدقہ کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ فرمایا ہے کہ جو شخص حدود حرم سے باہر رہتا ہے اگر وہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس شخص پر اللہ کا ایک انعام ہو جاتا ہے اس نے ایک وقت میں دو عبادتوں کو جمع کرلیا ہے اس لئے اظہار تشکر کے طور پر اس کو ایک جانور اللہ کی راہ میں بطور قربانی پیش کرنا ہوگا۔ اگر کسی شخص کو قربانی کا جانور پیش کرنے میں کوئی دشواری ہو تو وہ دس روزے رکھ لے تین روزے ایام حج میں یعنی نویں ذوالحجہ سے پہلے تک پورے کرلے اور سات روزے حج سے لوٹنے کے بعد جہاں چاہے، جب چاہے رکھے، مکہ میں پورے کرلے یا گھر لوٹ کر رکھ لے اس طرح دس روزے پورے ہو جائیں گے اور پھر جانور قربان کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اگر تین روزے ایام حج میں نہ رکھ سکا تو اس کے لئے قربانی دینا واجب ہے جب بھی قدرت ہو کسی کے ذریعے حرم میں قربانی کرادے۔

حج کی تین صورتیں ہیں۔ حج افراد، حج تمتع اور حج قران۔ حج کے ایام میں صرف حج کا احرام باندھنا اس کو حج افراد کہتے ہیں جو حدود حرم کے رہنے والوں کے لئے ہے، حج تمتع یہ ہے کہ حج کے دنوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ مکرمہ جا کر طواف کرے، صفا ومروہ پر سعی کرے یعنی دوڑے اور پھر بال کٹوا کر عمرہ کا احرام کھول دے اور معمول کا لباس پہن لے پھر ذی الحجہ کی

آٹھویں تاریخ کو منی جانے کے وقت حج کا احرام حرم شریف ہی میں باندھ لے اور حج کے ارکان کو ادا کرے اس کو حج تمتع کہتے ہیں حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ ہی باندھے۔ اس کا احرام عمرہ کے بعد بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اسی احرام میں رہے۔ اس احرام سے آٹھویں ذی الحجہ سے آخر تک تمام ارکان کو ادا کرتا رہے اور حج کو پورا کرے بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے اور قربانی کے بعد اس کو احرام کھولنے کی اجازت ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج قران افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے اور وہ حج قران تھا۔ بہر حال یہ ہر شخص کی اپنی سہولت پر ہے کہ وہ حج کے موقع پر حج تمتع کرنا چاہتا ہے یا حج قران۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۘ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ نَصِیۡبٌ مِّمَّا کَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذۡکُرُوا اللّٰهَ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ۚ وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۰۳﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ جو بھی ان مہینوں میں حج کو لازم کر لیتا ہے (نیت کرتا ہے) تو اس میں عورتوں سے بے حجاب ہونے کی، گناہ کرنے کی اور لڑائی جھگڑا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور تم بھلائی کا جو بھی کام کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور زادراہ (سفر خرچ) لے لیا کرو اور سب سے بہتر زادراہ پرہیزگاری و تقویٰ ہے۔ اے عقل و سمجھ رکھنے والو مجھ سے ہی ڈرو۔

اگر تم موسم حج میں اللہ کا فضل (تجارت، ذرائع معاش) تلاش کرو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر جب تم عرفات سے (مزدلفہ کی طرف) لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفہ کے پہاڑ) کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے اگرچہ تم اس سے پہلے اس راہ ہدایت سے بالکل ہی ناواقف تھے۔ پھر تم بھی وہیں سے جا کر واپس آیا کرو جہاں سے (عرفات سے) اور سب لوگ واپس آیا کرتے ہیں۔ اللہ سے مغفرت مانگتے رہو۔ بلاشبہ وہی تو ہے جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ پھر جب تم حج کے تمام احکامات کو پورا کر لو تو اللہ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح (کبھی) تم اپنے باپ دادوں کا (فخریہ) ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اللہ کا ذکر اس

سے بھی زیادہ کرو۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں جو کچھ دینا ہے سب کچھ بس اسی دنیا میں دے دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اپنی نوازشیں عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے اعمال کے بدلے آخرت سے حصہ مل کر رہے گا۔ اور اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا خوب ذکر کرتے رہو۔ پھر جو کوئی (منیٰ سے) جلدی کر کے دو دن ہی میں چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جس نے دو دن سے تاخیر کی تو اس پر بھی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ کا خوف رکھتا ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

مَعْلُوْمَاتٌ	معلوم، مشہور
فَرَضَ	جس نے لازم کرلیا
لَارَفَثَ	عورتوں سے بے پردہ نہ ہو (صحبت وغیرہ نہ کرے)
لَافُسُوْقَ	گناہ نہ کرے، نافرمانی نہ کرے
لَاجِدَالَ	جھگڑا نہ کرے
تَفْعَلُوْا	تم کرو گے
تَزَوَّدُوْا	تم سفر کا خرچ لے لو۔ زادراہ لے لو
خَیْرُ الزَّادِ	بہترین سفر خرچ
فَضْلٌ	تجارت، کاروبار، مزدوری
اَفَضْتُمْ	تم لوٹے
اَلضَّآلِّیْنَ	گمراہ ہونے والے

اَفِيضُوْا	تم لوٹو، تم پلٹو
اَفَاضَ النَّاسِ	لوگ لوٹتے ہیں
قَضَيْتُمْ	تم نے پورے کرلیے
مَنَاسِكَكُمْ	اپنے حج کے احکام
كَذِكْرِكُمْ	جیسا تمہارا ذکر کرنا
اَشَدَّ ذِكْرًا	بہت زیادہ ذکر
خَلَاقٌ	حصہ
قِنَا	ہمیں بچالے
نَصِيْبٌ	حصہ

تشریح: آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

ان سات آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ عمرہ کے لئے کوئی تاریخ مہینہ دن مقرر نہیں ہے سال بھر میں جب چاہے عمرہ ادا کر سکتا ہے البتہ حج کے پانچ دنوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن حج کے لئے مہینے اور اس کے تمام افعال و اعمال کی خاص تاریخیں اور اوقات مقرر ہیں اس لئے بتایا گیا کہ حج کے لئے دور جاہلیت سے لے کر آج تک شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے چند دن مقرر ہیں۔ ان ہی دنوں میں حج کا احرام باندھا جائے گا۔ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ حج میں تین باتوں سے پرہیز کرنا لازمی اور واجب ہے۔

☆ احرام باندھنے کے بعد نہ عورتوں سے قربت حاصل کی جائے اور نہ کوئی ایسی کھلی گفتگو کی جائے جو صحبت و قربت کے لئے جذبات کو بھڑکانے والی ہو۔

☆ اسی طرح تمام چھوٹے، بڑے، کھلے، یا چھپے گناہوں سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

☆ اور جھگڑا فساد اور باہمی اختلافات کو ہوا دینا۔ ان سب باتوں سے حج کا احرام باندھنے کے بعد بچنا لازمی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ راستہ کا اتنا سفر خرچ لینا ضروری ہے جس سے یہ سفر بخیر وخوبی پورا ہو جائے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا بھیک مانگنے کی ضرورت نہ رہے، یہی توکل ہے، توکل یہ نہیں ہے کہ راستہ کا سفر خرچ تو کچھ لیا نہیں اور کہہ دیا کہ ہمارا توکل اللہ پر ہے۔ بے شک بھروسہ اور توکل اللہ ہی پر کرنا چاہئے لیکن توکل کا مفہوم سمجھ کر توکل کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تمام اسباب کر لئے جائیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کیا جائے کہ وہی ان اسباب میں برکت ڈالنے والا ہے۔

(۴) ان آیات میں چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ۔ اگر حج کے بعد یا اس سے پہلے تجارت، لین دین یا مزدوری کرلی جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ اصل نیت تو حج کی ہو لیکن مصارف حج یا گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہو۔ محض تجارت ہی مقصد نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی اخلاص کے خلاف ہے خاص طور پر وہ پانچ دن جن میں حج کے افعال وارکان ادا کئے جاتے ہیں ان میں تجارت یا لین دین نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اور دنوں میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی انسان کو اللہ کی طرف سے حج جیسی عظیم سعادت کا موقع نصیب ہو تو وہ اس سفر کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے وقف کر دے اور اس میں تجارت، مزدوری یا لین دین نہ کرے۔

(۵) ۹ر ذی الحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنے کو وقوف عرفہ کہتے ہیں جو ہر حاجی کے لئے فرض ہے۔ اگر یہ رکن اعظم چھوٹ جائے تو حج نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی شخص نویں ذی الحجہ کے زوال سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے کم از کم ایک لمحہ کے لئے بھی وقوف عرفہ کر لے گا خواہ نیت ہو یا نہ ہو عرفات کا علم ہو یا نہ ہو سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے بے ہوشی کی حالت میں یا افاقہ کی حالت میں اپنی خوشی سے یا کسی کی زبردستی کرنے پر ہر صورت وقوف معتبر ہو جائے گا لیکن اس میں کچھ تفصیلات ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اب حکم یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے وقت ہر حاجی عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے کوئی حاجی مغرب کی نماز نہ پڑھے بلکہ اس نماز کو مزدلفہ پہنچنے تک موخر کر دے۔ جب مشعر حرام یعنی اس پہاڑی کے قریب پہنچ جائے جس کے اردگرد کے علاقے کو مزدلفہ کہتے ہیں تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرے۔ یہ ایک خصوصیات حج میں سے ہے کہ جہاں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا ضروری ہے اس کے علاوہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا چاہئے عشا کی نماز کے بعد اب رات بھر مزدلفہ میں ٹھہرنا اور اللہ کو یاد کرنا ہے۔ یہ رات شب قدر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔

(۶) ان آیتوں میں چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اب ہر حاجی کا عرفات میں جانا ضروری ہے، اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ عرفات حدود حرم سے باہر ہے اور مزدلفہ حدود حرم میں ہے۔ دور جاہلیت میں قریش جو کہ بیت اللہ کے نگران اور مجاور تھے اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے کہ اور لوگوں کی طرح وہ بھی مزدلفہ سے عرفات جائیں وہ اس طرح اپنے لئے ایک امتیازی شان پیدا کرنا چاہتے تھے بہانہ یہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے محافظ ہیں ہم مزدلفہ سے یعنی حدود حرم سے باہر نہیں نکل سکتے

لہذا اور لوگ عرفات کے میدان میں جائیں ہم یہیں مزدلفہ میں سب کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ اب قیامت تک مسلمانوں کے لئے لازمی کر دیا گیا ہے کہ جب تک عرفات میں وقوف (یعنی ٹھہرنا نہ ہو) خواہ وہ چند لمحوں کے لئے ہی کیوں نہ ہو اس وقت تک حج ہو ہی نہیں سکتا۔ وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جھوٹے امتیازات اور فخر و غرور کا قیامت تک خاتمہ فرما دیا۔

(۷) ساتویں بات میں بھی ان کی جاہلانہ رسموں اور غلط ذہنیت کی اصلاح فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عرب دور جاہلیت میں حج سے فارغ ہو کر خوب خریداری کرتے، مشاعرے کرتے، خطیب اپنی شعلہ بیانی کا مظاہرہ کرتے اور طرح طرح کی خرافات کرتے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کا مقصد محض ایک رسم کی ادائیگی کے بعد تجارت، لین دین اور تفریح ہے دوسرے وہ لوگ تھے جو ذکر و فکر میں مشغول تو ہوتے تھے دعائیں بھی کرتے تھے مگر ان کی دعاؤں کا محور ان کی اپنی ذات اور دنیا کی طلب ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم صرف اللہ کی یاد میں مشغول رہو اور اللہ کا خوب ذکر کرو یہی کام آنے والا ہے۔ اپنے خاندان اور بزرگوں کی نجات مانگو تا کہ تمہاری دنیا بھی بہتر ہو اور آخرت بھی۔ وہ لوگ جو دنیا ہی مانگتے رہتے ہیں ان کو دنیا دے دی جاتی ہے مگر وہ آخرت کی ابدی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔

(۸) آٹھویں بات حج کرنے والوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ مقصد حج کی تکمیل اور آئندہ زندگی کو درست اور بہتر رکھنے کے لئے تم گنتی کے چند دنوں یعنی ایام تشریق میں اللہ کو خود یاد کرو اور جس تکبیر کا کہنا واجب ہے اس کو کثرت سے کہتے رہو اس طرح اللہ کے انوارات سے تمہارے دل منور اور روشن ہو جائیں گے۔

(۹) ان آیتوں میں آخری نویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ دور جاہلیت میں اس بات میں شدید اختلافات ہوا کرتے تھے کہ منیٰ میں قیام اور جمرات یعنی شیطان پر کب تک کنکریاں مارنا واجب ہے۔

بعض کہتے تھے کہ تیرہویں ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام کرنا اور جمرات پر کنکریاں مارنی چاہئیں وہ لوگ بارہویں ذی الحجہ کو مکہ واپس آنا گناہ سمجھتے تھے۔

بعض وہ تھے جو بارہویں تاریخ کو واپس مکہ آنا لازمی اور تیرہویں تاریخ تک ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص دو دن منیٰ میں قیام کرتا ہے اور تیرہویں تاریخ کو واپس مکہ پہنچ جاتا ہے نہ تو اس پر گناہ ہے اور تیرہویں تاریخ تک جو رک گیا اور تین دن تک ٹھہرا رہا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ لہذا یہ بات لڑنے جھگڑنے کی نہیں ہے۔

علماء نے فرمایا کہ افضل و اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک منیٰ میں ٹھہرے رہیں۔ فرمایا گیا کہ اس پورے سفر حج کے یہ احکامات ہیں مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سفر کا مقصد ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے اور وہ ہے تقویٰ و پرہیز گاری، اسی میں بھلائی ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَـرۡثَ وَالنَّسۡلَ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ‌ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۷

اور کوئی شخص تو ایسا ہے کہ دنیاوی زندگی کے کاموں میں اس کی باتیں آپ کو بڑی بھلی اور دلکش محسوس ہوتی ہیں اور وہ اپنے دل کی بات پر بار بار قسمیں کھا کر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ (اللہ کی قسمیں کھاتا ہے) حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہوتا ہے۔

اور جب وہ آپ کی محفل سے لوٹتا ہے تو زمین میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے دوڑتا پھرتا ہے، کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ کا خوف کر تو وہ اس کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر گناہ پر اڑ جاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اور (اس کے برخلاف) لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود کو بھی کھپا دیتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت شفقت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲۰۴ تا ۲۰۷

یُعۡجِبُ	پسند آتا ہے
یُشۡهِدُ	گواہ کرتا ہے
اَلَدُّ الۡخِصَامِ	سخت جھگڑالو
تَوَلّٰی	وہ پلٹا
سَعٰی	اس نے کوشش کی
یُهۡلِکُ	ہلاک اور برباد کر دیتا ہے
اَلۡحَرۡثُ	کھیتی
اَلنَّسۡلُ	جانور، مویشی
اِتَّقِ اللّٰهَ	اللہ سے ڈر
اَخَذَتۡهُ	اس کو پکڑ لیتا ہے (اس کو پکڑ لیتی ہے)
حَسۡبُهُ	اس کو کافی ہے
یَشۡرِیۡ	فروخت کر دیتا ہے
اِبۡتِغَآءُ	تلاش کرنا
مَرۡضَاتِ اللّٰهِ	اللہ کی رضا و خوشنودی
اَلۡعِبَادُ	(عبد) بندے

تشریح: آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۷

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کمزور کردار کے انسانوں کی خصلتیں اور مخلص مومنوں کی شان اور صفات بیان فرمائی ہیں۔

فرمایا کہ مدینے کے بہت سے وہ منافق جو سہل پسند، کھاتے پیتے اور صاف ستھرے لباس والے ہیں جو اپنے کردار کی

کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بڑی لچھے دار اور دلچسپ باتیں کرتے ہیں اور بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں جب آپ ﷺ کی مجلس میں آتے ہیں تو اسلام اور رسول کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں لیکن جب یہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان کی تمام تر بھاگ دوڑ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ بناوٹی اور لچھے دار باتیں۔ ان منافقوں کا روزمرہ کا کھیل ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کردار کی عظمت اور بلندیوں سے محروم اور اندر سے کھوکھلے ہیں۔ ان کے سینوں میں نہ ضمیر ہے، نہ ایمان، نہ اسلام آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ یہ باتیں محض آپ کا دل جیتنے کے لئے کرتے ہیں لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ آج یہ خوب بناوٹی باتیں کرلیں لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب جھوٹے اور سچے، کھرے اور کھوٹے میں فرق و امتیاز کر دیا جائے گا اور ان کے چہروں سے یہ جھوٹے نقاب نوچ کر پھینک دیئے جائیں گے اور یہ بے نقاب ہو کر ساری دنیا کے سامنے آجائیں گے۔

فرمایا کہ بات بات پر اللہ کو گواہ بنا کر قسمیں کھانے سے بھی آپ ان کے فریب میں نہ آئیں جسے اپنے عمل پر اعتماد نہیں ہوتا وہی جھوٹی قسموں کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ یہ نفسیاتی بیمار ہیں لہذا ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار ان لوگوں کا ہے جو اللہ کی رضا و خوشنودی اور رسول کی اطاعت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور تن من دھن سے ہر وقت اسلام کے لئے جہاد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو جانباز، مجاہد اور وفادار ہیں ان کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی اور رسول کی پیروی ہے وہی اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتوں کے مستحق ہیں وہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اگر ان سے کچھ بھول چوک ہو جاتی ہے تو وہ ان کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِن زَلَلْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ ٱلْغَمَامِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ ۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

اے ایمان والو! تم سب پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ بلا شبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ پھر اگر صاف صاف حکم آ جانے کے باوجود تم ڈگمگا گئے تو اچھی طرح جان لو کہ بے شک اللہ زبردست ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

کیا اب وہ اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے خود ہی بادلوں کے سائبانوں میں ان کے پاس آ جائیں اور (اس کائنات کے) تمام کاموں کا فیصلہ کر دیا جائے۔ بالآخر سارے کاموں کو اللہ ہی کے حضور تو پیش ہونا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

اَلسِّلْمُ	سلامتی
كَآفَّةٌ	پوری طرح۔ پورے پورے
زَلَلْتُمْ	تم بھٹک گئے
ظُلَلٌ	سائے (ظل، سایہ)
قَضٰى	فیصلہ کر دیا
اَلْاَمْرُ	کام، حکم
تُرْجَعُ	لوٹائے جائیں گے
اَلْاُمُوْرُ	تمام کام (الامر، کام)

تشریح: آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

دین اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مکمل نظام زندگی ہے اور دنیا کے تمام نظاموں اور ازموں میں

ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

قرآن کریم کے ابدی اصولوں اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور ارشادات نے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل رہنمائی فرمائی ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، حکومت، سیاست، تجارت، زراعت، صنعت وحرفت غرض یہ کہ زندگی کے ایک ایک پہلو میں مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

جب اسلام ایک مکمل دین اور زندگی کا مکمل نظام ہے تو اسلام اپنی امتیازی شان کی وجہ سے اپنے ماننے والوں کو ان تمام طریقوں کو چھوڑ دینے کی تاکید کرتا ہے جس سے کسی بھی طرح دوسری قوموں کی مشابہت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

مثلاً عبادات میں یہ امتیاز ہے کہ سورج نکلنے ڈوبنے اور استویٰ کے وقت (زوال کے وقت) دوسری قومیں سورج کو سجدہ کرتی ہیں اس لئے فرمایا کہ تم ان اوقات میں سجدہ نہ کرو۔ یہودی دس محرم کو روزہ رکھ کر خوشی مناتے تھے آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج کی خوشی میں تم بھی دس محرم کو روزہ رکھو مگر اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملالو۔ نو اور دس محرم یا دس اور گیارہ محرم کو روزے رکھو۔ یہودی عید کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

اسی طرح معاملات میں دوسری قومیں، حلال وحرام، جائز وناجائز کی پرواہ نہیں کرتیں مگر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ تم اپنی ایک ایک بات پر نظر رکھو کہ وہ رزق حلال ہو رزق حرام نہ ہو ورنہ تمہاری زندگی کی برکتیں اٹھالی جائیں گی بہر حال زندگی کا کوئی شعبہ ہو اس میں اس امتیاز کو قائم رکھنے کی تاکید ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا انجام بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام اپنی عبادات، معاملات اور زندگی کے ہر انداز میں یہ چاہتا ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا ہے تو وہ پورے طور سے اس کو قبول کرے اسی میں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن سلامؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے، انہوں نے اور چند صحابہ کرامؓ نے یہ چاہا کہ اگر ہم شریعت موسویہ پر عمل کرتے ہوئے ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھتے رہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ اس پر تین آیتیں نازل ہوئیں کہ اے مومنو تم نے جب اسلام کا دامن تھام لیا ہے تو اب اس میں پورے پورے داخل ہو جاؤ سابقہ شریعتوں کی طرف نہ دیکھو ورنہ اس سے تو فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

سَلۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنۡ اٰیَةٍۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنۡ یُّبَدِّلۡ نِعۡمَةَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیۡنَ كَفَرُوا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا وَیَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۘ وَالَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا فَوۡقَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

اے نبی ﷺ آپ ان بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنی کھلی کھلی نشانیاں عطا کی تھیں (انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ) جو بھی اللہ کی نعمت آ جانے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے اس کو اللہ سخت سزا دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی کفار کی نظروں میں پسندیدہ اور دلکش بنا دی گئی ہے اس لئے وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں حالانکہ اللہ کا خوف رکھنے والے قیامت کے دن ان کافروں سے بلند و برتر ہوں گے۔ (اور یہ تو اس کا نظام ہے کہ) اللہ جس کو روزی دینا چاہتا ہے اس کو بے حساب دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

سَلۡ — پوچھیے، سوال کیجیے

کَمۡ اٰتَیۡنَا — کتنی ہم نے دیں

زُیِّنَ — خوبصورت بنا دیا گیا

یَسۡخَرُوۡنَ — وہ مذاق اڑاتے ہیں (وہ مذاق کرتے ہیں)

یَرۡزُقُ — وہ روزی دیتا ہے

بِغَیۡرِ حِسَابٍ — بے حساب

تشریح: آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

بنی اسرائیل وہ قوم ہے جس کو کتاب و نبوت کی روشنی دے کر دنیا کی رہنمائی کے ایک بڑے مقام پر کھڑا کیا گیا تھا ان پر اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انعامات کئے تھے مگر انہوں نے ناشکری کے راستے پر چل کر اپنے آپ کو اللہ کی رحمتوں سے محروم کر لیا تھا اور انہوں نے اللہ کے غضب کو دعوت دی تھی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! آج تمہیں جس عظیم منصب پر فائز کیا جا رہا ہے تمہیں اس بات کو یاد رکھنا چاہئے اور بنی اسرائیل سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کون سے انعامات تھے جو اللہ نے ان پر نہیں کئے تھے؟ مگر انہوں نے ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کے بجائے ان کو اپنی محنتوں کا ثمر قرار دیا۔ فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! اللہ کو کسی قوم کی بھی نافرمانی پسند نہیں ہے اس کا قانون ایک ہی ہے اس میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہے کہ بدعمل قوم کو اللہ برباد کر دیتا ہے اور اچھے اعمال اور بہتر کردار کے مالک لوگوں کو پروان چڑھاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو عظمتیں دی تھیں تا کہ وہ نیکیوں پر قائم رہیں لیکن اب ان کا یہ عالم ہے کہ وہ خود تو نیکی سے محروم ہیں جو لوگ نیک اور پرہیز گار ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے ایثار کو حماقت قرار دیتے ہیں فرمایا گیا کہ وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں وہ بے شک اپنے ایثار و قربانی کی وجہ سے آج تنگ دست اور غریب ہیں لیکن قیامت کے دن یہ سر بلند ہوں گے اور جہاں تک غربت و تنگ حالی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ وہ جب بھی چاہتا ہے اپنے نیک اور متقی بندوں پر اپنی رحمتوں کے دروازوں کو کھول دیتا ہے۔ مشکلات، مصائب اور پریشانیاں بھی ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۖ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۳

شروع میں لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر ان میں اختلافات پیدا ہوئے) تو اللہ نے اپنے ان نبیوں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور اللہ نے ان نبیوں کے ساتھ جو کتاب اتاری وہ حق تھی تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اس بات میں فیصلے کریں جس میں وہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے کھلی کھلی آیات آ جانے کے بعد جو اختلاف کیا وہ محض آپس کی ضد کی وجہ سے کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اجازت سے ایمان والوں کو اس میں ہدایت عطا کی جس میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۳

كَانَ النَّاسُ	لوگ تھے
اُمَّةً وَّاحِدَةً	ایک جماعت
بَعَثَ	بھیجا
مُبَشِّرِيْنَ	خوش خبری دینے والے (اچھے کاموں پر خوش خبری دینے والے)
مُنْذِرِيْنَ	ڈرانے والے (برے کاموں کے انجام سے ڈرانے والے)
لِيَحْكُمُ	تا کہ وہ فیصلہ کر دے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۳

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت آدم وحوا نے اس زمین پر قدم رکھا تھا اللہ نے آپ کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور وہ پھیلتے چلے گئے حضرت ادریس علیہ السلام تک جو تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہوتا ہے اس میں تمام لوگ ایک ہی شریعت کے پیروکار اور اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے رہے ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان نے ابتداء شرک سے نہیں بلکہ توحید سے کی تھی مگر پھر بعد میں مزاجوں اور رائے کے اختلاف سے مختلف عقائد ونظریات پیدا ہوتے گئے، جن میں حق و باطل کا امتیاز کرنا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کو واضح کرنے کے لئے مختلف

ملکوں اور مختلف زمانوں میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تا کہ وہ اللہ کی سچی تعلیمات کے ذریعہ امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچاسکیں اور امت سچی اور نجات کی راہ حاصل کر سکے، جو لوگ بغض وحسد اور عناد و سرکشی میں پھنس گئے تھے انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کرڈالی اور جنہوں نے انبیاء کا راستہ اختیار کیا وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے ہم کنار ہو گئے۔

ان آیتوں میں درحقیقت مسلمانوں کو اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو آخری امت ہونے کی وجہ سے ان کے کاندھوں پر آپڑی ہے فرمایا کہ اب تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی (ﷺ) اور آخری کتاب آچکی ہے جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے اب اگر تم نے بھی اور امتوں کی طرح باہمی اختلافات اور فرقہ بندیوں کو ہوا دی تو تمہارا انجام بھی گزری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔ لیکن اگر تم نے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر پوری طرح عمل کیا تو یقیناً دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں اور سعادتیں تمہیں عطا کی جائیں گی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۴

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو تمہیں وہ حالات بھی پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں۔ انہیں شدید مشکلات اور تکلیفیں پہنچیں۔ وہ حالات میں ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے کہہ اٹھے کہ اے اللہ آپ کی مدد کب آئے گی؟ سنو یقیناً اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۴

أَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کر بیٹھے

اَنْ تَدْ خُلُوْا	یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے
لَمَّا يَاْ تِكُمْ	نہیں آئیں تمہارے پاس
خَلَوْا	جو گذر گئے
مَسَّتْهُمْ	ان کو پہنچیں۔(ان کو چھوا)
زُلْزِلُوْا	ہلا دیئے گئے، ہلا ڈالا گیا
مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد کب آئے گی

تشریح: آیت نمبر ۲۱۴

امت محمدیہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ فرما کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ اے مومنو! منافقین اور کفار کی مخالفت، ایذا رسانیوں اور مذاق اڑانے سے تم گھبرا مت جانا۔ ابھی تو راہ عشق میں تمہاری ابتداء ہے آگے اس سے کہیں زیادہ مشکل اور کٹھن مقامات آنے والے ہیں جن حالات سے تمہیں گزرنا ہے اور یہ بات یاد رکھو کہ اس دنیا میں جو بھی حق و صداقت کے علم بردار ہوتے ہیں انہیں ان حالات سے گزر کر ہی جنت کی ابدی راحتوں تک پہنچنا ہوتا ہے۔ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے اس راہ میں قدم رکھا ہے ان کو شدید حالات اور مصائب سے واسطہ پڑا ہے۔ وہ آزمائشوں، بیماریوں اور تکلیفوں میں اس طرح مبتلا کئے گئے کہ ایمان و یقین کے پیکر رسول اور اس کے ماننے والے بھی چلا اٹھے کہ اے اللہ اب حالات سے مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں رہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و برداشت پر اپنی نصرت و مدد کا وعدہ پورا کیا اور وہ کامیاب و بامراد ہوئے۔

امت سے فرمایا گیا کہ آج جو مشکل حالات تمہارے سامنے ہیں وہ بہت جلد ٹل جائیں گے ہماری مدد تمہارے قدم چومے گی کیونکہ ہماری مدد کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو مشکلات میں بھی حق و صداقت کی راہ کو نہیں چھوڑتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۵

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے تم بھلائی کی نیت سے ماں باپ پر، رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں پر جو خرچ کرو گے اور تم جو بھی بھلائی کا کام کرو گے یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۵

مَاذَا کیا

یُنفِقُوْنَ وہ خرچ کریں گے

مَا تَفْعَلُوْا جو کچھ تم کرتے ہو

مِنْ خَیْرٍ بھلائی (کے جذبے) سے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۵

اس آیت میں یہ ارشاد کیا گیا ہے کہ انسان جو بھی نیکی یا بھلائی کا کام کرتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں جاتا، نہ وہ اللہ کے علم سے باہر ہے نہ وہ کسی چیز کو فراموش کرتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ عظیم اجر ہے جو دس درجوں سے لے کر سات سو درجوں تک ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے مشرکین نے بے بس مسلمانوں پر جو ظلم ڈھار کھے تھے ان کا سلسلہ مدینہ منورہ جا کر بھی ختم نہیں ہوا لہذا جہاد فرض ہونے کے بعد ان کی پوری توجہ مکہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرانا تھا اس لئے مسلمانوں کی پوری پوری توجہ اس طرف تھی۔ اس توجہ کی وجہ سے والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق متاثر ہونے لگے تھے اس لئے یہ سوال کیا گیا۔ جواب میں فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں اور جدوجہد کرنے میں اعتدال و توازن کو قائم رکھو کہ جس طرح تم اللہ کی راہوں میں جدوجہد کرتے ہو وہ ضرور کرو لیکن اس کا خیال رہے کہ والدین، رشتہ داروں، کمزوروں، بے بسوں اور مسکینوں کے حقوق بھی متاثر نہ ہونے پائیں جو تمہاری امداد اور تعاون کے مستحق ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

ع ۲۶ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۶

تم پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے وہ ایک بڑی بھاری بات ہے۔ شاید ایک چیز تمہیں بری لگتی ہو لیکن وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں بہت بہتر لگتی ہو اور وہی تمہارے حق میں بری ہو۔ ان باتوں کی حقیقت کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۶

اَلْقِتَالُ	جہاد، جنگ
كُرْهٌ	ناگوار، ناپسندیدہ
اَنْ تَكْرَهُوْا	یہ کہ تم برا سمجھو
خَيْرٌ	بہتر
اَنْ تُحِبُّوْا	یہ کہ تم پسند کرتے ہو
شَرٌّ	بُرا
يَعْلَمُ	وہ جانتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۶

انسانی فطرت اور مزاج کا یہ عجب پہلو ہے کہ جو چیزیں اسے انتہائی پسندیدہ اور مرغوب ہیں وہی اس کو پست کرنے والی

ہیں اور جو چیزیں انسان کو عظمت کی بلندیوں تک پہنچانے والی ہیں وہ عموماً اس کے نفس پر بڑی بھاری اور شاق ہیں۔ انسان اکثر ان چیزوں کو جو اس کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہیں ان سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے لیکن چونکہ انبیاء و رسل کے ذریعہ اللہ نے انسانی بھلائی اور بہتری کا ذمہ لیا ہوا ہے اس لئے اس کو انجام کے اعتبار سے زندگی کی اونچ نیچ سے واقف کرایا جاتا ہے۔ جس کو وہ خود نہیں جانتا بلکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

جنگ و جہاد کے ظاہری پہلوؤں کو اگر بغور دیکھا جائے تو وہ بڑی ہولناک چیز ہے لیکن زندہ قومیں ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتی ہیں۔ انہیں موت کو محبوب اور خوشگوار بنانا پڑتا ہے تب ہی اس قوم کی شیرازہ بندی ہوا کرتی ہے اور اسی میں دونوں عالموں کی بھلائی پوشیدہ ہوا کرتی ہے۔ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہارے اوپر جہاد فی سبیل اللہ کو فرض کر دیا ہے اگر چہ وہ ایک بھاری اور ہولناک چیز ہے اور تمہارے نفسوں پر شاق ہے لیکن ظاہر و باطن اور ماضی اور مستقبل کا جاننے والا جانتا ہے کہ کیا چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور کیا چیز تمہارے لئے نقصان پہنچانے والی ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ

قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کیسی ہے؟ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اس میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن کسی کو اللہ کی راہ سے روکنا، اللہ کا انکار کرنا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا، حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پیدا کرنا قتل و غارت گری سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اے مومنو! وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے تا کہ جب بھی ان کا بس تم پر چل جائے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ (یاد رکھو) جو کوئی تم میں سے دین سے پھر جائے گا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر جائے گا تو دنیا و آخرت میں اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

كَبِيْرٌ	بڑا۔ (گناہ)
اِخْرَاجُ	نکالنا
اَهْلُهٗ	اس کے رہنے والے
اَكْبَرُ	زیادہ بڑا (بہت بڑا گناہ ہے)
لَايَزَالُوْنَ	ہمیشہ
اِنِ اسْتَطَاعُوْا	اگر ان میں طاقت ہو
يَرْتَدِدْ	جو پلٹ گیا (مرتد ہو گیا)

يَمُتْ	وہ مرجاتا ہے
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی (ضائع ہوگئے)
هَاجَرُوْا	ہجرت کی
جَاهَدُوْا	انہوں نے جہاد کیا
يَرْجُوْنَ	امید رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

ان آیات کی تشریح یہ ہے کہ

رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ان چار مہینوں کو عرب والے (اشھر الحرم) عزت وحرمت والے مہینے کہا کرتے تھے۔ ان چاروں مہینوں کے بارے میں زمانہ جہالت ہی سے عربوں کی روایات اس قدر سخت تھیں کہ ان مہینوں میں جنگ کرنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے چونکہ اس طرح کے معاملات میں انسان بڑا جذباتی ہوجاتا ہے اس لئے بار بار یہ سوال ذہنوں میں گونج رہا تھا کہ ان مہینوں میں اگر جنگ سے واسطہ پڑ جائے تو کیا جنگ کی جائے یا کفار کی زیادتیوں اور جنگی اقدامات کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا جائے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھا سادھا اصول مقرر فرمادیا کہ اسلام امن وعافیت کا دین ہے اس کا مزاج ہی بے جا جنگ وجدل کے خلاف ہے لیکن اگر کفار خود ہی ان مہینوں کا احترام نہیں کرتے اور بیت اللہ کی حرمت کا بھی ان کو خیال نہیں ہے تو تمہیں کیا پڑی ہے کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ احترام کرتے ہیں تو تم ان سے زیادہ احترام کرو۔ اگر وہ بیت اللہ کی عظمت وحرمت کا خیال کرتے ہیں تو تم اس گھر کی حرمت کے زیادہ بہتر پاسبان ہو لیکن اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ کیونکہ یہ اللہ کے بھی مجرم ہیں اور تمہارے بھی۔ یہ بے ضمیر کفار لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو مسجد حرام کی زیارت اور حج وعمرہ سے روکتے ہیں اور محض اس وجہ سے تمہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا کہ تم اس گھر کے مالک کا نام لیتے ہو جسے بیت اللہ کہتے ہیں۔ یہ جرائم تو اتنے بڑے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان سے جہاد وقتال کرنا بہت معمولی بات ہے لہٰذا اے مومنو! تم دین اسلام پر پوری طرح قائم رہو اور دین اسلام سے منہ نہ پھیرو ورنہ ابدی جہنم سے تمہیں کوئی بچا نہ سکے گا۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہجرت اور جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ
قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ
مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۹

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے بعض لوگوں کے لئے اس میں کچھ فائدے بھی ہیں۔ لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا (کتنا) خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات پر غور وفکر کرسکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۹

اَلْخَمْرُ	شراب، ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے
اَلْمَيْسِرُ	جوا
اِثْمٌ كَبِيْرٌ	بڑا گناہ
مَنَافِعُ	نفع ہے
اَلْعَفْوُ	اپنی بنیادی ضروریات سے زائد چیز

تشریح: آیت نمبر ۲۱۹

شراب اور جوا یہ ایسی بری عادتیں ہیں کہ جن کو ایک دم چھوڑ دینا عام حالات میں عام انسانوں کے بس میں نہیں ہوتا اس لئے شراب اور جوئے کو حرام قرار دینے کے لئے بتدریج احکامات نازل کئے گئے تاکہ وہ شراب جو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور اس کے بے انتہا نقصانات تھے اس سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ سورہ بقرہ کی اس آیت میں شراب کو حرام قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس کے نفع ونقصان کے پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ بے شک اس میں تجارت وغیرہ کے ذریعہ یا شراب پینے کے بعد سرور ومستی کا آ جانا بظاہر ایک نفع معلوم ہوتا ہے لیکن شراب اور جوئے میں آخرت کا زبردست نقصان ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ نے شراب اور جوئے کو چھوڑ دیا کہ جس میں ہماری آخرت برباد ہوتی ہے ایسا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری یعنی اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تمہارا نشہ باقی رہتا ہے۔ اس آیت کے بعد اور بہت سے صحابہ نے شراب سے توبہ کر لی اور انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس میں عبادت اور آخرت کا زبردست نقصان ہے اور جو چیز اللہ کی عبادت وبندگی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی وہ چیز یقیناً اللہ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا ایسی چیز کو چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ یہ دو ابتدائی آیتیں تھیں مگر اب ایک ایسے حکم کی ضرورت تھی جس سے ہر شخص کو یہ بات بتا دی جائے کہ شراب ایک بدترین برائی اور شیطان کی گندگیوں میں سے ایک گندگی ہے چنانچہ سورۂ مائدہ کی دو آیتیں نازل ہوئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مومنو! شراب، جواء، بت اور جوئے کے تیر یہ شیطانی گندگی اور شیطانی کام ہیں تم ان سے بالکل الگ رہو تاکہ فلاح وکامیابی حاصل کرسکو۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض وحسد اور دشمنی کو پیدا کردے اور اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کردے کیا اب بھی تم باز نہ آؤ گے۔

سورۂ مائدہ کی ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی فرماں بردار صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی شراب کو گھروں سے باہر پھینک دیا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو اس آیت کے اعلان کے لئے فرمایا اور انہوں نے اعلان کیا کہ اے مومنو! اللہ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے تو جس کے ہاتھ میں جو برتن تھا اس نے اسے وہیں پھینک دیا، جس کے پاس شراب کے مٹکے تھے اس نے ان کو گھر کے سامنے پٹخ دیا۔ حضرت انسؓ ایک مجلس میں حضرت ابو طلحہ حضرت عبیدۃ ابن الجراح حضرت ابی ابن کعب اور حضرت سہیل کو شراب کے جام بھر بھر کر دے رہے تھے منادی کی آواز کان میں پڑتے ہی سب نے کہا کہ شراب گرا دو اور اس کے جام وسبو توڑ دو۔ بعض روایات میں ہے کہ جس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا اس نے ہونٹوں تک بھی اس کو جانے نہیں دیا وہیں اس کو پھینک دیا۔ مدینہ میں شراب اس دن اس طرح بہہ رہی تھی جس طرح بارش کا

پانی بہتا ہے اور مدینہ کی گلیوں میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی پر ابھر آتا تھا۔

اس طرح وہ عرب جن کی گھٹی میں شراب پڑی ہوئی تھی اسلام کی برکت سے اس ام الخبائث (یعنی برائیوں کی جڑ) سے نجات حاصل کرلی۔

ان واضح آیات اور صحابہ کرام کے طرز عمل کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ شراب کو حرام کہاں کیا گیا ہے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان آیات میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کیا اور کتنا خرچ کریں؟ جواب یہ دیا گیا کہ اپنی اور اپنے بچوں کی انتہائی ضرورتوں سے جو بھی بچ جائے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کردیا جائے۔ کیونکہ اگر ملت کی حفاظت اور مدافعت کے لئے ضرورت پڑ جائے تو اپنی ناگزیر ضروریات سے جو کچھ بھی بچاسکتے ہو بچا کر اس کو جہاد پر قربان کردیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ قومی زندگی میں کبھی کبھی ایسے حالات اور واقعات بھی سامنے آتے ہیں جب سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مزاج کی طرف مائل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اپنی انتہائی ضروری حاجات کے علاوہ جو کچھ بھی میسر ہو وہ خرچ کیا جائے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ابتدا میں جب زکوۃ کے احکامات نہیں آئے تھے اس وقت یہی حکم تھا کہ اپنی ضروریات سے زائد جو کچھ بھی ہو وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں دیدیا جائے۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں ہر صاحب نصاب کو ڈھائی فیصد زکوۃ نکالنا ضروری قرار دیا گیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۰

وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کے حال کی اصلاح و تربیت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ان کو اپنے ساتھ شامل کرلو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ کون بگاڑ چاہتا ہے اور کون فلاح و بہبود۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ تمہیں شدید مشکلات میں مبتلا کردیتا۔ بلاشبہ اللہ کو ہر بات پر غلبہ و طاقت حاصل ہے۔ اور وہ صاحب حکمت بھی ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۲۲۰

يُبَيِّنُ	بیان کرتا ہے، واضح کرتا ہے
تَتَفَكَّرُوْنَ	تم غوروفکر کروگے
اِصْلَاحٌ	درست کرنا، بہتر کرنا
تُخَالِطُوْ	تم ملالو
اِخْوَانُكُمْ	تمہارے بھائی بند (اخوان، اخ، بھائی)
اَلْمُفْسِدُ	فساد کرنے والا، بگاڑ پیدا کرنے والا
اَعْنَتَ	مشکل میں ڈال دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۲۰

اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ۔ عرب میں عام طور پر یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں بڑی کوتاہیاں کی جاتی تھیں۔ فرمایا گیا کہ جولوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں۔ اس حکم کے آتے ہی صحابہ کرامؓ انتہائی محتاط ہوگئے اور انہوں نے یتیموں کا کھانا بالکل الگ تھلگ کردیا جس سے یتیموں کا بھی نقصان ہونے لگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال نہ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی مصلحت کو ضائع نہ کیا جائے اگر خرچ ملا لینے میں یتیموں کا فائدہ ہے تو ان کی مصلحت کی رعایت کرنا خرچ علیحدہ رکھنے سے بہتر ہے۔ اگر تم ان کے خرچ کو شریک رکھو تو کوئی ڈر کی بات نہیں ہے آخر وہ تمہارے ہی تو بھائی بند ہیں۔

بلاعلم وارادہ اگر کوئی معمولی سی کمی یا لغزش ہوجائے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام انسانوں کی نیت کا اچھی طرح علم ہے اس لئے اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس معاملہ میں کوئی سخت قانون مقرر فرمادیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سب انسانوں کی بنیادی کمزوریوں سے واقف ہیں۔ اس لئے مشقت میں ڈالے بغیر یہ قانون مقرر فرمادیا کہ اصل چیز یتیم کے مال کی حفاظت اور نگہبانی ہے اور اس کی مصلحت اور فائدوں کی رعایت ہے اس لئے اگر بلاعلم وارادہ کوئی کوتاہی یا کمی ہوجائے جس سے یتیم کے حق پر ضرب نہ پڑتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۱

مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومنہ غلام عورت آزاد مشرک عورت سے کہیں بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں کتنی ہی پسند ہو۔ اور مشرک مردوں سے اس وقت تک (اپنی عورتوں کا) نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، آزاد مشرک مرد سے بہت زیادہ بہتر ہے خواہ وہ مشرک تمہیں کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگتا ہو۔ یہ لوگ تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اپنی آیتوں کو لوگوں کے واسطے واضح کر کے بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۱

لَاتَنْكِحُوْا	تم نکاح نہ کرو
اَلْمُشْرِكٰتُ	مشرک عورتیں
حَتّٰى يُؤْمِنَّ	جب تک وہ ایمان نہ لائیں
اَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ	مومن لونڈی (غلام عورت)
اَعْجَبَتْ	پسند ہو

عَبۡدٌ مُؤۡمِنٌ — مومن غلام

یَدۡعُوۡنَ — وہ بلاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲۱

زندگی کے بنیادی معاملات میں انسان کو بہت سنجیدگی سے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے کیونکہ جو لوگ زندگی کے معاملات میں بے سوچے سمجھے جذباتی انداز سے قدم اٹھالیتے ہیں پھر وہ زندگی بھر پچھتاتے ہیں۔

خاص طور سے شادی بیاہ جیسے معاملات میں تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ زندگی بھر کا ساتھ ہے اس میں غلط اور بے جوڑ ساتھی اکثر زندگی کو تلخ کر دینے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ ایک شخص ظاہری حسن و خوبی سے متاثر ہو کر شادی کر لیتا ہے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد جب زندگی کا یہ جذباتی طوفان تھمنے لگتا ہے تو خاندان اور اولاد کے بڑے مسائل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو کبھی کبھی خاندان کے مسائل میں بڑے بڑے الجھاؤ کا سبب بن جایا کرتے ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کو اپنے نکاح کے لئے دین دار اور صالح عورت کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ خود اس کے لئے بھی وہ عورت دینی معاملات میں مددگار ثابت ہو اور اس کی اولاد کو بھی دین دار ہونے کا موقع مل سکے۔

اس حدیث رسول ﷺ میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب بے دین عورت سے نکاح کو پسند نہیں کیا گیا تو کسی غیر مسلم عورت سے نکاح کو کیسے پسند کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب آپ کو خبر پہنچی کہ عراق اور شام کے مسلمان کچھ اہل کتاب کی لڑکیوں سے شادیاں کر رہے ہیں تو آپ نے حکماً ایسی شادیوں کو روک دیا اور فرمایا کہ یہ شادیاں مسلم گھرانوں کے لئے بڑی خرابیوں کا سبب بن جائیں گی اور مصلحت کے بھی خلاف ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی دور بین نگاہوں نے ان شادیوں کے پس منظر اور ان کے بھیانک نتائج کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ اس کا بالآخر نتیجہ کیا ہوگا۔

ان آیتوں میں بنی اسماعیل کے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے متعلق یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ ان عورتوں کو نہ تو اپنے نکاح میں لینا جائز ہے اور نہ اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دینا جائز ہے۔

فرمایا کہ ایک مومن لونڈی ایک آزاد مشرک عورت سے لاکھ درجہ زیادہ بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک عورت تمہیں کتنی ہی دلکش کیوں نہ لگتی ہو۔ اسی طرح ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک مرد سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگتا ہو۔

اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہی وہ بنیاد ہے جو تمہیں رشتے، ناتے، ذات برادری سے ممتاز کرنے والی چیز ہے اس میں پسند اور ناپسند کا معیار نہ حسب نسب ہے اور نہ شکل و صورت بلکہ صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح ہے۔

رشتے ناتے کے اثرات زندگی پر وقتی اور سطحی نہیں پڑتے بلکہ بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص ان چیزوں میں عقائد، ایمان اور عمل صالح کو کوئی اہمیت نہ دے صرف مال، حسن، خاندان یا مصلحت ہی کو سامنے رکھے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ہی خرچ پر اپنے گھر میں ایک ایسی مصیبت کو دعوت دے ڈالے جو صرف اس کے لئے نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک وبال جان بن جائے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے اندر بے شمار عقائد کی گمراہیاں ان عورتوں کے ذریعہ پھیلیں جو وہ دوسری بت پرست قوموں سے بیاہ کر لائے تھے۔ اسی طرح ہمارے مغل بادشاہوں نے ہندو راجاؤں کے ساتھ جو سیاسی مصلحتوں کی بناء پر شادیاں کی تھیں تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد، اوہام پرستی، رسمیں اور عبادت کے بھونڈے طریقے بھی ہمارے اندر گھس آئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زندگی کے اس معاملہ میں قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ شادی بیاہ کے معاملات میں آدمی کو انتہائی سنجیدہ ہو کر وہ قدم اٹھانا چاہیے جو خود اس کے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کسی بے دینی کا سبب نہ بن جائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

وہ آپ سے (عورتوں کے) حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے وہ ایک گندگی کی حالت ہے، تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے اس وقت تک ہم بستری نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی طرح ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو آؤ اور اپنے واسطے آگے کی

(آخرت کی) تدبیر کرتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھی طرح جان لو کہ تمہیں اس کے حضور پیش ہونا ہے اور اے نبی ﷺ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

اَلْمَحِيْضُ	حیض (عورتوں کے مخصوص ایام)
اَذًى	ناپاکی، گندگی، بیماری
اِعْتَزِلُوْا	تم علیحدہ رہو
لَاتَقْرَبُوْا	تم قربت نہ کرو نزدیک نہ جاؤ
حَتّٰى يَطْهُرْنَ	جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں
فَاْتُوْهُنَّ	پھر تم آؤ انکے پاس
اَلتَّوَّابِيْنَ	بہت توبہ کرنے والے
مُتَطَهِّرِيْنَ	بہت پاک رہنے والے
نِسَاءٌ	عورتیں
حَرْثٌ	کھیتی
اَنّٰى شِئْتُمْ	جس طرح تم چاہو
قَدِّمُوْا	تم آگے بھیجو
مُلٰقُوْهُ	تم اس سے ملنے والے ہو
بَشِّرْ	خوش خبری دیدیجیے

تشریح: آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

حج، جہاد، انفاق، شراب، جوا، یتیموں سے ہمدردی، مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح کے مسائل کے بعد اب یہاں سے عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق بعض مسائل کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

ایام ماہواری سے اس مضمون کو اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات، نکاح ثانی، طلاق، عدت وراثت اور دوسرے تمام خاندانی مسائل پر پڑتے ہیں۔

سوال یہ کیا جارہا ہے کہ ایام ماہواری میں عورتوں سے علیحدہ رہنے کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! تم ان سے اس وقت تک ہم بستری نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں۔ جب وہ شرعی طور پر پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ اور قربت حاصل کرو۔ اس آیت میں صرف قربت وصحبت سے ممانعت کی گئی ہے لیکن پاس لیٹنے بیٹھنے سے منع نہیں کیا ہے کیونکہ عورت ان دنوں میں کوئی اچھوت نہیں ہوجاتی جس طرح ہندوؤں اور کچھ دوسری قوموں میں ان ایام میں عورت کو اچھوت بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اگر اس عورت کا سایہ کسی شخص یا چیز پر پڑ جائے تو وہ شخص اور چیز ناپاک ہوجاتی ہے قرآن کا حکم صرف زن وشوہر کے مخصوص تعلقات قائم کرنے سے ہے یہ ایک شرعی ناپاکی ہے جب عورت اس ناپاکی سے پاک ہوجائے تو غسل کے بعد یا کم از کم ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد زن وشوہر کے تعلقات قائم کرلئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ساتھ ہی اس کی بھی تعلیم دے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بہت ہی پسند ہیں جو پاکیزگی اختیار کرنے والے اور توبہ کرکے دلوں کی صفائی حاصل کرنے والے ہیں۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ ازدواجی یعنی گھریلو زندگی کا سارا سکون اور چین میاں بیوی کے اچھے تعلقات سے وابستہ ہے۔ ان کی تنہائیوں کی آزادیوں پر فطرت کی چند موٹی پابندیوں کے سوا کوئی پابندی یا نگرانی نہیں ہے۔ انسان جب اپنے اس عیش و سرور کے باغ میں داخل ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ اس کی اپنی کھیتی ہے کوئی جنگل یا ویرانہ نہیں ہے۔ جس میں وہ جس شان کے ساتھ آنا چاہے سو بار آئے لیکن اس باغ کا باغ ہونا اور کھیتی کا کھیتی ہونا پیش نظر رہے۔

ہر کسان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اپنی کھیتی سے برابر اچھی فصل ملتی رہے۔ مناسب وقت اس پر ہل چلتا رہے، کھاد اور پانی کی ضرورت ہو تو وہ دیا جائے۔ موسمی آفتوں سے وہ محفوظ رہے، درند، چرند، پرند، دشمن اور چور اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ جب وہ اس کو دیکھے تو اس کی طبیعت میں فرحت وشادابی پیدا ہوجائے۔ جب وقت آئے تو وہ اپنے پھلوں اور پھولوں سے اپنا دامن بھرے۔ یہی مقصد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عورتیں تمہاری کھیتی کی طرح ہیں ان میں جیسے آنا چاہو آؤ اور اس کی حفاظت وبقا کا سامان کرتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے عورتوں کے حقوق میں کمی نہ کرو کیونکہ ایک وقت آئے گا جب تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہوکر ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٤﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

ایسی قسمیں کھانے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ نہ بناؤ کہ جن کا مقصد نیکی، پرہیز گاری، یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی سے باز رہنا ہے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

تم جو بے مقصد اور بلا ارادہ قسمیں کھاتے ہو اس پر تو اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ قسمیں جو تم دلی ارادہ کے ساتھ (پکی قسمیں) کھاتے ہو اس پر گرفت کرے گا۔ اللہ بہت معاف کرنے والا، اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

لَاتَجْعَلُوْا	تم نہ بناؤ
عُرْضَةٌ	نشانہ، ہتھ کنڈا
اَنْ تَبَرُّوْا	یہ کہ تم بھلائی نہ کرو (یہاں اَنْ نفی کے لیے ہے)
تُصْلِحُوْا	یہ کہ تم اصلاح نہ کراؤ (یہ اصل میں ان تصلحوا تھا)
بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان
لَايُؤَاخِذُ	نہیں پکڑتا ہے
لَغْوٌ	بیکار اور فضول
اَيْمَانٌ	قسمیں (یمین، قسم)
كَسَبَتْ	کمایا
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

نکاح اور طلاق وعدت کے مسائل سے پہلے قسموں کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ کار خیر اور بھلے کام جیسے حسن سلوک، تقویٰ اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی یہ ایسے کام ہیں جن کو کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔ لیکن ان بھلے اور بہتر کاموں کو کرنے کے بجائے ایسے کام نہ کرنے کی قسمیں کھالینا بری بات ہے اور اللہ کا نام استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے بھلے اور بہتر کام نہ کرنے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ بنایا یقیناً ایک مومن کو زیب نہیں دیتا کیونکہ اللہ کے نام کو توان چیزوں کے اختیار کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی قسمیں توڑ دینے کا کفارہ دس آدمیوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا تین روزے رکھ کر ادا کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ قسمیں جو بلا ارادہ یا بطور تکیہ کلام کے منہ سے نکل جاتی ہیں جن کا تعلق دل سے نہیں ہوتا ایسی قسموں پر مواخذہ تو نہیں ہے لیکن گناہ کی بات تو ضرور ہے، البتہ وہ قسمیں جن میں دلی ارادہ اور عزم پایا جاتا ہے اگر ایسی قسمیں کھا کر توڑ دی جائیں گی تو ان پر اللہ کی طرف سے ضرور مواخذہ ہوگا۔

بہر حال لغو قسمیں کھانا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے عادی بن جانے پر گناہ تو ضرور ہوتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے اگر وہ اس عرصہ میں رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور اگر یہ لوگ چھوڑنے کا (طلاق دینے کا) پکا ارادہ کرلیں تو اللہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین حیض آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے وہ اس کو چھپائیں۔ اور اگر وہ دونوں سلوک سے رہنا چاہیں تو ان مطلقہ عورتوں کے خاوند دوران عدت ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان عورتوں کے لئے قاعدے کے مطابق مردوں پر وہی حقوق ہیں جیسے قاعدے کے مطابق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ بہرحال مردوں کو عورتوں پر درجہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

یُؤْلُوْنَ	وہ قسم کھاتے ہیں
تَرَبُّصُ	رکنا ہے، انتظار کرنا ہے
اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ	چار مہینے
فَآءُوْ	باہم مل گئے، پلٹ گئے
عَزَمُوْا	انہوں نے ارادہ کرلیا
اَلْمُطَلَّقٰتُ	طلاق والی عورتیں
يَتَرَبَّصْنَ	انتظار کریں گی

ثَلٰثَةٌ	تین
قُرُوْءٌ	حیض
لَایَحِلُّ	حلال نہیں ہے
اَنْ یَّکْتُمْنَ	یہ کہ وہ چھپائیں
خَلَقَ اللّٰہُ	اللہ نے پیدا کیا
اَرْحَامٌ	(رحم) عورتوں کے رحم
بُعُوْلَۃٌ	شوہر
اَحَقُّ	زیادہ حق دار
بِرَدِّھِنَّ	ان کو لوٹا لینے کے
اَرَادُوْا	انہوں ارادہ کیا

تشریح: آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے زن و شوہر کے تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھالے تو اس کو شریعت میں ایلاء کہتے ہیں اس طرح کی قسمیں چونکہ ازدواجی تعلقات کے خلاف اور بر و تقویٰ کے منافی ہیں جس سے ایک عورت بالکل معلق ہو کر رہ جاتی ہے اس وجہ سے اسلام نے اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت مقرر کی ہے ان چار مہینوں میں اگر شوہر اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات بحال کرلے اور اپنی قسم توڑ دے تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا مگر نکاح باقی رہے گا۔

(۱) لیکن اگر ایک شخص چار مہینے تک اپنی قسم پر قائم رہتا ہے اور یہ عرصہ گزر جائے تو اس عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی یعنی اب بغیر نکاح کے رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اگر دونوں رضا مندی سے پھر نکاح کرلیں تو ان کو حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۲) ان آیتوں میں دوسرا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر طلاق ہو جائے تو اس عورت کو تین خون آنے تک عدت گزارنا ہے اور صبر کرنا ہے۔ اس کے بعد اس کو کسی دوسرے سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ عدت کے دوران جو بھی صورت حال ہے وہ ایک مومنہ عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے بیان کر دینا چاہیے کہ اس کو حمل ہے یا نہیں کیونکہ اگر اس کو حمل ہوگا تو اس کی عدت تین خون تک نہیں بلکہ بچہ پیدا ہونے تک ہوگی۔ اور نسب بھی ثابت ہوگا۔

(۴) چوتھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ اگر خاوند نے تیسری طلاق نہیں دی ہے اور وہ آپس میں اصلاح کی نیت سے اپنا گھر آباد کرنا چاہیں تو پہلا خاوند اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ پھر سے نکاح کر کے اس کو اپنی بیوی کی حیثیت سے رکھ لے لیکن اگر عورت نہ چاہے تو اس پر زبردستی نہیں کی جاسکتی۔ باہمی رضامندی ضروری ہے۔

(۵) پانچویں اور آخری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ دنیا کی بقا اور ترقی میں دو چیزوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے عورت اور دولت (مال، زمین جائیداد) جہاں یہ دونوں خیر و فلاح کا ذریعہ ہیں وہیں سارے فساد اور معاشرے کی تباہی کا ذریعہ بھی بن جایا کرتی ہیں۔ تمام فتنے اور خونریزیاں ان ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ جب ہی ہوتا ہے جب ان کو اصل مقام اور موقف سے ذرا ادھر ادھر کر دیا جائے۔ اسلام نے جو نظام زندگی عطا کیا ہے اس میں عورت اور دولت کو ان کے صحیح مقام پر رکھا ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے تمام فوائد اور ثمرات حاصل ہو سکیں۔ جہاں بغیر جبر و اکراہ کے دولت کی صحیح تقسیم کے عادلانہ اصول بیان کئے گئے ہیں وہیں عورتوں کے اور مردوں کے تمام حقوق اور ذمہ داریوں کو تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے بتایا گیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ از روئے قرآن خاندان کا سربراہ اور سرپرست عورت کو نہیں بلکہ مرد کو بنایا گیا ہے جس طرح ایک ریاست کا نظم و انتظام کسی ایک سربراہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح چھوٹے پیمانے پر ایک گھر کا نظام و انتظام کسی بہتر سربراہ کی سرکردگی میں صحیح چل سکتا ہے۔ مگر مردوں پر عورتوں کے تمام حقوق کو ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ اللہ نے عورت اور مرد کو درجوں میں تو برابر نہیں کیا لیکن تمام حقوق انسانی میں برابری کا درجہ عطا کیا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ

اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا
فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَاۚ
وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ
زَوْجًا غَیْرَهٗؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ
یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ وَ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْاۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗؕ
وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا٘ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَیْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ
یَعِظُكُمْ بِهٖؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے پھر اس کو طریقے سے رکھ لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے ان عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ سوائے اس کے کہ تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

پھر اگر تم اس سے ڈرتے ہو کہ وہ دونوں اللہ کا حکم قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت بدلہ دے کر جان چھڑالے۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ تم ان سے آگے نہ بڑھو اور جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدوں سے آگے بڑھیں گے وہی لوگ ظالم ہیں۔

اگر (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد) ایک طلاق اور دے دی جائے تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ عورت (عدت گزر جانے کے بعد) کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ اسے طلاق دے۔ اور اگر کسی نے (صرف) ایک طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ ایک دوسرے سے رجوع کرلیں بشرطیکہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے ہیں وہ ان لوگوں کے لئے صاف صاف بیان کررہا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔

جب تم ان عوتوں کو طلاق (رجعی) دے دو اور وہ اپنی مدت پوری کر چکیں یا تو ان کو بھلے طریقے سے روک لو یا بہتر طریقے سے ان کو رخصت کردو۔ تم انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے اگر روکے رکھو گے تو یہ زیادتی ہوگی۔ اور جو ایسا کرے گا وہ بے شک اپنا ہی نقصان کرے گا۔

اللہ کے احکامات کو ہنسی کھیل نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کئے ہیں اور اس کتاب و حکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نازل کی ہے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

مَرَّتٰنِ	دو مرتبہ
اِمْسَاکٌ	روکنا
بِمَعْرُوْفٍ	نیکی، بھلائی سے
تَسْرِیْحٌ	چھوڑ دینا ہے
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	تم نے ان عورتوں کو دیا
اَنْ یَّخَافَا	یہ کہ وہ دونوں ڈرتے ہیں

اَلَّا یُقِیمَا	یہ کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے
حَتّٰی تَنۡکِحَ	جب تک نکاح نہ کرے
زَوۡجٌ	شوہر
غَیۡرَہٗ	اس شوہر کے سوا
اَنۡ یَّتَرَاجَعَا	یہ کہ وہ دونوں رجوع کر لیں
اِنۡ ظَنَّا	اگر وہ دونوں خیال رکھتے ہیں
بَلَغۡنَ	وہ عورتیں پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ	اپنی مدت کو (یعنی عدت پوری کر لیں)
اَمۡسِکُوۡا	تم روک لو
سَرِّحُوۡا	تم چھوڑ دو
لَاتُمۡسِکُوۡهُنَّ	نہ روکے رکھو ان عورتوں کو
ضِرَارٌ	ایذا اور تکلیف
لِتَعۡتَدُوۡا	یہ کہ تم زیادتی کرو
لَا تَتَّخِذُوۡا	تم نہ بناؤ
هُزُوٌ	مذاق
یَعِظُ	وہ نصیحت کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

قرآن کریم میں کئی مقامات پر نکاح وطلاق کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان آیتوں میں اہم بنیادی قاعدے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اسلام میں نکاح مرد اور عورت کے اس معاہدے کو کہتے ہیں جو زندگی بھر کے نباہ کے ارادے کے ساتھ زن و شوہر کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لئے کیا گیا ہو۔ یہ رشتہ اس قدر مضبوط اور مستحکم ہونا چاہئے جس کے ٹوٹنے یا ختم ہونے کی نوبت نہ آئے۔ لیکن اسلام نے دوسرے مذہبوں کی طرح یہ نہیں کیا کہ ایک دفعہ نکاح ہونے کے بعد اس کو توڑنا ممکن ہی نہ ہو بلکہ شدید ضرورت اور مجبوری کے وقت

طلاق کے ذریعہ اس رشتہ کوتوڑا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ قابل نفرت (اللہ کے غضب کودعوت دینے والی) چیز طلاق ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلاق دینا تو حلال اور جائز ہے لیکن یہ اللہ کوسخت ناپسند ہے کیونکہ طلاق کے اثرات صرف زوجین کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس کے اثرات خاندان، اولاد، بچوں کی تعلیم وتربیت اور معاشرے پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، کبھی کبھی تو قبیلوں اور خاندانوں میں فساد اور جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے جو چیزیں اس معاہدہ نکاح کوتوڑنے والی ہیں ان کوراستے سے ہٹانے کی شریعت نے کوششیں کی ہیں، تاکہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا جائے اور ٹوٹنے کی نوبت نہ آئے اس کے لئے سب سے پہلے آپس میں افہام وتفہیم یعنی طلاق کے بعد کی تمام اونچ نیچ کو سمجھانا اور کچھ ایسے نفسیاتی طریقے اختیار کرنا جس سے عورت، مرد آئندہ کے بھیانک نتائج پر غور کرسکیں اور اگر اس سے کام نہ چلے تو دوسرا درجہ قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کوتنبیہ کرنے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے بستر الگ کرلیا جائے اور اگر اس پر بھی بات نہ بنے تو کچھ سختی کرنا جس میں معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے، لیکن اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو خاندان کے دو بزرگوں کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا جائے جولڑکی اور لڑکے والوں کی طرف سے ہوں۔ ان کوششوں کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلے اور ایک کا دوسرے کے ساتھ رہنا مشکل ہوجائے تو پھر ازدواجی تعلقات کوختم کردینا ہی دونوں کے حق میں بہتر ہے مردوں کے لئے حکم ہے کہ جب عورت ایام ماہواری میں ہوتو اس کو اس وقت تک طلاق نہ دی جائے جب تک وہ پاک نہ ہوجائے (لیکن اگروہ اس حالت میں طلاق دیدے گا تو وہ واقع ہوجائے گی)۔ اور اس پاکی کے زمانہ میں زن وشوہر کا تعلق قائم کئے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت گزرنے دی جائے۔ اگر اس عدت کے دوران مرد نے رجوع نہیں کیا تو عدت گزرتے ہی یہ ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور یہ طلاق رشتہ زوجیت کوختم کردے گی اور عورت آزاد ہوکر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مختار ہوجائے گی۔ اس طریقہ سے فائدہ یہ ہے کہ طرفین میں باہمی صلح وصفائی کی راہیں کھلی رہیں گی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے تو صرف رجوع کرلینا ہی کافی ہوگا۔ عدت ختم ہونے کے بعد اگرچہ نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت آزاد ہوجائے گی مگر پھر بھی یہ گنجائش باقی رہے گی کہ اگر دونوں باہمی رضامندی سے مصالحت کرلیں اور نکاح کرنا چاہیں تو نکاح جدید اسی وقت ہوسکے گا۔ یہ ہے وہ طریقہ جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس طریقہ میں سینکڑوں مصلحتیں پوشیدہ ہیں کیونکہ تمام معاشرتی زندگی کا دارومدار نکاح کے پاکیزہ رشتے پر ہی ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کے ٹوٹنے کی نوبت آہی جائے تو اس پاکیزہ رشتے کو ایک ہی جھٹکے میں توڑ کر رکھ دینا شرافت نہیں ہے آخر یہ زندگی کا بڑا سنجیدہ مسئلہ ہے، بچوں کا کھیل تو نہیں ہے کہ جب چاہا کھیل لئے اور جی بھر گیا تو کھلونوں کوتوڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ عورت کو کھیل کھلونا بنانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی فطری کمزوریوں کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی خاص ہدایت کی گئی ہے۔

دور جاہلیت میں مرد عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ وہ طلاق کے حق کو بڑے وحشیانہ انداز سے استعمال کرتے تھے، جب چاہتے عورت کو دو چار طلاقیں دے دیتے اور پھر عدت کے دوران اس سے رجوع کرلیتے۔ پھر

اس کو تنگ کرتے اور لامحدود حد تک طلاقیں دیئے چلے جایا کرتے تھے اس طرح عورت کبھی اس کے پنجہ ظلم سے باہر نکل ہی نہیں سکتی تھی۔ اسلام نے جہاں عورتوں کو بے انتہا مساوی حقوق دیئے ہیں ان ہی میں سے طلاقوں کی تعداد کو تین تک محدود کر کے عورت پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایک مرد نادانی سے ان تین حقوق کو ایک لفظ میں ادا کر کے بھی عورت کو اپنے اوپر حرام کر سکتا ہے لیکن وہ قرآنی طریقہ جو ابھی میں نے نقل کیا ہے اس طریقہ پر عمل کر کے بھی اپنے حقوق کا استعمال کر سکتا ہے لیکن تین طلاقوں کے بعد ایک مرد کا عورت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ان آیات میں الطلاق مرتن فرمایا یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ ہے ان دو طلاقوں میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ دو طلاقوں سے معاملہ بالکل ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر عدت کے دوران اس سے رجوع کر لیا تو اس کی پوری طرح گنجائش باقی ہے لیکن عدت گزر جانے پر نکاح کا تعلق ختم ہو جائے گا اور وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرنے میں آزاد ہو جائے گی۔

ان آیتوں میں دو طلاقوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ تیسری طلاق اور اس کے احکامات کو بیان کرنے سے پہلے درمیان میں ایک اور نازک مسئلے کا ذکر کیا گیا ہے جو عموماً باہمی معاملات بگڑ جانے کے بعد پیش آیا کرتا ہے کہ ایک ظالم شوہر نہ بیوی کو رکھنا چاہتا ہے، نہ اس کو اس کے بنیادی حقوق دینا چاہتا ہے بلکہ تنگ کر کے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے وہ مال واپس لینا چاہتا ہے جو اس نے عورت کو دیا تھا۔ قرآن کریم نے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ ایسی حرکت کرنا اور دے کر واپس لینا حرام ہے۔ البتہ اگر عورت محسوس کرتی ہے کہ اب دونوں میں نباہ مشکل ہے اور اب وہ دونوں اللہ کی حدود و قیود کی پابندی نہ کر سکیں گے تو اگر عورت اپنا مال یا رقم فدیہ میں دے دے تا کہ ظالم شوہر سے اس کی جان چھوٹ جائے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کو شریعت میں خلع کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی صورت میں زبردستی مال ہتھیا لینے کی اجازت نہیں ہے۔

درمیان میں اس مسئلہ کو بتانے کے بعد اب پھر اسی مسئلہ طلاق کی طرف بات کو لایا گیا ہے کہ اگر دو طلاقیں دینے کے بعد پھر ایک طلاق دے دی تو اب نکاح کا معاہدہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ آخری حق تھا جو اس نے استعمال کر لیا ہے اب یہ عورت مرد پر حرام ہو گئی ہے۔ چونکہ اب مرد نے شریعت کی حدود کو پار کر لیا ہے اس لئے اب مرد کو بغیر حلالہ شرعی کے عورت کو واپس نکاح میں لانے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ یہ عورت آزاد ہے عدت گزارنے کے بعد پھر یہ عورت کسی اور مرد سے شادی کر کے رہے بسے، اگر اتفاق سے وہ دوسرا شوہر بھی اس کو طلاق دے دے یا مر جائے تو اس کی عدت گزارنے کے بعد یہ عورت پہلے والے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اس کو حلالہ شرعی کہتے ہیں۔

آخر میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہر حال میں اللہ کی حدود کا خیال رکھا جائے اللہ کے احکامات کو ہنسی کھیل نہ بنایا جائے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور اس کتاب و حکمت کو یاد رکھا جائے جو اس نے انہیں عطا کی ہے کیونکہ جو قومیں اللہ کی نعمت اور شریعت کی قدر کرتی ہیں ان کو سرفرازیاں عطا کی جاتی ہیں لیکن جو لوگ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر نہیں کرتے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز اور اس کی حکمتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۲

جب تم عورتوں کو طلاق دیدو۔ پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں، تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (پسندیدہ) شوہروں سے نکاح کریں۔ جبکہ وہ آپس میں (دستور شرعی کے مطابق) رضا مند ہوں یہ نصیحت ان لوگوں کے لئے ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی میں تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی اور شائستگی ہے۔ اس بات کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۲

لَا تَعْضُلُوْا	تم منع مت کرو
اَنْ يَّنْكِحْنَ	یہ کہ وہ نکاح کریں
تَرَاضَوْا	آپس میں رضا مند ہو گئے
اَزْكٰى	بہت پاکیزگی ہے
اَطْهَرُ	زیادہ ستھرائی، صفائی ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۳۲

جو عورت طلاق پانے کے بعد اپنی عدت پوری کر چکی ہو وہ آزاد ہے۔ دستور اور شریعت کے مطابق وہ جہاں چاہے اپنی پسند اور مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔ اس کے اس ارادے میں طلاق دینے والے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو کسی طرح کی

رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

عرب میں یہ جہالت عام تھی کہ عورت کو طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد بھی طرح طرح سے تنگ کیا جاتا تھا وہ اس بات کو اپنی توہین اور ذلت سمجھتے تھے کہ جو عورت ہمارے خاندان کی بہو بن کر رہ چکی ہے وہ ہم سے جدا ہو کر کسی دوسرے گھر میں کیوں جائے، اس کے لئے وہ طرح طرح کی سازشیں اور رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب ایک عورت کو طلاق ہو چکی اور وہ اپنی عدت بھی مکمل کر چکی ہے اب اگر وہ شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس میں تم رکاوٹ نہ بنو بلکہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس عورت کے معاون و مددگار بن جاؤ جو پاکیزہ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہے۔ اسی میں معاشرہ کی پاکیزگی ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ
يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ
لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ
تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ
تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۳

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ جو باپ چاہتے ہیں کہ پوری مدت رضاعت تک بچے کو دودھ پلائیں۔ باپ پر ذمہ داری ہے کہ وہ ان عورتوں کے لئے دستور کے مطابق روٹی کپڑے کا انتظام کرے۔ مگر کسی پر اس کی گنجائش سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ نہ تو ماں کو اس لئے ستایا جائے کہ اس کا بچہ ہے اور نہ ہی باپ کو اس لئے پریشان کیا جائے کہ وہ اس کا بچہ ہے اور باپ نہ ہو تو وارث پر بھی یہی ذمہ داری ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر تم کسی اور سے

بچے کو دودھ پلوانا چاہتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم قاعدے طریقے سے دودھ پلانے والی کو وہ ادا کرو جو تم نے اس کو دینا طے کیا تھا۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۳

وَالِدَاتٌ	مائیں
یُرْضِعْنَ	دودھ پلائیں
حَوْلَیْنِ	دو سال
کَامِلَیْنِ	مکمل
اَنْ یُّتِمَّ	یہ کہ وہ پورا کرائے گا
اَلرَّضَاعَةُ	دودھ کی مدت
مَوْلُوْدٌ لَّهٗ	پیدا کیا گیا جس کے لیے یعنی باپ
کِسْوَتُهُنَّ	ان عورتوں کا لباس، پہناوا
لَاتُکَلَّفُ	ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی
وُسْعَهَا	اس کی گنجائش
لَاتُضَارَّ	نقصان نہ پہنچایا جائے
فِصَالًا	جدائی، دودھ چھڑائی
تَرَاضٍ	باہم رضامندی
تَشَاوُرٌ	باہمی مشورہ
لَاجُنَاحَ	گناہ نہیں ہے
سَلَّمْتُمْ	تم نے سپرد کر دیا
مَاآ تَیْتُمْ	جو کہ تم نے دینا طے کیا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۳۳

طلاق ہو جانے کے بعد جہاں اور بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اس میں اگر اولاد ہو جائے تو بچے کو دودھ پلوانے کا

مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے اس آیت میں ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داریوں اور چند ضروری مسائل کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ مدت رضاعت کو پورا کرلے تو عورت کو دو سال تک دودھ پلانا چاہئے۔

(۲) دودھ پلانے کے دوران بچے کے باپ پر عورت کا کھانا اور کپڑا دینا ہوگا اس مسئلے میں مرد کی حیثیت کے مطابق کھانا اور کپڑا وغیرہ کی ذمہ داری ہوگی۔

(۳) ماں اور باپ دونوں میں سے کسی پر بھی بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ نہ بچے کے بہانے ماں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی اور نہ بچے کی آڑ لے کر باپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جائے گا۔

(۴) اگر بچے کے باپ کا انتقال ہو جائے تو یہی تمام ذمہ داریاں ان لوگوں پر ہوں گی جو اس کے وارث ہیں۔

(۵) اگر دو سال کے دوران ہی دونوں آپس کی رضامندی سے بچے کا دودھ چھڑوانا چاہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۶) اگر باپ یا بچے کے وارث بچے کی ماں کے بجائے کسی اور عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو دودھ پلانے کے لئے رکھا ہے اس سے معاوضہ دینے دلانے کا جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا پورا ادا کیا جائے۔
آخر میں فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کا خیال رکھو کہ وہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل کو اچھی طرح جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾

۳۰ ع ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے اور دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، پھر جب وہ عدت پوری کر چکیں تو اپنے حق میں قاعدہ کے مطابق جو چاہیں فیصلہ کریں اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

اگر عدت کے دوران تم اشاروں میں ان کو نکاح کا پیغام دے دو یا اس کو اپنے دل میں چھپائے رکھو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تمہارے دلوں میں ان کا خیال ضرور آئے گا۔ لیکن تم چھپ چھپ کر ان سے وعدے نہ لینا۔ اگر بات کرنی ہے تو قاعدے طریقے سے ہونی چاہیے۔ اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے اس وقت تک عقد نکاح کا ارادہ بھی نہ کرنا۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے لہٰذا اسی سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بڑا برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

یُتَوَفَّوْنَ	مر جاتے ہیں
یَذَرُوْنَ	وہ چھوڑ جاتے ہیں
اَزْوَاجًا	بیویاں
اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ	چار مہینے
عَشْرًا	دس (دن)
بَلَغْنَ	وہ پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ	اپنی مدت (کو یعنی عدت پوری کرلیں)
فَعَلْنَ	وہ عورتیں کریں

عَرَّضْتُمْ	تم نے پیش کیا
خِطْبَةُالنِّسَاءِ	عورتوں سے پیغام نکاح
اَکْنَنْتُمْ	تم نے چھپالیا
لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ	تم ان سے وعدے نہ لینا
سِرّ	چھپ چھپ کر
قَوْلًامَّعْرُوْفًا	قاعدے طریقے کی بات
عُقْدَةُالنِّکَاحِ	نکاح کی گرہ
یَبْلُغُ الْکِتٰبُ	پہنچ جائے حکم

تشریح: آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

جن عورتوں کے شوہر مرجاتے ہیں انہیں چار مہینے دس دن تک عدت گزارنی ہے یعنی اپنے آپ کوروکے رکھنا ہے۔اس عرصہ میں نہ تو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ کسی شخص کواس بات کی اجازت ہے کہ صریح اور صاف الفاظ میں نکاح کا پیغام دے۔ البتہ ایسے ڈھکے چھپے الفاظ میں یا اشارۃً یہ بات کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اس غمزدہ کے لئے ڈھارس بھی ہو اور سہارا بھی لیکن نکاح کا پیغام جائز نہیں ہے۔

عدت کے دوران اس عورت کو خوشبو لگانا، سنگھار کرنا، سرمہ لگانا، تیل ڈالنا، بلاضرورت مہندی لگانا، رنگین کپڑے پہننا یا آرائش وزیبائش کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر چاند رات کو کسی شخص کا انتقال ہوا ہے تب تو یہ مہینے خواہ تیس دن کے ہوں یا انتیس دن کے چاند کے حساب سے مدت پوری کی جائے گی اور اگر کسی شخص کا انتقال چاند رات کے بعد ہوا تو سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جائیں گے اس طرح کل ایک سو تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔

آخر میں فرمایا کہ اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس نے جو تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے اس سے دھوکے میں نہ پڑ جانا وہ بہت برداشت کرنے والا ہے اور اسی وجہ سے وہ درگذر کرتا ہے۔ لیکن کوئی چیز اس کے علم کے احاطے سے باہر نہیں وہ ہر چیز کا اچھی طرح علم رکھتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَّمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دو جب کہ تم نے نہ تو ان کو ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کا مہر مقرر کیا ہے اگر دستور کے موافق ان کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے صاحب حیثیت پر اس کی گنجائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کے حال کے موافق ہے جو خرچ قاعدے کے مطابق ہو۔ یہ نیک لوگوں پر ایک حق ہے۔ اور اگر تم ان عورتوں کو اس وقت طلاق دو جب کہ تم نے ان کا مہر تو مقرر کیا ہے مگر انہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے تو دستور کے مطابق ان کا آدھا مہر ادا کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ عورتیں اپنا حق چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (یعنی مرد) وہ پورا مہر دے دے۔ اگر تم درگذر سے کام لو گے تو یہ بات پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربانیاں کرنے کو فراموش نہ کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ — تم نے ان عورتوں کو نہ چھوا ہو (صحبت نہ کی ہو)

لَمْ تَفْرِضُوْا — تم نے مقرر نہیں کی

فَرِيْضَةٌ	مہر
مَتِّعُوْهُنَّ	ان کو سامان دو
اَلْمُوْسِعُ	وسعت والا، صاحب حیثیت
قَدَرَهٗ	اس کے موافق ہے
اَلْمُقْتِرُ	تنگ دست
نِصْفُ	آدھا
اَنْ يَّعْفُوْنَ	عورتیں معاف کردیں
يَعْفُوْا	مرد معاف کردے (پورا مہر دیدے)
لَا تَنْسَوُا	تم نہ بھولو

تشریح: آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

ان آیتوں میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں

(۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص نے محض نکاح کیا، کوئی مہر مقرر نہیں کیا اور نہ اس عورت سے قربت حاصل کی اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی ایسی صورت میں چونکہ مہر مقرر ہی نہیں ہے اس لئے مہر نہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کم از کم ایک جوڑا کپڑے کا دیدیا جائے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو اختیار دیا ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لیکن مرد کو اس سلسلہ میں تنگ دلی کا ثبوت نہیں دینا چاہئے بلکہ فراخ حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ زیادہ بھی دے دینا چاہئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے ایک ایسے ہی واقعہ میں مطلقہ کو بیس ہزار درہم عطیہ دیا، قاضی شریح نے بھی ایک واقعہ میں پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ کم از کم ایک جوڑا کپڑا ہی دیدے۔ (قرطبی)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا مگر قربت وصحبت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو اس صورت میں جتنا مہر مقرر کیا گیا تھا اس میں سے آدھا دینا ہوگا۔ اس میں عورت اور مرد دونوں کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ عورت کی دست برداری یہ ہے کہ وہ سارا ہی مہر معاف کردے۔ مرد کی دست برداری یہ ہے کہ وہ آدھے مہر کے بجائے پورا مہر ہی اس لڑکی کو دیدے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مرد کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ عام زندگی میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرتے رہنا چاہیے لیکن اس معاملہ میں تو مرد کو بلند حوصلے کا مظاہرہ کرنا چاہیے یعنی اس مطلقہ کو پورا مہر دے دینا چاہئے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

سب نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور سے درمیان والی نماز کی۔ اور تم نمازوں میں اللہ کے سامنے فرماں برداری کے ساتھ کھڑے رہو۔ اگر خوف کی حالت ہو تو خواہ پیدل ہو یا سوار نماز ادا کرو پھر جب خوف دور ہو جائے تو اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جسے تم (پہلے سے) نہیں جانتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

حَافِظُوْا	حفاظت کرو
اَلصَّلَوٰتُ	نمازیں
اَلصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى	درمیان والی نماز (نماز عصر)
قُوْمُوْا	کھڑے رہو
قٰنِتِيْنَ	خاموش، ادب سے کھڑے ہونے والے
خِفْتُمْ	تم ڈرے
رِجَالٌ	پیدل
رُكْبَانٌ	سوار
عَلَّمَكُمْ	اس نے تمہیں سکھایا

تشریح: آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

احکام وقوانین جن کا آغاز توحید کے بعد نماز اور زکوۃ کے ذکر سے ہوا تھا اب ان آیات پر ختم ہو رہا ہے اس باب کی ابتداء

بھی نماز سے ہوئی اور اس باب کا خاتمہ بھی نماز ہی پر ہورہا ہے جو اس بات کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے کہ دین اسلام میں جو اہمیت نماز کی ہے وہ کسی اور عبادت کی نہیں ہے۔ ساری شریعت کے قیام و بقاء کا دارو مدار نماز کے نظام کی بقاء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شریعت کے قائم رہنے اور حفاظت کے لئے ایک باڑہ اور حصار کا درجہ دیا ہے۔ جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے وہ گویا پوری شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور جو شخص اس میں سستی اور کاہلی کرتا ہے وہ گویا دین کی بنیادوں کو ڈھا دیتا ہے۔

درحقیقت نمازوں کی حفاظت ہی دین کی دوسری باتوں کی حفاظت کی ضامن ہے۔ جس طرح ایک شہر پناہ پورے شہر کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح نماز دوسری تمام نیکیوں کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سارے دین کی محافظ نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے اس کو ضائع کر دیا اس نے سارا دین ضائع کر دیا۔

ان دونوں آیتوں میں سب سے پہلے تو نماز کی حفاظت کا حکم دیا پھر فرمایا کہ درمیانی نماز کی حفاظت کرو یہ درمیانی نماز جس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اس سے عصر کی نماز مراد ہوسکتی ہے۔ کیونکہ دن بھر کی تمام سرگرمیاں عصر کے وقت اپنے آخری مراحل میں داخل ہوتی ہیں اس لئے خاص طور سے کاروباری لوگوں کے لئے یہ بڑے جوڑ توڑ کا وقت ہوتا ہے۔ مسافر رات ہونے سے پہلے اپنی منزل پر پہنچنا چاہتا ہے۔ دوکان دار دوکان بند ہو جانے سے پہلے کچھ کمانے کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح امن کے علاوہ جنگی حالات میں بھی عصر کا وقت بہت اہم ہوتا ہے فریقین دونوں ہی جنگ کا آخری وار کرنے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ اس لئے جنگ کی حالت ہو یا امن کی عصر کی نماز کی حفاظت کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ
مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى
الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِىْ مَا
فَعَلْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾
وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

۳۱ ع ۷ ۱۵

ترجمہ : آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے یہ وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جاتا رہے اور ان کو گھر سے نہ نکالا جائے۔ البتہ اگر وہ خود ہی گھر چھوڑ دیں اور پھر اپنے حق میں دستور کے مطابق کوئی فیصلہ کریں تو اس کا تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور تمام مطلقہ عورتوں کے ساتھ قاعدے طریقے سے حسن سلوک کرنا پرہیز گاروں پر ایک حق ہے۔ اللہ اسی طرح اپنے احکامات صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

یَذَرُوْنَ	وہ چھوڑ جائیں
مَتَاعٌ	خرچ دینا
اِلَی الْحَوْلِ	ایک سال تک
غَیْرُ اِخْرَاجٍ	نہ نکالنا

تشریح: آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو اس کی عدت ایک سال تک ہوا کرتی تھی، اس وقت تک عدت اور آیت میراث کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ اسلام نے سب سے پہلے تو عورت کی عدت چار مہینے دس دن تک مقرر کر دی چونکہ اس وقت تک میراث کی تقسیم سے متعلق احکامات نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکے کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے دیا جائے اور ترکہ سے اس کے نان ونفقہ کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی عورتوں کے لئے اس طرح کی وصیت کر جایا کریں۔ البتہ عدت گزرنے کے بعد عورت خود ہی نہ رہنا چاہے اور اپنے حق میں کوئی فیصلہ کرنا چاہے تو الگ بات ہے۔ جب آیت میراث نازل کی گئی تو یہ عبوری قانون منسوخ کر دیا گیا اب آیت میراث کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

کیا تم نے ان لوگوں کا حال دیکھا جو ہزاروں تھے مگر موت کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے تھے اللہ نے کہا کہ تم مرجاؤ (مرنے کے بعد) پھر اللہ نے ان کو زندہ کردیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت فضل و کرم کرتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس کا شکرادا نہیں کرتے۔

اللہ کی راہ میں لڑو اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ بلا شبہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اس کے لئے کئی درجہ بڑھا کردے۔ اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی کشادگی رزق بھی عنایت کرتا ہے۔ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

اُلُوۡف	ہزاروں، (الف، ہزار)
حَذَرَ الۡمَوۡتِ	موت کا خوف
مُوۡتُوۡا	مرجاؤ
اَحۡيَا	اس نے زندہ کیا
ذُوۡ فَضۡلٍ	فضل و کرم والا

يُقْرِضُ	قرض دیتا ہے
قَرْضًا حَسَنًا	قرض حسن، بہترین قرض
يُضٰعِفُهٗ	وہ اس کو دو گنا کر دیتا ہے
اَضْعَافٌ كَثِيْرٌ	دو گنے سے بھی زیادہ
يَقْبِضُ	روکتا ہے
يَبْسُطُ	کھولتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

اب ان آیات سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے احکام بیان کئے جا رہے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ انسان لاکھ موت سے ڈر کر کہیں بھی چلا جائے۔ جہاں بھی وہ جائے گا اور اس کی موت کا وقت آ جائے گا تو مضبوط قلعوں میں بھی موت پہنچ جائے گی۔ اس مضمون کی ابتداء بنی اسرائیل کے ایک واقعہ سے کی ہے۔ یہ کوئی ایک جماعت تھی جو کسی شہر میں رہا کرتی تھی وہاں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی اس بستی والے اپنے سامنے اپنے عزیزوں کو تڑپتا دیکھ کر ایک وسیع میدان کی طرف بھاگ نکلے تا کہ موت سے بچ سکیں۔ یہ لوگ جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی دو پہاڑوں کے درمیان وسیع میدان میں جا کر ٹھہر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلانے کے لئے عبرت کا یہ سامان کیا کہ ان دس ہزار بنی اسرائیلیوں پر موت طاری کر دی۔ جب آس پاس کے لوگوں کو اطلاع ملی کہ دس ہزار کے قریب انسان بے گور و کفن پڑے ہیں اور ان کی لاشیں سڑ رہی ہیں۔ انہوں نے سوچا اور یہ طے کیا کہ ان کا کفن دفن تو مشکل ہے ان کے چاروں طرف ایک دیوار کھینچ دی جائے تا کہ ان کی لاشوں کی بے حرمتی نہ ہو چنانچہ ان کے چاروں طرف دیواریں کھینچ دی گئیں۔ کچھ دن کے بعد ہی ان کی لاشیں گل سڑ گئیں اور لاشوں کے ڈھانچے رہ گئے۔ بہت عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر حضرت حزقیلؑ کا اس مقام سے گزر ہوا۔ وہاں اتنی بڑی تعداد میں انسانی ڈھانچے دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ وحی کے ذریعہ ان کو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو موت کے خوف سے بھاگ کر اس میدان میں پہنچ گئے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت حزقیلؑ نے دعا کہ اے اللہ ان کو دوبارہ زندہ کر دیجئے! اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو دوبارہ زندگی عطا کر دی اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو جہاد سے بھاگتے اور موت کا خوف اپنے اوپر طاری رکھتے ہیں۔ ان آیتوں میں چونکہ مسلمانوں کو جہاد کی تعلیم و تربیت دی جا رہی ہے تو یہ بھی فرمادیا کہ جہاد کے لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جہاں اپنی جانیں لڑائی جائیں وہیں مال کا بھی ایثار کیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے

قرض حسنہ کا نام دیا یعنی جو کچھ تم خرچ کرو گے یقیناً اس کی ادائیگی اللہ کے ذمے ہے فرمایا جو اس دنیا میں ایک خرچ کرے گا اس کو ستر سے سات سو گنا تک بڑھ کر ملے گا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوالدحداحؓ خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتے ہیں حالانکہ وہ قرض سے بے نیاز ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے تمہیں جنت میں داخل فرمائیں۔ ابوالدحداحؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے کھجوروں کے دو باغ ہیں میں دونوں کو اللہ کی راہ میں بطور قرض حسنہ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک کو وقف کردو اور دوسرے باغ کو اپنے بال بچوں کے لئے رکھ لو۔ ابوالدحداح نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ گواہ رہیے میں نے ان دونوں باغوں میں سے بہترین باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں اللہ کی راہ میں دے دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی برکت سے جنت عطا فرمائیں گے آپ نے فرمایا جنت میں ابوالداحداح کے لئے کھجوروں کے سرسبز وشاداب درخت اور کشادہ محلات تیار ہیں جوان کو ملیں گے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ
تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ
اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ
هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ
غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا
بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ
اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا
يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ
الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمہ : آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا جب انہوں نے کہا کہ آپ

ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا، اگر تم پر جہاد فرض کر دیا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاد نہ کرو۔ کہنے لگے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے حالانکہ ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے اور بچوں سے جدا کئے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو سوائے کچھ لوگوں کے سب پیٹھ موڑ گئے۔ اور اللہ تو ظالموں سے خوب واقف ہے۔

ان لوگوں سے پیغمبر نے کہا کہ تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا گیا ہے۔ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طالوت ہم پر حکومت کرے حالانکہ ہم اس کے مقابلہ میں حکومت کرنے کے زیادہ حق دار ہیں جبکہ وہ مالی اعتبار سے بھی بڑھ کر نہیں ہے۔ پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے اس کو تمہارے مقابلہ میں منتخب کیا ہے، اس کو علم کی وسعت اور قد وقامت میں بڑا بنایا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سلطنت دے دیتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے تسکین قلب کا سامان ہے اور موسی وہارون کی اولادوں کی چھوڑی ہوئی چیزیں (تبرکات) ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ اس صندوق میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

پھر جب طالوت لشکر کو لے کر نکلا تو اس نے کہا تمہیں اللہ ایک نہر کے ذریعہ آزمائے گا جس نے اس نہر سے پانی پیا وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو پانی بھر لے۔ پھر سوائے کچھ لوگوں کے سب نے پانی پی لیا۔

پھر جب طالوت اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے دریا پار کر گئے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرسکیں۔ اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے انہوں نے کہا کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں محض اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئی ہیں اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر واستقامت عطا فرما۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔ پھر طالوت کے ساتھیوں نے جالوت والوں کو شکست دے دی۔ داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا تو اللہ نے ان کو سلطنت و حکمت عطا فرمائی اور اللہ نے جو کچھ چاہا ان کو سکھا دیا۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ بعض لوگوں کو نہ ہٹاتا رہے تو زمین کا نظام تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے۔ لیکن اللہ کا دنیا والوں پر بڑا فضل وکرم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

اَلْمَلَاءُ	سردار
اِبْعَثْ	اٹھادے
مَلِكٌ	بادشاہ
نُقَاتِلُ	ہم جہاد کریں گے
هَلْ عَسَيْتُمْ	کیا تم سے یہی توقع نہیں ہے
اَلَّا تُقَاتِلُوْا	یہ کہ تم جہاد نہ کرو گے
مَالَنَا	ہمیں کیا ہوا
اُخْرِجْنَا	ہم نکالے گئے ہیں
نَحْنُ اَحَقُّ	ہم زیادہ حق دار ہیں
لَمْ يُؤْتَ	نہیں دیا گیا
سَعَةٌ	گنجائش، وسعت
اِصْطَفٰهُ	اس نے اس کو منتخب کرلیا ہے
بَسْطَةٌ	پھیلاؤ
سَكِيْنَةٌ	سکون
فَصَلَ	وہ جدا ہوا
مُبْتَلِيْ	آزمانے والا
لَمْ يَطْعَمْهُ	جس نے نہیں چکھا
اِغْتَرَفَ	بھرلیا۔ چلو بھرلینا

تشریح: آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بڑی عظمتیں عطا کی تھیں مگر انہوں نے ناشکریوں اور بداعمالیوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا کہ اللہ

نے ان کی ساری عظمتیں چھین لیں اور ان پر کافروں کو مسلط کر دیا۔ فلسطین میں ایک گرانڈیل، دیوہیکل اور جنگ کا ماہر شخص جاتی جولیت تھا جو ان کا سپہ سالار تھا اور جالوت کہلاتا تھا۔ اس کا رعب بنی اسرائیل پر اس قدر چھا چکا تھا کہ اس نے بار بار بنی اسرائیل پر چڑھائی کر کے ان کا قتل عام کیا اور ان کو گھروں سے بے گھر کیا، اور ان سے تبرکات سے بھرا ہوا صندوق بھی چھین کر لے گیا جو ان کے ہاں فتح ونصرت اور کامیابی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ یہ جنگ و جہاد سے جان چھڑاتے تھے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ نہیں جانتے تھے۔ یہ خوف اور بزدلی برسوں تک اس طرح چھائی رہی کہ بنی اسرائیل کے پانچ بڑے شہر ان کے ہاتھوں سے نکل گئے مگر ان میں ان کو واپس لینے کی ہمت نہیں تھی۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اندر تجدید و اصلاح اور ان کی تنظیم کا کام کیا جس سے بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی، اور وہ فلسطینیوں کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے مگر حضرت شموئیل بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے حضرت شموئیل ہی سے ایک ایسی قیادت کی درخواست کی جس کی سربراہی میں وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکیں۔ حضرت شموئیلؑ ان کی ایمانی کمزوری سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے انہوں نے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تمہارے اوپر جہاد فرض کر دیا جائے تو تم میدان سے بھاگ جاؤ۔ اس پر انہوں نے بڑے جوش اور جذبہ کے ساتھ کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم تو اپنے گھروں اور بچوں سے جدا کئے گئے ہیں کیا اب بھی ہم جہاد نہ کریں گے؟

بنی اسرائیل کی خواہش پر جب طالوت کو جو بڑا وجیہ، خوبصورت اور لمبا تڑنگا آدمی تھا سردار لشکر بنا دیا گیا تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ کہنے لگے بھلا یہ ہمارا سردار کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ منصب کے حق دار تو ہم ہیں۔ یہ شخص نہ تو خاندانی اعتبار سے ہم سے برتر ہے اور نہ مالی اعتبار سے۔ اس کا جواب حضرت شموئیل نے یہ دیا کہ اول تو طالوت کا انتخاب اللہ نے کیا ہے اسی نے اس کو تمہاری سرداری کے لئے چنا ہے وہ علم اور جسم میں بھی تم سے بڑھ کر ہے یہی وہ پیمانہ ہے جس سے طالوت کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، انہوں نے کہا ہم کیسے مان لیں کہ طالوت کو اللہ نے ہمارے لئے سردار مقرر کر دیا ہے۔ حضرت شموئیلؑ نے فرمایا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ تبرکات کا وہ صندوق جسے جالوت لوٹ کر لے گیا ہے اللہ کے حکم سے خود بخود واپس آ جائے گا۔ ادھر اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جالوت والوں نے جہاں بھی اس صندوق کو رکھا وہاں بربادی اور بیماریاں پھیل گئیں۔ ایک دن سب نے طے کیا کہ یہ تمام آفتیں اسی صندوق کی وجہ سے آ رہی ہیں لہٰذا اس کو واپس کر دیا جائے، چنانچہ انہوں نے ایک گاڑی میں رکھ کر گدھوں کو ہنکا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے عین اسی وقت اس گاڑی کو کھینچ کر بنی اسرائیل تک لے آئے۔ اس طرح بنی اسرائیل کو طالوت کی سچائی کا یقین کرنا پڑا۔ اس کے بعد نہایت گرم موسم کے باوجود طالوت نے بنی اسرائیل کو لے کر سلطنت جالوت یعنی فلسطین پر چڑھائی کر دی۔ راستہ میں قوم کے صبر و تحمل کا امتحان لیا گیا تا کہ وہی لوگ ساتھ رہ جائیں جو نبی کی اور اپنے سردار کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ یہ امتحان ایک نہر سے کیا گیا۔ حضرت طالوت نے کہا کہ جو شخص بھی اس نہر میں سے خوب سیر ہو کر پانی پئے گا اور ذخیرہ کرے گا تو وہ میرے ساتھ نہیں رہے گا۔ چلو دو چلو پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب یہ بنی اسرائیل اس نہر پر پہنچے تو جن کو نبی کی بات پر اعتماد تھا انہوں نے حکم کی تعمیل کی لیکن جنہوں نے اپنی عقل پر

بھروسہ کیا انہوں نے سوچا کہ ہم صحرا سے گزر رہے ہیں، نہ جانے آگے پانی ملے نہ ملے انہوں نے پانی اپنے برتنوں میں جمع کیا اور خوب پانی پیا۔ چونکہ یہ پانی تو ایک امتحان تھا لہٰذا جو لوگ اس میں ناکام ہوئے۔ وہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر مر گئے یا بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب طالوت کے ساتھ بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ جب یہ میدان جنگ میں پہنچے تو جالوت کا زبردست لشکر اور اس کا جاہ و جلال دیکھ کر اکثر نے کہا کہ ہم اس بے سروسامانی میں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں اور پھر اس کی قیادت جالوت جیسا جری اور بہادر سردار کر رہا ہے یہ تو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے اس لئے بہت بڑی تعداد موت کے خوف سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ آخر میں طالوت کے ساتھیوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے اتنی ہی رہ گئی جتنی جنگ بدر میں نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی تھی۔ اب یہ جتنے بھی تھے وہ صبر استقلال کے پیکر تھے۔ انہوں نے کہا کہ فتح و شکست سب اللہ کے ہاتھ میں ہے قلت و کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے ہم اللہ کی راہ میں جانیں دینے کے لئے آئے ہیں اور بس، چنانچہ زبردست جنگ شروع ہو گئی یہ نہتے اور بے بس بے جگری سے جالوت کی باقاعدہ فوج کا مقابلہ کر رہے تھے کہ حضرت داؤدؑ جو اس وقت صحرا میں بکریاں چرایا کرتے تھے اپنے والد کے حکم سے اپنے بڑے بھائیوں کو جو جنگ میں شریک تھے کھانے پینے کی چیزیں دینے آئے تھے انہوں نے دیکھا کہ جالوت مقابلہ کا چیلنج کر رہا ہے مگر اس کے سامنے جانے کی ہمت کسی میں نہیں ہے ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی۔ وہ طالوت کے پاس پہنچے اور جالوت کے مقابلے کی اجازت مانگی اس وقت حضرت داؤدؑ نہایت کم عمر سرخ رو اور دراز قامت نوجوان تھے۔ طالوت نے ان کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کو دیکھتے ہوئے کچھ تردد کیا۔ حضرت داؤدؑ نے کہا کہ جناب میں اپنی بکریوں پر حملہ کرنے والے شیروں اور ریچھوں کے جبڑے توڑ دیتا ہوں۔ طالوت نے ان کے عزم و ہمت کو دیکھ کر ان کو اجازت دے دی، یہ میدان جنگ میں پہنچے اور انہوں نے جالوت کو چیلنج کیا۔ کہا میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔ جالوت نے دیکھا کہ ایک نوجوان نے اپنے کپڑے میں کچھ پتھر اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ اس کو چیلنج کر رہا ہے وہ اور اس کے ساتھی بے ساختہ ہنس پڑے مگر حضرت داؤدؑ نے ایک پتھر ایسا مارا کہ جالوت سر کے بل گرا اور مر گیا۔ یہ دیکھ کر فلسطینیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح اللہ نے اپنے حکم سے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی اور ظالم قوم کے مقابلے میں کامیابی اور فتح و نصرت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو علم و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا اور وہ حضرت طالوت کے داماد ہو گئے اور اس طرح یہ بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے ان ہی کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ ہیں جن کو اللہ نے ایک بہت بڑی سلطنت عطا کی تھی۔

جس وقت یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں اس وقت کے مسلمانوں کا بھی یہی عالم بے بسی تھا۔ ان آیات میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ زندگی اور موت دونوں کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر تم موت سے ڈر گئے تو پھر دنیا میں تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور اگر موت سے بے پرواہ شہادت کی راہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تو اللہ تمہیں دنیا میں باعظمت زندگی اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے گا۔

آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ نظام کائنات اس کی مصلحتوں کے ساتھ چل رہا ہے اگر وہ اسی طرح ظالموں کو بعض بے بس اور کمزور لوگوں کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہے یا اگر جہاد کا حکم نہ دے تو اس کے نیک اور صالح بندے تو سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہی نہ رہیں گے وہ اپنی ان مصلحتوں سے شریروں اور فسادیوں کو دنیا سے مٹاتا رہتا ہے تاکہ اللہ کی زمین نیکی اور تقویٰ کے آثار سے محروم ہو کر نہ رہ جائے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ
اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا
فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا
شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٥٤﴾

وقف لازم — الجزء ٣ — ع ٣٣ ٥ ١

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۴

اے نبی ﷺ! یہ ہیں اللہ کی وہ آیتیں جن کو ہم نے آپ پر ٹھیک ٹھیک تلاوت کیا ہے اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یہ جتنے رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی اور فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات کو بلند کیا ہے۔ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو صاف اور واضح نشانیاں دے کر ان کو روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ طاقت بخشی۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جن کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آچکی تھیں آپس میں اختلاف نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر ہو گیا۔ اگر اللہ چاہتا

تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس میں نہ تو کسی قسم کی خرید و فروخت ہوگی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کو کسی کی سفارش فائدہ پہنچا سکے گی۔ جو لوگ کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۴

نَتْلُوْا	ہم تلاوت کرتے ہیں
اَلْمُرْسَلِيْنَ	بھیجے گئے ہیں (الرسل)
تِلْکَ الرُّسُلُ	یہ رسول
فَضَّلْنَا	ہم نے بڑائی دی
كَلَّمَ	کلام کیا
رَفَعَ	بلند کیا
اَيَّدْنَاهُ	ہم نے اس کو قوت دی
اَنْفِقُوْا	خرچ کرو
اَنْ يَّاْتِيَ	یہ کہ آئے
لَابَيْعٌ	تجارت نہیں ہے
لَاخُلَّةٌ	دوستی نہیں ہے
لَاشَفَاعَةٌ	سفارش نہیں ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۴

جہاد کے بیان میں یہ چند آیتیں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی جا رہی ہیں۔ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی تاریخ کی ایک نہایت اہم سرگزشت کو بے معنی اور بے مقصد بنا کر رکھ دیا تھا۔ اب ہم نے اس کو بالکل ٹھیک اس کے نتائج

اورانجام کے ساتھ آپ کو سنادیا ہے تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا کچھ اندازہ کرسکیں۔ اور یہ اس بات کی نہایت روشن دلیل ہے کہ آپ بھی انبیاء ورسل کے مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو کوئی نہ کوئی فضیلت وعظمت عطا فرمائی ہے اور سب کے درجات اور مراتب ہیں۔ لیکن اہل کتاب نے جماعتی تعصب اور گروہ بندیوں میں مبتلا ہو کر اپنے رسول کے سوا بقیہ نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔ اور سب کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اس صورت حال پر صبر کیجئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، اللہ اپنی حکمت ومصلحت سے ان کا فیصلہ خود ہی کردے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر رسول کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت بخشی ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز رہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا یہ ان کی فضیلت کا خاص پہلو ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات دیئے گئے اور روح القدس آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح تمام نبیوں اور رسولوں کو اللہ نے خاص خاص مراتب ودرجات سے نوازا۔ مگر ان کے ماننے والی امتوں نے اپنے نبی کو سب سے اعلیٰ وبرتر مان کر اپنے آپ کو تعصب کے خول میں بند کرلیا۔ ورنہ اگر وہ تمام نبیوں کو مانتے تو تمام نبیوں کے مراتب سے فیض حاصل کرتے۔ ہر رسول ان کا رسول اور ہر ہدایت ان کے لئے روشنی ثابت ہوتی اور اب وہ قرآن کریم کے نور سے بھی پورا پورا فیض حاصل کرتے مگر ان کو ان کے تعصب اور ضد نے کہیں کا نہ چھوڑا۔

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ ہدایت وگمراہی کے سلسلہ میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ اگر وہ جبر اور زبردستی کرتا تو پھر کسی کو بھی کفر کا راستہ اختیار کرنے کا موقع نہ ملتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بندوں کو پوری آزادی دی کہ وہ سوچ سمجھ کر اور ارادہ واختیار کی آزادی کے ساتھ چاہیں تو کفر کی راہ اختیار کریں اور چاہیں تو ایمان کا راستہ اختیار کریں۔ لیکن جس راستے کو بھی وہ اختیار کریں گے اس کا انجام ان کے سامنے ہونا چاہیے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے بھی تسکین وتسلی کا سامان کیا گیا ہے کہ آپ پیغام حق ان تک پہنچاتے رہیں لیکن ان کی ہدایت کے لئے پریشان نہ ہوں۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کردیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس دنیا میں مال ومتاع کا کوئی ابدی اور دائمی نفع ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس کو ایک لازوال خزانے کی صورت میں تبدیل کرلو۔ اس لئے کہ آگے جو دن آنے والا ہے اس میں نفع پہنچانے والی چیز اگر ہے تو وہ صرف نیکی ہے جو اس دنیا میں کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ اس عالم میں کوئی چیز کام آنے والی نہیں ہے۔ اس دنیا میں خرید وفروخت سے بھی کام چل جاتے ہیں۔ دوستیاں بھی کام دے جاتی ہیں اور سفارشیں بھی بعض اوقات نفع پہنچا دیتی ہیں لیکن اس دنیا میں ان چیزوں کی ساری راہیں بند ہوں گی جہاں صرف ایمان اور عمل صالح ہی کام آئیں گے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۵

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ زندہ ہے، سب کو تھامنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کی سفارش کر سکے، جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ اس کا تخت اقتدار تمام آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔ اور ان کی حفاظت اس پر ذرا بھی گراں یا بوجھ نہیں ہے وہی سب سے برتر واعلیٰ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۵

اَلۡحَیُّ زندہ

اَلۡقَیُّوۡمُ تھامنے والا

سِنَةٌ	اونگھ
نَوْمٌ	نیند
يَشْفَعُ	سفارش کرے گا
بِاِذْنِهٖ	اس کی اجازت سے
بَيْنَ اَيْدِىْ	سامنے
خَلْفٌ	پیچھے
لَايُحِيْطُوْنَ	نہیں گھیر سکتا ہے
وَسِعَ	وسیع ہے
لَايَؤُدُهٗ	وہ اس کو تھکاتا نہیں
اَلْعَلِىُّ	بلند
اَلْعَظِيْمُ	برتر

تشریح: آیت نمبر ۲۵۵

آیت الکرسی قرآن کریم کی عظیم آیتوں میں سے ایک آیت ہے جس کے احادیث میں بہت زیادہ فضائل بیان کئے گئے ہیں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پوچھا بتاؤ قرآن کریم میں کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ نے فرمایا آیت الکرسی۔ آپ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت ابی ابن کعب کے اس جواب کو پسند فرمایا اور کہا کہ اے ابوالمنذر تمہیں علم و دانش مبارک ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی گیارہ صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

☆الحی وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور باقی رہنے والا ہے اس کو فنا نہیں ہے۔

☆القیوم وہ قائم ہے دوسروں کو قائم رکھتا ہے اور اپنے دست قدرت میں سب کو تھامے ہوئے ہے۔

ان دونوں صفتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام جھوٹے معبودوں کی نفی کر دی ہے جو نہ زندہ ہیں، نہ زندگی کا سرچشمہ نہ خود قائم ہیں اور نہ دوسروں کو قائم رکھنے والے ہیں وہ اپنی زندگی کے وجود کے لئے خود دوسروں کے محتاج ہیں۔

☆سنۃ۔ اونگھ ...... نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔

☆نوم۔ نیند...... نہ اس کو نیند آتی ہے۔

نیند کی ابتداء اونگھ ہے اور انتہا غفلت اور نیند۔ ان صفتوں میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اونگھ یا نیند سے پاک اور بری ہے۔

☆آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے، اسی کے اختیار میں ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اس کے پاس سفارش کرے سوائے اس کی اجازت کے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے بارہ میں سفارش کی مجال نہیں ہے البتہ کچھ مقبول بندے ہیں جن کو خاص طور پر کلام اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حشر کے دن میں سب سے پہلے ساری امتوں کی سفارش کروں گا۔ اسی جگہ کا نام مقام محمود ہے۔

☆پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حالات سے واقف ہے جو انسان کے سامنے ہیں اور وہ حالات جو انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں وہ ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔

☆فرمایا تمام کائنات کے ذرے ذرے کا علم محیط اس کو حاصل ہے یہ اسی کی خصوصیت ہے۔ انسان یا کوئی دوسری مخلوق اس میں شریک نہیں ہے سوائے اس کے جو وہ اپنی مرضی سے کسی کو علم عطا کر دیتا ہے۔

☆فرمایا اس کی کرسی اتنی وسیع ہے کہ جس کی وسعت کے اندر ساتوں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کا اقتدار بلا شرکت غیرے ساری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔

☆فرمایا اللہ تعالیٰ کو زمین اور ساتوں آسمانوں کی حفاظت کچھ بھی گراں نہیں ہے کیونکہ اس قادر مطلق کے سامنے یہ سب چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

☆آخر میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو بڑا عالی شان اور بلند و برتر ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بڑی تفصیلی بیان ہے ان کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد انسان یہی کہنے پر مجبور

ہے کہ ہر عظمت و سربلندی اور تمام برتریاں اسی ایک ذات کے لئے خاص ہیں جس نے اس کائنات کے نظام کو بنا کر اس کی پوری طرح نگرانی فرمائی ہے کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

٣٤ ع ٤ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

دین اسلام میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے۔ یقیناً ہدایت کی راہ گمراہی سے نمایاں اور واضح ہو چکی ہے پھر جس نے جھوٹے معبودوں کا انکار کیا اور اللہ پر یقین لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

اللہ ان کا حمایتی اور مددگار ہے جو اس پر ایمان لے آئے۔ وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کفر پر جمے ہوئے ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں جو ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف دھکیلتے ہیں۔ یہ لوگ جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

لَا اِكْرَاهَ — زبردستی نہیں ہے

فِی الدِّیْنِ	دین میں
قَدْتَّبَیَّنَ	یقیناً واضح ہو چکا ہے
اَلرُّشْدُ	ہدایت
اَلْغَیُّ	گمراہی
اَلطَّاغُوْتُ	شیطان، شیطانی طاقتیں
اِسْتَمْسَکَ	مضبوط پکڑ لیا
اَلْعُرْوَۃُ	گرہ
اَلْوُثْقٰی	مضبوط
لَا انْفِصَامَ	ٹوٹنے والی نہیں
وَلِیٌّ	حمایتی، مددگار
اَوْلِیَآءُ	دوست

تشریح: آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۲ سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے، اسی درمیان اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ لا اکراہ فی الدین. یعنی دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہے یہ اس لئے فرمایا گیا کہ کہیں جہاد سے یہ ذہن میں نہ آئے کہ اسلام قتال اور جہاد کے ذریعہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ بلکہ اسلام اپنی اخلاقی اور آفاقی تعلیم کے ذریعہ ظلم اور بربریت کو ختم کرنے اور عدل وانصاف، امن وامان اور مساوات قائم کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کبھی کسی قوم یا فرد کو تلوار کی نوک پر مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ اسلام کو قبول کرے۔ بلکہ ظلم وبربریت کو مٹانے کے لئے حکم جہاد پر عمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کے نام پر لی جاتی ہے جس سے ایک غیر مسلم کی جان ومال اور مذہب کی حفاظت اسلامی حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ جزیئے کا نظام ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔ جنگ کے دوران نبی کریم ﷺ خلفاء راشدین، صحابہؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ کمزوروں، بیماروں، عورتوں، زخمیوں، مذہبی پیشواؤں

اور پر امن شہریوں پر تلوار اٹھانے یا گھر بار، کھیتی باڑی کو جلانے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ وہ لوگ جو اسلام کی دعوت میں آڑ بننے کے لئے تلوار اٹھاتے تھے اسلام ان سے لڑنے کی اجازت دیتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ مومنوں کا مددگار ہے وہ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال کر لاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے انہوں نے شیطانوں اور بتوں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے جو انہیں روشنیوں سے نکال کر اندھیروں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں جس کا انجام دوزخ کی ابدی آگ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۸

کیا آپ نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جو ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کو حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اس نے کہا میں بھی (لوگوں کو) زندگی دیتا ہوں اور مار دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا اچھا میرا پروردگار تو روزانہ مشرق سے سورج نکالتا ہے پھر تو اس کو مغرب سے نکال کر لے آ۔ یہ سن کر وہ کافر حیران و ششدر رہ گیا۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۸

حَآجَّ — جو جھگڑا

اٰ تٰهُ اللّٰهُ	اس کو اللہ نے دیا تھا
اَلْمُلْکُ	سلطنت، حکومت
یُحْیٖ	زندہ کرتا ہے
یُمِیْتُ	مارتا ہے
اَنَا اُحْیٖ	میں زندہ کرتا ہوں
اُمِیْتُ	میں موت دیتا ہوں
یَاْتِیْ	لاتا ہے وہ۔ وہ آتا ہے
اَلشَّمْسُ	سورج
بُهِتَ	حیران رہ گیا

تشریح: آیت نمبر ۲۵۸

نمرود عراق کا بادشاہ تھا جس کی بڑی وسیع سلطنت تھی مگر اقتدار کا نشہ کچھ ایسی بری چیز ہے کہ وہ انسان کو اللہ سے غافل کر دیتا ہے، نمرود نے اسی اقتدار کے نشہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ ابراہیم تم کس رب کی بات کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں زندگی ہے اور موت بھی ہے۔ جسے چاہتا ہے وہ زندگی دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کا سلسلہ حیات منقطع کر دیتا ہے نمرود کہنے لگا اے ابراہیم یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ اس نے دو قیدیوں کو بلوایا ایک وہ تھا جس کے قتل کا حکم دیا جا چکا تھا۔ دوسرا وہ جس کی رہائی کا حکم ہو چکا تھا۔ نمرود نے بے گناہ کو قتل کرا دیا اور جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اس کو رہا کر دیا اور کہنے لگا یہ زندگی اور موت تو میں بھی دے سکتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بے عقل انسان ہے اس کو سمجھانے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا چنانچہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اچھا میرا پروردگار وہ ہے جو روزانہ مشرق سے سورج نکالتا ہے تو ایک دن مغرب سے سورج نکال دے۔ یہ سن کر نمرود لاجواب ہو گیا۔

یہ واقعہ جہاد کے سلسلہ میں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا زندگی کی بے جا فکر اور موت کا خوف ایک مومن کو اپنے دل سے نکال دینا چاہئے۔

اس کے بعد کی آیات میں دو واقعات بھی بیان کئے جارہے ہیں جو اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن میں موت وحیات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۹

یا جیسے وہ شخص جو ایک ایسی بستی سے گزرا کہ وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا اس بستی کو جب کہ وہ ختم ہو چکی ہے اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ نے اس پر سو سال تک موت کو طاری کر دیا پھر اس کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا۔ پوچھا تم کتنی مدت تک سوتے رہے ہو؟ اس نے کہا دن بھر یا آدھے دن سوتا رہا ہوں۔ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تم ایک سو سال تک پڑے سوتے رہے ہو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو کہ اس میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی اور اپنے گدھے کو دیکھو (کس طرح گل سڑ گیا ہے) اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں اب دیکھو اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف کہ ہم کس طرح ان کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب بات بالکل واضح ہو گئی تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۹

اَوْ	یا
كَالَّذِىْ	جیسے وہ شخص
مَرَّ	گذرا
عَلٰى قَرْيَةٍ	ایک بستی پر
خَاوِيَةٌ	اوندھی
عُرُوْشٌ	(عرش) چھتیں
اَنّٰى يُحْيٖ	کیوں کر زندہ کرے گا
اَ مَا تَهُ ا للّٰهُ	اللہ نے اس کو موت دیدی
مِاَةَ عَامٍ	ایک سو سال
بَعَثَهٗ	اس کو اٹھا کھڑا کیا
كَمْ لَبِثْتَ	کتنی دیر ٹھہرا رہا
بَعْضَ يَوْمٍ	دن کا ایک حصہ
فَانْظُرْ	پھر تو دیکھ
شَرَابٌ	پینے کی چیز (پانی)
لَمْ يَتَسَنَّهُ	سڑا گلا نہیں
حِمَارٌ	گدھا، خچر
لِنَجْعَلَ	تا کہ ہم بنا دیں
اَلْعِظَامُ	ہڈیاں
كَيْفَ نُنْشِزُ هَا	کیسے ہم ان کو چڑھاتے ہیں
نَكْسُوْهَا	ہم اس کو پہناتے ہیں
لَحْمٌ	گوشت

تشریح: آیت نمبر ۲۵۹

یہ کون شخص تھے اور کس بستی سے گزرے تھے۔ اس کے لئے علماء مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔
غالب گمان یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے جو اس بستی سے گزر رہے تھے جس کو بخت نصر نے تباہ و برباد کر دیا تھا اور وہاں کے رہنے والوں کا قتل عام کیا تھا۔
جیسا کہ آپ نے ترجمہ میں سنا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح حضرت عزیر علیہ السلام پر ایک سو سال تک موت کی کیفیت کو طاری رکھا۔ وہ کھانا جو گل سڑ جانے والا تھا اس کو محفوظ رکھا اور گدھا جو عموماً دو چار دن میں ہڈیوں کا پنجر نہیں بن جاتا اس کے اجزاء کو بکھیر دیا۔ لیکن اپنی قدرت کاملہ سے اس کو دوبارہ زندہ کر کے دکھلا دیا کہ موت کے بعد اس طرح تمام انسان زندہ کر دیئے جائیں گے یہ بھی بتا دیا کہ موت فنا کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک کیفیت کا نام ہے جو انسانوں پر طاری کر دی جاتی ہے۔ صور پھونکے جانے کے بعد تمام انسان اسی طرح اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔
تیسری بات یہ فرمائی کہ جس طرح کھانا جو عموماً ایک دن دھوپ میں رکھے جانے کے بعد سڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ وہ اس کو چاہے تو ایک سو سال تک اسی طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس اللہ کی قدرت کی طرف اشارہ ہیں جو تمام چیزوں پر قادر مطلق ہے اور موت و حیات سب اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ ﴿۲۶۰﴾

۳۵ ع ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۰

اور جب ابراہیم نے عرض کیا پروردگار مجھے یہ دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو زندہ کس طرح کریں گے۔ فرمایا اے ابراہیم کیا تمہیں اس پر یقین نہیں ہے؟ عرض کیا جی ہاں (مجھے پورا یقین ہے) میں تو صرف اپنے دل کی تسکین کے لئے چاہتا ہوں۔ فرمایا چار پرندے پکڑ لو اور ان کو اپنے آپ سے ہلا لو (مانوس کر لو) ان پرندوں کے ٹکڑے کر کے ان کے مختلف حصے مختلف پہاڑوں پر رکھ آؤ پھر ان پرندوں کو آواز دو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور اس بات کو جان لو کہ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۰

رَبِّ	میرے پروردگار (اصل میں ربی تھا یا گر گئی اور رب رہ گیا)
اَرِنِیْ	مجھے دکھا دیجیے (ار، دکھائے، ن وقایہ، ی، مجھے)
تُحْيِ	تو زندہ کرتا ہے
اَوَلَمْ تُؤْمِنْ	کیا تجھے یقین نہیں ہے (ا، ولم، تومن)
لِيَطْمَئِنَّ	تاکہ اطمینان ہو جائے
خُذْ	پکڑ لے
اَلطَّيْرُ	پرندہ
صُرْهُنَّ	ان کو مانوس کرلے (صر، امر، ھن، ضمیر)
جَبَلٌ	پہاڑ
جُزْءٌ	حصے، ٹکڑے
اُدْعُ	پکار (صیغہ امر)
سَعْيٌ	دوڑ، دوڑتے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۲۶۰

نبی سے زیادہ اللہ کی ذات وصفات اور قدرت کا کس کو یقین ہوسکتا ہے وہ تو پیکر ایمان ویقین ہوا کرتا ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے محض کیفیت کے بارے میں پوچھا ہے کہ اے اللہ مجھے کامل یقین ہے مگر میں دیکھ کر عین الیقین حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی قدرت کا مشاہدہ کرسکوں۔

فرمایا چار پرندے پال کر اپنے آپ سے مانوس کرلو۔ یعنی ان کے کوئی نام وغیرہ رکھ لو اور پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے جسم کے مختلف حصوں کو مختلف پہاڑیوں پر رکھ دو۔ نام لے کر آواز دو پھر مشاہدہ کر لینا کہ وہ کس طرح زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور وہ پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آگئے فرمایا بس اسی طرح جب ہم اپنے بندوں کے لئے صور پھونکیں گے تو تمام انسان بھی دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے۔

یہ واقعہ اور اس سے پہلے جو دو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے اور مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٢٦١ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٢٦٢ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝٢٦٣ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦٤

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٢٦٥

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ایک دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں اور ہر بال میں سو سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے وہ بڑا افیاض اور علیم ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نہ تو وہ کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ وہ لوگ کسی کے دل کو دکھاتے ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس بڑا اجر و ثواب ہے۔ نہ تو ان کے لئے کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ کسی کو نرمی سے جواب دے دینا اور درگذر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے دینے کے بعد کسی کا دل بھی دکھایا جائے۔ یاد رکھو اللہ بے نیاز بھی ہے اور برداشت کرنے والا بھی ہے۔ اے ایمان والو! کسی کا دل دکھا کر اور احسان جتا کر اپنے صدقات کو اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے نہ تو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ آخرت پر یقین رکھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی جم گئی ہو پھر اس پر ایک زور کی بارش آئی۔ (مٹی بہہ گئی) اور وہ پتھر پھر اسی طرح صاف چکنا پتھر رہ گیا۔ ایسے لوگ اپنے کئے ہوئے کاموں کا کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ناشکرے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وہ لوگ جو اپنا مال محض اللہ کی خوشنودی اور اپنے دلوں کو جمائے رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی مناسب اونچی جگہ پر واقع ہے اس پر تیز بارش پڑ جائے تو دگنا پھل لے آئے ورنہ محض ہلکی سی پھوار اور شبنم ہی کافی ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

یُنْفِقُوْنَ	خرچ کرتے ہیں
حَبَّةٌ	دانہ

اَنۡۢبَتَتۡ	اگتا ہے۔(پیدا ہوتی ہے)
سَبۡعٌ	سات
سَنَا بِلٌ	بالیں۔(سُنۡبُلَۃٌ) بال جس میں دانے ہوتے ہیں
یُضٰعِفُ	دوگنا کرتا ہے
لَایُتۡبِعُوۡنَ	وہ پیچھے نہیں لگتے
مَنًّا	احسان (احسان جتانا)
اَذًی	تکلیف
قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ	قاعدے کی بات (اچھی بات)
مَغۡفِرَۃٌ	معاف کرنا، درگذر کرنا
غَنِیٌّ	بے پرواہ، بے نیاز
لَا تُبۡطِلُوۡا	ضائع نہ کرو۔(باطل نہ کرو)
رِئَا ءُ النَّاسِ	لوگوں کو دکھانا
صَفۡوَانٌ	صاف پتھر
تُرَابٌ	مٹی، (ریت)
وَابِلٌ	بارش
صَلۡدٌ	صاف (پتھر)
لَایَقۡدِرُوۡنَ	وہ قدرت وطاقت نہیں رکھتے
اِبۡتِغَاءٌ	تلاش کرنا
مَرۡضَاتُ اللّٰہِ	اللہ کی مرضی وخوشنودی
تَثۡبِیۡتًا	ثابت کرنا، ثابت کردیا
جَنَّۃٌ	باغ
رَبۡوَۃٌ	بلندی، اونچائی

اَصَابَ	پہنچا (پہنچی)
فَاٰتَتْ	پھر وہ لے آیا
اُكُلٌ	پھل
لَمْ يُصِبْ	نہ پہنچی

تشریح: آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ موت وحیات اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، فرمایا گیا تھا کہ کون ہے وہ شخص جو اللہ کو قرض حسنہ دے گا جس کے بدلے میں اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم اگر آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو جب بھی ملت کو ضرورت ہو اپنا سب کچھ قربان کر دو اور جب تمہارے غریب اور ضرورت مند بھائی بہنوں کو تمہاری امداد کی ضرورت ہو تو اس میں اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کسی کے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی ایسا پہلو نہ آ جائے جس سے اس غریب ضرورت مند کی دل شکنی ہو۔ فرمایا کہ انسان کسی سے دو میٹھے بول بول لے وہ اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے، جس کے دینے کے بعد کسی کو طعنہ دے کر اس کا دل دکھایا جائے۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۶

کیا تم میں سے کوئی شخص بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک کھجوروں اور انگوروں کا

باغ ہو اس کے نیچے پانی کی نہریں بہ رہی ہوں۔ اس کے لئے اور بھی طرح طرح کے پھل اور میوے ہوں۔ ادھر اس کو بڑھاپا پہنچ چکا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے ہوں۔ پھر اس ہرے بھرے باغ میں (اچانک) آگ سے بھرا ہوا ایک بگولا آ جائے جو اس کے باغ کو راکھ کا ڈھیر بنا دے؟

اللہ ان آیتوں کو واضح طریقے سے بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کر سکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۶

اَیَوَدُّ	کیا پسند ہے (اَ، یَوَدُّ)
اَحَدُکُمْ	تم میں سے کسی کو بھی
نَخِیْلٌ	کھجور
اَعْنَابٌ	انگور (عِنَبٌ کی جمع) تَجْرِیْ... چلتی ہو، بہتی ہو
اَلْکِبَرُ	بڑھاپا
ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَاءُ	چھوٹے ناتواں بچے ہوں
اِعْصَارٌ	بگولا
اِحْتَرَقَتْ	اس نے جلا ڈالا

تشریح: آیت نمبر ۲۶۶

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ جب ایک شخص اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی بھر کی پونجی یوں اس کی نظروں کے سامنے برباد ہو جائے فرمایا کہ سوچ لو قیامت کا دن بھی ایسا ہی ہوگا جب کچھ بھی کمانے کا موقع نہیں ہوگا، کوئی تمہاری امداد نہیں کر سکتا اس روز تمہیں اپنی زندگی بھر کے نیک اعمال کی کتنی شدید ضرورت ہوگی۔ اگر بد اعمالیوں کے بگولوں سے تم نے اپنے ایمان و اعمال کو جلا کر خاک کر لیا تو وہ بے سروسامانی کے دن تمہیں کس قدر حسرت اور افسوس سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تم ان حالات سے دوچار ہونا نہیں چاہتے تو اپنے اعمال کو دکھاوے اور ناجائز طریقوں سے بچاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ
طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ
اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ
يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾
يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیداوار عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرو اور چھانٹ چھانٹ کر خراب اور گندی چیزیں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو کہ اگر وہی چیزیں تمہیں دی جائیں تو تم لینا گوارہ نہ کرو۔ مگر یہ کہ آنکھیں ہی بند کر لی جائیں تو اور بات ہے۔ اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ بے نیاز بھی ہے اور تمام خوبیوں والا بھی ہے۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈرا کر تمہیں بے ہودہ کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے اور اللہ تم سے مغفرت اور فضل و کرم کا وعدہ کرتا ہے اللہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکمت (فہم وفراست) عطا کر دیتا ہے اور جس کو حکمت (فہم وفراست) دی گئی اس کو تمام بھلائیاں

عطا کر دی گئیں۔ مگر اس پر صرف عقل والے ہی دھیان دیتے ہیں۔ تم جو کچھ بھی اپنا مال خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

طَيِّبٰتٌ	(طَيِّبَةٌ) پاکیزہ
لَاتَيَمَّمُوْا	تم نیت نہ کرو، تم نہ چھانٹو
اَلْخَبِيْثُ	گندی چیز
لَسْتُمْ	تم نہ ہوں
بِاٰخِذِيْهِ	اس کو لینے والے (ب، اخذین، ہ)
اَنْ تُغْمِضُوْا	یہ کہ تم آنکھیں بند کرلو
يَعِدُ	وعدہ کرتا ہے
اَلْفَقْرُ	تنگی، محتاجی
اَلْحِكْمَةُ	عقل و دانائی اور سمجھ کی بات
يُؤْتَ	دیا گیا
نَذَرْتُمْ	تم نے منت مانی
اَنْصَارٌ	مددگار

تشریح: آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

ان آیتوں کو سمجھنے سے پہلے خراج اور عشر کو سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ پہلی ہی آیت میں زمین سے پیداوار پر اس میں سے خرچ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ غیر مسلموں کی زمین سے پیداوار پر جو حصہ لیا جاتا ہے اس کو خراج کہتے ہیں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار پر جو دسواں حصہ لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ عشر ٹیکس نہیں ہے بلکہ زکوۃ کی طرح ایک مالی عبادت ہے اسی لئے اس کو زکوۃ الارض کہتے ہیں۔

زکوۃ اور عشر میں فرق یہ ہے کہ سونا، چاندی اور مال تجارت پر نفع ہو یا نہ ہو ایک سال گزرنے پر جو ڈھائی فیصد لیا جاتا ہے اس کو زکوۃ کہتے ہیں اس کے برخلاف عشری زمین سے پیداوار ہونے پر جو کچھ لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ اس میں سال گزرنا شرط نہیں ہے اگر پیداوار نہیں ہوگی تو عشر بھی نہیں لیا جائے گا علماء مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اخرجنا سے مراد یہ ہے کہ عشری زمین پر عشر ہے۔ یعنی مسلمانوں پر زکوۃ کی طرح پیداوار پر عشر نکالنا بھی واجب ہے۔ چونکہ یہ غریبوں اور مجبوروں کا حق ہے اس لئے فرمایا کہ تم چھانٹ چھانٹ کر گندی اور خراب چیزیں نہ دو۔ اس کا خوبصورت معیار یہ قرار دیا ہے کہ اگر یہی چیز تمہیں دی جاتی تو تمہیں ناگوار تو نہ گزرتی؟ فرمایا کہ ہماری راہ میں گندی اور خراب چیزیں دو گے تو اس کو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کا محتاج نہیں ہے وہ بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔

فرمایا شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے وہ تمہیں بہکاتا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا تو تم غربت و افلاس میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن بے ہودہ اور بے شرمی کے کاموں کی طرف تمہیں آمادہ کرتا ہے۔ تمہیں اس اللہ کی طرف دوڑنا چاہیے جو تم سے اپنے فضل و کرم اور مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔

فرمایا کہ ان تمام معاملات زندگی میں اللہ نے جس کو بھی حکمت یعنی عقل سلیم عطا فرما دی تو گویا اس کو سارے خیر اور بھلائی کے خزانے عطا کر دیئے۔

آخر میں فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے تم اس میں حد سے بڑھ کر بدعات میں مبتلا نہ ہو جانا کیونکہ یہ ظلم ہے اور ظالموں کا مددگار کوئی بھی نہیں ہوا کرتا۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَ تُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۲

اگر تم صدقات کھلے عام دو تو وہ بھی بہتر ہے اور اگر تم صدقات کو چھپا کر دو اور ضرورت مندوں تک پہنچا دو تو بہت ہی بہتر ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے گناہوں کو تم سے معاف کر دے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

اے نبی ﷺ ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو مال بھی تم خرچ کرو گے وہ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لئے ہے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اس میں نیت اللہ کی رضا و خوشنودی کی ہونی چاہیے اور جو بھی مال تم نیک نیتی سے خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور کسی طرح تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۲

تُبْدُوْا . تم ظاہر کرتے ہو

نِعِمَّا بہتر ہے

تُخْفُوْا تم چھپاتے ہو

تُؤْتُوْا تم دیتے ہو

يُكَفِّرُ وہ دور کر دے گا

سَيِّاٰتٌ گناہ، خطائیں

يَهْدِىْ ہدایت دیتا ہے

يُوَفَّ پورا دیا جائے گا

تشریح: آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۲

صدقات کی ادائیگی میں بنیادی بات تو یہی ہے کہ اس کو اس انداز سے دیا جائے کہ داہنے ہاتھ سے دینے پر بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو۔ لیکن اگر ظاہر کرنے میں دوسروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دینا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ کسی اجتماعی مہم کے لئے لوگوں کو ابھارنا اور شوق دلانا مقصود ہو تو اس میں یہ دکھاوا اور ریاکاری نہیں کہلائے گی۔ اگر ایسے حالات نہ ہوں تو بہتر یہی ہے کہ پوشیدہ طریقے سے غریبوں کی امداد کی جائے تا کہ حق حق داروں تک پہنچ جائے اور ریاکاری اور نمائش کے فتنے سے بھی محفوظ رہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ صدقات واجبہ جیسے زکوۃ اور متعین منت وغیرہ ہو تو اس کو کھلے عام دے تاکہ دوسروں کو اس فرض کی ادائیگی پر رغبت اور شوق پیدا ہو لیکن وہ صدقات جو انسان پر واجب نہیں ہوتے وہ محض اللہ کی رضا کے لئے نکالتا ہے ایسے صدقات کو جس قدر خاموشی اور پوشیدہ طریقہ سے دے گا اسی قدر اللہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوگی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

وہ غریب ونادار لوگ جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں وہ کہیں ملک میں آ جا بھی نہیں سکتے۔
ناواقف ان کو ان کے نہ مانگنے سے مال دار سمجھتا ہے حالانکہ تم ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچان سکتے ہو۔

(ان کی نشانی یہ ہے کہ) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کرنہیں مانگتے۔تم ان کے لئے اپنے مالوں میں سے جو بھی خرچ کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔وہ لوگ جو اپنے مالوں کو دن رات چھپا کر یا کھلے عام (اللہ کی رضا کے لئے) خرچ کرتے ہیں ان کا اجران کے رب کے پاس ہے۔نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

اُحْصِرُوْا	جو گھرے بیٹھے ہیں
لَایَسْتَطِیْعُوْنَ	وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں
ضَرْبٌ	چلنا
یَحْسَبُ	سمجھتا ہے
اَلْجَاهِلُ	بے خبر
اَغْنِیَاءُ	مال دار
اَلتَّعَفُّفُ	نہ مانگنا
تَعْرِفُ	تو پہچان لے گا
سِیْمَا	پیشانیاں، علامت
لَایَسْئَلُوْنَ	وہ سوال نہیں کرتے
اِلْحَافًا	لگ لپٹ کر
سِرٌّ	چھپ کر
عَلَانِیَةٌ	کھل کر

تشریح: آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

وہ لوگ جو کسی دینی مقصد میں لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی نہ تو جدوجہد کر سکتے ہیں اور نہ ادھر ادھر جا سکتے ہیں ایسے لوگوں کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر مدد کرو تا کہ وہ فکر معاش میں اپنے اصل کام سے دور نہ ہو جائیں۔ان کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ

وہ لوگ خودداری کی وجہ سے نہ تو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے ہیں نہ اپنے فقر و فاقہ کا اظہار کر سکتے ہیں۔

ایک ناواقف آدمی ان کے حال کا ان کے ظاہر سے اندازہ ہی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ کسی سے سوال بھی کرتے ہیں تو خودداری کے ہزاروں پردوں کے اندر ’’اس لئے ان لوگوں سے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں اور شوق رکھتے ہیں وہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں ان کے پاس جائیں کیونکہ وہ اپنی خودداری کی بناء پر تمہارے پاس مانگنے کے لئے نہیں آئیں گے۔‘‘ ایسے لوگوں کی دو نشانیاں ہیں۔

فرمایا تم ان کی پریشان حال پیشانیوں سے اندازہ لگا سکتے ہو۔

دوسرے یہ کہ اگر وہ کبھی سوال کریں گے تو اس مہذب طریقے سے کہ اس میں لگ لپٹ کر مانگنے کا کوئی انداز نہیں ہوگا۔

’’آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے یعنی ایسے خوددار ضرورت مندوں کی ضروریات کو خاموشی سے پورا کیا جائے گا تو وہ ساری دنیا کی نگاہوں سے چھپا رہے گا مگر خالق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوگا وہ سب کچھ جانتا ہے وہ لوگ جو دن رات بڑے پوشیدہ یا کھلے عام طریقے سے خرچ کرتے ہیں اللہ ان پر رحمتوں کا سایہ فرمائیں گے۔‘‘

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح اٹھیں گے جس کو کسی جن نے لپٹ کر بدحواس کر دیا ہو (اور وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہو) یہ سزا اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے اور پھر وہ آئندہ کے لئے اس سے رک جائے تو جو گذر گیا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو شخص پھر اسی طرف لوٹ جائے گا تو وہ جہنم والا ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (اللہ کا یہ نظام ہے کہ) وہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔ اللہ کو ناشکرے اور گناہ گار سخت ناپسند ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، انہوں نے نماز قائم کی زکوۃ دیتے رہے تو ان کا اجر و ثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اے ایمان والو! اگر واقعی تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے (اب تم اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ)۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو اصل مال تمہارے ہیں۔ نہ تم کسی پر ظلم و زیادتی کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم و زیادتی کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

يَاْكُلُوْنَ	وہ کھاتے ہیں
اَلرِّبٰوا	سود

لَايَقُوْمُوْنَ	وہ کھڑے نہ ہوں گے
يَتَخَبَّطُهُ	جس کو خبطی اور دیوانہ بنا دیا ہو
اَلْمَسُّ	چھونا
اَلْبَيْعُ	تجارت
مِثْلُ الرِّبٰوا	جیسے سود لینا
اَحَلَّ	حلال کر دیا
حَرَّمَ	حرام کر دیا
مَوْعِظَةٌ	نصیحت
اِنْتَهٰى	وہ رک گیا
سَلَفَ	جو گذر گیا
اَمْرُهٗ	اس کا معاملہ، اس کا اختیار
عَادَ	جو پلٹ گیا
يَمْحَقُ	مٹا دے گا
يُرْبِى	پالے گا، پروان چڑھائے گا
كَفَّارٍ	ناشکرا
اَثِيْمٌ	گناہ گار
ذَرُوْا	تم چھوڑ دو
مَابَقِىَ	جو باقی رہ گیا ہے
فَاْذَنُوْا	پھر تیار ہو جاؤ، پھر خبردار ہو جاؤ
حَرْبٌ	جنگ
تُبْتُمْ	تم نے توبہ کر لی
رُءُوْسُ اَمْوَالٍ	اصل مال، (رُؤُ سُ ، راس)

تشریح: آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت جہاں اعتقادی، عملی، اخلاقی اور معاشرتی برائیاں جڑ پکڑ چکی تھیں وہیں نظام معیشت بھی اپنے بگاڑ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا، ناجائز اور حرام طریقوں سے دولت کمانے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں عبادات اور عقائد و ایمان کو درست کرنے کے لئے رہنمائی فرمائی۔ وہیں معاشرتی، سیاسی اور معاشی مسائل کو سلجھانے کا بھی ایسا طریقہ قانون اور دستور العمل عطا فرمایا جس سے ایک معتدل، متوازن اقتصادی اور معاشی نظام وجود میں آ سکتا ہے۔ تا کہ ہر شخص کو اس کی فطری خواہش کے مطابق پر سکون اور خوشگوار زندگی میسر آ سکے۔

نبی مکرم ﷺ نے عملاً ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھلا دیا جو ہر لحاظ سے جامع، مکمل اور مستحکم تھا۔ آپ کی سنت پر چلتے ہوئے خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ نے بھی اس نظام کو دنیا کے لئے مثال بنا دیا۔ جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ برائیاں جن کو ختم کرنے کے لئے اسلام دنیا میں آیا ہے وہ سب ہمارے معاشرے میں بڑے خوبصورت ناموں سے داخل ہو رہی ہیں۔ اب اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے تمام غیر اسلامی نشانات کو مٹا دیں تا کہ سود سے پاک معاشرہ قائم ہو سکے اور ہم امن و عافیت کی زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی دنیا کے اقتصادی مصائب کی سب سے بڑی وجہ موجودہ سودی نظام ہے۔ اس کو ختم کئے بغیر معاشی نظام کو استحکام نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے اسلام نے سود اور سودی نظام کو ایک سنگین جرم قرار دیا ہے۔ ربوا یعنی سود کی حرمت کے لئے قرآن کریم میں بیس آیات نازل ہوئیں جن میں سے اس وقت پانچ آیتیں زیر مطالعہ ہیں جن میں دس باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کے دن سود خور دیوانوں اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے اٹھیں گے جس طرح ایک دیوانہ شخص عقل سے خارج ہو کر ناشائستہ حرکتیں کرنے لگتا ہے اسی طرح سود خور بھی روپے کے پیچھے دیوانہ ہو جاتا ہے اور اپنی خود غرضی اور زر پرستی کے جنون میں وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی سود خوری کی اس حرکت سے معاشرہ پر کس قدر تباہ کن اثرات پڑ رہے ہیں۔ کتنے لوگوں کی بدحالی سے وہ اپنی خوش حالی کے لئے سامان کر رہا ہے، وہ کس کس طرح انسانی محبت، اخوت اور ہمدردی کی جڑیں کاٹ رہا ہے۔ یہ تو اس کا دنیا میں حال تھا۔ لیکن آخرت میں وہ اسی دیوانگی کے عالم میں مخبوط الحواس شخص کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

(۲-۳) دوسری اور تیسری بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس روپے سے وہ خود فائدہ اٹھا رہا تھا اسے وہ قرض پر دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ وہ دوسرا شخص بھی بہر حال اس سے فائدہ ہی اٹھا رہا ہے اپنا کاروبار کرتا ہے نفع کماتا ہے، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ قرض دینے والے کو روپے سے جو فائدہ قرض لینے والا اٹھا رہا ہے اس میں سے ایک حصہ وہ قرضہ دینے والے کو ادا نہ کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت اور سودی کاروبار میں بڑا فرق ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کے نفع اور نقصان میں شریک ہے تو اس تجارت میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ممانعت اس کاروبار کی ہے، جس میں ایک شخص روپیہ

قرض لیتا ہے، وہ اس روپے سے کاروبار کرتا ہے، اپنی جان کھپاتا ہے دن رات ایک کر دیتا ہے، ہر آن اسے نفع اور نقصان کا دھڑ کا لگا رہتا ہے لیکن ایک شخص ہے جو روپیہ دے کر اطمینان سے بیٹھا ہے اس کو نہ محنت کرنی پڑتی ہے نہ اس کو کسی نقصان کا اندیشہ ہے اس کی رقم اور اس کا متعین نفع دونوں محفوظ ہیں۔ یہ آخر کہاں کا انصاف ہے کہ سارے خطرات، محنت مشقت اور نقصانات تو اس شخص کے حصہ میں آجائیں جو اپنی جان گھلا رہا ہے اور متعین نفع اس کا ہو جو ان میں سے ایک کام بھی نہیں کر رہا ہے، یہی ربو یعنی سود ہے جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے۔

کوئی اس جگہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو سود خور مہاجن سود در سود لیا کرتے تھے بینکوں میں جو سود لیا جاتا ہے وہ تو معاشرہ کے لئے رحمت ہے جس سے کاروبار، کارخانے اور زراعت کا کام چل رہا ہے اور اس پر سود بھی بہت معمولی سا لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور کی یہ زبردست مہنگائی جس سے انسان کرب واذیت میں مبتلا ہو گیا سب ان بینکوں ہی کی نحوست ہے کیونکہ یہ بینک، انشورنس کمپنیاں اور سٹہ کا کاروبار درحقیقت سرمایہ پرستوں کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں جس کا بالآخر سارا نقصان قوم کے غریب طبقہ کو اٹھانا پڑتا ہے اور سرمایہ دار پورا نفع سمیٹ کر لے جاتا ہے۔

(۳) اگر بینکوں کے اعداد و شمار کو جمع کیا جائے تو اس میں نوے فیصد غریبوں کا پیسہ ہوگا اور دس فیصد سرمایہ داروں کا۔ لیکن جب یہ سرمایہ پلٹتا ہے تو نوے فیصد سرمایہ دار کی گود میں پہنچتا ہے اور دس فیصد غریب عوام تک۔ چھوٹا سرمایہ رکھنے والا تو پنپ ہی نہیں سکتا جب بھی کوئی شخص معمولی سرمایہ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے بڑی مچھلی فوراً چھوٹی مچھلی کو نگلنے کے لئے اپنی ساری تدبیریں کام میں لے آتی ہے۔ بازار کو اس درجہ نیچے گرا دیا جاتا ہے کہ چھوٹا ''سرمایہ'' رکھنے والا پھر کبھی مقابلہ میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

''دوسرا نقصان یہ ہے کہ اشیائے صرف کی قیمتوں پر بڑے سرمایہ داروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ جب چاہیں قیمتیں بڑھا دیتے ہیں اور جب چاہیں مال روک کر قیمتیں چڑھا دیتے ہیں اگر ساری ملت کا سرمایہ کھینچ کر بینکوں کے ذریعہ ان خود غرضوں کی پرورش نہ کی جائے تو ہر شخص اپنے ذاتی سرمائے سے کاروبار کرے گا اور خود غرض درندوں کو پوری تجارت کا آقا بننے کا موقع نہ مل سکے گا۔'' یہ سارے نقصانات بینکوں کے سود کے ہیں۔'' اس لئے تجارت اور سود میں بڑا بنیادی فرق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد جو شخص سودی کاروبار سے رک گیا تو اب اسلامی حکومت اس سے پچھلے سود کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرے گی'' لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اب بے فکر ہو کر بیٹھ جائے بلکہ پچھلے مظالم کی تلافی کرنے کی کوشش میں لگا رہے تا کہ اس کے دل سے سود کی محبت کا شائبہ تک نکل جائے۔ ان واضح ہدایات کے بعد بھی جو شخص پھر اس کاروبار کی طرف پلٹے گا تو پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

(۵) پانچویں بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو پروان چڑھاتا ہے اور سودی کاروبار کو مٹاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ ایسے معاشرہ کو پروان چڑھاتے ہیں جس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، رحم دلی، فیاضی اور بلند ہمتی سے کام لے کر ایک دوسرے کی مدد کی جاتی ہے اس کے برخلاف جس معاشرہ میں سودی کاروبار ہوگا وہاں کے رہنے والوں میں خود غرضی، سنگدلی، بے رحمی، بزدلی اور دوسروں کی پریشانیوں سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ عام ہوگا اس طرح پورا معاشرہ کرب اور اذیت میں مبتلا ہو جائے گا۔"

(۶) چھٹی بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں ان کا دنیا و آخرت میں اجر یہ ہوتا ہے کہ ان پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ رنج و غم کے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۷) ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اب جس پر بھی تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

(۸) آٹھویں بات یہ فرمائی کہ اگر تم نے اس سودی نظام کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے معاشرہ کے لئے اللہ اور اس کا رسول اعلان جنگ کرتے ہیں۔

(۹) نویں بات یہ فرمائی کہ اگر تم نے توبہ کر لی تو اصل مال جتنے ہیں وہ تمہارے ہیں۔

(۱۰) آخری اور دسویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ آج اگر تم دوسروں پر ظلم کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نظام کا یہ لازمی اثر ہے کہ کل تم بھی دوسروں کی زیادتیوں سے بچ نہ سکو گے۔ اگر تم دوسروں پر رحم و کرم کرو گے تو کل تمہارے اوپر بھی رحم و کرم کیا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾

۳۸ ع ۸ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۰ تا ۲۸۱

اور اگر وہ شخص جس پر قرض ہے تنگ دست ہے تو اس کو خوش حالی تک مہلت دے دو اور اگر تم اس کو معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں بہت زیادہ بہتر ہے اگر تم اس حقیقت سے واقف ہو۔ تم اس دن سے ڈرو جب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جس نے جو کچھ (اچھا یا برا) کمایا وہ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔ کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۰ تا ۲۸۱

ذُوْعُسْرَۃٍ	تنگ دست
نَظِرَۃٌ	رعایت کرنا ہے، ڈھیل دینی ہے
مَیْسَرَۃٌ	آسودگی، حالات کی درستگی، سہولت
اَنْ تَصَدَّ قُوْا	یہ کہ تم معاف کر دو، صدقہ کر دو
تُوَفّٰی	پورا پورا دیا جائے گا
کُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص
لَا تُظْلَمُوْنَ	تم ظلم نہیں کئے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۲۸۰ تا ۲۸۱

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک شخص کاروباری نقصان یا ارضی وسماوی آفات کی وجہ سے اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا تو اس کو قرض خواہوں کی طرف سے اس وقت تک مہلت ملنی چاہئے جب تک وہ قرض کو ادا کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر قرض کی وہ ادائیگی نہ کر سکتا ہو تو معاشرہ میں اس کو اس طرح بے بس بنا کر رکھ دیا جائے کہ وہ آئندہ کی زندگی میں کبھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ ہو سکے اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ چیزیں جن سے وہ اپنا روزگار کماتا ہے کسی حال میں قرق کر کے نیلام نہیں کئے جا سکتے۔

عدالت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر ایک شخص اپنے حالات سے مجبور ہو کر بے بس ہو چکا ہو اور وہ قرض ادا کرنے کے قابل نہ رہا ہو تو اس کو مہلت دلوائی جائے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوا جس کو اپنے کاروبار میں زبردست گھاٹا اور نقصان ہو گیا تھا آپ نے لوگوں سے اپیل کی، آپ کی اپیل پر لوگوں نے ان کی امداد کے لئے رقم جمع کی آپ نے وہ قرض خواہوں کو دے کر فرمایا کہ بس اتنا ہی جمع ہو سکا ہے یہ تم لے لو اور بقیہ کو معاف کر دو۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجبوروں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جانا چاہئے تا کہ وہ کل معاشرہ کے کار آمد فرد بن سکیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى
فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ
يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ
لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا
تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ
وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۲

اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مقررہ مدت کے لئے ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ لکھنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ اللہ نے جس کو جیسا لکھنا سکھا دیا ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، اس کو لکھ کر دے دینا چاہئے۔ یہ دستاویز قرض لینے والا لکھوائے۔ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں کوئی کمی نہ کرے۔ اور اگر قرض لینے والا شخص کم عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو جو اس کا ولی (سرپرست) ہے وہ انصاف کے ساتھ (اس دستاویز کو) لکھوائے۔ تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو۔ لیکن اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ اگر دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔ اور جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں۔ اور قرض کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اس کی مدت مقرر ہو تو اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے انصاف پر مبنی ہے اس سے گواہی قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہے اور تمہارے شک و شبہ میں مبتلا ہونے کا بھی امکان کم ہے۔ سوائے اس تجارت کے جو تمہارے آپس میں ہاتھوں ہاتھ لین دین ہوتا ہے اس کو اگر تم نہ لکھو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن لین دین کے وقت گواہ ضرور بنا لیا کرو۔ لکھنے والوں اور گواہی دینے والوں کو ہرگز ستایا نہ جائے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ بات تمہارے لئے سخت گناہ کی ہوگی۔ اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہیں معاملات کی تعلیم دے رہا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۲

تَدَایَنْتُمْ	تم نے قرض کا معاملہ کیا	رَجُلَیْنِ	دو مرد
دَیْنٌ	قرض	اِمْرَاتٰنِ	دو عورتیں
اَجَلٌ مُّسَمًّى	مقرر و متعین مدت	تَرْضَوْنَ	تم باہم راضی ہو
اُكْتُبُوْهُ	تم اس کو لکھو	اَنْ تَضِلَّ	یہ کہ بھول جائے
وَلْيَكْتُبْ	اور لکھنا چاہیے	اِحْدٰهُمَا	ان دونوں میں سے ایک

بِالْعَدْلِ	نصاف کے ساتھ	تُذَكِّرُ	یاددلادے
لَايَاْبَ	انکار نہ کرے	اَلْاُخْرٰى	دوسری (دوسرا)
كَاتِبٌ	لکھنے والا	لَايَاْبَ	انکار نہ کرے
اَنْ يَّكْتُبَ	یہ کہ وہ لکھے	دُعُوْا	وہ بلائے گئے
وَلْيُمْلِلْ	اور لکھوائے۔املا کرادے	لَاتَسْئَمُوْا	تم سستی نہ کرو
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ	اور اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے	اَنْ تَكْتُبُوْهُ	یہ کہ تم اس کو لکھو
لَايَبْخَسْ	کمی نہ کرے	صَغِيْرٌ	چھوٹا
لَايَسْتَطِيْعُ	طاقت نہ رکھتا ہو	كَبِيْرٌ	بڑا
اَنْ يُّمِلَّ	یہ کہ وہ لکھوائے	اَقْسَطُ	زیادہ انصاف ہے
اِسْتَشْهِدُوْا	گواہ بناؤ	اَقْوَمُ	زیادہ درست ہے
شَهِيْدَيْنِ	دو گواہ	اَدْنٰى	نزدیک، قریب
لَمْ يَكُوْنَا	نہ ہوں دو	اَلَّاتَرْتَابُوْا	یہ کہ تم شک میں نہ پڑو

تشریح: آیت نمبر ۲۸۲

آج کل تو تحریر لکھنے لکھانے کا دور ہے لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے، لکھنے لکھانے اور دستاویز کا کوئی رواج نہیں تھا۔ مگر قرآن کریم نے قرض کے معاملے میں تحریر کو بڑی اہمیت دی ہے۔ فرمایا کہ جب تم آپس میں لین دین کا معاملہ کرو تو (۱) لکھ بھی لو اور (۲) اس کی ایک واضح مدت مقرر کرو تا کہ آپس میں رنجشیں پیدا نہ ہوں۔

(۳) تحریر پورے انصاف کے ساتھ لکھی جائے۔ لکھنے والے کو جیسا بھی لکھنا آتا ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔

(۴) قرض لینے والا کم عقل، بوڑھا، نابالغ بچہ یا گونگا ہو تو جو اس کا ولی سرپرست ہو وہ اس دستاویز کو لکھوائے۔

(۵) گواہ بھی بنائے جائیں۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے کہ محض تحریر حجت نہیں ہے جب تک اس پر گواہ نہ ہوں۔ گواہی یا تو دو مسلمان مرد دیں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔

(۶) گواہی دینے والوں کو جب بھی بلایا جائے وہ انکار نہ کریں کیونکہ یہ ایک ملی اور قومی ذمہ داری ہے۔

(۷) معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو ضرور لکھا جائے، کسی معاملہ کو چھوٹا سمجھ کر تحریر کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ کبھی کبھی چھوٹا معاملہ بھی بڑے جھگڑے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۳

اور اگر تم سفر میں ہو اور کسی لکھنے والے کو نہ پاؤ تو کوئی ایسی چیز گروی رکھ دو جو اس کے قبضہ میں اسی وقت دے دی جائے۔ پھر اگر ایک کو دوسرے پر اعتماد ہے تو وہ شخص جس پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اس امانت کو واپس کر دے۔ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا پروردگار ہے۔ تم گواہی کو نہ چھپاؤ۔ جو کوئی گواہی کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا قلب مجرم ہوگا۔ اور اللہ تمہارے ان تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۳

لَمْ تَجِدُوْا	تم نے نہیں پایا	اُئْوتُمِنَ	اعتبار کیا گیا ہے
رِهٰنٌ	گروی رکھنا، رہن رکھنا	وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ	اور اللہ سے ڈرنا چاہیے
مَقْبُوْضَةٌ	قبضہ کی ہوئی (یعنی جس پر اسی وقت قبضہ کر سکتا ہو)	مَنْ يَّكْتُمْهَا	جو اس کو چھپائے گا
فَلْيُئَوْدِّ	پھر ادا کرنا چاہیے		

تشریح: آیت نمبر ۲۸۳

اس آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ ادھار کے معاملہ میں اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا اس وقت موجود نہیں ہے تو کوئی ایسی چیز گروی رکھ دی جائے جو اس کے قبضے میں رہے جب قرض واپس کر دیا جائے تو اس کی وہ چیز جو گروی رکھی گئی ہے اس کو اسی طرح واپس کر دی جائے اس میں قرض دینے والے کو تصرف کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص

سفر میں نہ ہو تو وہ گروی رکھ کر قرض نہیں لے سکتا بلکہ یہ ایک اصول بتا دیا گیا ہے کہ قرض لینے والا اگر کوئی چیز گروی رکھ دے تو اس کے بدلے قرض دیا جا سکتا ہے خواہ وہ سفر میں ہو یا حضر میں چونکہ حالت سفر میں انجان لوگوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے جہاں گروی رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے سفر کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ انسان کو جس چیز کا علم ہو تو اس کو گواہی دینے میں کنجوسی، سستی یا مصلحت سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ اس کے پاس جو بھی گواہی کی چیز ہو اس کو شہادت میں پیش کر دے۔ اگر وہ شہادت و گواہی کو چھپائے گا تو یقیناً وہ سخت گنہگار ہوگا۔ اور اس کا قلب مجرم شمار کیا جائے گا جو ضمیر کی ایک خلش بن جائے گی۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۫ وَاغْفِرْ لَنَا ۫ وَارْحَمْنَا ۫ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾

ع ٤٠ / ٨

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے جو بات تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے گا اور جسے چاہے سزا دے گا۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

رسول پر اس کے پروردگار کی طرف سے جو بھی نازل کیا جاتا ہے (سب سے پہلے) وہ اس پر ایمان لاتا ہے اور مومنین بھی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے۔ (سب نے یہی کہا ہے کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان میں فرق نہیں کرتے۔ (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں) انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے خوشی سے قبول کرلیا۔ اے پروردگار ہم آپ کی طرف سے مغفرت کے آرزومند ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔ (بلاشبہ) اللہ کسی پر اس کی ہمت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کی کمائی کا نفع بھی اسی کے لئے ہے اور اس کے کئے کا وبال بھی اسی پر ہے۔

اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو اس پر آپ ہم سے مواخذہ نہ کیجئے گا۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے والے لوگوں پر آپ نے ڈالے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوایئے گا جو ہماری طاقت وقوت سے باہر ہوں۔ ہم سے درگذر فرمایئے۔ ہم سب کو بخش دیجئے۔ اے ہمارے مالک ہم پر رحم فرمایئے اور کافروں کی قوم پر ہماری نصرت ومدد فرمایئے گا۔ آمین

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

تُبْدُوْا — تم ظاہر کرتے ہو

تُخْفُوْا — تم چھپاتے ہو

يُحَاسِبُ — وہ حساب لے گا

يُعَذِّبُ — عذاب دے گا

لَانُفَرِّقُ	ہم فرق نہیں کرتے
غُفْرَانَکَ	تجھ سے بخشش مانگتے ہیں
لَا تُؤَاخِذْنَا	تو ہمیں نہ پکڑنا
نَسِيْنَا	ہم بھول جائیں
اَخْطَاْنَا	ہم سے خطا ہو جائے
لَا تَحْمِلْ	نہ اٹھوائیے گا
اِصْرٌ	بوجھ
لَا تُحَمِّلْنَا	ہم سے بوجھ نہ اٹھائیے گا
اُنْصُرْنَا	ہماری مدد فرما

تشریح: آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

یہ سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی آخری آیات ہیں۔ ”جن میں سورۂ بقرہ کے تمام احکامات کا اختتام ایسی جامع آیات پر کیا گیا ہے جو تمام معاملات، عقائد اور عبادات کی بنیاد ہیں۔“

فرمایا کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اسی ایک اللہ کی ملکیت ہے جس کی بناء پر ایک انسان کے لئے اس کے سوا اور کوئی طرز عمل جائز اور صحیح نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر نیاز جھکا کر اسی کی عبادت و بندگی کا اقرار کرے۔

فرمایا کہ کوئی انسان اپنے دلی جذبات کا اظہار کرے یا اس کو چھپائے اس سب کا حساب اللہ کے سامنے ہر انسان کو دینا ہے۔ اس حساب کے بعد وہ اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا وہ ہر آن ہر چیز پر پوری قدرت و طاقت رکھنے والا ہے۔

فرمایا یہ رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ رسول اس کی تصدیق

کرتے اور اس کے سچا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان بھی اس پر ایمان لاکر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ رسول اور مسلمان سب کے سب اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور ہم رسولوں میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں کسی کو پیغمبر سمجھیں اور کسی کو نہ سمجھیں۔ ان سب نے یعنی رسول اور مومنوں نے کہا کہ اے اللہ ہم نے آپ کا فرمان سنا اور تمام احکامات کو خوشی خوشی رغبت کے ساتھ قبول کرلیا۔

اے ہمارے پروردگار ہم آپ کی مغفرت اور بخشش کے خواہش مند ہیں۔ ہماری مغفرت فرمادیجئے، ہمیں آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے ہم پر رحم وکرم فرمایئے۔

اے اللہ آپ کسی شخص پر اس کی طاقت وقوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے ہم پر بھی ہماری قوت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالئے۔ بہرحال ہر ایک کی کمائی اس کے لئے اور اس کے اعمال کا وبال بھی اسی پر ہے اس لئے اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے بھول چوک ہوجائے تو اس پر آپ ہم سے مواخذہ نہ فرمایئے گا۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے والے لوگوں پر ڈالے گئے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوایئے گا جو ہماری طاقت وقوت سے باہر ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے درگزر فرمایئے گا۔ ہم سب کو بخش دیجئے گا اور اے ہمارے پروردگار ہم پر رحم فرمایئے گا۔ اور کافروں کی قوم پر ہماری نصرت و مدد فرمایئے گا۔ آمین

الحمدللہ سورۃ البقرہ کی تشریح اور ترجمہ مکمل ہوا اور مدینہ منورہ میں اس پر نظر ثانی کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سُورَةُ البَقَرَة

میں بیان کیے گئے

چالیس اصولِ زندگی

سورۂ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل، حضرت ابراہیمؑ اور امت محمدیہ ﷺ کا ذکر کرنے کے بعد وہ چالیس اصول زندگی ارشاد فرمائے ہیں جو عبادت و بندگی، تہذیب وتمدن، عدل وانصاف، معاشرت اور معیشت۔ دنیا اور آخرت کے اہم معاملات کی بہترین بنیاد ہیں۔ گویا اس میں اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی امت نے ان اصولوں کو سامنے رکھا اور ان پر پوری طرح عمل کیا تو بنی اسرائیل کی طرح وہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے نقصانات اٹھانے سے بچ جائیں گے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ بے اصول زندگی تھی وہ باتیں زیادہ کرتے اور عمل کم کرتے تھے۔

وہ چالیس اصول کون سے ہیں؟ ان کی تفصیل عرض ہے۔

(۱) صبر اور صلوٰۃ وسیلہ نجات:

صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے جو بھی مانگا جائے گا وہ ضرور ملے گا اس میں اللہ کی طرف سے دیر ہو سکتی ہے مگر اس کے گھر میں اندھیر نہیں ہے۔ صبر کے معنی ہیں ڈٹ جانا اور برداشت کرنا۔ ایک مومن اللہ کی رضا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے جب ڈٹ جاتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو وہ اس عظیم مقصد کے لیے اپنی جان تک دے دیتا ہے تو وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ اس کو مردہ کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ وہ اپنے اس صبر کے ذریعہ اللہ کی رحمت کے سائے میں اس طرح حیات جاویدانی (ہمیشہ کی عزت والی زندگی) حاصل کر لیتا ہے جہاں زندگی بھی اس پر ناز کرتی ہے۔

نماز اللہ کی افضل ترین عبادت ہے اسی لیے نبی کریم حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو کسی طرح کی شدید پریشانی ہوتی تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ درحقیقت صبر اور صلوٰۃ مسلمانوں کے وہ ہتھیار ہیں جن سے وہ دنیا اور آخرت کے ہر میدان میں فتح اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ بھی ایسے ہی بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جو صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ اس سے ہر طرح کی مدد مانگتے ہیں۔

(۲) اللہ کے شعائر:

شعائر (شعیرہ کی جمع ہے) نشانیاں۔ اصل میں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ نے صفا اور مروہ پر "اساف اور نائلہ" نام کے دو بت رکھے ہوئے تھے جنہیں وہ سعی کے دوران چومتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب بیت اللہ کو تمام بتوں سے پاک کر دیا گیا تو کچھ مسلمان صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے کہ کہیں ہم گناہ گار نہ ہو جائیں کیوں کہ صفا اور مروہ پر کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تم اس کی اس طرح تعظیم اور عزت کرو اور سعی کرو جس طرح تم بیت اللہ، مقام ابراہیم، قرآن کریم اور زمزم کو اللہ کی نشانیاں سمجھ کر ان کی تعظیم کرتے ہو۔

(٣) علوم ہدایت کو نہ چھپانا:

یہود و نصاریٰ ان تمام باتوں کو چھپا لیتے تھے جن میں دین اسلام کی سچائی اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبریاں دی گئی تھیں اور انہوں نے تمام ان علوم کو چھپا لیا تھا جن سے قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ دین ان کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے فرمایا کہ وہ انتہائی لعنت کے قابل ہیں جو اپنی ذاتی اغراض اور دنیا کے گھٹیا سے نفع کے لیے سچائی کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر ایسے لوگ توبہ کئے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو نہ صرف دنیا میں اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی لعنت برسے گی بلکہ وہ لعنت کرنے والے تمام لوگوں کی لعنت کے مستحق بن جائیں گے اور آخرت میں اس قابل نہ رہیں گے کہ اللہ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔

(٤) کائنات انسان کے لیے:

اللہ نے اپنی پہچان کی بے شمار نشانیاں بنائی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ایک آدمی اپنے پیدا کرنے والے خالق حقیقی تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے مگر بعض بدقسمت لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے خالق کی پیدا کی ہوئی چیزوں ہی کو اپنا معبود اور مشکل کشا بنا لیا ہے اور وہ لوگ ان چیزوں کی محبت میں دیوانے ہوئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس شوق محبت اور دیوانگی کا حق صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہونا چاہیے تھا فرمایا وہ وقت کس قدر حسرت اور افسوس کا ہوگا جب ان کے جھوٹے معبود ان سے اپنا منہ پھیر کر ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ شدید ترین عذاب سامنے ہوگا اور تمام سہارے ٹوٹ چکے ہوں گے۔ وہ نہایت مایوسی اور حسرت سے کہیں گے الٰہی! اگر ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دے دی جائے تو ہم ان جھوٹے معبودوں سے اسی طرح نفرت اور بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح آج یہ ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے کہ اب تمہیں دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت نہیں ہے اور آج تم جس حسرت اور افسوس کا اظہار کر رہے ہو وہ تمہیں جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

(٥) حرام، حلال اور پاکیزہ چیزیں:

مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اور شیطان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہے۔ کیونکہ شیطان کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح ایک مومن کو برائی اور بے حیائی کی طرف لانے کے لیے مردار جانور بہتے ہوئے خون خنزیر کے گوشت اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کے جال میں پھنسا دے۔ فرمایا کہ جو لوگ شیطان کے اس مکر و فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور رزق حرام کو برا نہیں سمجھتے ایسے لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا۔

(٦) نیکیوں کا راستہ:

سچے مومنوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں اللہ کی محبت کو بنیاد بنا کر رشتہ داروں، یتیم بچوں،

ضرورت مندوں، مسافروں، ضرورت کے تحت مانگنے والوں اور قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگوں کی مدد پر اپنا مال خرچ کریں۔ نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں اور پریشانیوں اور مشکلات میں صبر وتحمل اور برداشت کے دامن کو تھامے رہیں۔ یہ نیکیاں کرنے والے ہی اپنے ایمانی دعوے میں سچے ہیں اور کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۷) نظام قصاص کو قائم کرنا:

عقل و دانش رکھنے والوں سے فرمایا گیا کہ! قصاص کا نظام قائم کریں جس میں چھوٹے بڑے غلام، آزاد مرد اور عورت کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ جو بھی قاتل ہے اس کو قتل کی پوری پوری سزا دی جائے۔

(۸) والدین اور رشتہ داریوں کا احترام:

فرمایا کہ موت کے وقت اگر انسان اپنے ان رشتہ داروں کے لیے کچھ وصیت کر جائے (جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے) تو یہ اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ وصیت سننے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کریں اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ سخت گناہ گار ہوگا۔ البتہ اگر مرنے والا کسی گناہ کی وصیت کر گیا ہے اور اس میں مناسب تبدیلی کر لی جائے (جس سے کسی کا حق نہ مارا جائے) تو یہ تبدیلی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ والدین کے لیے وصیت کرنے کا حکم وصیت کے احکامات نازل ہونے سے پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ بہر حال غریب ضرورت مندوں کے لیے کچھ وصیت کر جانا اور وصیت میں تبدیلی نہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔

(۹) رمضان اور نزول قرآن:

قرآن کریم وہ کتاب ہدایت ہے جو قیامت تک تمام انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہے رمضان کی مبارک ساعتوں میں نازل کی گئی ہے۔ اسی لیے یہ مہینہ بھی بہت قابل احترام ہے۔ اس میں رمضان کے تمام احکامات کا خیال رکھنا اور زیادہ نیکی میں آگے بڑھنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔

(۱۰) رشوت لینا اور دینا حرام ہے:

مومنوں کو حکم دیا گیا کہ! وہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھائیں۔ نہ اس مال کو اپنے حاکموں کی طرف رشوت کے طور پر لے کر جائیں کیوں کہ ناجائز مال اور رشوت دونوں حرام اور ناجائز ہیں۔

(۱۱) من گھڑت رسمیں:

حج کے دنوں میں مکہ کے لوگ حج کا احرام باندھنے کے بعد اپنے گھروں کے دروازوں پر تالے ڈال کر گھر کے پیچھے سے گھروں میں داخل ہوتے تھے فرمایا کہ یہ رسم کوئی نیکی نہیں ہے اپنے گھروں کے دروازے سے ہی آنا چاہیے۔ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ حج جیسی عبادت بھی ادا کی جائے اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاد وقتال کیا جائے۔ کسی پر زیادتی نہ کی جائے البتہ زیادتی کا جواب اسی طرح دینا جائز ہے جتنی زیادتی کی گئی ہو۔ فرمایا کہ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کا پہلو ہر کام پر غالب ہونا چاہیے۔

(۱۲) حرمت والے مہینے:

رجب، ذی قعدہ، ذی الحج اور محرم یہ چار مہینے اشہر الحرم۔ (حرام اور حرمت والے مہینے) کہلاتے ہیں۔ اس میں جنگ کرنے کو مکہ کے کفار بھی برا سمجھتے تھے فرمایا کہ اگر وہ ان مہینوں کا احترام کرتے ہوئے تم سے جنگ نہیں کرتے تو تم بھی نہ کرو لیکن اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تمہیں جنگ کرنے کی اجازت ہے مگر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

(۱۳) حج اور تکمیل ایمان:

عمرہ (سوائے حج کے چند دنوں کے) ہمیشہ کیا جاسکتا ہے حج کے لیے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج کے دن متعین ہیں۔ ان میں اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کا ذکر کثرت سے کیا جائے کیونکہ حج مومنوں کے گناہوں کی معافی کا بہترین ذریعہ ہے حج کے دنوں میں لڑائی، جھگڑا اور گناہوں کے کاموں سے بچتے ہوئے تمام احکامات کی پابندی کرنا اور ہر طرح کی بری رسموں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے۔

(۱۴) زیادہ قسمیں کھانا اور خوشامد کرنا:

زیادہ قسمیں کھانا اور خوشامد کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہیں اس طرح کی باتیں کچھ لوگ اس لیے کرتے ہیں تا کہ ان کے ہاتھوں سے جو فساد پھیل رہا ہے ان پر پردہ پڑا رہے۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسی حرکتیں نہ کرو جن سے دوسروں کا نقصان ہوتا ہے تو وہ اس بات کو اپنی انا اور ضد کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ قابل قدر ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی چھوڑ کر دنیا کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے۔ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں اور شیطان کی پیروی چھوڑ دیں تو اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں گے۔

(۱۵) حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا:

فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کو طرح طرح سے آزمایا گیا جب وہ حالات میں ہلا مارے گئے۔ اللہ کے رسول اور ایمان والے بھی چلا اٹھے کہ اے اللہ آپ کی مدد کب آئے گی؟ فرمایا کہ جب انسانی وسائل اور اس کی کوششیں مایوسی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں تو اللہ کی مدد آتی ہے اسی طرح جو لوگ دین کی راہوں میں مشکلات سے نہیں گھبراتے وہی کامیاب ہوتے ہیں اور وہی جنت کے مستحق بھی بن جاتے ہیں۔

(۱۶) اہل ایمان پر جہاد فرض ہے:

اگر چہ اپنی جان دینا اور کسی کی جان لینا انسان کے لیے بہت ہی شاق اور گراں ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں قتال و جہاد کرتے ہیں ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ممکن ہے ایک چیز تمہیں گراں گزرتی ہو لیکن وہی چیز تمہارے حق میں بہتر ہو اور اسی طرح ایک چیز تمہیں پسند ہو لیکن وہی چیز تمہارے حق میں بری ہو۔ اس بات کو اللہ بہتر جانتا ہے انسان اپنے حقیقی نفع نقصان کو نہیں جانتا۔

(۱۷) دین اسلام سب سے بڑی نعمت:

جو شخص دین اسلام جیسی نعمت کو پانے کے بعد چھوڑ دے گا یعنی مرتد ہو جائے گا۔ اگر اس نے مرنے سے پہلے اس گناہ سے توبہ نہ کی تو دنیا و آخرت میں اس کے تمام اعمال اور نیکیاں برباد ہو جائیں گی کیوں کہ دین اسلام ہی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۱۸) شراب اور جوا حرام ہے:

یہ دونوں چیزیں انسان کی دنیا اور آخرت کو برباد کر کے رکھ دینے والی چیزیں ہیں۔ اگر چہ ان میں وقتی فائدے ضرور نظر آتے ہیں لیکن شراب اور جوے کی نحوست سے دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے تمام اعمال راکھ کا ڈھیر بن جائیں گے۔

(۱۹) یتیم بچوں سے حسن سلوک:

وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا جس میں ایسے بچوں کو جن کے سروں پر باپ کا سایہ نہ ہو آزاد اور بے سہارا چھوڑ دیا جائے اور ان کی تعلیم و تربیت اور ان کے اخلاق کی نگرانی نہ کی جائے کیونکہ ایسے سر پھرے بچے کل معاشرہ کا کینسر بن جائیں گے اور اگر ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے گا تو وہ اسی معاشرہ کا قیمتی سرمایہ بھی بن سکتے ہیں۔

(۲۰) مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے:

(۲۰) مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے: مشرک عورتیں اگرچہ حسن و جمال کا پیکر ہی کیوں نہ ہوں ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح مشرک مردوں سے اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا جب تک وہ ایمان قبول نہ کرلیں خواہ ایسے مرد کتنی ہی خوبیوں کے مالک کیوں نہ ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شرک پر قائم رہیں گے تو وہ اپنے ساتھی کو جہنم میں لے جائیں گے جب کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ اہل ایمان جنت اور اللہ کی مغفرت کے مستحق بن جائیں۔

(۲۱) عورتوں کے مخصوص ایام:

جب عورتوں کے مخصوص ایام شروع ہوتے ہیں تو وہ شرعی طور پر ناپاک شمار ہوتی ہیں لیکن یہ تصور غلط ہے کہ ان کا جسم اور کپڑے بھی ناپاک ہوگئے ہیں اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان سے صحبت کرنا تو جائز نہیں ہے البتہ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا، ان کے ساتھ لیٹنا، بیٹھنا قطعاً جائز ہے۔ ان ایام میں عورتیں شرعی طور پر ناپاک تو کہلاتی ہیں لیکن کوئی اچھوت نہیں بن جاتیں۔ جب وہ عورتیں غسل کرلیں تو ان سے صحبت نہ کرنے کی پابندی بھی ختم ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ عورتیں مردوں کے لیے کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کسان اپنی زمین میں بیج اسی وقت ڈالتا ہے جب اس کو فصل اگانی ہوتی ہے لیکن بنجر زمین پر وہ اپنی صلاحیتیں برباد نہیں کرتا۔

(۲۲) قسم اور اس کا کفارہ:

قرآن کریم اور احادیث میں آتا ہے کہ پختہ قسمیں کھانے کے بعد ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ان کو توڑنا نہیں چاہیے لیکن اگر کسی شدید عذر کی وجہ سے پختہ قسمیں کھانے کے بعد ان کا توڑنا ضروری ہے تو اس کا کفارہ ادا کر کے زندگی بھر استغفار کیا جائے۔ قسمیں دو طرح کی ہوتی ہیں (۱) لغو قسمیں جیسے تیرے سر کی قسم بچوں کی قسم وغیرہ یہ بیکار اور لغو قسمیں ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن (۲) وہ قسمیں جو دل کے پورے ارادے اور یقین سے کھائی جاتی ہیں ان کے توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ (۱) دس آدمیوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے (۲) یا دس آدمیوں کو کپڑے پہنائے (۳) یا مسلسل تین روزے رکھے۔ (۴) یا ایک غلام آزاد کرے۔

(۲۳) بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم:

اگر کسی نے اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہو تو اس کی مدت چار مہینے ہے۔ اس چار مہینے کی مدت میں رجوع کرلیا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر چار مہینے میں رجوع نہ کیا جائے تو عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ یعنی جدائی کی طلاق۔

(۲۴) اللہ کو طلاق سخت ناپسند ہے:

دین اسلام طلاق دینے کو بہت ہی برا سمجھتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی تو عورت پر لازمی ہے کہ وہ تین خون آنے تک کسی اور سے نکاح نہ کرے اور اس کی عدت کو پورا کرے اگر وہ حاملہ ہے تو اپنے حمل کو ضرور ظاہر کر دے (حاملہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے)۔

(۲۵) طلاق رجعی اور طلاق مغلظہ:

طلاق رجعی دو دفعہ تک ہے اگر تیسری طلاق بھی دیدی جائے گی تو یہ عورت شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ پہلے شوہر کی عدت گذار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح اور صحبت نہ کرے پھر اگر کسی وجہ سے دوسرے شوہر سے بھی طلاق ہو جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گزار کر پھر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو رکھنا ہے تو طریقہ سے رکھو۔ چھوڑنا ہے تو احسن طریقہ پر رخصت کر دو البتہ عورتوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو اور اللہ کی آیات کو کھیل نہ بناؤ۔

(۲۶) بچوں کو دودھ پلوانا:

دودھ پیتے بچوں کے لیے حکم ہے کہ مائیں دو سال (بچہ کمزور ہو تو ڈھائی سال) تک دودھ پلائیں لیکن اگر مرد اپنی اولاد کو کسی اور سے دودھ پلوانا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ بات جائز ہے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جس سے دودھ پلوایا جائے اس کو اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کیا جائے۔ عدت کے دوران مطلقہ عورتوں کا کھانا اور لباس اس کا شوہر اپنی حیثیت کے مطابق دینے کا پابند ہے۔

(۲۷) شوہر کی وفات اور عدت:

فرمایا کہ جب تم نے طلاق دیدی اور اس عورت نے اپنی عدت بھی گزار لی ہے تو اب اس پر کسی طرح کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے جس کا شوہر مر جائے اس عورت کی عدت چار مہینے اور دس دن تک ہے۔ عدت گزارنے کے بعد وہ عورتیں اپنے لیے زندگی بسر کرنے میں معروف طریقہ پر آزاد ہیں۔ ان پر کسی قسم کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔ فرمایا دوران عدت احسن طریقہ سے ڈھکے چھپے الفاظ میں پیغام نکاح تو دیا جا سکتا ہے لیکن نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(۲۸) نکاح اور مہر:

اگر کسی نے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر کیا لیکن صحبت سے پہلے ہی طلاق دیدی گئی تو آدھا مہر ادا کرنا ہوگا۔ اگر شوہر چاہے تو پورا

مہر دیدے۔عورت چاہے تو پورا مہر معاف کردے یہ معاملہ آپس کی مرضی کا ہے۔

(٢٩) جہاد اسلامی کی ترغیب:

حضرت طالوت اور ظالم بادشاہ جالوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعات بیان کر کے اللہ نے یہ بتایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی سب سے بڑی عظمت ہے۔اس سے بھاگنے والے بدقسمت لوگ ہیں کیونکہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان موت سے کتنا ہی بھاگنے کی کوشش کرے موت اس کو مضبوط قلعوں میں بھی نہیں چھوڑے گی۔ ان آیات میں اہل ایمان کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے۔

(٣٠) اللہ کی راہوں میں بے غرض خرچ کرنا:

اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا بھی عبادت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس کی مدد کی جائے اس کو کسی طرح کے طعنے نہ دیئے جائیں نہ ذہنی اذیت پہنچائی جائے ورنہ یہ سارا نیک عمل ضائع ہوکر رہ جائے گا اور کوئی ثواب نہ ملے گا۔

(٣١) اللہ کے راستے میں چلنے والوں کی مدد:

کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی دین کی سربلندی اور خدمت خلق میں لگا رکھی ہے ان کی خاموشی سے مدد کی جانی چاہیے کیونکہ اگر وہ دنیا کمانے کی فکر کریں گے تو وہ دین کی سربلندی کے لیے جس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اس کا حق کیسے ادا کرسکیں گے۔فرمایا کہ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ تم ان کو ان کے پریشان حال چہروں اور پیشانیوں سے پہچان جاؤ گے ایک علامت یہ ہے کہ وہ گر پڑ کر بھی کسی سے سوال نہیں کرتے بلکہ ناواقف آدمی تو ان کے سوال نہ کرنے سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شاید ان کو تو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(٣٢) سودی لین دین معاشرہ کا کینسر ہے:

اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین سے اس قدر سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ اس کو نہ چھوڑنے والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔اگر غور کیا جائے تو آج ساری دنیا جو مہنگائی کی سولی پر چڑھی ہوئی ہے جس سے زندگیوں کا سکون برباد ہوکر رہ گیا ہے وہ سود ہی کی لعنت ہے۔اللہ تعالیٰ اس لعنت سے ہر مومن کو اور ہر اسلامی ملک کو محفوظ رکھے، آمین۔

(۳۳) بغیر سود کے لوگوں کی مدد کرنا:

سودی لین دین کے برخلاف اہل ایمان کو اس بات کی طرف رغبت دلائی گئی ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند ہو تو اس کو بغیر کسی سود کے قرض دیا جائے اور اس قرض کی ادائیگی میں اس کی سہولت کا خیال بھی رکھا جائے۔ اگر وہ شخص کسی مجبوری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کو مناسب سہولت دی جائے یا اس کو معاف کر دیا جائے۔

(۳۴) قرض لینے اور دینے کے اصول:

(۱) قرض دیتے وقت مدت مقرر کی جائے کہ قرض لینے والا قرض کب واپس کرے گا۔ (۲) پوری طرح انصاف سے اس کو لکھا جائے۔ لکھنے والا کوئی عذر پیش نہ کرے جیسا بھی لکھ سکتا ہو لکھ دے (۳) دو مرد گواہ بنا لیے جائیں اگر دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے۔

(۳۵) قرض کے لین دین میں لکھنا:

قرض کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر حال میں اس کو لکھا جائے کیونکہ اس میں انسان بہت سی الجھنوں سے بچ جاتا ہے اور یہ بات انصاف سے بھی قریب تر ہے اور کسی طرح کا شک وشبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳۶) آپس کا لین دین:

بازاروں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ دوکاندار آپس میں لین دین کرتے ہیں ایسے لین دین کو اگر مذکورہ شرائط کے مطابق لکھا نہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کسی کو گواہ بنا لینا بھی کافی ہے۔

(۳۷) لکھنے اور گواہی دینے والوں کو نہ ستانا:

کیونکہ اگر گواہی دینے والوں اور لکھنے والوں کو ستایا گیا تو پھر کوئی شخص گواہی دینے والا۔ اور لکھنے والا نہیں ہوگا اور ممکن ہے ایک سامنے پڑی ہوئی لاش اور سسکتے ہوئے انسان کو اٹھانے والا اور گواہی دینے والا بھی نہ مل سکے گا۔

(۳۸) رہن رکھ کر قرض لینا:

اگر کوئی سفر میں ہو اور لکھنے والا بھی نہ ہو تو کوئی ایسی چیز بطور رہن رکھی جاسکتی ہے جو فوری طور پر اس کے قبضے میں آجائے

پھر کسی لکھت پڑھت کی ضرورت نہیں ہے۔

(٣٩) امانت میں خیانت کرنا:

جس شخص کو بھی کوئی امانت دی جائے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے حق دار تک پہنچائے اس میں بددیانتی نہ کرے اگر کسی کے پاس کوئی گواہی ہو تو وہ اس کو نہ چھپائے ورنہ یہ بات اس کے ضمیر کا بوجھ بن جائے گی۔

(٤٠) نظام کائنات اور اللہ کی قدرت:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام سب سے پہلے اللہ کے دین کی سچائی پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر جو بھی سعادت مند ہوتا ہے وہ ایمان لاکر اس راہ پر چلتا ہے اور اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر بلا تفریق ایمان لاتا ہے اور اس کی زبان پر ایک ہی بات ہوتی ہے کہ اے اللہ ہم نے سنا اور ہم آپ کی اطاعت کو قبول کرتے ہیں۔

- اے اللہ اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہوگئی ہو یا ہم بھول گئے ہوں تو ہمیں معاف کر دیجیے گا۔
- اے اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے گئے تھے۔
- اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جس کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو۔
- ہمیں معاف کر دیجیے گا۔
- ہمارے گناہ بخش دیجیے گا۔
- ہم پر رحم و کرم فرمایئے گا۔
- آپ ہمارے مالک ہیں۔ ہمیں کافروں اور کفر کی ہر طاقت پر غلبہ نصیب فرما دیجیے گا۔

آمین یارب العالمین

پارہ نمبر ۳ تا ۴

• تلک الرسل • لن تنالوا

سورۃ نمبر ۳

آلِ عمران

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ آل عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	3
رکوع	20
آیات	200
الفاظ وکلمات	3542
حروف	15336
مقام نزول	مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو سورج اور چاند سے تشبیہ دی ہے۔ فرمایا یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن دو بادلوں کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کو کھلے ہوئے پھولوں سے تشبیہ دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں آپس میں بہت مناسبت رکھتی ہیں۔

فتح مکہ کے بعد جب پورے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کی حکومت وسلطنت قائم ہو چکی تھی ۹ھ میں نجران کے بڑے بڑے عیسائی پادریوں نے نبی کریم ﷺ سے ملنے کی درخواست کی تا کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق عیسائی مذہب کی تشریح کر سکیں۔ نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے نصاریٰ یعنی عیسائی پادریوں کو آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ نجران عرب کے جنوبی علاقے یمن کی ایک بستی کا نام ہے نجران اسی طرح عیسائیوں کا مرکز تھا جس طرح موجودہ دور میں ویٹی کن یورپ میں عیسائیت کی تبلیغ کا مرکز ہے ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے بحث ومباحثہ کے لیے ایسے ساٹھ جید اور ماہر مبلغین (پادریوں) کا وفد بھیجا جو صرف عیسائی دنیا ہی میں نہیں بلکہ بادشاہوں کے دربار میں بھی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس وفد میں بعض ایسے زبردست اور چرب زبان مقرر بھی تھے جن کی دھاک پوری عیسائی دنیا پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خاص طور پر عبدالمسیح عاقب بڑا دولت منداور اپنی قوم کا سردار مانا جاتا تھا۔ اسی طرح ایہم السید جورائے، تدبیر جوڑ توڑ اور ذہانت میں ایک خاص مقام اور درجہ رکھتا تھا۔ ابو حارثہ ابن علقمہ بھی عیسائیوں کا شعلہ بیان مقرر اور مشہور پادری تھا۔ غرضیکہ ساٹھ آدمیوں کا یہ وفد ایک سے ایک مقرر اور اپنی قوم کے قابل احترام لوگوں پر مشتمل تھا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اسلامی اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہمانوں کے ساتھ اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عزت واحترام کا معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ اس پورے وفد کو صحابہ کرامؓ نے پورے آرام سے ایک جگہ ٹھہرایا۔ یہ بات ذہن میں رکھ لیجیے کہ جب یہ غیر مسلموں کا وفد آیا تھا اس وقت تک مدینہ منورہ کو حرم کا درجہ نہیں دیا گیا تھا، اس کے بعد جب مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کو بھی حرم کا درجہ دے دیا گیا تو اب قیامت تک مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور پورے حرم کی حدود میں کسی بھی غیر مسلم کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب اس وفد نے رات بھر اچھی طرح آرام کر لیا تو آپ نے اس وفد کے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس وفد کے لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور عیسائیت کو سچا بتانے کے لیے مختلف باتیں کیں اور بتایا کہ ہم اگر حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی باتیں کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ (۱) حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۲) وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے (۳) وہ مٹی سے پرندے بنا کر جب ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر اڑ جاتے تھے (۴) جب وہ پیدائشی

اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ آنکھوں والے ہوجاتے تھے (۵) وہ کوڑھیوں کو صحت مند بنادیتے تھے (۶) وہ لوگوں کو غیب کی خبریں بتادیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ (۷) اس وفد نے قرآن کریم کی چند باتوں کا حوالہ دے کر کہا کہ قرآن نے بھی حضرت عیسیٰ کو کلمتہ اللہ اور روح اللہ کہا ہے (۸) انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے بھی قرآن میں جگہ جگہ یہ کہا ہے کہ ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے یہ کام کیا، ہم نے قرآن کو نازل کیا وغیرہ ان کا کہنا تھا کہ قرآن سے بھی ثابت ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہیں۔ اس وفد کے یہ سوالات تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کو نازل کیا اور عیسائی وفد کی ایک ایک بات کا واضح دلیلوں کے ساتھ جواب دیا۔ جب اس وفد نے اپنے سوالات کر لیے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو جواب دیتے ہوئے پوچھا کہ

۱۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ جیسا ہوتا ہے؟ وفد نے کہا کیوں نہیں

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اللہ وہ ہے جس کو موت نہیں آتی وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا جب کہ حضرت عیسیٰؑ کو موت سے ضرور واسطہ پڑے گا؟ وفد کے لوگوں نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔

۳۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے ہر چیز کو وجود دے کر اس کو اپنے دست قدرت سے تھام رکھا ہے وہ اس کا محافظ اور نگراں اور رزق پہنچانے والا ہے؟ آپ نے پوچھا ان میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰ میں تھی؟ وفد نے کہا جی نہیں۔

۴۔ آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ یا چھپی ہوئی نہیں ہے جبکہ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے جتنا علم دیا تھا وہ اس سے زیادہ نہ جانتے تھے؟ وفد نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۵۔ آپ نے فرمایا پروردگار نے حضرت عیسیٰؑ کی شکل وصورت اپنی مرضی سے ماں کے پیٹ میں بنائی؟ کہا جی ہاں

۶۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ کھانے پینے اور دوسری حاجات کا محتاج نہیں ہے؟ وفد کے لوگوں نے کہا جی ہاں اللہ ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

۷۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ کو اسی طرح نو مہینے تک اپنے شکم میں رکھا جس طرح عام بچے شکم مادر میں رہتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد کیا ان کو غذا نہیں دی گئی؟ وفد نے کہا بے شک۔

۸۔ آپ نے آخری بات پوچھی کہ اگر حضرت عیسیٰ میں یہ سب باتیں تھیں جن کا تم بھی انکار نہیں کر سکتے تو یہ بتاؤ وہ اللہ تھے یا اللہ کے بندے تھے؟ نبی کریم ﷺ کے سوالات اس قدر بھرپور تھے کہ وہ سب کے سب لاجواب ہو کر شرمندہ سے ہو گئے تھے لیکن سچائی کو جان لینے کے باوجود انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنائے رکھا اور کہا کہ ہم ان تمام باتوں پر غور کریں گے۔ سورۂ آل عمران میں ان کے تمام سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور بتایا ہے کہ اگر عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے تھے کیا نعوذ باللہ وہ بھی معبود تھے۔ مردوں کو زندہ کرنا، مٹی سے پرندے بنا کر پھونک مارنے سے ان کا زندہ ہونا، پیدائشی نابینا کو آنکھوں والا بنانا یہ سب کچھ حضرت عیسیٰؑ نے کر کے یہ

نہیں فرمایا کہ یہ میرا کارنامہ ہے۔ بلکہ وہ فرماتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ اس نے میری زبان میں یہ تاثیر عطا فرمائی ہے کہ جب میں پھونک مارتا ہوں یا نابینا کی آنکھوں پر کوڑھیوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہوں اور مُردوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ تو وہ زندہ اور صحت مند ہو جاتے ہیں سورۂ آلِ عمران میں اللہ نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ جب اللہ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں یا حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ یا روح کہتے ہیں تو یہ سب ''آیات متشابھات'' ہیں۔ قرآن کریم کی ان ہی آیات اور الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ جانا غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی گئی ہے خود حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات بعض آیات کی تشریح ہیں۔ جب عیسائی وفد کے سامنے ساری حقیقتیں کھول کر بیان کر دی گئیں تب اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ اگر یہ لوگ اب بھی دین اسلام کی سچائی کو نہیں مانتے تو ان سے کہیے کہ وہ خود اور اپنے بال بچوں کو لے کر کل صبح کھلے میدان میں آ جائیں ہم بھی اپنے آپ کو اور گھر والوں کو لے کر آ جاتے ہیں پھر ہم اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ اے اللہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اس پر آپ کا غضب نازل ہو جائے۔ جب عیسائی وفد کو اس مباہلہ یعنی قسم کھانے کی دعوت دی گئی وہ بوکھلا گئے اور کہنے لگے ہم اس مسئلے پر رات کو غور کر کے جواب دیں گے لیکن وہ اس بات سے اس قدر ڈر گئے کہ بغیر بتائے راتوں رات مدینہ سے نجران کی طرف چپکے سے بھاگ گئے اور انہوں نے ''مباہلہ'' کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پورے وفد کو ذلت سے دوچار کیا اور نبی کریم ﷺ دین اسلام اور صحابہ کرامؓ کو سرخ رو فرما دیا۔ اب آپ پوری سورۂ آل عمران کی آیات کی تفصیل ملاحظہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والوں کو دین اسلام کی سچائی اور عیسائیت کے غلط عقیدوں کی اصلاح فرما دی ہے۔ اس سورت کے آخر میں دو غزوات (اسلامی جنگوں) کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد یہ دونوں جنگیں وہ تھیں جن کے نتائج یعنی کفار کی بدترین شکست سے جزیرۃ العرب اور بڑی طاقتیں چونک اٹھیں اور وہ اسلام کی اس چھوٹی سی سلطنت کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے کی تدبیروں میں لگ گئیں اس لئے اہل ایمان کو یہودیوں، نصاریٰ، کفار و مشرکین اور منافقین سے ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں، عرب کے نصاریٰ، کفار مکہ اور کفار و مشرکین کے تمام قبیلے اور آستین میں چھپے سانپ منافقین اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام کے اس پودے کو اکھاڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ نے شدید مخالفتوں کے باوجود اس چھوٹے سے پودے کو ایک تناور درخت بنا دیا اور آہستہ آہستہ ساری دنیا پر اسلام کی حقانیت ثابت ہو کر رہی اور انشاء اللہ اب قیامت تک اس تناور درخت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ مخالفت کی تیز آندھیوں میں اس درخت کے کچھ پتے گر جائیں۔ شاخیں ٹوٹ جائیں کبھی خزاں کا موسم آ جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ درخت اپنی بنیادوں سے اکھڑ جائے۔ کیونکہ اب ساری انسانیت کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اس دین کو اپنا لیں اور حضرت محمد ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں ان کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہو جائیں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمَ (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے)۔

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝١ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝٢ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝٣ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

الف۔لام۔میم

اللہ وہ ہے جو زندہ اور نظام کائنات کو سنبھالنے والا ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔اے نبی ﷺ اس نے آپ پر کتاب برحق کو نازل کیا جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابیں ان کے پاس ہیں۔اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا۔اور اسی نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کسوٹی نازل کی۔

بلاشبہ جنہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔اللہ زبردست طاقت والا اور (برائی کا) بدلہ لینے والا ہے۔بے شک زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ اس سے

پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری شکلیں صورتیں بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

نَزَّلَ	اس نے نازل کیا
عَزِيْزٌ	زبردست
ذُو انْتِقَامٍ	انتقام لینے والا
يُصَوِّرُ	تصویر بناتا ہے، شکلیں بناتا ہے
اَلْاَرْحَامُ	(رحم) پیٹ
كَيْفَ يَشَاءُ	جیسے وہ چاہتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نجران یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ فتح مکہ کے بعد نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ سے مذہبی بحث و مناظرہ کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں چودہ پندرہ آدمی خاص طور پر بڑے معزز اور سردار تھے۔ اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث شروع کی تو سورۂ ال عمران میں تقریباً ۸۳ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے اس وفد کو جوابات دیئے۔

اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱۔ مردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔

۲۔ وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

۳۔ مٹی کی مورتیں بنا کر پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر پرندہ بن جایا کرتی تھیں۔

۴۔ انہوں نے کہا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے انہوں نے گہوارہ میں لوگوں سے باتیں کیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوا

کہ حضرت عیسیٰ (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اس وفد کے ان تمام اعتراضات کو سن کر فرمایا کہ :

ا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ جیسا ہوتا ہے۔ وفد نے کہا کیوں نہیں۔

۲۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس کو موت نہیں آتی وہ زندہ رہے گا جبکہ حضرت عیسیٰ کو ضرور موت اور فنا سے واسطہ پڑے گا۔ اس وفد نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۳۔ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے وجود کو تھامنے والا اس کا محافظ، نگراں اور رزق پہنچانے والا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا ان میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھی۔ انہوں نے کہا جی نہیں۔

۴۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ یا چھپی ہوئی نہیں ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے جتنا علم دیا تھا وہ اس سے زیادہ کچھ نہ جانتے تھے۔ انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۵۔ آپ نے فرمایا پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت اپنی مرضی کے مطابق ان کی ماں کے پیٹ میں بنائی۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔

۶۔ ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور دوسری حاجات کا محتاج نہیں ہے ان کا جواب اقرار میں تھا۔

۷۔ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح نو ماہ تک اپنے شکم میں رکھا جس طرح عام بچے رہتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد ان کو غذا دی گئی، وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ بے شک یہی بات ہے۔

۸۔ آپ نے آخری بات یہ پوچھی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ میں یہ تمام باتیں تھیں تو پھر وہ اللہ کے بندے تھے یا خود ہی اللہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کے یہ تمام سوالات اس قدر بھرپور تھے کہ وہ لاجواب ہو گئے۔ انہوں نے حق اور سچائی کو اچھی طرح پہچان لیا تھا مگر وہ اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنائے رہے۔ آپ نے فرمایا اگر اب بھی تمہیں میرے دعوائے رسالت میں شک ہے تو اس کا فیصلہ اس طرح کر لیتے ہیں کہ تم بھی اپنی اولاد اور گھر والوں کو لے آؤ اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں باہر میدان میں نکلتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عیسائیوں کا یہ وفد لاجواب ہو چکا تھا یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں اور کل صبح مباہلہ (یعنی قسمیں کھانے کا معاملہ کر لیتے ہیں) چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ قسمیں نہ کھائی جائیں۔ طے کر لینے کے بعد راتوں رات یہ وفد چپکے سے مدینہ سے یمن واپس چلا گیا۔ اس طرح مضبوط دلیلوں کے سامنے عیسائیوں نے چپکے سے بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۹﴾

وقف لازم

ع ۱ ۹ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب کو نازل کیا۔ ان میں سے کچھ آیات تو محکمات ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں۔ کچھ دوسری آیات متشابہات ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پن ہے۔ وہ ان آیات میں ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو متشابہات ہیں تا کہ وہ ان کے من پسند مطلب اور فتنے تلاش کر سکیں۔ حالانکہ ان کا ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور پختہ علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ پر ایمان لے آئے۔ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے مگر اس پر وہی دھیان دیتے ہیں جو عقل و فکر رکھنے والے ہیں (ان کی زبانوں پر ہوتا ہے کہ) اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت اور رہنمائی عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دیجیے گا۔ ہمیں اپنی رحمت سے نواز یئے گا، بلا شبہ آپ اپنے وعدہ کو کبھی بدلتے نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

مُحکَمٰتٌ جس کا مطلب اور مفہوم واضح ہو

اُمُّ الْکِتٰبِ کتاب کی جڑ و بنیاد

مُتَشٰبِهٰتٌ جس سے مطلب اور مفہوم کے مختلف پہلو نکلتے ہوں

زَیْغٌ ٹیڑھا پن

مَا تَشَابَهَ وہ کہ کئی طرف ملتے ہوں

اِبْتِغَاءٌ تلاش کرنا

تَاْوِیْلُهٗ اس کی تاویل، اس کی اصل روح

اَلرّٰسِخُوْنَ پختہ، پکے

یَذَّکَّرُ دھیان دیتا ہے

لَاتُزِغْ ٹیڑھا نہ کرنا

هَدَیْتَنَا تو نے ہمیں ہدایت دے دی

هَبْ عطا فرما

لَدُنْکَ تیرے پاس (لدن، ک)

اَلْوَهَّابُ دینے والا، عطا کرنے والا

جَامِعُ النَّاسِ لوگوں کو جمع کرنے والا

لَا یُخْلِفُ نہیں خلاف کرتا ہے

اَلْمِیْعَادُ وعدہ

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

آیات محکمات وہ آیتیں ہیں جن کا مطلب اور مفہوم ایسے شخص پر بالکل واضح ہو جو قواعد عربیہ کو اچھی طرح جاننے والا ہے جیسے توحید و رسالت، حلال و حرام، قیامت و آخرت، اوامر و نواہی وغیرہ۔ یہ آیات ہدایت اور عمل کے لئے کافی ہیں آیات متشابہات جن کے مفہوم اور مطلب میں مختلف پہلو نکلتے ہیں۔ جن کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ کی ذات، مرنے کے بعد کی زندگی، قبر و آخرت کے احوال اور جنت و دوزخ کی مختلف کیفیات ان تمام باتوں کو جس طرح بتا دیا گیا ہے اس پر یقین رکھنا

چاہیے۔ مگر بعض لوگ ایسی باتوں کے متعلق جو عام طور سے ان کے عقل وفہم میں آ نہیں سکتیں ان ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں جس کا مقصد شرارت اور فتنے پیدا کرنا ہوتا ہے مثلاً اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمتہ اللہ فرمایا ہے۔ اب جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پن ہے وہ تو ان الفاظ کا سہارا لے کر کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمتہ اللہ کہا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد یا بشر کہنا غلط ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ بالکل واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں یعنی اس کی تحقیق وجستجو میں لگے ہوئے ہیں تو تم ایسے لوگوں سے بچو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ راسخین فی العلم سے صحیح ترین قول کے مطابق وہ لوگ مراد ہیں جو نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے عمل پر قائم ہوں اور قرآنی تعلیمات کا محور ومرکز محکمات کو مانتے ہوں اور متشابہات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝١٠ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١١ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٢ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُـؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳

بلاشبہ جو لوگ کفر کرتے ہیں انہیں اللہ کے مقابلے میں نہ ان کا مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔
یہ دوزخ کا ایندھن ہیں ان کا انجام بھی فرعون کے ساتھیوں اور ان سے پہلے والے لوگوں جیسا

ہوگا۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ یا اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ جو بدترین ٹھکانا ہے۔

یقیناً وہ دو جماعتیں جن کا آپس میں مقابلہ ہوا ان میں تمہارے لئے ایک نشانی ہے ان میں ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسری کافر جماعت تھی جو کھلی آنکھوں سے ان کو اپنے سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہی تھی اور اللہ جس کو چاہتا ہے فتح و نصرت سے نواز دیتا ہے۔ بلاشبہ آنکھیں رکھنے والوں کے لئے اس میں بڑا سبق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳

لَنْ تُغْنِیَ	ہرگز کام نہ آئے گا
وَقُوْدٌ	ایندھن
دَاْبٌ	طریقہ، دستور
اٰلٌ	اولاد۔ کسی کو مان کر اس کے پیچھے چلنے والے
سَتُغْلَبُوْنَ	عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے
تُحْشَرُوْنَ	تم جمع کئے جاؤ گے
فِئَتَیْنِ	دو جماعتیں (فِئَۃٌ ۔ جماعت)
اِلْتَقَتَا	آپس میں دونوں مقابل ہوئے
اُخْرٰی	دوسری
یَرَوْنَ	وہ دیکھتے ہیں
مِثْلَیْھِمْ	اپنے سے دوگنے (مثلی اصل میں مثلین تھا نون گر گیا)
رَاْیَ الْعَیْنِ	دیکھنے والی آنکھ
عِبْرَۃٌ	نصیحت، سبق
اُولِی الْاَبْصَارِ	آنکھوں والے (اولو، والا، ابصار، بصر) آنکھیں

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳

نجران سے عیسائیوں کا جو نمائندہ وفد نبی کریم ﷺ سے مذہبی بحث و مناظرہ کے لئے آیا ہوا تھا خطاب ان ہی سے ہے کہ تمام دلیلوں سے اسلام کی سچائی ثابت ہو چکی ہے۔ بادشاہ اور رئیسوں کے دربار کے اعزاز و اکرام اور مال و دولت کا لالچ تمہیں اسلام قبول کر لینے سے روک رہا ہے عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب وہ بادشاہ اور سردار مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے جس طرح بے بس اور نہتے مسلمانوں نے اللہ کی مدد اور حمایت سے غزوہ بدر میں مکہ کے کافروں کا غرور خاک میں ملا دیا تھا اسی طرح وہ ہوں گے اور دنیا کی رسوائیوں اور آخرت کی سزا سے انہیں اور تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اب اسی کو فتح و کامرانی عطا ہوگی جو نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت پر ایمان لائے گا۔ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ نبیوں کے جھٹلانے والوں کو درس عبرت بنا دیتا ہے جس طرح فرعون کے ساتھیوں، حمایتیوں اور ان سے پہلے لوگوں کی زندگی کو نشان عبرت بنا دیا گیا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

لوگوں کو ان کی خواہشات کی چیزیں پسندیدہ بنادی گئی ہیں۔ عورتیں، بیٹے اور سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگے ہوئے (پلے ہوئے) گھوڑے، مویشی اور کھیتی باڑی، مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں۔ بہترین ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ کا خوف رکھنے والوں کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کی رضا وخوشنودی انہیں حاصل ہوگی۔ اللہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے واقف ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے۔ ہمارے گناہ بخش دیجئے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیجئے۔ وہ صبر کرنے والے راست باز، فرماں بردار، فیاض اور رات کے آخری حصے میں اللہ سے مغفرت چاہنے والے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور علم وبصیرت رکھنے والے اس بات پر گواہ ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ عدل وانصاف سے انتظام قائم رکھنے والا ہے۔ وہی زبردست حکمت والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

زُيِّنَ خوبصورت، پسندیدہ بنادی گئی

حُبُّ الشَّهَوَاتِ مزوں کی محبت (حُبٌّ، محبت، اَلشَّهَوَاتُ، خواہشیں

اَلْقَنَاطِيْرُ ڈھیر (قِنْطَارٌ، ڈھیر)

اَلْمُقَنْطَرَةُ لگے ہوئے ڈھیر

ذَهَبٌ	سونا
اَلْفِضَّةُ	چاندی
اَلْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ	پلے ہوئے گھوڑے، نشان لگے ہوئے گھوڑے
اَلْاَنْعَامُ	مویشی
اَلْحَرْثُ	کھیتی
مَتَاعٌ	سامان
حُسْنُ الْمَاٰبِ	بہترین ٹھکانا
اَؤُنَبِّئُكُمْ	کیا میں تمہیں بتاؤں؟
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ، صاف ستھری
رِضْوَانٌ	رضا وخوشنودی
ذُنُوْبٌ	گناہ (ذنب کی جمع)
اَلْقٰنِتِيْنَ	ادب کرنے والے
اَلْمُنْفِقِيْنَ	خرچ کرنے والے
اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ	استغفار کرنے والے
بِالْاَسْحَارِ	صبح کے وقت (سحر، صبح)
اُولُو الْعِلْمِ	علم والے
قَآئِمٌ	قائم رہنے والے، کھڑے رہنے والے
بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴ سے ۱۸ تک جن چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ انسان کو فطرۃً بے انتہا پسندیدہ اور مرغوب

ہیں۔فرمایا یہ جارہا ہے کہ ان چیزوں کی محبت واقعتاً ایک طبعی تقاضا ہے لیکن ان چیزوں سے بھی زیادہ اہم اللہ کی محبت اور آخرت کی زندگی ہے جو انسان کا ابدی ٹھکانا ہے۔

فرمایا گیا کہ بے شک ایک مومن ان چیزوں کو حاصل کرسکتا ہے لیکن یہ چیزیں اس طرح دل لگانے کی نہیں ہیں کہ ایک انسان دن رات صرف ان ہی چیزوں کے حاصل کرنے میں لگا رہے بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ ان تمام چیزوں کو فکر آخرت کا ذریعہ بنالے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا البتہ ایسی دنیا داری سے منع کرتا ہے جس سے انسان اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر سے غافل ہوجائے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۗ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اس دین سے اختلاف کیا ہے وہ علم حاصل ہو جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے کیا ہے۔ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے گا۔ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اے نبی (ﷺ) پھر اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑنے لگیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے اور میری اطاعت کرنے والوں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے۔ آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ کیا تم اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ اس دین کو قبول کر لیں تو یقیناً ایسے لوگ راہ ہدایت حاصل کر لیں گے لیکن اگر وہ نہ مانیں تو آپ کا کام (اللہ کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھ اور سمجھ لے گا۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے ان کو مار ڈالتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں تو اے نبی ﷺ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا اور آخرت میں اپنے تمام اعمال کو برباد کر ڈالا ہے۔ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

حَاجُّوْکَ	وہ تجھ سے جھگڑتے ہیں (حاجون، ک)
اَسْلَمْتُ	میں نے جھکا دیا
وَجْهِيَ	اپنا چہرہ
اِتَّبَعَنِ	میری اتباع کی (اتبع، ن، ی)
اُمِّيّٖنَ	ان پڑھ، جاہل (امی، ان پڑھ)
اَلْبَلٰغُ	پہنچا دینا
عِبَادٌ	بندے (عبد، بندہ)
اَلْقِسْطُ	انصاف
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی (ضائع ہوگئے)

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۹ سے ۲۲ تک میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طریقے سے بتا دیا ہے کہ اسلام کسی قوم، ذات یا برادری کا نام نہیں ہے اور جو دین نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں وہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جو آج ہی کہی جا رہی ہو بلکہ اللہ کے تمام رسول اور انبیاء کرامؑ مختلف زمانوں میں الگ الگ دین لے کر نہیں آئے سب نے اپنے وقت میں ایک ہی دین کی طرف انسانوں کو بلایا اور اسی کی تبلیغ کی وہ سب کے سب سچائی کے علم بردار تھے وہ حق کی طرف بلاتے تھے اور نیکیوں پر چلنے کی تلقین کرتے تھے یہ وہ سچائی ہے جو کبھی بدلی ہے اور نہ بدل سکتی ہے اس لئے اللہ کے نزدیک صرف دین اسلام ہی دین ہے۔ اس کے سوا جو کوئی بھی اپنے لئے نیا طریقہ اختیار کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول نہ کیا جائے گا۔ دین میں اختلاف انبیاء کرام نے نہیں بلکہ بعض ان لوگوں نے کیا ہے جو حرص و ہوس کے بندے اور بغض و عناد کے پیکر تھے جن کا کام اپنے مفاد کے لئے دین میں اختلاف پیدا کرنا ہی تھا۔ فرمایا گیا کہ اللہ نے جس دین کو انبیاء کرامؑ کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ آج نبی مکرم ﷺ بھی اسی دین کو لے کر تشریف لائے ہیں۔ البتہ آپ کی ذات پر اس دین کو مکمل کر دیا گیا ہے جسے تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر اس دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ لہٰذا جو کوئی بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طریقوں کے خلاف طریقے اور دین کے خلاف کوئی نئی بات گھڑ کر لائے گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول نہ کیا جائے گا۔ اب یہی دین قیامت تک انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مینارۂ نور رہے گا۔ اب نہ تو کوئی نیا دین آئے گا اور نہ کوئی کسی طرح کا نبی آئے گا بلکہ نبی آخر الزماں ﷺ کا طریقہ ہی پسندیدہ طریقۂ زندگی ہے جو قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

اے نبی ﷺ! کیا آپ نے (ان علماء یہود) کو نہیں دیکھا جنہیں اللہ کی کتاب کا کچھ علم دیا گیا تھا۔ ان کو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ بے رخی اختیار کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں چند روز کے سوا آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ ان کی من گھڑت باتوں نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو وہ خود سے بنا لیتے ہیں۔ اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک ایسے دن میں جمع کریں گے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔ اس دن ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

نَصِيْبٌ	حصہ
يُدْعَوْنَ	وہ پکارے گئے (پکارے جاتے ہیں)
لِيَحْكُمَ	تاکہ وہ فیصلہ کردے
يَتَوَلّٰى	پلٹ جاتا ہے منہ پھیر لیتا ہے
مُعْرِضُوْنَ	وہ بے رخی اختیار کرتے ہیں، منہ پھیرتے ہیں
غَرَّهُمْ	اس نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں
جَمَعْنٰهُمْ	ہم نے ان کو جمع کیا (ہم ان کو جمع کریں گے)
وُفِّيَتْ	پورا پورا دیا (جائے گا)

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

سورۂ ال عمران کی آیت ۲۳ سے ۲۵ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم اہل کتاب ہیں اور

اس پر انہیں ناز بھی تھا جب ان کو ان ہی کی کتاب کی طرف یہ کہہ کر بلایا جاتا ہے کہ تم اپنے فیصلے اپنی ہی کتاب کے ذریعہ کرلو تو وہ بجائے اللہ کا حکم ماننے کے اپنی رسم و رواج کی طرف مائل ہوتے رہتے ہیں۔ فرمایا اے نبی ﷺ جب وہ اپنی کتاب کی پرواہ نہیں کرتے تو یہ آپ کے لائے ہوئے دین کی اگر پرواہ نہ کریں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان کو جب نافرمانی کی عادت پڑ جاتی ہے تو پھر وہ کسی اپنے یا غیر کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے غلط عقیدوں نے انہیں بربادی کے اس گڑھے تک پہنچا دیا ہے جہاں ان کی زبانوں پر یہی بات ہے کہ آخرت میں اول تو جہنم کی آگ ہمیں چھوئے گی ہی نہیں کیونکہ جنت تو صرف ہمارے لئے مخصوص ہے لیکن اگر جہنم میں جانا ہی ہوا تو گنے چنے چند دن میں فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ ابدی راحتیں تو یقیناً ہمارے ہی لئے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی خوش فہمیاں اپنی جگہ لیکن اگر یہ اس وقت کا ذرا بھی تصور کرلیں جب آخرت میں ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا تو پھر ان کے ہوش ٹھکانے آسکتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے اللہ سارے ملکوں کے مالک آپ جسے چاہیں حکومت دے دیں جس سے چاہیں چھین لیں۔ آپ جسے چاہیں عزت عطا کردیں اور جسے چاہیں ذلت دے دیں ہر طرح کی بھلائیاں آپ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ آپ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں۔ جاندار میں سے بے جان کو اور بے جان میں سے جاندار کو نکالتے ہیں۔ آپ جسے چاہتے ہیں بے حساب (رزق) عطا فرماتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

اَللّٰھُمَّ	میرے اللہ
مٰلِکَ الْمُلْکِ	سلطنت کے مالک
تُؤْتِیْ	تو دیتا ہے
تَشَاءُ	تو چاہتا ہے
تَنْزِعُ	تو کھینچ لیتا ہے
تُعِزُّ	تو عزت دیتا ہے
تُذِلُّ	تو ذلت دیتا ہے
بِیَدِکَ الْخَیْرِ	تیرے ہاتھ میں خیر ہے
تُوْلِجُ	تو داخل کرتا ہے
تُخْرِجُ	تو نکالتا ہے
اَلْمَیِّتُ	مردار، بے جان
اَلْحَیُّ	زندہ
تَرْزُقُ	تو دیتا ہے تو رزق دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

سورۂ ال عمران کی آیت ۲۶ اور ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات میں ساری قدرت وطاقت صرف اللہ ہی کی ہے۔ عزت، ذلت، موت، حیات اور حکومت واقتدار وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ وہ جس کو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے نہ دینا چاہے تو کوئی اسے دلوا نہیں سکتا۔ ہر چیز کی بھلائی اسی ایک کے قبضہ قدرت میں ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ نماز جمعہ میں شریک نہ ہو سکا نبی کریم ﷺ نے

پوچھا کہ تم جمعہ میں کیوں موجود نہیں تھے۔ عرض کیا کہ میں نے ایک یہودی سے کچھ قرض لے رکھا تھا۔ میں اس کو ادا نہ کر سکا وہ یہودی میرے دروازے پر تاک لگائے بیٹھا رہا کہ میں نکلوں تو وہ مجھے پکڑ لے۔ اس لئے میں باہر نہ نکل سکا اور جمعہ کی نماز نکل گئی اور میں جمعہ کی نماز سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قرض کو تم سے دور کر دے اور ادائیگی کے اسباب پیدا کر دے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تم ہر روز یہ آیت پڑھا کرو۔ قل اللّٰھم ملک الملک سے بغیر حساب تک۔

آپ نے فرمایا اے معاذ اگر تیرے اوپر زمین کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ادا فرما دے گا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

اہل ایمان مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اللہ سے اس کا

کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھنے کی وجہ سے بچاؤ اختیار کرو۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے دلوں میں جو کچھ چھپاتے ہو یا جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ دن جب کہ ہر شخص اپنے بھلے اور برے کئے ہوئے کاموں کو اپنے سامنے پائے گا تو اس دن ہر شخص اس بات کی تمنا کرے گا کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا۔ اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ وہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

لَایَتَّخِذُ	نہ بنائیں
اَوْلِیَاءُ	دوست (وَلِیٌّ کی جمع ہے)
دُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	مومنوں کو چھوڑ کر
مَنْ یَّفْعَلُ	جو کرے گا
تَتَّقُوْا	تم بچو
تُقٰةٌ	بچاؤ
یُحَذِّرُ	وہ ڈراتا ہے
نَفْسُهٗ	اپنی ذات
اِنْ تُخْفُوْا	اگر تم چھپاؤ گے
صُدُوْرٌ	دل، سینے (صدر، کی جمع ہے)
مُحْضَرٌ	حاضر، سامنے
تَوَدُّ	پسند کرے گا
اَمَدًا بَعِیْدًا	دور کا فاصلہ

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

۲۸ سے ۳۰ تک آیات کی تشریح یہ ہے کہ

اس سے پہلے آیات میں بتایا گیا تھا کہ کسی شخص یا حکومت وسلطنت کا عروج وزوال اور کسی کو عزت وذلت دینا سب اللہ کے اختیار اور قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ ان آیات میں اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ اے مومنو! تم مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ ان کی دوستی کو اپنے لئے عزت میں زیادتی کا سبب سمجھو کیونکہ عزت اور ذلت سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے فرمایا گیا اگر کوئی شخص کسی مصلحت یا مفاد کے پیش نظر مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست بنائے گا تو ایسے شخص کو اللہ کی حمایت ومدد حاصل نہ ہو سکے گی۔

کیونکہ جو اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھے گا وہ اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا البتہ اگر کوئی شخص محض تدبیر اور انتظام کے درجے میں کافروں سے ظاہری دوستی رکھے گا تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہ سکے تو اس کے لئے محض یہ تعلق جائز ہے لیکن قلبی محبت کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء مفسرین نے کفار کے ساتھ معاملات اور تعلقات کو پانچ درجات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ کافروں کی ملت اور مذہب کو اچھا جانتے ہوئے ان سے قلبی تعلق یا قلبی محبت رکھنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کافروں کے مذہب کو برا تو سمجھتا ہے مگر دنیوی معاملات میں خوش خلقی اور حسن سلوک سے کافروں کے ساتھ پیش آتا ہو تو یہ اسلامی رواداری ہے اور جائز ہے۔ ان سے تجارت، لین دین یا دوسرے دنیوی معاملات میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر ان تعلقات سے کفار کو طاقت اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر لین دین بھی ناجائز ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ کفار کے طریقوں کو برا تو سمجھتا ہو لیکن کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرتا ہو یا مسلمانوں کے راز ان کو بتاتا ہو یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ کفر اور اس کے ماننے والوں کو برا تو سمجھتا ہو لیکن کفار کی حکومت کے خوف یا جانی ومالی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس مشکل میں اس حد تک ظاہری تعلق رکھنا جائز ہے جس سے وہ اسلام کے احکامات کو ادا کرنے میں سہولت حاصل کر سکے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ تمام غیر مسلموں سے احسان اور ہمدردی کا تعلق رکھنا، نہ صرف جائز ہے بلکہ انتہائی قابل تعریف پہلو ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ بڑا ہمدردی اور احسان کا معاملہ کیا ہے۔ غرضیکہ غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور نیکی کا معاملہ کرنا تو بری بات نہیں ہے لیکن ایسا تعلق جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جائز نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ وہ اللہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی وہ منہ پھیر لیں تو بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

تُحِبُّوْنَ	تم محبت کرتے ہو
اِتَّبِعُوْنِيْ	تم میری پیروی کرو، میرے پیچھے چلو (اتبعوا، ن، ی)
يَغْفِرْ	وہ معاف کر دے گا
اَنْ تَوَلَّوْا	یہ کہ اگر تم نے منہ پھیر لیا
لَا يُحِبُّ	وہ پسند نہیں کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

توحید کے بیان کے بعد آیت ۳۱ سے ۳۲ تک نبوت کے متعلق ارشاد فرمایا جا رہا ہے اس میں اہل ایمان کو ایک معیار بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آج دنیا میں جس کسی شخص کو اپنے معبود حقیقی سے محبت کا دعویٰ ہو اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھ لینا چاہئے۔ کھرا اور کھوٹا سامنے آ جائے گا۔ جو شخص نبی مکرم ﷺ کی راہ پر چلے گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت اور روشنی کو مشعل راہ

بنائے گا وہ اتنا ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں مضبوط اور مستعد ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے بے انتہا محبت فرمائیں گے۔ اللہ کی محبت اور رسول کی اتباع و پیروی کی برکت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ زندگی میں اس کو ہزاروں ظاہری اور باطنی برکتیں نصیب ہوں گی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل چیز اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور محبت ہے یہی وہ بنیاد ہے جو انسان کو کامیابی کی عظیم منزلوں تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٣٩ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝٤٠ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝٤١

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

بے شک اللہ نے آدمؑ ،نوحؑ اور ابراہیمؑ ، کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام جہان والوں پر منتخب کیا تھا۔ ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے آپ کی نذر کرتی ہوں (وہ آپ ہی کے کام کے لئے آزاد ہوگا)۔ آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیجئے۔ بے شک آپ ہی (سب کی) سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ پھر جب وہ بچی (مریم) اس کے گھر میں پیدا ہوئی تو عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس کے ہاں پیدا ہوا اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی جیسا نہ ہوتا۔ اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ آخر کار اس کے پروردگار نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کر لیا۔ اور اس کو اچھی طرح نشو نما دیا اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ جب بھی زکریاؑ (علیہ السلام) اس کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی چیزوں کو پاتے۔ انہوں نے پوچھا اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا انہوں نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اسی جگہ زکریاؑ اپنے پروردگار سے دعا کرنے لگے۔ عرض کیا! اے میرے پروردگار اپنی قدرت سے مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ بلاشبہ آپ ہی دعا کو سننے والے ہیں۔ فرشتوں نے

ان کو اس وقت آواز دی جب کہ وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور کہا۔ بے شک اللہ تمہیں یحیٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی۔ بڑے ضبط کرنے والے اللہ کے نبی اور صالح لوگوں میں سے ہوں گے۔ زکریاؑ نے کہا میرے پروردگار بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ جواب ملا ایسا ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کہا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوائے اشاروں کے کوئی بات چیت نہ کر سکو گے۔ اس دوران اپنے پروردگار کی رات دن خوب تسبیح کرتے رہنا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

اِصۡطَفٰی	اس نے چن لیا، منتخب کر لیا
اِنِّیۡ نَذَرۡتُ	بے شک میں نے منت مان لی
بَطۡنِیۡ	میرا پیٹ
مُحَرَّرٌ	آزاد
وَضَعَتۡ	اس نے جنم دیا (پیدا کیا)
اُنۡثٰی	عورت، لڑکی
سَمَّیۡتُ	میں نے نام رکھ دیا
مَرۡیَمُ	پاک باز، نیک
اُعِیۡذُ	میں نے پناہ میں دے دیا
بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ	بہترین طریقے پر قبول کرنا
اَنۡۢبَتَهَا	اس نے اس کو پروان چڑھایا
كَفَّلَ	وہ ذمہ دار ہوا

اَلْمِحْرَابُ	عبادت کی جگہ، حجرہ، نماز پڑھنے کی جگہ
اَنّٰی لَکِ هٰذَا	یہ تیرے پاس کہاں سے آیا
هُنَالِکَ	اسی جگہ، اسی موقع پر
دَعَا	پکارا، دعا کی
هَبْ لِیْ	مجھے عطا فرما دیجیے
ذُرِّیَّةٌ طَیِّبَةٌ	بہترین اولاد
سَمِیْعُ الدُّعَاءِ	دعا کا سننے والا
نَادَتْ	آواز دی
یُصَلِّیْ	وہ نماز پڑھتا ہے
یُبَشِّرُکَ	تجھے خوشخبری دیتا ہے
سَیِّدٌ	سردار
حَصُوْرٌ	پاک باز
اَنّٰی یَکُوْنُ	کیسے ہوگا، کہاں سے ہوگا
غُلَامٌ	لڑکا
بَلَغَنِیْ	مجھے پہنچ گیا
اَلْکِبَرُ	بڑھاپا
اِمْرَاَتِیْ	میری بیوی
عَاقِرٌ	بانجھ (جس عورت کے بچہ ہونا ممکن نہ ہو)
اَلَّا تُکَلِّمَ	یہ کہ تو کلام نہ کرے گا
ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ	تین دن
رَمْزٌ	اشارہ

اَلْعَشِیُّ	شام، رات
اَلْاِبْکَارُ	صبح، صبح تڑکے

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

عیسائیوں کی گمراہی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بندہ اور رسول ماننے کے بجائے انہیں اللہ کا بیٹا اور اس کی الوہیت میں شریک سمجھتے تھے اس لئے نجران سے آئے ہوئے وفد کو سمجھانے کے لئے اس مضمون کو اس طرح شروع کیا گیا ہے کہ حضرت آدم، حضرت نوح، آل ابراہیم اور آل عمران سب کے سب اللہ کے برگزیدہ اور نیک انسان تھے جن کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی نسل سے تھے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے ان میں سے کوئی بھی اللہ کی الوہیت میں شریک نہ تھا بلکہ انسانوں کے گروہ میں سے عظیم انسان تھے۔

حضرت عیسیٰ کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے اللہ نے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی پیدائش اور ان کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح اللہ نے ان پر اور آل عمران پر اپنی بے انتہا عنایات اور کرم نوازیاں کی ہیں۔ بعض وہ عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ حضرت مریم کو بھی الوہیت میں شامل سمجھتے تھے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مریم تو خود کتنی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں اور کس طرح اور کن حالات میں ان کی پرورش ہوئی اور اپنی پرورش میں کس طرح دوسروں کی محتاج رہیں۔ بھلا وہ جو اپنی پیدائش، پرورش اور نشو ونما میں دوسروں کا محتاج ہو وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے۔

حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا۔ حضرت مریم کی والدہ نے دعا کی الٰہی اگر مجھے آپ اولاد عطا فرما دیں گے تو میں اس کو آپ کے دین کے لئے آزاد رکھوں گی۔ اس زمانہ میں اس بات کو بہت بڑی نیکی سمجھا جاتا تھا کہ پیدا ہونے والی اولاد کو اس طرح اللہ کے گھر اور اس کی عبادت کے لئے آزاد کر دیا جائے کہ وہ زندگی کی تمام ذمہ داریوں سے الگ رہتے ہوئے صرف اسی کی بندگی میں لگا رہے۔ اس دعا میں حضرت مریم کی والدہ نے گویا اشارۃً بیٹے کی تمنا کی تھی۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے گھر میں حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ حضرت مریم کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ سخت پریشان ہوئیں کہ یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اس کو اللہ کے لئے میں کیسے آزاد کروں گی۔ اللہ نے ان کے دل میں اس بات کو القا فرمایا کہ اے مریم کی والدہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ لڑکی کتنی باعظمت ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمائیں گے۔ حضرت مریم کچھ بڑی ہوئیں تو منت کے مطابق ان کو عبادت کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور حضرت زکریا علیہ السلام جو اس وقت عبادت خانہ (بیت المقدس) کے متولی بھی تھے اور حضرت مریم کے خالو بھی تھے ان کی کفالت و نگرانی میں دے دی گئیں۔ ایک علیحدہ کمرہ میں ان کو رکھا گیا۔ جب حضرت مریم

جوان ہوگئیں تو حضرت زکریاؑ باہر سے تالا ڈال کر جایا کرتے تھے مگر جب واپس آتے تو دیکھتے کہ حضرت مریم اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں اور ان کے پاس بے موسم کے طرح طرح کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ ایک دن حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم سے پوچھا کہ اتنے اچھے اور تازہ بے موسم کے پھل کہاں سے آتے ہیں؟ حضرت مریم کا جواب تھا یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت زکریا نے اس جگہ ان انوارات کو محسوس کیا اور بے ساختہ زبان پر یہ دعا آ گئی۔ الٰہی اگر آپ مریم کو بے موسم کے پھل دے سکتے ہیں تو میں اگرچہ بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب اولاد پیدا ہونے کا ظاہری امکان بھی موجود نہیں ہے لیکن آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ آپ مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ ایک دن وہ محراب میں نماز ادا فرما رہے تھے فرشتوں نے اللہ کی طرف سے ان کو بیٹے کی خوشخبری دی۔ حضرت زکریا نے حیرت اور تعجب اور کچھ یقین حاصل کرنے کے لئے بے ساختہ عرض کیا الٰہی میری تمنا خواہش اور دعا تو اپنی جگہ ہے لیکن کیا میرے ہاں اولاد ہوگی جبکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ہاں اے زکریا۔ ہم دنیا کے اسباب کے محتاج نہیں ہیں ہم تمہیں یحیٰؑ جیسا بیٹا دیں گے جو اللہ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سرداری اور بزرگی کی تمام شانیں موجود ہوں گی وہ نبوت سے بھی سرفراز ہوں گے اور ان کا صالحین میں شمار ہوگا۔ حضرت زکریا نے عرض کیا الٰہی میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ نے فرمایا اے زکریا جب یہ واقعہ ہوگا تو تم تین دن تک سوائے اشاروں کے لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔ چونکہ اللہ کی یہ نعمت ہے جو تمہیں عطا کی جارہی ہے لہٰذا اس دوران تم اپنے پروردگار کو بہت یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہنا یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے مترادف ہوگا۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

اور جس وقت فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ نے تجھے منتخب کرلیا اور تجھے پاکیزگی عطا کی ہے اور دنیا کی تمام عورتوں میں سے تجھے چن لیا ہے۔ اے مریم اپنے پروردگار کی اطاعت کر۔ اس کے سامنے سجدہ کر اور اللہ کے حضور جو بندے اس کے سامنے جھکتے ہیں ان کے ساتھ جھک۔ اے نبی ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو وحی کے ذریعہ بتا رہے ہیں ورنہ آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلموں کو قرعہ اندازی کے لئے ڈال رہے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں گی اور نہ تم اس وقت موجود تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

اِصْطَفٰکِ — اس نے (اے مریم) تجھے چن لیا

طَھَّرَکِ — تجھے پاک باز بنایا

نِسَاءُ الْعَالَمِیْنَ — جہان بھر کی عورتیں

اُقْنُتِیْ — تو اطاعت کر

اَنْبَاءُ الْغَیْبِ — غیب کی خبریں

نُوْحِیْهِ — ہم اس کو وحی کرتے ہیں

لَدَیْھِمْ — ان کے پاس

یُلْقُوْنَ — وہ ڈالتے ہیں

اَقْلَامٌ — قلم

یَکۡفُلُ	کفالت کرے گا، ذمہ دار ہوگا
یَخۡتَصِمُوۡنَ	وہ جھگڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

حضرت مریم پر باطل پرستوں نے جو الزامات لگائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مریم ایک انتہائی پاک باز، نیک سیرت اور دنیا کی عورتوں میں ایک عظیم خاتون ہیں، اللہ نے ان کو نہ صرف برگزیدہ بنایا تھا بلکہ اللہ کی عبادت و بندگی میں بھی ان کا اعلیٰ مقام ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو دنیا میں بہت کم عورتوں کو نصیب ہوا ہے۔ لہٰذا ان جیسی بلند سیرت خاتون پر کسی طرح کا اتھام اور الزام ایک بدترین بات ہے۔

حضرت مریم کی پرورش کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت مریم کی والدہ ماجدہ نے ان کو اللہ کے لئے ہیکل کی نذر کر دیا تھا، چونکہ وہ لڑکی تھیں اس لئے یہ مسئلہ اپنے اندر بڑی نزاکتیں رکھتا تھا کہ ہیکل کے عبادت گذاروں میں سے وہ کس کی زیر نگرانی رہیں۔

قرعہ اندازی کی گئی تو ہر مرتبہ حضرت مریم کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا اور بالآخر وہ ان ہی کی زیر نگرانی پرورش پاتی رہیں۔ یہاں اس کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت مریم جن کی تربیت حضرت زکریا نے کی وہ اپنے وقت کے عظیم پیغمبروں میں سے ہیں جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ حضرت مریم کی نیکی اور سچائی کو پیغمبری کے دامن میں پرورش پانے کا موقع ملا جو خود ان کی ایک بہت بڑی عظمت کی دلیل ہے۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ
إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ

رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ؑ

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے ایک ایسے کلمہ کی (فیصلے کی) خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے رتبہ والا اور اللہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔

وہ لوگوں سے اس وقت بھی بات کرے گا جبکہ وہ گہوارے میں ہوگا اور بڑے ہو کر بھی وہ صالحین میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا پروردگار میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا جب کہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ ارشاد ہوا ایسا ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ کہتا ہے، ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ اس کو کتاب و حکمت یعنی توراۃ و انجیل کا علم سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔ اور جب وہ عیسیٰؑ رسول کی حیثیت سے آئے تو انہوں نے کہا میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے کی شکل بناتا ہوں۔ اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو اس میں تمہارے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ اور میں توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے (اللہ کے حکم سے) بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو بلا شبہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا سچا راستہ ہے۔ جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے کہا۔ اللہ کے لئے میرا مددگار کون ہے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں اللہ پر ایمان لائے اور گواہ رہیے کہ ہم اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار آپ نے جو کچھ نازل کیا اسے ہم نے مان لیا اور رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ ہمارا نام ماننے والوں میں لکھ لیجئے۔ پھر بنی اسرائیل حضرت مسیح کے خلاف خفیہ تدبیریں کرنے لگے تو اللہ نے بھی تدبیریں کیں اور اللہ سے بڑھ کر تدبیر کرنے والا ہے کون۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

وَجِيْهٌ	باعزت، بلند مرتبہ
اَلْمُقَرَّبِيْنَ	قریب والے
يُكَلِّمُ	کلام کرے گا، بات کرے گا
اَلْمَهْدُ	گہوارہ
كَهْلٌ	بڑی عمر
لَمْ يَمْسَسْنِىْ	مجھے نہیں چھوا مجھے ہاتھ نہیں لگایا
بَشَرٌ	انسان، آدمی
قُضِىَ	فیصلہ کیا
اَلطِّيْنُ	مٹی
هِيَئَةٌ	شکل
اَنْفُخُ	میں پھونکتا ہوں
طَيْرٌ	پرندہ
اُبْرِئُ	میں اچھا کردیتا ہوں
اَلْاَبْرَصُ	کوڑھی
اَلْاَكْمَهُ	پیدائشی اندھا
اُحْيِ	میں زندہ کرتا ہوں
اُنَبِّئُكُمْ	میں تمہیں بتاتا ہوں
تَدَّخِرُوْنَ	تم جمع کرتے ہو، ذخیرہ کرتے ہو!
بُيُوْتٌ	گھروں، (بیت، گھر)
حُرِّمَ	حرام کردیا گیا

اَحَسَّ	محسوس کیا
مَنْ اَنْصَارِیْ	میرا مددگار کون ہے؟
اَلْحَوَارِیُّوْنَ	ہم مجلس (حضرت عیسیٰ کے صحابہ)
اَنْصَارُ اللّٰهِ	اللہ کے مددگار
اِشْهَدْ	تو گواہ رہنا
اِتَّبَعْنَا	ہم نے پیروی کی، پیچھے چلے
اُكْتُبْنَا	تو ہمیں لکھ لے
اَلشّٰهِدِیْنَ	گواہی دینے والے
مَكَرُوْا	انہوں نے خفیہ تدبیر کی
مَكَرَاللّٰهِ	اللہ نے تدبیر کی
خَیْرُ الْمَاكِرِیْنَ	بہترین تدبیر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

جب حضرت مریم کو صنفی مواصلت کے بغیر ایک بچہ پیدا ہونے کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے انتہائی تعجب سے کہا جب کہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے پھر میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے کی اطلاع خوشخبری کے انداز میں کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ اے مریم اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہماری قدرت و طاقت سے یہ بات باہر نہیں ہے۔ جس طرح اللہ نے آدمؑ کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے اسی طرح وہ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کرسکتا ہے۔ اس بات سے اللہ نے عیسائیوں کی اس غلط فہمی کو دور کیا ہے جو انہوں نے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا تھا اور یہودیوں کے اس الزام کی تردید ہے کہ حضرت مریم (نعوذ باللہ) کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہیں۔

چونکہ قرآن کریم کا مقصد کوئی قصہ کہانی سنانا نہیں ہے بلکہ ان حقائق سے نقاب اٹھانا ہے جن پر عیسائیوں اور یہودیوں کی صدیوں کی جہالت نے گرد و غبار کے پردے ڈال کر اللہ کے بندے کو اللہ کا حصہ بنا کر پیش کیا تھا۔ اس لئے حضرت مریم کی پوزیشن کو صاف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے اس خطبہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اپنے معجزات کے ذریعہ تمہیں اپنے رسول ہونے کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔

مگر حضرت عیسیٰؑ کے اس خطبہ کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے بڑی شدت سے مخالفت کرنا شروع کر دی۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے اس بات کا اندازہ کرلیا کہ بنی اسرائیل ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا تم میں سے اس سچائی کو قائم کرنے میں کون کون اللہ کے دین کے لئے میرا مددگار ہے۔ اس پر کچھ لوگوں (حواریوں) نے کہا کہ اللہ کے دین اور اس کو قائم کرنے میں ہم آپ کے مددگار ہیں۔

یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی اور راہ نجات حاصل کرلی۔ ان مقدس ہستیوں کو حواریین فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی راہوں میں چلنے اور اقامت دین کی ہر کوشش میں اسلام کا مددگار بنا دے۔ آمین۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ

يٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ؕ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ﴿٥٧﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰؑ میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے ماننے سے جنہوں نے انکار کیا۔ ان سے میں تجھے پاک کردوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کی واپسی میری ہی طرف ہوگی۔ اس وقت میں ان باتوں کا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے فیصلہ کردوں گا۔ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے انہیں ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اللہ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور پر حکمت مضمون ہم ہی آپ کو سنا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدم جیسی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس نے حکم دیا ''ہوجا، تو وہ ہوگیا''۔ یہ اصل حقیقت ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کو بتائی جارہی ہے۔ آپ ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو شک کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ — میں تجھے پورا پورا لے لوں گا لفظ متوفی کا مصدر توفی ہے اور مادہ وفی اس کے اصل معنی عربی لغت کے اعتبار سے پورا پورا لینے کے ہیں

رَافِعُکَ — تجھے اٹھالوں گا

اِلَیَّ — اپنی طرف

مُطَهِّرُکَ — تجھے پاک کردوں گا

اِتَّبَعُوْکَ — جنہوں نے تیری اتباع کی

فَوْقَ — اوپر

مَرْجِعُکُمْ — تمہیں لوٹنا ہے

اَحْکُمُ — میں فیصلہ کروں گا

مُخْتَلِفُوْنَ — اختلاف کرنے والے

اُعَذِّبُ	میں عذاب دوں گا
یُوَفِّیْ	پورا بدلہ دیا جائے گا
اُجُوْرٌ	بدلے، (اجر کی جمع ہے)
نَتْلُوْ	ہم پڑھتے ہیں
اَلذِّکْرُ الْحَکِیْمُ	حکمت والا ذکر
تُرَابٌ	مٹی

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

سورۂ ال عمران کی آیت ۵۵ سے ۶۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام یہودیوں نے جو قوم بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کر کے آپ کو نقصان پہنچانے اور مار ڈالنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے تھے انہوں نے بادشاہ وقت کو اس بات پر تیار کر لیا کہ عیسیٰؑ ابن مریم کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے کارندے بھیجے تا کہ ان کو گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ صورت حال انتہائی کربناک تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین اور تسلی کے لئے فرمایا کہ آج جب کہ بادشاہ کے لوگ تمہیں گرفتار کرنے کے لئے پہنچنے والے ہیں تمہیں اس کا یقین ہو جانا چاہئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے اس کو ساری دنیا مل کر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ و رسول کے دشمن تمہیں پھانسی پر لٹکا دیں میں تمہیں آسمانوں کی طرف اٹھا لیتا ہوں اور ان دشمنوں کے بجائے تمہیں وقت مقررہ پر یعنی قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر بھیج کر طبعی موت دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیثوں میں ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آج بھی آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بن کر نزول فرمائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ آپ کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے دجال اور خنزیر کو قتل فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ جزیہ کو منسوخ فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ نزول کے بعد تقریباً سات سال تک قیام فرمائیں گے۔ بعض روایتوں میں چالیس سال کے قیام کا بھی ذکر آیا ہے۔ پھر آپ کی طبعی وفات ہوگی اور آپ کا جنازہ پڑھایا جائے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے پہلو میں روضہ مبارک میں دفن کیا جائے گا۔

قرآن کریم کی واضح آیات اور احادیث متواترہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آج بھی آسمانوں

پرزندہ موجود ہیں اور قرب قیامت دوبارہ تشریف لائیں گے۔ یہی عقیدہ ہم سب اہل سنت والجماعت کا ہے۔ یقیناً وہ لوگ جو اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہو چکی ہے وہ ایک ایسے غلط عقیدے پر چل رہے ہیں جس پر یہودی اور عیسائی چل کر گمراہ ہو چکے ہیں۔ بہر حال آج بھی حضرت عیسیٰؑ کو ماننے والے وہی کہلائیں گے جو تمام نبیوں کو بھی مانتے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کی ختم نبوت میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں کرتے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾

٦ ع ٩ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ٦١ تا ٦٣

(اے محمد ﷺ) اس علم کے آجانے کے بعد بھی جو کوئی جھگڑا کرتا ہے۔ آپ اس سے کہہ دیجئے کہ آؤ تم اور ہم خود بھی آجائیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی لے آئیں۔ اور پھر ہم قسم کھائیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یہ بالکل صحیح صحیح واقعات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور بلاشبہ اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔ اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦١ تا ٦٣

حَآجَّکَ	آپ سے جھگڑتا ہے
تَعَالَوْا	آجاؤ

نَدْعُ	ہم بلاتے ہیں
اَبْنَاءُ نَا	اپنے بیٹوں کو
نِسَاءُ نَا	اپنی عورتوں کو
اَنْفُسَنَا	ہماری اپنی ذاتیں
نَبْتَهِلْ	ہم قسم کھاتے ہیں
نَجْعَلُ	ہم ڈالیں گے
اَلْكٰذِبِيْنَ	جھوٹ بولنے والے
قَصَصُ	قصے، واقعات
اَلْحَقُّ	بالکل درست، ٹھیک
اَلْمُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

سورۂ آل عمران کی آیات ۶۱ تا ۶۳ میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ جتنے حقائق بیان کئے گئے ہیں اگر چہ نجران کے عیسائیوں کا وفد ماننے کے لئے تیار نہیں ہے تو آپ ان کو ''مباهلہ'' کی دعوت دیجئے یعنی اے نبی آپ اور یہ عیسائی خود اپنی جانوں کو اور اپنے بال بچوں کو لے کر ایک میدان میں آجائیں اور خوب گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کریں اور قسم کھائیں کہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت اور عذاب نازل ہو جائے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو ''مباهلہ'' کی دعوت دے دی۔ یہ بات ان عیسائیوں کے نزدیک قطعاً غیر متوقع تھی۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئے چونکہ دل میں چور تھا اس لئے کہنے لگے اے محمد ﷺ آپ ہمیں مشورہ کرنے کی مہلت دیجئے۔ ہم آپس میں مشورہ کر کے کل صبح جواب دے دیں گے۔ جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو کسی نے بھی ''مباهلہ'' کے چیلنج کو قبول کرنے کے حق میں رائے نہیں دی۔ اور طے پایا کہ حضور اکرم ﷺ سے صلح کر لی جائے اور جزیہ دینا قبول کر لیا جائے۔ چنانچہ بقول علامہ ابن کثیر اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر لی۔

اس آیت سے آنحضرت ﷺ کی حقانیت اور اسلام کی سچائی ثابت ہو گئی ورنہ اگر نجران کے نصاریٰ ذرا بھی اپنے اندر سچائی کی رمق پاتے تو اس چیلنج کو قبول کر لیتے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۴

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں گے۔ نہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا پروردگار ٹھہرائیں گے۔ (اے نبی ﷺ) پھر اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہنا ہم اللہ کی بندگی واطاعت کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۴

كَلِمَةٌ	بات
سَوَاءٌ	یکساں، برابر
بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
اَلَّا نَعْبُدَ	یہ کہ ہم بندگی نہیں کریں گے
لَا نُشْرِكُ	ہم شریک نہ کریں گے
شَيْءٌ	کچھ بھی
لَا يَتَّخِذُ	نہیں بنائے گا
اَرْبَابًا	معبود (رَبٌّ کی جمع ہے)
اِشْهَدُوْا	تم گواہ رہو
مُسْلِمُوْنَ	فرماں بردار

تشریح: آیت نمبر ۶۴

یہود اور نصاریٰ دونوں توحید خالص پر چلنے کے مدعی تھے۔ وہ یہی کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کو ایک ہی مانتے ہیں لیکن زبانی دعوے کے باوجود وہ طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے۔ یہود و نصاریٰ جن کو تمام دلیلوں سے دین کی سچائی بتا دی گئی تھی اور ان کے باطل عقائد کو کھول کر بیان کر دیا گیا تھا اب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا جا رہا ہے۔ کہ اے نبی آپ یہود و نصاریٰ سے فرمایئے کہ آؤ ہم ایک ایسی حقیقت پر آ جائیں جس کا تم بھی بظاہر انکار نہیں کرتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم، توریت، زبور اور انجیل میں یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس بات کو اپنے باہمی اتحاد کی بنیاد بنا لیتے ہیں دوسری بات یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو اس کی ذات وصفات میں شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کی تعلیم بھی تمام آسمانی کتابوں میں ایک جیسی ہے۔ لہٰذا اللہ کی ذات میں حضرت عیسیٰؑ کو شامل کر کے ان کو الوہیت کا ایک حصہ قرار دینا کسی طرح جائز اور مناسب نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کو نہ مانا جائے یا اللہ کے سوا کسی کی بندگی واطاعت کا حکم دیا جائے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ لہٰذا تمہارے پادریوں اور راہبوں نے جو حکم بھی اطاعت الٰہی کے خلاف دیئے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ان پادریوں اور راہبوں کے کہنے پر بلا چون وچرا تسلیم کرتا ہے تو یہ ان کو رب بنانے ہی کے مترادف ہے۔ لہٰذا ان کو رب نہ بنایا جائے۔

حضرت عدی ابن حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسلام سے پہلے ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ انہوں نے لوگوں کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی یہی تو ان کو رب اور معبود بنانے کے برابر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ اور مخلوق کو رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے کہنے سے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال اور حلال کی ہوئی چیز کو حرام مان لینا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسی تقلید اختیار کرنا حرام اور کفر و شرک ہے۔ البتہ ایسی تقلید جائز ہے جس میں کسی عالم، مجتہد، فقیہ نے کوئی ایسی شرح اور تفسیر کی ہو جس سے اصول دین کے مطابق حرام اور حلال واضح ہو جائیں، جیسے فقہاء کرام نے برسوں کی محنت اور تجربات کی روشنی میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق کچھ اصولوں کو متعین کیا ہے۔ جس کو فقہ اسلامی کہتے ہیں کیونکہ اگر دین کے اہم مسائل خصوصاً حرام وحلال کے مسائل کو عام مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا تو اس سے نہ صرف ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے بلکہ حرام اور حلال میں امتیاز کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اب جو فقہ ہمارے سامنے ہے وہ ہمارے بزرگوں نے صدیوں کی کاوشوں اور جدوجہد کے بعد تیار کیا ہے۔ درحقیقت ان کے مرتب کئے ہوئے فقہ کی اتباع اور پیروی وہ قرآن وسنت ہی کے ابدی اصولوں کی پیروی ہے۔ لہٰذا ایسی تقلید میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر آج بھی کوئی ایمان فروش حلال کو

حرام اور حرام کو حلال اپنی مرضی سے قرار دیتا ہے۔ ایسے شخص کی بات سننا بھی گناہ عظیم ہے اور یہودیوں اور نصاریٰ کی وہ روش ہے جس پر چل کر وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی راہ راست سے بھٹکا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوادیا ہے کہ اگر یہ واقعتاً اپنی نجات چاہتے ہیں تو ساری رسموں کو چھوڑ کر صرف ان اصولوں کی طرف آجائیں جو آسمانی کتابوں سے ثابت ہیں لیکن اگر ان کے نزدیک اپنی گھڑی ہوئی رسمیں اور باتیں ہی اصل ہیں تو پھر آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ ہم تو اللہ ہی کے فرماں بردار ہیں اور ان ہی کے حکم کو مانتے ہیں۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

۷ ع ۸ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

اے اہل کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑتے ہو۔ حالانکہ توریت اور انجیل توان کے بعد ہی نازل کی گئی ہیں۔ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ تم ان باتوں میں خوب جھگڑ چکے ہو جس کا کچھ نہ کچھ علم تمہارے پاس تھا۔ مگر ایسی باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔ جسے صرف اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی۔ بلکہ وہ تو راہ راست پر قائم ''مسلم'' تھے وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ بلا شبہ ابراہیمؑ سے سب سے قریب تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے طریقوں کو اپنا لیا ہے۔ اور یہ نبی (ﷺ) ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لے آئے ہیں۔ اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے۔ اے ایمان والو! اہل کتاب میں سے ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ وہ کسی طرح تمہیں راہ حق سے بھٹکا دے۔ حالانکہ وہ سوائے اپنے نفس کے کسی کو بھی گمراہ نہیں کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم تو اس کے خود گواہ ہو۔ اے اہل کتاب تم حق کے ساتھ باطل کو کیوں ملاتے ہو۔ جس حق کو تم اچھی طرح جانتے ہو اسے (جان بوجھ کر) کیوں چھپاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

لِمَ تُحَاجُّوْنَ — تم کیوں جھگڑتے ہو؟

هَآ اَنْتُمْ — تم نے سنا

هٰٓؤُلَآءِ — یہ سب

حَاجَجْتُمْ — تم جھگڑ چکے

حَنِيْفٌ — صرف اللہ کی عبادت کرنے والا

اَوْلَى النَّاسِ	لوگوں میں زیادہ قریب
لَوْ يُضِلُّوْنَ	کاش وہ بھٹکاویں
لِمَ تَلْبِسُوْنَ	تم کیوں ملاتے ہو؟

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

یہود اور نصاریٰ جس طرح توحید کے دعویدار ہونے کے باوجود طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے اسی طرح ایک بات پر دونوں جماعتیں جھگڑتی رہتی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے یا عیسائی۔ دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ہمارے فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور ہم دین ابراہمی اور ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں کی حماقت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ لوگ عقل وفکر سے بالکل ہی کورے ہو چکے یا جان بوجھ کر آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام جن پر توریت نازل ہوئی وہ ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً نوسو سال کے بعد تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال بعد۔ حضرت ابراہیم کے یہودی یا عیسائی ہونے کا کیا سوال ہے یہ ایک ایسی بحث ہے جس کا علم وفکر اور عقل ونظر سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ تمہیں ابراہیم علیہ السلام کے دین وملت سے کیا واسطہ، تم سب غلط عقیدوں کی وجہ سے مشرک ہو جب کہ ابراہیم توحید پرست اور مسلم یعنی اللہ کے فرماں بردار تھے۔ ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرنے والے اور ان کے طریقوں کو اپنانے والے تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے جاں نثار صحابہ کرام ہیں۔ آج بھی ہر ایک کی نجات کا ذریعہ صرف حضرت محمد ﷺ کا طریقہ آپ کی شان ختم نبوت اور لایا ہوا دین ہے۔ اور ان صحابہ کا طریقہ ہے جس پر چل کر وہ کامیاب ہوئے۔ اس راستے کے علاوہ ہر طریقہ گمراہی میں اضافہ کا سبب تو ہے کامیابی کا نہیں۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ
اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى

هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کردو۔ شاید اس طریقہ سے وہ بھی (اسلام سے) پھر جائیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں کہ اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ ماننا۔ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ (وہ کہتے تھے کہ) جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے کیا اس جیسا کسی اور کو بھی دیا گیا ہے۔ یا وہ (قیامت میں) تمہارے رب کے سامنے تم سے حجت کریں گے۔ اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ فضل و کرم تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ وہ بڑے وسیع علم والا ہے اور اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے۔ اللہ بڑے ہی فضل و کرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

وَجْهُ النَّهَارِ — صبح کا وقت

تَبِعَ — جس نے اتباع کی

اَنْ يُّؤْتٰى — یہ کہ دیا جائے

اُوْتِيْتُمْ	تمہیں دیا گیا
يُحَاجُّوا	وہ جھگڑیں گے
اَلْفَضْلُ	رحم وکرم
يَخْتَصُّ	وہ خاص کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

ان آیتوں میں اور اس سے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مکروفریب، بددیانتی اور شرارتوں سے مومنوں کو ہوشیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ان میں بعضوں نے یہ شرارت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ کچھ لوگ صبح کو قرآن کریم پر ایمان لے آئیں دن بھر مسلمانوں کے ساتھ رہیں پھر شام کو اسلام کو چھوڑ کر پھر اپنے لوگوں میں آملیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب شام کو ایک کثیر جماعت یہ کہتے ہوئے واپس آئے گی کہ ہم نے تو اسلام کی بڑی تعریف سنی تھی۔ ہم نے اس سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا مگر جب قریب گئے تو معلوم ہوا کہ اسلام کا تو دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے کہ اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی ہوگی اور جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ وہ سوچیں گے کہ آخر لوگوں کی اتنی بڑی تعداد ایک بات کو برا کہہ رہی ہے یقیناً کوئی نہ کوئی تو خرابی ہوگی جس سے اتنی بڑی جماعت اسلام کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ ان یہود و نصاریٰ کے رھبان اور پادری اپنے لوگوں کو یہ سمجھا کر بھیجتے تھے کہ دیکھو تم کسی کی باتوں میں مت آجانا کیونکہ جو دین و مذہب تمہیں دیا گیا ہے اس جیسا تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ اگر تم ان کی باتوں میں آگئے تو کل قیامت کے دن وہ تم سے جھگڑیں گے اور دلیل کے طور پر ان باتوں کو پیش کریں گے۔ اس طرح کی باتیں سکھا کر لوگوں کو بھیجتے تھے مگر یہ تدبیر بھی ان کے لئے الٹی ہی پڑ گئی جو لوگ شرارت کے خیال سے گئے تھے جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچتے تو آپ کے اخلاق حسنہ اور صحابہ کرام کی جاں نثاری اور اللہ کی عبادت و بندگی کا اچھوتا انداز دیکھتے ہی دل سے اسلام کے قائل ہو جاتے اور پھر واپس نہ جاتے۔ اس طرح ان کی تدبیریں خود ان ہی کے خلاف پلٹ گئیں۔ لیکن پھر بھی مومنوں کو یہودیوں اور نصرانیوں کی شرارتوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ان سازشوں اور شرارتوں سے باخبر رہیں۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا
يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا
لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا
يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾
وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ
هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

اہل کتاب میں سے بعض تو وہ ہیں جن کو اعتماد کرتے ہوئے اگر مال و دولت کا ڈھیر بھی دے دیا جائے تو وہ تمہارا مال واپس کر دیں گے۔ لیکن بعض لوگ وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بھی ان پر اعتماد کرتے ہوئے دے دو تو وہ اس کو اس وقت تک ادا نہ کریں گے جب تک تم ان کے سر پر

سوار ہی نہ ہو جاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ امیوں (یعنی غیر یہودیوں کے) معاملے میں ہم پر کوئی گرفت یا مواخذہ نہیں ہے۔ یہ اللہ پر بالکل جھوٹ گھڑ رہے ہیں حالانکہ وہ بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے وعدوں کو پورا کریں گے اور اللہ سے ڈرتے رہیں گے تو بے شک اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے وعدوں اور قسموں کو گھٹیا قیمتوں پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ نہ تو ان سے کلام فرمائے گا، نہ ان کو نظر کرم سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کو زبان کے الٹ پھیر کے ساتھ پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ بھی کتاب ہی میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

اِنْ تَاْ مَنْهُ	اگر تو اس کے پاس امانت رکھوائے
يُؤَدِّهٖ	وہ اس کو ادا کرے گا
سَبِيْلٌ	راستہ
اَوْفٰى	اس نے پورا کیا
يَشْتَرُوْنَ	بیچ دیتے ہیں
اَيْمَانٌ	قسمیں
لَا خَلَاقَ	حصہ نہیں ہے
يَلْوٗنَ	مروڑتے ہیں
اَلْسِنَتَهُمْ	اپنی زبانوں کو (لِسَانٌ ، زبان)
لِتَحْسَبُوْهُ	تاکہ تم اس کو سمجھو (ل، تاکہ، تحسبوا، تم سمجھو، ہ، اس کو)

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

یہودیوں کو اپنے بارے میں یہ خوش فہمی تھی کہ ہم ہی اہل علم و فضل ہیں اور ساری دنیا جاہل ہے ان کا خیال تھا کہ اگر قریش یا دوسرے غیر اہل کتاب کے مال میں خیانت کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور کہتے تھے کہ ہمیں اس کی اجازت اللہ نے دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کی بڑی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا کہ ایک تو جھوٹ بولا جائے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے۔

حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودی کہتے ہیں کہ ''ان پڑھ عربوں کا مال لینا ہمارے لئے جائز ہے اور اس سلسلہ میں ہمارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے دشمنوں نے یہ بات بالکل جھوٹ کہی ہے۔ سوائے امانت کے جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے ہے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں کسی نے کسی کے پاس امانت رکھوائی ہے تو وہ اس کو ادا کرنی ہوگی۔ وہ امانت خواہ کسی پرہیزگار آدمی کی ہو یا کسی گناہ گار فاسق کی۔ ہجرت کے وقت نبی مکرم ﷺ نے کفار مکہ کی امانتیں ان تک پہنچانے کے لئے حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ میں رک جانے کا حکم دیا کہ وہ امانتیں جو کفار نے آپ کے پاس رکھوائی تھیں وہ ادا کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف آ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول کبھی بھی کسی کو خیانت کا حکم نہیں دے سکتے۔ اس سے بڑھ کر اللہ پر اور کیا جھوٹ ہو سکتا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو بددیانتی کی اجازت دی ہے۔ ان آیات میں اللہ نے یہودیوں کی اس گھناؤنی ذہنیت سے پردہ اٹھا کر بتا دیا کہ اہل کتاب میں بعض لوگ انتہائی دیانت دار ہیں لیکن بددیانت بھی ایسے ایسے ہیں کہ ایک دینار لے کر بھی واپس دینے کے روادار نہیں ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک عہد کی پابندی کرنا پسندیدہ فعل ہے اور عہد کی پابندی نہ کرنے والوں کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کسی شخص کے مال کی حفاظت کا ذمہ لے کر اپنی امانت میں لیا جائے اور پھر اس معاہدہ کو توڑ کر امانت میں خیانت کر لی جائے یہ بات اللہ کو پسند نہیں ہے یہ بھی فرمایا گیا کہ جو لوگ دنیا کے معمولی فائدے کی خاطر اللہ سے کئے ہوئے عہد اور آپس کے معاہدات کی پروا نہیں کرتے، طے شدہ معاہدات کو توڑ دیتے ہیں، اس کے خلاف کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کی رحمتوں اور اس کی نظر کرم سے محروم رہیں گے۔ اس کی عام معافی میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ وہ گناہوں کی نجاست گندگی اور آلودگی سے پاک نہ ہو سکیں گے جس کا لازمی نتیجہ جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سے باندھے ہوئے عہد کو توڑنے والوں کا، خیانت کرنے والوں کا اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کی معمولی اور حقیر دولت بٹورنے کا انجام بتا دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ دنیا کی گھٹیا اور ادنیٰ چیزوں کے بدلے اللہ کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں۔ نہ تو آپس کے معاملات کو درست رکھتے ہیں نہ اللہ سے کئے

ہوئے قول وقرار پر قائم رہتے ہیں بلکہ مال و دولت کے لالچ میں اللہ کے احکامات کو تبدیل کرتے ہیں اور آسمانی کتابوں میں تبدیلیاں کرتے ہیں، اللہ کی امانت کو بھی ادا نہیں کرتے۔ جھوٹی قسمیں کھا کر دنیاوی مال ومتاع حاصل کرتے ہیں انہیں نہ تو جنت کی راحتیں نصیب ہوں گی اور نہ آخرت کی عافیت ونجات۔ نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر کرم فرمائیں گے۔ نہ وہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾

۸ ع ۹ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

کسی بشر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کردے اور وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا مقصد ہے جسے تم پڑھتے پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ فرشتوں اور اللہ کے پیغمبروں کو اپنا پروردگار بنالو۔ جب تم ایمان لے آئے ہو کیا وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے گا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

اَنْ يُّؤْتِيَهُ یہ کہ اس کو دیا ہو

كُوْنُوْا	تم ہو جاؤ
عِبَادًالِّيْ	میرے بندے
رَبّٰنِيّٖنَ	اللہ والے
تُعَلِّمُوْنَ	تم سکھاتے ہو
تَدْرُسُوْنَ	تم پڑھتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

سورۂ آل عمران کی آیت ۷۹ سے ۸۰ تک کی تشریح کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیات نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کے یہودیوں کے سلسلہ میں نازل ہوئیں، جب مدینہ کے یہودی اور نجران کے عیسائی جمع ہو کر نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی سچی تعلیم کی طرف متوجہ کیا تو ایک یہودی ابورافع نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اسی طرح پرستش کرنے لگیں جس طرح عیسائی عیسیٰ ابن مریم کی پرستش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں عیسائیوں نے بھی کیں۔

آنحضرت ﷺ کا مختصر جواب یہی تھا۔ اللہ کی پناہ، ہم تو اللہ کی بندگی کے سوا کسی اور کی بندگی اور پرستش کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم غیر اللہ کی پرستش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے کسی بندے کو کتاب و حکمت اور نبوت کی دولت سے سرفراز کر کے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجے۔ وہ نبی بجائے اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کے اپنی ہی بندگی کرانے لگے۔ یہ بات ایک گمراہ انسان تو کر سکتا ہے لیکن اللہ کا ایک نیک نبی اور رسول نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہی بات بتائی ہے کہ انبیاء کرام اللہ کے بھیجے ہوئے انتہائی دیانت دار پیغمبر ہوتے ہیں وہ لوگوں کو اللہ کا بندہ بنانے آتے ہیں خود اپنا بندہ بنانے یا اپنی بندگی کرانے نہیں آتے۔ ان کی زبان سے یہ بات کبھی ادا نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے فرشتوں اور انبیائے کرام کے سامنے جھکو اور ان کی پرستش کرو۔ بلکہ انبیاء کرام لوگوں کو اللہ والا بنانے کے لئے اپنا فرض منصبی ادا فرماتے ہیں۔ آخر میں ایک بات ارشاد فرمائی کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جب تم ایمان کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہو تو کوئی تمہیں کفر کی دعوت دے۔ اللہ کی کتابیں اسی کی تعلیم دیتی ہیں کہ ہر انسان اللہ کا بندہ بن جائے۔ توریت اور انجیل کی آیات خود اس پر گواہ ہیں اس میں کہیں بھی اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا نہیں کہا ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہنا کچھ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ
مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا
كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ ۙ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

یاد کرو جب اللہ نے اپنے پیغمبروں سے وعدہ لیا تھا کہ ہم نے تمہیں جو کتاب وحکمت دی ہے۔ پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اللہ نے اس پر انبیاء سے پوچھا کہ تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ میری طرف سے اس عہد کی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا تم اس پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے عہد پر گواہ ہوں۔ اس عہد کے بعد جو بھی منہ پھیرے گا وہ نافرمان ہوگا۔ یہ لوگ کیا اللہ کے دین کے سوا کسی اور طریقہ زندگی کو تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی سے یا مجبوری سے بہر حال اسی کے حکم کے تابع ہے۔ اور وہ سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

آپ کہہ دیجئے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ ابراہیمؑ واسماعیلؑ اسحاقؑ ویعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ایمان لائے جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اور جو شخص بھی اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص قیامت کے دن سخت ناکام اور نامراد ہوگا۔ جس نے ایمان کی نعمت پا لینے کے بعد پھر کفر کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ ان لوگوں کو ہدایت کیسے دے سکتا ہے حالانکہ وہ خود اس پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنا حال درست کرلیں تو بے شک اللہ ان کی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ اور بلاشبہ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا اور اس پر ان کی موت آ گئی تو ان میں سے اگر کوئی سزا سے بچنے کے لئے روئے زمین کے برابر سونا فدیہ میں دے کر بچنا چاہے گا تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور وہ وہاں کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

لَتُؤْمِنُنَّ	البتہ تم ضرور ایمان لاؤ گے	لَنْ یُّقْبَلَ	ہر گز قبول نہ کیا جائے گا
لَتَنْصُرُنَّ	البتہ تم ضرور مدد کرو گے	لَا یُخَفَّفُ	کمی نہ کی جائے گی
اِصْرِیْ	میرا بوجھ	لَنْ تُقْبَلَ	ہر گز قبول نہ کی جائے گی
یَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں	اَلضَّآلُّوْنَ	گمراہ ہونے والے
طَوْعٌ	خوشی سے	مِلْءُ الْاَرْضِ	زمین بھر
کَرْہٌ	زبردستی	لَوِ افْتَدٰی	اگر وہ بدلہ میں دے
یَبْتَغِ	تلاش کرے گا		

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

پچھلی آیات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اس بات کی تردید کر دی ہے کہ انبیاء کرام اپنا بندہ بنانے نہیں آتے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام لوگوں کو اللہ والا بنانے آتے ہیں۔ ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کوئی

نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کا طریقہ سکھاتا ہے۔ البتہ انبیاء کرام کا یہ حق ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں، ان کے طریقوں کو اپنائیں، ان کے حکم کی پیروی کریں اوران کے ساتھ اعانت کا رویہ اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے وہ سب ایک ہی دین کے مبلغ رہے ایک نے دوسرے کی تردید نہیں بلکہ ہر بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے انبیاء کرام کی تصدیق کی ہے۔ یہ تو ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ انبیاء کرام کی اعانت کرے لیکن خود اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے بھی اس کا عہد لیا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا کوئی نبی آئے تو پہلا نبی بعد میں آنے والے نبی کے متعلق بتائے۔ اوراس کی بھی تاکید اور ہدایت کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کراس کی اعانت وامداد کی جائے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے رہے۔ اورانبیاء کرام کے علاوہ خود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بنی اسرائیل اوراپنی اپنی امتوں کواس بات کی خوشخبری دی کہ ہمارے بعد ایک ایسے نبی آنے والے ہیں جو تمام نبیوں کے سردار ہوں گے یہ بشارتیں آج بھی ان آسمانی کتابوں میں موجود ہیں جن میں انبیاء کرام نے اپنے ماننے والوں کواس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ ان آخری نبی پر ایمان لے آئیں جو بڑی عظمتوں والے ہیں اوران کے ساتھ امداد واعانت کریں۔

وہ یہودی اور عیسائی ان خوشخبریوں کا مصداق نبی مکرم ﷺ کو جانتے تھے مگر بغض وعناد کی وجہ سے کھل کراس کا اعتراف نہیں کرتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کواس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی ضد چھوڑ کر محض اللہ کی رضا کے لئے حضرت موسیٰؑ، وحضرت عیسیٰؑ کی وصیتوں پر عمل کریں اسی میں ان کی نجات ہے۔ ان آیات ہی سے حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔ کیونکہ اور انبیاء کرام کی طرح اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی یا رسول آنے والا ہوتا تو آپ اس کے لئے تاکید فرماتے۔ اس کی نشانیاں بتاتے۔ اس کے برخلاف آپ نے فرمایا کہ لوگو!

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے کوئی رسول نہیں ہے۔ اللہ نے میرے اوپر دین کو بھی مکمل کر دیا ہے اور نبوت کو بھی۔ نبی مکرم ﷺ نبی آخر الزماں خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی رسول آ ہی نہیں سکتا۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس کے ماننے والوں کواس سے توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ اللہ کے عذاب سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۲

جب تک تم اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے اس وقت تک تم سچی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۲

لَنْ تَنَالُوْا	تم ہرگز نہ پہنچو گے	حَتّٰى تُنْفِقُوْا	جب تک تم خرچ نہ کرو گے
اَلْبِرُّ	سچی نیکی	تُحِبُّوْنَ	تم محبت کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۹۲

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور اہل کتاب کو اس بات کی طرف آمادہ کیا ہے کہ سچی اور حقیقی نیکی حاصل کرنے کے لئے جب تک اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز کو اللہ کی محبت و رضا کی خاطر نہ چھوڑ دیا جائے اس وقت تک وہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اہل کتاب کو خطاب تو اس معنی میں ہے کہ دنیاوی لالچ نے ان کو اس بات سے روک رکھا تھا کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائیں ورنہ تمام تر نشانیوں سے وہ اچھی طرح پہچان چکے تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ آخری نبی اور رسول ہیں جن کا اہل کتاب کو شدت سے انتظار تھا۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ مال و دولت اور جاہ و منصب کے لالچ کو چھوڑ کر جب تک ایک شخص اللہ کا فرماں بردار نہ بن جائے اس وقت تک کسی کو سچی نیکی نصیب نہیں ہو سکتی۔

اہل ایمان کو یہ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے کہ تم جب تک اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز کو اللہ کی راہ میں قربان نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہؓ نے اپنے دلوں کا جائزہ لینا شروع کیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے اس آیت کی تعمیل میں آگے بڑھنے کی تمنا شروع کر دی۔ حضرت ابو طلحہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ وہ باغ پسند ہے جو مسجد نبوی ﷺ کے سامنے ہے جس کے کنوئیں کا میٹھا پانی آپ کو بھی بہت پسند ہے۔ میں اس امید پر کہ اللہ مجھے اپنی رحمتوں کے لئے خاص فرمالے یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت عمرؓ حاضر ہوئے عرض کیا مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند خیبر کی زرخیز زمین ہے میں اس آیت کی تعمیل میں اس زمین کو اللہ کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اصل زمین کو اپنے پاس رکھو مگر اس کی پیداوار کو اللہ کے لئے وقف کر دو۔ یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک محبوب ترین چیز صرف اللہ و رسول کے حکم کی تعمیل تھی اور وہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ ہمیں نیکیوں اور پرہیزگاری کے کاموں میں آگے بڑھنے کا موقع ہاتھ لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہی جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ

اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ
حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ
اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ
الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ
شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا
مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾
وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ
وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں۔ سوائے ان چند چیزوں کے جو

توریت نازل ہونے سے پہلے یعقوبؑ نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔ آپ کہہ دیجئے توریت لے کر آؤ اگر تم سچے ہو۔ اسے پڑھو۔ اس کے بعد جو شخص بھی اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے وہ ظالموں میں سے ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ بات ارشاد فرمادی ہے۔ تم سیدھی راہ پر قائم رہتے ہوئے دین ابراہیم کی پیروی کرو۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

بے شک سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے سب کے لئے برکت والا۔ سارے جہان کے لئے رہنما۔ جس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ جو بھی اس مبارک گھر میں داخل ہو گیا اس نے امن پالیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ اس کا حج کرے۔ اور جو شخص اس سے انکار کرے گا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ بلا شک وشبہ اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

آپ کہہ دیجئے۔ اے اہل کتاب تم ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں ان میں کجی نکال کر راہ حق سے کیوں روکتے ہو۔ حالانکہ تم اس کے گواہ ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اے ایمان والو! اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت کی بات مان لی تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف لے جائیں گے۔ اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو جب کہ تمہارے اوپر اللہ کی آیات کی تلاوت کی جارہی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے۔ جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لے گا وہ ضرور سیدھی راہ حاصل کرلے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

اَلطَّعَامُ	کھانا	غَنِیٌّ	بے نیاز، بے پرواہ
فَأْتُوْا	پھر تم لے آؤ	تَصُدُّوْنَ	تم روکتے ہو
مَنِ افْتَرٰی	جس نے گھڑا، جو کوئی تہمت لگائے	عِوَجٌ	ٹیڑھ پن
صَدَقَ اللّٰهُ	اللہ نے سچ فرمایا	تُتْلٰی	تلاوت کی گئی
اَوَّلَ بَیْتٍ	پہلا گھر	یَعْتَصِمُ	مضبوط پکڑ لیتا ہے
وُضِعَ	بنایا گیا۔ تجویز کیا گیا	هُدِیَ	ہدایت دی گئی
مَنِ اسْتَطَاعَ	جس کو طاقت ہے، جو استطاعت رکھتا ہے		

تشریح: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

عیسائیوں اور یہودیوں کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ وہ اس بات کے بھی مدعی تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصل مذہب سینہ بہ سینہ ان تک ہی پہنچا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا ہر اعتبار سے ثابت کر دیا تو یہودیوں نے آپ پر دو اعتراضات کئے۔ پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ اے محمد (ﷺ) جب آپ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ تمام سابقہ انبیاء کرام اور ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں تو پھر آپ ان چیزوں کو کیسے حلال سمجھتے ہیں جو تمام انبیاء اور حضرت ابراہیم پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت، اور اس کا دودھ پینا۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ تمام انبیاء کرام کے نزدیک بیت المقدس ہی سب سے زیادہ قابل احترام قبلہ رہا ہے وہ ہمیشہ اسی پر قائم رہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے۔ ان دونوں اعتراضات کا جواب ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہے کہ جتنی وہ چیزیں جو حلال ہیں اور مومنین کھاتے ہیں وہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں قطعاً حلال تھیں اور توریت کے نازل ہونے کے وقت تک حلال ہی رہیں البتہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا کی گئی تو اس میں خاص طور سے بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کر دی گئی تھیں رہا اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کا مسئلہ تو وہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے (جن کا لقب مبارک اسرائیل تھا) اپنی شریعت کے مطابق ان کے استعمال نہ کرنے کی منت مان لی تھی۔ ان کی اتباع کرتے ہوئے ان کی اولاد نے بھی اونٹ کا گوشت اور دودھ کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ دونوں چیزیں اس لئے چھوڑ دی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک سخت بیماری لاحق ہوگئی تھی آپ نے اللہ سے یہ منت مان لی کہ اگر مجھے اس بیماری سے نجات مل گئی تو میں اپنی محبوب ترین چیز اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ پینا چھوڑ دوں گا چنانچہ مکمل صحت حاصل ہونے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوبؑ پر حرام نہ کی تھیں۔ فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر اب بھی یہ لوگ اس میں کوئی شک وشبہ کرتے ہیں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم شریعت کی بات کرتے ہو اور ان چیزوں کے حرام ہونے کا کوئی ثبوت رکھتے ہو تو توریت لاؤ اس کو پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ توریت میں کس جگہ یہ لکھا ہے کہ یہ انبیاء کی سنت ہے اور ان چیزوں کا استعمال حرام ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات تو بہت بعد میں تعمیر ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا افضل واشرف گھر جو تمام انسانوں کے لئے مرکز عبادت مقرر کیا گیا ہے وہ یہی ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اس سرزمین پر تشریف لائے تو تنہائی اور وحشت سے گھبرا کر عرض کیا، الٰہی اپنی عبادت

کے لئے کوئی جگہ بتادیجئے۔ حضرت جبرئیل نے اسی طرف ان کی رہنمائی کی جہاں آج خانہ کعبہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے اس جگہ کو پتھروں سے گھیر کر ایک مکان نما بنادیا۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد کے لئے یہی عبادت کا قبلہ رہا۔ طوفان نوح میں سب کچھ بہہ گیا تو بیت اللہ کی عمارت بھی منہدم ہوگئی۔ مگر اللہ کی قدرت کاملہ سے وہاں ایک جگہ سرخ ٹیلہ کی حیثیت نمایاں رہی اور اس کی عظمت وعزت ہر شخص کے دل میں قائم رہی۔ جب اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس گھر کی دوبارہ تعمیر کی تو ایک مرتبہ پھر یہ مرکز عبادت بن گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے چالیس سال بعد حضرت اسحاقؑ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور کئی سو سال گذرنے کے بعد حضرت داؤد وسلیمانؑ کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔ اس حقیقت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابتدائے کائنات ہی سے بیت اللہ مرکز عبادت رہا ہے۔ لہٰذا اگر آج نبی مکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنالیا ہے تو اس میں اعتراض کی آخر کون سی وجہ ہے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ ارشاد فرمایا کہ اے اہل کتاب جب تمہارے سامنے سچائی واضح ہو چکی ہے، تمہارے دل بھی اس بات پر گواہ ہیں تو پھر تم بجائے خود راہ راست پر آنے کے دوسروں کو بھی اسلام کی سچائیوں سے روکنے کی ناکام کوشش کیوں کرتے ہو۔ تمہاری ایک ایک بات سے اللہ واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کردیا ہے کہ جب تمہارے اوپر قرآن کریم نازل کیا جارہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ بھی تمہارے درمیان موجود ہیں تمہیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ وہ اہل کتاب تمہیں گمراہیوں کے راستے پر ڈالنے سے باز نہ رہیں گے۔ یہ اللہ کے دین کا سیدھا، سچا اور صاف راستہ ہے اسی پر چل کر تمہیں دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں نصیب ہو سکتی ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟ ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُن

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ
فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

ع ۱۱ ۸ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہاری موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی۔ اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست حاصل کرسکو۔ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کھلی نشانیاں آ جانے کے بعد باہم اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا ہو گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب مقرر ہے۔ وہ دن جب کہ کچھ لوگ

سرخ رو ہوں گے اور کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ ایمان کی نعمت حاصل ہونے کے بعد بھی تم نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا تھا۔ اب تم کفران نعمت کا مزہ چکھو۔ وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم ٹھیک ٹھیک آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ اور اللہ اپنی مخلوق پر ظلم وستم نہیں چاہتا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ کے لئے ہے اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

حَقَّ تُقٰتِہٖ	اس سے ڈرنے کا حق ادا کر کے
اِعْتَصِمُوْا	تم مضبوط تھام لو
بِحَبْلِ اللّٰہِ	اللہ کی رسی، یعنی اللہ کے دین کو (مضبوط تھام لو)
جَمِيْعٌ	سب کے سب اکٹھے ہو کر
لَاتَفَرَّقُوْا	تم جدا جدا نہ ہو
اَعْدَاءٌ	آپس میں دشمن
اَلَّفَ	اس نے محبت ڈال دی
اَصْبَحْتُمْ	تم ہو گئے
اِخْوَانٌ	بھائی بھائی
شَفَاءٌ	کنارہ
حُفْرَةٌ	گڑھا
اَنْقَذَ	اس نے بچا لیا
وَلْتَكُنْ	ہونی چاہیے
اُمَّةٌ	ایک جماعت
يَدْعُوْنَ	بلاتے ہیں، دعوت دیتے ہیں

بِالْمَعْرُوْفِ	نیکی کے ساتھ
يَنْهَوْنَ	وہ روکتے ہیں
اَلْمُنْكَرُ	برائی غلط راستہ
تَبْيَضُّ	سفید، چمک دار
وُجُوْهٌ	چہرے (وَجْهٌ کی جمع ہے)
تَسْوَدُّ	سیاہ
اَكَفَرْتُمْ	کیا تم نے کفر کیا؟
ذُوْقُوْا	تم چکھو
اِبْيَضَّتْ	سفید، چمک دار ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اللہ سے اس طرح ڈرو کہ اس کے ڈرنے کا حق ادا ہو جائے پھر تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دراصل تقوی اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ تقوی و پرہیز گاری کے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اے اہل ایمان تمہارے تقوی اور پرہیز گاری کا انجام یہ ہونا چاہیے کہ تمہاری موت صرف دین اسلام کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے آئے۔ آگے دوسری آیت میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت کو قائم کرنے کا ایک زریں اصول بتایا گیا ہے کہ تقوی کے ساتھ ساتھ اپنی اجتماعی زندگی کی قوت بھی ناقابل تسخیر بنائی جائے۔ یہی اتحاد و اتفاق امت مسلمہ کی زندگی کے تمام سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی مسائل کے حل میں کامیاب کر سکتا ہے۔ قرآن کریم جہاں اس دنیا کی کامیابی کا ضامن ہے وہیں وہ آخرت کی فلاح و کامیابی کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ کی اس رسی کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں ان کی اجتماعی نجات ہے۔ اگر انتشار کا راستہ اختیار کیا گیا تو پھر مسلمان دور جہالت کی طرف لوٹ جائیں گے جس میں عرب والے مبتلا تھے۔ قبائل کی باہمی دشمنیاں، ذرا ذرا سی باتوں پر خون خرابہ، جنگ، جدال، قتل، غارت گری، مار دھاڑ پھر اوپر سے کفر و شرک اور بت پرستی کی گندگیاں، عقائد میں خرابیاں پورا عرب اسی ایک آگ میں جل رہا تھا۔ اس آگ کے گڑھوں کے کنارے سے بچا کر لانے والا یہ اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ یہی وہ نعمت ہے جس نے ان کو باہمی عداوت کی آگ میں جلنے سے بچا لیا اور اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ تیسری بات یہ ارشاد

فرمائی کہ ایک انسان اپنی انفرادی زندگی میں تو اللہ کا خوف یعنی تقویٰ اختیار کرے اور اپنی اجتماعی زندگی میں اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم رکھے۔ لیکن انفرادی، اور اجتماعی، قومی اور ملی صلاح و فلاح اور اتحاد و اتفاق اور اسلامی محبت کے رشتوں کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اہل ایمان میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جس کا کام ہی لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانا اور برائیوں سے روکنا اور ایمان پر قائم رکھنے کی کوششیں کرنا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک خاص قسم کا نکھار پیدا ہوگا اور ایسا معاشرہ کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکے گا۔ آخر میں اللہ نے یہ بات بتا دی کہ قیامت کے دن بھی وہی کامیاب ہوں گے جن کے اعمال بہتر ہوں گے ورنہ ان کے چہروں پر ایسی پھٹکار ہوگی کہ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی راہ مستقیم چھوڑ کر گمراہی کے راستوں کو اختیار کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے میدان عمل میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا

حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر یہ اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو ایمان والے ہیں لیکن ان میں سے اکثر فاسق و فاجر ہیں۔ یہ لوگ تمہارا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتے البتہ وہ تمہیں ستا سکتے ہیں۔ اگر یہ تم سے قتال کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔ پھر وہ کسی طرف سے مدد نہیں کئے جائیں گے۔ یہ جہاں بھی پائے جائیں گے

ان پر ذلت و رسوائی چھائی رہے گی۔ کہیں اللہ کے ذمے یا انسانوں کے سہارے پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ یہ اللہ کے عذاب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔ اور نافرمانیاں کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

خَیْرُ اُمَّةٍ	بہترین جماعت
اُخْرِجَتْ	نکالی گئی ہے
لَنْ یَّضُرُّوْا	وہ ہرگز نقصان نہ پہنچائیں گے، وہ ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے
اَذًی	تکلیف، اذیت (زبانی تکلیفیں پہنچائیں گے)
یُوَلُّوْا	وہ پلٹ جائیں
اَلْاَدْبَارُ	(دُبُرٌ کی جمع) پیٹھ
لَایُنْصَرُوْنَ	مدد نہ کیے جائیں گے
ضُرِبَتْ	ماردی گئی، مسلط کردی گئی
اَلذِّلَّةُ	ذلت، رسوائی
ثُقِفُوْا	وہ پائے گئے
اَلْمَسْکَنَةُ	محتاجی
کَانُوْیَعْتَدُوْنَ	وہ حد سے بڑھتے تھے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

گذشتہ آیات میں مومنوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے، تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی کو اختیار کرنے، اچھائیاں پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی امت کی بڑائی اور عظمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ اے مومنو! تم یقیناً ایک بہترین امت ہو، تمام کائنات کے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے تمہیں میدان عمل میں لایا گیا ہے۔ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہونا چاہیے کہ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ کی ذات و صفات پر کامل یقین رکھتے ہو۔ یہ تمہاری ایک ایسی خصوصیت ہے جو تمہیں اور امتوں سے ممتاز کر دیتی ہے اور یہ سب عظمتیں تمہیں نبی مکرم ﷺ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام اور تمام مخلوق کے سردار ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی تمام قوموں اور امتوں سے افضل و برتر ہے لیکن اس امت کی خصوصیت اور عظمت اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ اپنے معاشرہ میں اچھائیوں کو قائم کرنے اور برائیوں کو روکنے اور ایمان باللہ کی عظمتوں کو قائم کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو لگاتے ہیں۔ اگر وہ اس عظمت کے معیار کو کھو دیں گے تو یقیناً وہ اپنی ایک بہت اہم خصوصیت سے محروم رہ جائیں گے۔ جس سے ان کا معاشرہ بکھر جائے گا۔ فرمایا گیا کہ اگر یہ اہل کتاب بھی اسی طرح ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا مسلمانوں کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کریں یہودی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ ان کے کردار میں وہ عظمتیں نہیں ہیں کہ وہ سچائی کا مقابلہ کر سکیں ان کے لئے ذلت و خواری ایک طے شدہ بات ہے۔ اور یہ سب کچھ ان کا اپنے ہاتھوں کا کیا ہوا ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

اہل کتاب میں سے سب ہی ایک جیسے نہیں ہیں۔ کچھ لوگ تو وہ ہیں جو سیدھی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور بھلی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکو کاروں میں سے ہیں۔ وہ جو بھی نیک کام کریں گے اس سے ہرگز محروم نہ کئے جائیں گے۔ اللہ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے تو ان کے مال اور اولاد اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ یہی لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ جو کچھ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال تو اس ہوا جیسی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچ جائے جنہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ہوا اس کو برباد کر کے رکھ دے۔ اللہ نے ان پر ظلم اور زیادتی نہیں کی بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

لَيْسُوْا	نہیں ہیں (لَيْسَ واحد ہے)
اُمَّةٌ قَائِمَةٌ	سیدھی راہ پر قائم
اٰنَاءُ اللَّيْلِ	رات کے اوقات

يُسَارِعُوْنَ	وہ دوڑتے ہیں
اَلْخَيْرَاتُ	نیک اور بھلے کام
لَنْ يُّكْفَرُوْهُ	ہرگز وہ محروم نہ کیئے جائیں گے
صِرٌّ	پالا، سخت ٹھنڈی یا تیز آواز

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

اہل کتاب میں بے شک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے احکامات کی نافرمانیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی یہی وجہ ہے کہ ان پر ہمیشہ اللہ کا غضب ہی نازل ہوتا رہا لیکن ان میں کچھ لوگ جیسے عبداللہ ابن سلام، ان کے بھائی، عیسائیوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی، اس کے ارکان دولت، نجران کے بعض عیسائی اور حبش وروم کے بعض عیسائی اب بھی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی۔ آپ کے لائے ہوئے احکامات کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا۔ یقیناً اللہ کے ہاں ان کا ایک بڑا عظیم اجر وثواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے شک اہل کتاب میں اکثریت برے لوگوں کی ہے مگر ان ہی میں وہ سعادت مند لوگ بھی ہیں جو حق وصداقت کو قبول کر کے راہ مستقیم پر قائم ہو گئے۔ وہ دین اسلام کے ذوق وشوق میں اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے میٹھی نیند اور آرام وہ بستر چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ عاجزی سے سجدے کرتے اور جبین نیاز کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکاتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ، یوم آخرت اور اللہ کی ذات پر بھر پور یقین رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھلائی سکھانے اور برائیوں کو روکنے میں اپنی طاقتیں خرچ کرتے ہیں۔ ان کو جب کسی نیک کام کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ دوڑ کر دوسروں سے آگے نکل جانا چاہتے ہیں یہ کامیاب وبامراد ہیں۔ اس کے برخلاف کفر کا راستہ اختیار کرنے والے اپنے لئے جہنم کی آگ جمع کر رہے ہیں۔ فرمایا گیا کہ ایسے لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اللہ ان پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ

تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ؕ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ؕ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

اے ایمان والو! اپنوں کے سوا دوسروں کو اپنا گہرا جگری دوست نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ جس چیز سے تمہیں اذیت اور نقصان پہنچے وہ بات ان کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے۔ ان کا بغض وعناد ان کے منہ سے ظاہر ہے۔ اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لئے صاف صاف نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں اگر تم عقل وفکر سے کام لینے والے ہو۔ سنو! تم تو ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم تو ایمان لے آئے۔ اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے غیض وغضب کی آگ میں جل مرو۔ اللہ دلوں کی باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو یہ ان کو سخت دکھ پہنچاتی ہے۔ اور اگر وہ تمہیں کسی بری حالت میں مبتلا دیکھتے ہیں تو اس سے خوش ہوتے ہیں اگر تم صبر وتقویٰ اختیار کئے رہے تو تمہیں ان کی چالیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
بِطَانَةٌ	راز دار
مِنْ دُوْنِكُمْ	اپنوں کے علاوہ
لَايَاْلُوْنَ	وہ کمی نہ کریں گے
خَبَالٌ	برائی، بربادی
وَدُّوْا	وہ پسند کرتے ہیں
عَنِتُّمْ	جو تمہیں بھاری ہے، جو کچھ تم پر سختی ہے
بَدَتْ	ظاہر ہو گیا، ظاہر ہو پڑتا ہے
اَلْبَغْضَاءُ	دشمنیاں
اَفْوَاهٌ	منہ (فوہ، منہ)
مَاتُخْفِىْ	جو کچھ چھپاتا ہے
اَكْبَرُ	بہت زیادہ ہے
عَضُّوْا	انہوں نے کاٹا (وہ کاٹتے ہیں)
اَلْاَنَامِلُ	انگلیاں
اَلْغَيْظُ	غصہ
مُوْتُوْا	تم مرجاؤ
ذَاتُ الصُّدُوْرِ	دلوں والا (وہ دلوں کا حال جانتا ہے)
اِنْ تَمْسَسْكُمْ	اگر تمہیں پہنچے
تَسُوْءُ	برا معلوم ہوتا ہے برا لگتا ہے
سَيِّئَةٌ	برائی، تکلیف
يَفْرَحُوْا	وہ خوش ہوتے ہیں

لَا يَضُرُّكُمْ	وہ تمہیں نقصان نہ پہنچائیں گے
كَيْدٌ	فریب

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان ہی کے ساتھ نہیں بلکہ ہر انسان کے ساتھ ہمدردی، مروت، عہد کی پابندی اور اچھے اخلاق کا معاملہ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ مسلمانوں کی اپنی تنظیم اور ان کے محض شعائر کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دین اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد تک رکھے جائیں کیونکہ اس سے فرد اور ملت دونوں کے لئے شدید نقصانات کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے کافر سے محض تعلقات کی بناء پر راز کی باتیں بتادے گا تو کفار مسلمانوں کی بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ خواہ وہ یہودی ہوں یا نصاریٰ یا منافق یہ سب کے سب مسلمانوں اور ان کے مفادات کے سخت دشمن ہیں۔ یہودیوں کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے پہلے جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائیگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہودیوں کی دوستی پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمان انہیں بعض رازدارانہ باتیں بھی بتادیا کرتے تھے۔ منافقین کے بارے میں یہ دشواری تھی کہ وہ مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے اور عام مسلمان ان کو مسلمان ہی سمجھتے تھے اس لئے ان سے احتیاط نہ برتتے ہوئے راز کی باتیں بتادیا کرتے تھے ان آیات میں ان ہی لوگوں سے ہوشیار رہنے کے لئے فرمایا گیا کہ اگر تم نے ان یہودیوں اور منافقوں پر اعتماد کر کے ان کو رازدار بنالیا تو وہ تمہاری اور اسلام کی دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ لہٰذا ان کو کسی طرح اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہارے بدخواہ ہیں وہ تمہیں کسی اچھی حالت میں دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے اور اگر تم نے صبر و تقویٰ اختیار کیا تو ان کی چالیں بیکار ہو کر رہ جائیں گی کیونکہ اللہ ان پر ہر طرح غالب ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ

أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ
أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
مُنْزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ
هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾
وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا
النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ
الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ
الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

اے نبی ﷺ! وہ وقت یاد کیجئے، جب آپ صبح سویرے اپنے گھر سے نکل کر (میدان احد میں) مسلمانوں کو مورچوں پر بٹھا رہے تھے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یاد کرو جب تم میں سے دو جماعتیں بزدلی دکھانے پر آمادہ تھیں، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا۔ اور مومنوں کو ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے جس نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ وہ وقت یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ کیوں نہیں، بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جس وقت وہ تم پر چڑھ

دوڑیں گے تو اسی وقت تمہارا پروردگار (تین ہزار سے) پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ جو نشان لگے ہوئے ہوں گے ان سے مدد کرے گا۔ اور یہ اللہ نے اس لئے کیا کہ تم خوش ہو جاؤ تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ ورنہ نصرت و مدد تو بس اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست حکمت والا ہے (اور یہ نصرت و مدد اس لئے تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں میں سے ایک جماعت کو یا تو ہلاک کر دے یا انہیں ذلیل و خوار کر دے تا کہ وہ ناکام ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ اے نبی ﷺ! آپ کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو انہیں معاف کر دے یا سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب چیزوں کا مالک ہے جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

غَدَوْتَ	تو صبح کے وقت نکلا
اَھْلِکَ	تیرے گھر والے
تُبَوِّئُ	تو جگہ پر (مورچوں پر) بٹھا رہا تھا
مَقَاعِدُ لِلْقِتَالِ	لڑائی کے ٹھکانے (مورچے)
ھَمَّتْ	ارادہ کیا
طَائِفَتَیْنِ	دونوں جماعتیں
تَفْشَلَا	وہ دونوں بزدلی دکھائیں
وَلِیُّھُمَا	اللہ ان دونوں کا دوست ہے
فَلْیَتَوَکَّلْ	پھر بھروسہ کرنا چاہیے
اَذِلَّۃٌ	کمزور، خوار
اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ	کیا تمہیں کافی نہیں ہوگا

اَنْ يُّمِدَّكُمْ	یہ کہ تمہاری مدد کی جائے
ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ	تین ہزار
مُنْزَلِيْنَ	اترنے والے
خَمْسَةُ اٰلَافٍ	پانچ ہزار
مُسَوِّمِيْنَ	نشان لگے ہوئے (پلے ہوئے)
بُشْرٰى	خوش خبری
لِتَطْمَئِنَّ	تاکہ تمہیں اطمینان ہو
يَقْطَعُ	تاکہ کٹ جائے
يَكْبِتُ	ذلیل کر دیتا ہے
يَنْقَلِبُوْا	وہ پلٹ جائیں
خَآئِبِيْنَ	ذلیل (ہوکر)
مِنَ الْاَمْرِ	اختیار سے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اگر تم صبر تقویٰ اختیار کرو گے تو کفار کی تمام فریب کاریاں اور چالاکیاں تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ لیکن اگر تم نے صبر و تقویٰ میں ذرا بھی کوتاہی کی تو یقیناً کفار کی چالیں تمہیں نقصان پہنچا دیں گی۔ اس کے لئے بطور مثال فرمایا گیا کہ دیکھو کچھ زیادہ دور کی بات نہیں ہے غزوۂ احد اور غزوۂ بدر کے واقعات اس حقیقت پر گواہ ہیں۔ غزوۂ بدر جہاں کفار کی بڑی تعداد تھی اور مسلمان بے سروسامان تھے وہاں صبر کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلے آ گئے لیکن غزوۂ احد میں ظاہری شکست کے اسباب یہ ہیں کہ وہاں چند لوگوں میں صبر و تقویٰ میں ذرا کمی آئی تو تمہیں دشمنان اسلام کے ہاتھوں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر صبر سے کام لیا جاتا اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی پوری طرح پابندی کی جاتی تو یقیناً غزوۂ احد میں اتنے زبردست نقصانات نہ اٹھانا پڑتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ
وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ
یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا
اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ یَّغْفِرُ
الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۙ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ
یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ
جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ
الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا
بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کر کے نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔ اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنے پروردگار کی رحمت و مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا پھیلاؤ زمین و آسمانوں پر وسیع ہے۔ جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو تنگی اور خوش حالی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو ضبط کر کے پی جانے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ جن کا یہ حال ہے کہ جب کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا اپنے ہی حق میں کوئی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اور دیکھتے بھالتے وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کا کیا اچھا بدلہ ہے۔ تم سے پہلے بہت سے دور گذر چکے ہیں زمین میں چل پھر کر دیکھو، جنہوں نے اللہ کے احکامات کو جھٹلایا ان کا انجام کیا ہوا۔ یہ ایک اعلان ہے جو تم لوگوں کے لئے ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

اَضْعَافاً	دوگنا
مُضَاعَفَةً	دوگنے سے بھی زیادہ
سَارِعُوْا	تم دوڑو
عَرْضُهَا	اس کا پھیلاؤ
اَلسَّرَّآءُ	خوشی، راحت
اَلضَّرَّآءُ	تکالیف، پریشانیاں
اَلْكَاظِمِيْنَ	برداشت کرنے والے، پی جانے والے
اَلْعَافِيْنَ	معاف کر دینے والے

فَاحِشَةٌ	بے حیائی
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اپنے نفسوں پر ظلم وزیادتی کی
لَمْ يُصِرُّوْا	ضد نہیں کرتے
عَلٰى مَا فَعَلُوْا	اس پر جو انہوں نے کیا
نِعْمَ	بہترین
اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ	کام کرنے والوں کا بدلہ
سُنَنٌ	طریقے
سِيْرُوْا	تم چلو پھرو
عَاقِبَةٌ	انجام
بَيَانٌ	وضاحت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

گذشتہ آیات میں اللہ نے فرمایا تھا کہ صبر وتقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جب بھی صبر و تقویٰ کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ہو جائیں گے۔ ان آیات میں پہلی بات تو یہ فرمائی گئی ہے کہ صبر وتقویٰ کیا ہے اور صابر و متقی کون لوگ ہیں اور ان کے کیا کیا اوصاف ہیں۔ دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جو تقویٰ اور پرہیز گاری کے ماحول کو تباہ کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ کسی معاشرہ کی تباہی کا سب سے پہلا بڑا سبب سودی کاروبار ہے۔ جب تک اس سے نجات حاصل نہیں کی جائے گی اس وقت تک تقویٰ اور پرہیز گاری کی فضا قائم ہونا مشکل ہے کیونکہ حلال روزی تقویٰ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ جو شخص سود کھانے والا ہو گا اس میں صبر وتقویٰ کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی اس لئے فرمایا گیا کہ صبر وتقویٰ کے لئے بنیاد ترک سود ہے۔ اور سود بھی وہ جو کہ سارے معاشرے اور مجبور لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ یوں تو سود کا کچھ بھی نام رکھ لیا جائے، اس کی کوئی بھی شکل ہو چند در چند ہو یا نہ ہو۔ مہاجن کا سود ہو یا بینک کا سود بہر حال مطلقاً حرام ہے۔ لیکن وہ سود جو چند در چند ہو وہ تو انسانی نقطہ نظر سے بھی انتہائی ذلیل چیز ہے جس سے بچنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ یہودیوں کی ذلیل اور گھٹیا ذہنیت کا ایک بنیادی سبب سود خوری بھی ہے لہٰذا اہل ایمان کو اس سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر کرنا چاہئے۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ ہر صاحب ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کی مکمل پیروی کرنا چاہیے اسی میں آخرت کی وہ کامیابی ہے جو اس کے لئے جنت کی ابدی راحتوں کی شکل میں اسے عطا کی جائے گی۔ اصل دین یہ نہیں ہے کہ سود در سود کے چکر میں پھنسا رہے بلکہ اپنے سے کمزوروں پر رحم کرنے کے لئے دن رات اپنی دولت کو نچھاور کرتا رہے خواہ حالات کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا

گیا کہ غصہ کو پی جانے والے دوسروں کی خطائیں معاف کر دینے والے کوئی خطا ہو جائے تو اس پر ندامت کا اظہار کرنے والے اللہ کو بہت پسند ہیں اور یہی کامیاب اور بامراد لوگ ہیں۔

وَلَا تَهِنُوا

وَلَا تَحْزَنُوا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾

١٤ ع ١٤ ٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

اگر تم مومن ہو تو نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی سر بلند رہو گے۔ اس وقت اگر تمہیں کوئی زخم پہنچا ہے تو (رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ) ان کو بھی (بدر میں) ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان ہم تو دنوں کو اسی طرح گھماتے اور الٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ تمہارے اوپر یہ وقت اس لئے لایا گیا تا کہ تم میں سے پرکھ لیا جائے کہ ایمان میں (پختہ) کون ہے؟ وہ اللہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مقام نصیب ہو جائے۔ اللہ ظالموں کو بہر حال پسند نہیں کرتا۔ تا کہ اللہ ایمان والوں کا میل کچیل صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔ شاید تم اس گمان میں ہو کہ جنت میں یونہی داخل کر دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان

بھی نہیں لیا ہے اور نہ ہی صبر کرنے والوں کی جانچ کی ہے۔اور تم تو موت کی تمنائیں کیا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب موت تمہارے سامنے نہ تھی۔لو اب وہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تم نے کھلی آنکھوں سے اس کو دیکھ لیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

لَاتَهِنُوْا	تم سست نہ ہو
لَا تَحْزَنُوْا	تم رنجیدہ نہ ہو
اَلْاَعْلَوْنَ	بلند (رہو گے)
اِنْ يَّمْسَسْكُمْ	اگر تمہیں پہنچا ہے
قَرْحٌ	زخم
مَسَّ الْقَوْمَ	پہنچا ایک قوم کو
نُدَاوِلُ	ہم گھماتے رہتے ہیں
لِيُمَحِّصَ	تا کہ وہ نکھار دے
يَمْحَقُ	وہ مٹاتا ہے
اَمْ حَسِبْتُمْ	کیا تم سمجھ بیٹھے
اَنْ تَلْقَوْهُ	یہ کہ تم اس سے ملو
رَاَيْتُمُوْهُ	تم نے اس کو دیکھ لیا

تشریح: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

ان آیتوں میں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ انبیاء کی سنت اور ان کے ماننے والوں کا طریقہ ہی یہ ہے کہ جب ان پر مشکل حالات آتے ہیں تو وہ ہمت نہیں ہارتے بلکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تم ہمت نہ ہارو اور نہ تم سستی کرو۔ آج اگر غزوۂ احد میں تمہیں ظاہری شکست ہوئی ہے تو غزوۂ بدر میں تم بھی تو کفار کو بڑے صدمے پہنچا چکے ہو۔ یہ تو زمانہ کا الٹ پھیر ہے۔ ایسا تو ہماری قدرت کا ایک انداز ہے۔ زمانہ کے حالات کو ہم اسی طرح الٹتے پلٹتے رہتے ہیں یہ اور اس طرح کے حالات تو تمہارے ایمان اور کردار کی بہترین جانچ اور پرکھ کا ذریعہ ہیں۔اور اللہ یہی چاہتا ہے کہ

حالات کے الٹ پھیر سے تمہارے ایمان کو پرکھتا رہے۔ تمہارے اندرونی میل کچیل کو دور کرتا رہے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ تم اس گمان میں نہ رہنا کہ جنت اور اس کی راحتیں یونہی بیٹھے بٹھائے مل جائیں گی بلکہ اس کے لئے عظیم قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ ان حالات میں جانچ کی جاتی ہے۔

بہر حال اللہ پر نظر رکھو۔ موت سے آنکھیں ملانے کی اہلیت پیدا کرو۔ بالآخر کامیابی اور غلبہ تمہارا ہی ہے۔ اللہ ظالموں کے غلبہ کو مٹا کر ایک دن تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

اور محمد (ﷺ) تو اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو الٹے پاؤں پھر جائے گا اللہ کا وہ کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گذاروں کو ان کا بدلہ عطا کرے گا۔ اور کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر مر نہیں سکتا۔ سب کے لئے ایک مدت مقرر ہے۔ اور جو دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو آخرت کا نفع چاہتا ہے تو اسے ہم آخرت کا حصہ دیں گے۔ اور عنقریب ہم شکر گذاروں کو ان کا بدلہ دیں گے۔ اور کتنے ہی نبی گذر چکے ہیں ان کے ساتھ مل کر اللہ والے لڑے ہیں۔ جو کچھ انہیں اللہ کی راہ میں پیش آیا نہ انہوں نے ہمت ہاری اور نہ وہ کسی سے دب کر رہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اور جن کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہماری زیادتیوں کو معاف فرمادے۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہمیں کافروں پر غلبہ نصیب فرما۔ اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور اس سے بہتر آخرت میں عطا کرے گا۔ اور اللہ نیکیاں کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

اَفَاِنْ — پھر اگر

مَاتَ — مر گیا (مر جاتا)

اِنْقَلَبْتُمْ — تم پلٹ گیے (کیا تم پلٹ جاتے)

يَنْقَلِبْ — پلٹ جائے گا

سَيَجْزِىْ — عنقریب وہ بدلہ دے گا

كِتَا بًامُّؤَ جَّلًا — مدت لکھی ہوئی ہے (مدت مقرر کر دی گئی ہے)

نُؤْتِ — ہم دیتے ہیں

كَاَيِّنْ	کتنے ہی
رِبِّيُّوْنَ	اللہ والے
مَاوَهَنُوْا	نہ وہ سست ہوئے
مَااسْتَكَانُوْا	نہ وہ جھکے
اِسْرَافَنَا	ہماری زیادتی
ثَبِّتْ	ثابت رکھ
حُسْنَ	بہترین

تشریح: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

یہ آیات غزوۂ احد کے فوراً بعد ۳ھ میں اس وقت نازل ہوئیں جب کچھ صحابہؓ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے وقتی طور پر فتح شکست میں بدل گئی اور رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور صحابہ کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے تھے۔ ان آیات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے ایک رسول ہیں جن کا کام اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا اور لوگوں کو اللہ کا فرماں بردار بندہ بنانا ہے۔ آپ کوئی معبود نہیں ہیں کہ آپ کی وفات سے دین ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور آپ رسول بھی نئے نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے اللہ کے رسولوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ جن کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں نے دین کے اہم کاموں کی ذمہ داری قبول کی اور آنے والی نسلوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچایا۔ لہٰذا آپ کا اس دنیا سے چلے جانا ایک انوکھی یا حیرت کی بات نہیں ہے۔ اس وقت نہ سہی اگر وقت مقررہ پر آپ کی وفات ہوگئی یا آپ شہید کر دیئے گئے تو کیا اے اہل ایمان تم دین کی خدمت، نصرت، اور حفاظت سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ بیٹھو گے جس طرح غزوۂ احد میں کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر حوصلہ چھوڑ دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا یاد رکھو اگر تم میں سے کوئی ایسا کرے گا تو وہ خود اپنا ہی نقصان کرے گا وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا کیونکہ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان اس کی امداد و اعانت کا محتاج ہے۔

ان آیات میں صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام اس کا پیغام پہنچانا ہے اور پھر ان پر بھی موت کی

کیفیات کو طاری کیا جاتا ہے اسی طرح رسول ﷺ کو بھی ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنے کا عزم کرنا چاہئے تاکہ وہ نبی آخرالزماں ﷺ کے پیغام کو قیامت تک ساری دنیا کے انسانوں تک پورے عزم اور ذوق وشوق سے پہنچاسکیں۔ کیونکہ اب نبیوں کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے لٰہذا اب امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دین کو ساری دنیا تک پہنچانے کی مخلصانہ کوششیں کرتا رہے۔ دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ موت کا وقت ہر ایک کے لئے متعین ہے، جس کی جتنی عمر لکھ دی گئی ہے اس سے ایک لمحہ نہ کم ہوسکتی ہے اور نہ زیادہ لٰہذا اسباب موت جمع ہونے سے جہاد کے جذبہ میں کوئی کمزوری نہ آنی چاہیے۔ اور نہ کسی چھوٹے بڑے کی موت کی خبر سن کر مایوس اور بددل ہونا چاہیے کیونکہ کبھی کسی کی موت اللہ کے حکم کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کائنات کا مالک حی وقیوم یعنی زندہ وتابندہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر روز لاکھوں انسانوں کے جانے کے باوجود یہ کائنات اپنی ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن ہے اس کی رونق اور ترقی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ لٰہذا موت نہ اللہ کی اس کائنات کو شکست دے سکتی ہے اور نہ اس کے بنانے والے کو۔

ان ہی آیات میں تیسرا مضمون گذشتہ مضمون کی تائید میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ

اے مومنو! تم سے پہلے بہت سے نبی گذرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے کفار سے جنگیں کی ہیں اور اللہ کی راہ میں بڑی بے جگری سے لڑے ہیں، شدید پریشانیاں بھی آئیں مگر نہ تو ان کی ہمتوں نے جواب دیا نہ ان کے دل اور بدن کی طاقتوں میں کمی آئی۔ نہ وہ دشمن سے دب کر رہے تو اللہ نے ان کو قدم قدم پر کامیابیاں عطا فرمائیں اور اللہ نے اپنی نعمتوں سے ایسے مستقل مزاج لوگوں کو نوازا۔ فرمایا، ان کا یہ حال تھا کہ شدید مصائب اور پریشانیوں میں بھی وہ مخلوق کی طرف نہیں جھکے بلکہ اپنے خالق ومالک کی طرف جھک کر انہوں نے نہایت عاجزی سے یہی درخواست کی۔ اے اللہ ہمیں بخش دیجئے ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے ہمارے کاموں میں ہم سے جو زیادتی ہوگئی ہو اس کو معاف کر دیجئے اور ہمیں کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رکھئے گا اور ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرمائیے گا۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور انہیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائیں۔

ان آیات میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ کفار سے جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں۔

اللہ کے دین کے لئے مر مٹنے کا جذبہ رکھنا ہی اصل ایمان ہے۔ ایک مومن اللہ کا سپاہی ہوتا ہے۔ جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہے وہ موت کے خوف سے ڈرتا نہیں ہے۔ وہ زندہ رہتا ہے تو اللہ کے لئے اور اس کی موت آتی ہے تو اللہ کی راہ میں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جو کفر کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں تو وہ تمہیں الٹا پھیر لے جائیں گے۔ اور تم نقصان میں رہو گے۔ البتہ اللہ تمہارا کارساز ہے۔ اور وہی بہترین مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہرا رکھا ہے جس کے لئے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو ان پر اتاری گئی ہو۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو ظالموں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

يَرُدُّوْكُمْ	وہ تمہیں لوٹا دیں گے
اَعْقَابِكُمْ	تمہاری ایڑیاں
تَنْقَلِبُوْا	تم پلٹ جاؤ گے
مَوْلٰكُمْ	وہ تمہارا مالک ہے
سَنُلْقِيْ	عنقریب ہم ڈالیں گے
اَلرُّعْبُ	ہیبت

لَمْ يُنَزِّلْ	نہیں اتاری
سُلْطَانٌ	دلیل
مَاْوٰى	ٹھکانا
مَثْوٰى	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں کے حق پرست مجاہدین کی سرفروشیوں کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو جنگ اور جہاد میں بلند ہمت رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔ اور بتایا تھا کہ فتح و شکست کوئی حیثیت نہیں رکھتے اصل بات یہ ہے کہ ایک مومن کا مقصود اصلی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہوتا ہے۔

غزوۂ احد کی عارضی شکست کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کے دل ٹوٹے ہوئے تھے انہیں اس بات کا شدید افسوس تھا کہ ان کی معمولی سی لغزش کی وجہ سے اتنی جانیں ضائع ہوئیں۔ فتح شکست میں بدل گئی اور رسول اللہ ﷺ کو ذہنی و جسمانی اذیت پہنچی۔ دوسری طرف کفار اور منافقین نے موقع پا کر مسلمانوں کو طعنے بھی دینے شروع کئے اور طرح طرح کی باتیں بھی کرنا شروع کر دیں۔ کوئی کہتا اگر تم سچے دین پر ہوتے تو اس طرح تم شکست نہ کھاتے، منافقین نے خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر یہ باتیں پھیلانا شروع کر دیں کہ کفار کی طاقت بہت زیادہ ہے ان سے لڑنا اور مقابلہ کرنا خود موت کے منہ میں جانا ہے۔ انسان بڑا کمزور پیدا کیا گیا ہے ان باتوں اور طعنوں سے مخلص مسلمانوں کے دل اور چھلنی ہونے لگے تھے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے مسلمانو اگر تم ان کفار اور منافقین کی باتوں میں آ گئے تو یہ لوگ تمہیں اسلام اور اس کی سچائی سے بدگمان کر دیں گے اس سے ان دوزخیوں کا تو کچھ نہ بگڑے گا لیکن تمہاری دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے تم اللہ ہی پر مکمل بھروسہ رکھو۔ اس کی امداد پر اعتماد کرو۔ کیونکہ تمہیں کامیاب کرنے والی اللہ ہی کی ذات ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے کفار کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا ہے چنانچہ اللہ نے ایسے اسباب پیدا کئے کہ غزوۂ احد سے ناکام ہونے کے بعد کفار ''روحا'' کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے مدینہ کے خستہ حال مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کا پروگرام بنایا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جو تدبیر فرمائی کہ آپ صحابہ کو لے کر کفار کے تعاقب میں چلے۔ اس بات کا کفار پر ایسا رعب پڑا کہ پھر وہ تیزی سے مکہ واپس چلے گئے۔ اللہ اپنے بندوں کو اسی طرح کامیاب فرمایا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ
اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ
فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ
اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا
تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ
فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ
وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ
الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ
لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِىَ
اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

اور یقیناً اللہ نے تم سے جو وعدہ (نصرت) کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔ جب تم ان (کفار) کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم ہی کمزور پڑ گئے، اور آپس میں باہم جھگڑنے لگے اور حکم کے خلاف کرنے لگے اس کے باوجود کہ اللہ تمہیں وہ چیز (فتح) دکھا چکا تھا جسے تم چاہتے تھے۔ تم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے بعض وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے۔ اس وقت تمہیں اللہ نے کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تھا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کر سکے۔ پھر بھی اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑے ہی فضل و کرم والا ہے۔ یاد کرو جب تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے حالانکہ رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے۔ اس لئے اللہ نے تمہیں رنج پر رنج دیئے تاکہ تم اس پر رنجیدہ نہ ہو جو تمہارے ہاتھ سے نکل چکا تھا یا جو کچھ حالات پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس غم کے بعد اللہ نے تمہارے اوپر اطمینان کی سی (غنودگی) کیفیت طاری کر دی تھی جس کا تم میں سے ایک جماعت پر غلبہ ہو رہا تھا۔ ایک جماعت وہ تھی جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ اللہ کے متعلق جاہلانہ گمان کرنے لگی تھی جو خلاف حقیقت بات تھی اور جاہلیت کے جیسے خیالات قائم کر رہی تھی۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اس کام میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اختیار تو سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ لوگ دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جسے آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اگر ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو اس جگہ ہم یوں نہ مارے جاتے۔ آپ کہہ دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ جن کے لئے قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل پڑتے۔ اور یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تمہارے باطن کی آزمائش کرے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے معاف کر دے۔ اللہ (سب کے) دلوں کا

حال جاننے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اس مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابلہ کر رہی تھیں تو یہ اس وجہ سے ہوا کہ بعض کمزوریوں کے سبب شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔ یقیناً اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

تَحُسُّوْنَهُمْ — تم ان کو کاٹ رہے تھے

فَشِلْتُمْ — تم نے بزدلی دکھائی

تَنَازَعْتُمْ — تم باہم جھگڑ پڑے

عَصَیْتُمْ — تم نے نافرمانی کی

اَرٰکُمْ — اس نے تمہیں دکھایا

صَرَفَ — پلٹ دیا

لِیَبْتَلِیَ — تاکہ وہ آزمائے

تُصْعِدُوْنَ — تم چڑھے چلے جا رہے تھے

لَاتَلْوٗنَ — تم پلٹ کر (نہ دیکھتے تھے)

یَدْعُوْکُمْ — تمہیں بلاتا ہے

اَثَابَ — پلٹا

نُعَاسٌ — اونگھ

ظَنُّ الْجَاهِلِیَّةِ — جاہلیت کے گمان

لَبَرَزَ — البتہ وہ نکلتا

مَضَاجِعُ — ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

سورۂ آل عمران کی آیات ۱۵۲ سے ۱۵۵ میں غزوۂ احد کے ان اسباب کو بتایا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ جیتی ہوئی بازی مسلمان ہار گئے تھے۔ فرمایا گیا کہ بزدلی، آپس کے جھگڑے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ اگرچہ اللہ نے ان لغزشوں کو معاف کر دیا لیکن آئندہ ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو کامیابی مسلمانوں کے قدم چومے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں اور اپنے ان بھائیوں کے لئے جو جہاد یا سفر پر جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ اور یہ بات (وہ اس لئے کہتے ہیں) تاکہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دے۔ حالانکہ اللہ ہی مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ

اس سے خوب واقف ہے اور دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت و مغفرت اس سے کہیں بہتر ہے جسے تم لوگ جمع کر کے رکھتے ہو اور اگر تم مر جاؤ یا قتل کر دیئے جاؤ بہر حال تمہیں اللہ کے حضور اکٹھے ہو کر پہنچنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

ضَرَبُوْا وہ چلے

غُزًّى جہاد

مَامَاتُوْ نہ مارے جاتے

قُتِلْتُمْ تم قتل کر دیئے گئے

مُتُّمْ تم مارے گئے

یَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

سورۂ آل عمران کی آیات ۱۵۶ سے ۱۵۸ میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی گفتار میں اور انداز میں منافقین اور کافروں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ بلکہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس نے جس کی جتنی زندگی لکھ دی ہے اس میں ایک لمحہ کا بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ کفار اور منافقین کا یہ کہنا کہ اگر تم ہمارے پاس ہوتے تو ہماری حفاظت میں ہوتے اور تمہیں اس طرح موت نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے کیونکہ انسان دنیا کی چند روزہ زندگی میں انتہائی محنت اور مشقت کے بعد کچھ مال و دولت جمع کرتا ہے۔ اس سے وہ کچھ دن فائدہ بھی اٹھا لیتا ہے لیکن موت کے ساتھ ہی اس کا رشتہ ان چیزوں سے منقطع ہو

جاتا ہے۔اس کے برخلاف انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے جو پاکیزہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے اور آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ اس دنیا سے کہیں بہتر ہے جو آدمی زندگی بھر کما کر اپنے بعد کے لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔نیکیوں کے ساتھ زندگی گذارنے والا اس مال و دولت میں بھی اور آخرت میں بھی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوتا ہے۔دنیا میں اس کو قلبی سکون اور آخرت میں ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔اس لئے زندگی کی لذتوں سے مومن کے لئے اللہ کی راہ میں مارا جانا کہیں بہتر ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

اے نبی (ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج ہیں۔ اگر آپ کہیں سخت مزاج اور پتھر دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے اردگرد سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ آپ ان سے درگذر کیجئے۔ان کے لئے استغفار کیجئے۔اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کیجئے۔ لیکن جب آپ پکا ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بلاشبہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تمہارے اوپر غالب نہ آسکے گا۔اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہارا ساتھ دے گا؟ اور مومنوں کو تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۹تا۱۶۰

فَبِمَا رَحْمَةٍ	رحمت ہے
لِنْتَ	آپ نرم دل ہیں
فَظٌّ	بدمزاج
غَلِيْظُ الْقَلْبِ	سخت دل
اِنْفَضُّوْا	وہ بھاگ گئے ہوتے
مِنْ حَوْلِكَ	آپ کے اردگرد سے
شَاوِرْهُمْ	ان سے مشورہ کیجیے
عَزَمْتَ	آپ نے ارادہ کرلیا
يَخْذُلُ	وہ برباد کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۹تا۱۶۰

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کو جو تکلیف پہنچی تھی اس سے رسول اللہ ﷺ کا رنجیدہ ہونا لازمی بات تھی اور آپ کو اس لغزش پر اپنے صحابہ کو تنبیہ کرنا چاہئے تھی اور آئندہ ان سے مشورہ کبھی نہ لینا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اس واقعہ سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کی خطا کو معاف فرمادیں اور اپنے مزاج کے مطابق ان سے نرمی کا معاملہ فرمائیں اور پہلے کی طرح آپ ان سے مختلف امور میں مشورہ بھی لیتے رہا کریں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد سے واپس لوٹ کر اپنے صحابہ کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا۔ اور ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا۔ آپ سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ یہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ آپ اپنے صحابہ کے بارے میں انتہائی نرم مزاج ہیں اگر کہیں آپ سخت مزاج اور پتھر دل ہوتے تو یہ دل شکستہ ہو کر آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے اور آپ کے فیض صحبت سے محروم ہو جاتے۔ لہٰذا اے نبی ﷺ آپ ان کو دل کی گہرائیوں سے معاف کر دیں اور ان کی کوتاہیوں کے لئے اللہ سے دعائے استغفار کیجئے۔ مشورہ میں ان کو نظر انداز نہ کیجئے۔ مشورہ کے بعد آپ کی جس طرف پختہ رائے ہو اس پر عمل کیجئے اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھیے کیونکہ اہل ایمان کو تو اسی پر بھروسہ اور اعتماد رکھنا چاہئے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

اور کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کچھ چھپا کر رکھے۔ اور جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے دن اس کو اس کے کئے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کا تابع ہو اس شخص جیسا ہو جائے جو اللہ کے غضب میں گھرا ہوا ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو بدترین جگہ ہے۔ اللہ کے نزدیک ان دونوں کے درجات میں فرق ہے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ ایمان والوں پر اللہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک ایسے پیغمبر کو اٹھایا ہے جو اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

اَنْ يَّغُلَّ — یہ کہ وہ خیانت کرے (غُلُوْلٌ۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا)

مَنۡ يَّغۡلُلۡ	جو خیانت کرے گا
سَخِطَ	غصہ کیا
مَنَّ اللّٰهُ	اللہ نے احسان کیا
ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ	کھلی گمراہی

تشریح: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے دن مال غنیمت میں ایک سرخ چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقین نے جو ہر وقت مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی بدخواہی میں آگے آگے رہتے تھے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت سیدھے سادھے مسلمانوں کے دلوں میں لغو اور فضول وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیئے تھے کہ مال غنیمت کی سرخ چادر رسول اللہ نے چھپا کر رکھ لی ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کی شان تو ان باتوں سے بہت بلند ہے کیونکہ نبی ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے اس کی طرف تو تصور گناہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ان آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ مشرکین اور منافقین تو مرتبہ نبوت سے بے خبر تھے مگر اہل کتاب تو شان نبوت سے بے خبر نہیں تھے۔ اس کے باوجود ان کے نزدیک نبی کی حیثیت ایک معمولی انسان اور کاہن کی جیسی ہو کر رہ گئی تھی جس کا کام صرف آئندہ کی خبریں دینا ہے۔ نیز انبیاء کے معصوم ہونے کا تصور بھی ان کے ہاں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں انبیاء کی شخصیات کو اس طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا کہ ایک نبی خیانت اور مجرمانہ حرکتوں کا (نعوذ باللہ) مرتکب ہو سکتا تھا۔ ان آیتوں میں انبیاء کرام کے متعلق ان بے سروپا اور غلط باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ ایک نبی کی شان نہیں ہو سکتی کہ وہ خیانت کرے یا حق وصداقت کی کسی بات کو چھپا کر رکھے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ایک عام آدمی بھی خیانت کرے گا تو وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہو جائے گا۔ انبیاء کرام کی حفاظت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ان سے گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن عام آدمی کی سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کی عظمت سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان پر الزامات عائد کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہو اور اس کو اس شخص کے برابر لا کھڑا کر دیا جائے جو گناہ کر کر کے اللہ کے غضب کا شکار ہو گیا ہے۔ یقیناً یہ دونوں کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی شان ہر اعتبار سے انتہائی قابل احترام ہے کیونکہ وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے۔ان کے ذریعہ ان کی زندگیوں کو سنوارتے اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ان کاوشوں کے نتیجہ میں عرب کے جاہل آج علم کے رکھوالے بن گئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ سچی تعلیمات سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کا صدقہ اور فیض ہے۔ ورنہ یہی لوگ گمراہیوں کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةٞ قَدۡ أَصَبۡتُم مِّثۡلَيۡهَا قُلۡتُمۡ أَنَّىٰ هَٰذَاۖ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِندِ أَنفُسِكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ أَصَٰبَكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡتَقَى ٱلۡجَمۡعَانِ فَبِإِذۡنِ ٱللَّهِ وَلِيَعۡلَمَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُواْۚ وَقِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ قَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدۡفَعُواْۖ قَالُواْ لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالٗا لَّٱتَّبَعۡنَٰكُمۡۗ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ أَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡإِيمَٰنِۚ يَقُولُونَ بِأَفۡوَٰهِهِم مَّا لَيۡسَ فِي قُلُوبِهِمۡۚ وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ ٱلَّذِينَ قَالُواْ لِإِخۡوَٰنِهِمۡ وَقَعَدُواْ لَوۡ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُواْۗ قُلۡ فَٱدۡرَءُواْ عَنۡ أَنفُسِكُمُ ٱلۡمَوۡتَ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتَۢاۚ بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ وَيَسۡتَبۡشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمۡ يَلۡحَقُواْ بِهِم مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ أَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿١٧٠﴾

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا
أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾
الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾
فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا
رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ
يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾
وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ
يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٦﴾
إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٧﴾

۱۷ ع ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

کیا جب تم پر ایک مصیبت آ پڑی۔ حالانکہ اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں ان کو پہنچ چکی ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی۔ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ یہ مصیبت خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور جو کچھ مصیبت تمہیں اس دن پہنچی جب دونوں جماعتیں آپس میں مقابلہ کر رہی تھیں تو وہ اللہ کی مشیت سے ہوئی تا کہ وہ ایمان والوں کی پہچان کرا دے اور منافقین کی بھی پہچان کرا دے۔ اور جب ان

سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا حملوں کو روکو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم تمہارا کہا نہ مانتے۔ حالانکہ جس وقت وہ بات کر رہے تھے اس وقت وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو یوں مارے نہ جاتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ کو موت سے بچالو۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں۔ ان کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھنا۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ وہ ان کو خوش خبری دیتے ہیں جو ایمان والے ابھی تک ان سے ملے نہیں ہیں اور ان کے پیچھے ہیں کہ ان کے لئے کسی خوف اور رنج و غم کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے فضل و کرم پر خوش ہو رہے ہیں کہ بے شک اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا۔ وہ لوگ جو زخم لگ جانے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانتے ہیں ان میں سے جو لوگ نیک اور متقی ہیں ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ اور وہ جن کے لئے کہا گیا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف بہت کچھ جمع کر لیا ہے ان سے خوف کھاؤ۔ لیکن ان باتوں سے ان کا جذبہ ایمانی اور بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ بالآخر وہ اللہ کے فضل و کرم سے اس طرح پلٹ آئے کہ ان کو کسی قسم کا نقصان بھی نہ پہنچا۔ اور یہ لوگ اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کر لائے۔ اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کے ذریعہ ڈراتا ہے۔ تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ہی ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو اور آپ کے لئے وہ لوگ رنج و غم کا سبب نہ بن جائیں جو کفر میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اللہ کی مرضی ہی یہ ہے کہ وہ آخرت میں ان لوگوں کے لئے ذرا بھی حصہ نہ رکھے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ بے شک جنہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر کو خرید لیا ہے وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

اَصَبْتُمْ — تم نے پہنچادیا

مِثْلَیْهَا	اس سے دوگنا
اِدْفَعُوْا	دور کرو
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
قَعَدُوْا	بیٹھے رہے
لَوْ اَطَاعُوْنَا	اگر ہماری بات مانتے
اِدْرَءُ وْا	تم دور کرو
یُرْزَقُوْنَ	رزق دیئے جاتے ہیں
فَرِحِیْنَ	خوش ہوتے ہیں
یَسْتَبْشِرُوْنَ	بشارت وخوش خبری دیتے ہیں
لَمْ یَلْحَقُوْا	نہیں ملے
حَسْبُنَا اللّٰهُ	ہمیں اللہ کافی ہے
یُسَارِعُوْنَ	دوڑتے ہیں
حَظٌّ	حصہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تکلیف اٹھانا پڑی اس پر اہل ایمان نے تو صبر اور برداشت سے کام لیا لیکن منافقین کو بہت سی باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس غزوے میں فتح وکامیابی ہوگی پھر یہ مصیبت کہاں سے آ گئی اور ہماری فتح، شکست میں کیسے بدل گئی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا جب تم کفار کو شکست دے کر ان کی گردنیں اڑا رہے تھے مگر تم ہی میں سے بعض لوگوں کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ بے شک وہ منافق نہیں تھے لیکن ان کی غلطی کی وجہ سے یہ سارا واقعہ پیش آیا۔ اللہ نے فرمایا اس سارے واقعہ سے بہر حال مومن اور منافق کا فرق بھی واضح ہو کر سامنے آ گیا کیونکہ اس جنگ میں منافق اور مومن کی اچھی طرح پہچان ہوگئی۔ منافق وہ ہیں جو اپنی جگہ بیٹھے رہے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد

کیا ان کو طعنے دے کر کہتے ہیں کہ ہمارا کہا مانتے تو اس طرح نہ مارے جاتے۔ اللہ نے فرمایا کہ موت تو بہر حال ایک دن آ کر رہے گی کیا تم موت سے کسی طرح بچ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ کہنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں ان کو حیات جاودانی مل چکی ہے ان کو وہاں عزت کا مقام بھی نصیب ہے اور ان کو وہ رزق دیا جاتا ہے جس سے وہ خوش ہوتے ہیں ان کو جو راحتیں عطا کی جاتی ہیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش ان کے عزیز اور رشتہ دار بھی ان کی طرح اللہ کی راہ میں شہید ہو کر عزت کا یہ مقام اور پر آسائش زندگی کی لذتیں حاصل کر لیتے۔

فرمایا کہ منافقین اس موقع پر طرح طرح کی افواہیں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کفار نے بہت سا اسلحہ جمع کر لیا ہے وہ عنقریب مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے لہٰذا آئندہ کے خطرات سے خوف کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح کی افواہوں سے مومن پریشان نہیں ہوتے بلکہ ان کا ایمانی جذبہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ فرمایا کہ اے مومنو تم نہ ان کی باتوں میں آؤ اور نہ ان سے خوف کھاؤ کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے پھر وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ یقیناً کامیابی اہل ایمان ہی کا مقدر بن کر رہے گی۔ شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیا جائے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۚ اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۸۰﴾

۱۸/۹/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

یہ کافر اس ڈھیل کو، جو انہیں ہماری طرف سے دی جارہی ہے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں۔ ہم تو انہیں یہ مہلت اس لئے دے رہے ہیں تاکہ وہ خوب گناہ کے بوجھ سمیٹ لیں۔ پھر ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ تمہیں اسی حالت پر رکھے گا، جب تک پاک باز لوگوں کو ناپاک خصلت لوگوں سے چھانٹ کر نہ رکھ دے اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں غیب کی باتوں سے مطلع کرے گا۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے منتخب کر لیتا ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان لائے اور تم نے پرہیز گاری کا طریقہ اختیار کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ اور وہ لوگ جو اس مال میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے کہ یہ ان کے حق میں کچھ زیادہ بہتر ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جو کچھ یہ کنجوسی کے ساتھ جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

نُمْلِیْ — ہم ڈھیل دیتے ہیں

لِیَزْ دَادُوْا — تاکہ وہ بڑھ جائیں

لِیَذَرَ — البتہ وہ چھوڑے

حَتّٰی یَمِیْزَ — جب تک وہ جدا نہ کر دے

اَلْخَبِیْثُ — گندگی

اَلطَّیِّبُ — پاکیزگی

لِيُطْلِعَكُمْ	تاکہ وہ تمہیں بتادے
يَجْتَبِيْ	وہ منتخب کرتا ہے
يَبْخَلُوْنَ	وہ کنجوسی کرتے ہیں
سَيُطَوَّقُوْنَ	عنقریب وہ طوق پہنائے جائیں گے
مِيْرَاثٌ	ملکیت

تشریح: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

کفار اپنی عیش وعشرت کی زندگی پر فخر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جب ہم اس دنیا میں اس قدر عیش وآرام کے ساتھ ہیں تو آخرت میں بھی ہم اس سے زیادہ راحت وآرام میں ہوں گے۔ اگر اللہ ہم سے ناراض ہوتا تو کیا ہمیں یہ عیش وآرام نصیب ہوتا یقیناً اللہ ہم سے بہت خوش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ دنیاوی عیش وعشرت اللہ کے خوش ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو ان کے لئے ڈھیل ہے جو اس نے ان کفار کو دے رکھی ہے۔ اس سے ان کو یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ اللہ نے ان کو یہ مہلت اس لئے دے رکھی ہے تاکہ وہ اپنے کفر اور جرم میں خوب آگے بڑھ جائیں اور گناہوں میں خوب ترقی کرتے چلے جائیں تب ایک دن اللہ ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جس سے بچنا ممکن ہی نہ ہوگا۔ وہ کفار سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی عزت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں حالانکہ ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب تیار ہے۔ تاکہ ان کو پوری پوری سزا مل سکے۔ وہ عذاب ان کو دنیا میں بھی مل سکتا ہے اور آخرت میں بھی۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ مسلمانوں پر غزوۂ احد میں جو مصائب اور مشکلات پیش آئی ہیں اس میں بھی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ اب بھی مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن حالات کی شدت ان کے دلی جذبات کو کھول کر رکھ دے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ منافقوں کے نام بتا کر مسلمانوں سے ان کو علیحدہ کرادیتا لیکن اس کی حکمت ومصلحت کا تقاضا تھا کہ وہ ایسے حالات پیدا کردے جس سے کھرا اور کھوٹا کھل کر سامنے آجائے۔

ان آیتوں میں اہل ایمان کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ وہ مشکلات سے نہ گھبرائیں بلکہ ان مشکلات میں ڈالے جانے کی بہت سی

مصلحتیں ہیں کیونکہ منافق کبھی بھی مشکلات میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ وہ تو دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے مومنوں میں شامل ہوا ہے۔ اگر اس کے مفاد پر ضرب پڑے گی تو وہ کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ نہ رہے گا۔ لہٰذا فرمایا گیا ہے کہ یہ حالات اس لئے لائے گئے تا کہ ایک پاک طینت اور ایک بد باطن کھل کر سامنے آجائے۔ فرمایا گیا کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رہے تو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔

ان آیتوں میں تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ یہ منافقین جس طرح اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھاگتے ہیں اسی طرح اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی جی جراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا کی چند روزہ زندگی کی مہلت حاصل کرنا ان کے حق میں کچھ بہتر نہیں ہے ایسے ہی کنجوسی اختیار کر کے بہت سا مال اکٹھا کر لینے میں بھی ان کے لئے کوئی فائدہ مند بات نہیں ہے۔ اگر بالفرض دنیا میں کوئی مصیبت پیش نہ آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال جو کنجوسی سے جمع کیا گیا تھا عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا لہٰذا وقتی مفادات میں زندگی گذارنا کسی کے لئے بھی مفید نہیں ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

(وقف لازم)

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۲

بلاشبہ اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اسے لکھ رہے ہیں۔ اور پیغمبروں کا جو قتل ناحق کیا ہے اسے بھی ہم نے لکھ رکھا ہے (قیامت کے دن) ہم کہیں گے کہ اب آگ کا عذاب چکھو۔ یہ ان حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے جو تم نے آگے بھیجا ہے، اس لئے کہ اللہ تو اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۲

سَمِعَ اللّٰهُ	اللہ نے سن لیا
اَغْنِيَاءُ	مال دار (غَنِیٌّ کی جمع)
ذُوْقُوْا	تم چکھو (ذُقْ)
عَذَابُ الْحَرِيْقِ	بھڑکتی آگ کا عذاب
ظَلَّامٌ	بہت زیادہ ظالم
عَبِيْدٌ	بندے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۲

سورۂ آل عمران کی ابتداء ہی سے خطاب اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے ہو رہا تھا۔ درمیان میں غزوۂ احد سے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ اب پھر سلسلہ کلام اہل کتاب کی طرف ہے۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ اور ان کی برائی بیان کی گئی جو مال میں کنجوسی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے سے کمزور اور بے بس لوگوں کی امداد و اعانت کے لئے اپنا مال خرچ کریں تو اسی میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ''من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً'' یعنی کون ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ حالانکہ اس آیت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس پر گستاخ یہودیوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا اللہ تو مفلس اور غریب ہو چکا ہے۔ اس کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے تا کہ اپنی سلطنت کو چلا سکے۔ مسلمانوں کا اللہ فقیر ہو چکا ہے اور ہم مال دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گستاخانہ انداز پر صرف اتنا فرمایا کہ ہم نے اس گستاخی کو اپنے پاس لکھ کر رکھ لیا ہے تا کہ قیامت کے دن ان پر حجت تمام کر کے عذاب دیا جا سکے۔ پھر ان کی اس گستاخی کے ساتھ ان کے ایک اور جرم کا بھی ذکر فرما دیا کہ ان سے کوئی بعید نہیں ہے یہ تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے نبیوں تک کو قتل کیا ہے تو ایسے لوگوں سے اور کس بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔ ارشاد ہے اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ کچھ لوگ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہمیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہم کسی نبی پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایک ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے (آسمان سے) آ کر آگ کھا جائے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے تو اور بہت سے رسول آ چکے ہیں جو کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ نشانی بھی لے کر آئے تھے جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو تم نے ان انبیاء کو کیوں قتل کر ڈالا تھا۔ اے نبی ﷺ پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی یہ بہت سے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں جب کہ وہ کھلی نشانیاں صحیفے اور روشن کتابوں کے ساتھ آئے تھے۔ فرمایا بالآخر ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تمہیں تو تمہاری مزدوری قیامت کے دن ہی ملے گی۔ تو جو شخص دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا یقیناً وہی کامیاب و بامراد ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

عَهِدَ	وعدہ کیا
حَتّٰى يَاْ تِيَنَا	جب تک نہ لائے ہمارے پاس
بِقُرْبَانٍ	قربانی
تَاْكُلُهُ النَّارُ	اس کو آگ کھالے
كُذِّبَ	جھٹلایا گیا
زُبُرٌ	صحیفے
اَلْكِتَابُ الْمُنِيْرُ	روشن کتاب
ذَائِقَةُ الْمَوْتِ	موت کا مزہ چکھنا ہے
زُحْزِحَ	بچالیا گیا
اُدْخِلَ	داخل کر دیا گیا
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دھوکے کا سامان

تشریح: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

یہود جو ہر طرح اسلام کا مذاق اڑانے میں سب سے آگے رہتے تھے انہوں نے ایک نئی بات کہنا شروع کر دی کہ ہم ایمان تو لے آئیں مگر دشواری یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ جب تک آنے والا نبی ایک قربانی کا جانور پیش نہ کر دے جس کو آسمان سے آ کر غیبی آگ کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس احمقانہ بات کا جواب یہی دیا کہ اس سے پہلے انبیاء کرام بھی تو اس طرح کے معجزات دکھا چکے ہیں کیا تمہارے آباء و اجداد ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائے؟ اگر ان کو توفیق نہیں ہوئی تو تمہیں کیا توفیق ہوگی۔ انبیاء کرام نے یہ معجزات دکھلائے لیکن اس کے باوجود بھی ان کو قتل کر دیا

گیا۔ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے وہ اتنے بہانے اور باتیں نہیں کیا کرتا۔ فرمایا گیا کہ اے اللہ کے رسول اگر آج یہ آپ کو طرح طرح سے ستا رہے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ اس سے پہلے بھی انبیاء کرام کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کر چکے ہیں۔ فرمایا گیا کہ موت سے تو ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کامیاب ہونے والے کون تھے اور دنیا و آخرت کی ناکامیاں کس نے سمیٹ لی ہیں۔

یقیناً وہ شخص جو دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب و بامراد ہے اور یہ دنیا کی چند روزہ زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔ اصل چیز آخرت اور اس کی زندگی ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَـنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾

ع ۱۹ ۹ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

یقیناً تم اپنی جان اور مال دونوں سے آزمائے جاؤ گے۔ اور تم سے پہلے جنہیں کتاب دی گئی اور مشرکین ان سے بہت سی تکلیف دینے والی باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر کیا اور تقوی اختیار کیا تو یہ بڑے عزم و ہمت کا کام ہوگا۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہیں اللہ کی کتاب کو پوری طرح لوگوں پر ظاہر کر دینا ہوگا اور اسے چھپا کر نہیں رکھنا ہوگا۔ مگر انہوں نے اس کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور گھٹیا قیمت پر بیچ ڈالا کیسی بری رقم ہے جس کے بدلہ وہ (اللہ کا کلام) فروخت کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور ایسے کاموں کی تعریف کرانا بھی چاہتے ہیں جو انہوں نے نہیں کئے۔ کیا ایسے لوگ اللہ کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ ایسا گمان بھی نہ کرنا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

لَتُبْلَوُنَّ	البتہ ضرور تم آزمائے جاؤ گے
لَتَسْمَعُنَّ	البتہ تم ضرور سنو گے
عَزْمُ الْاُمُوْرِ	حوصلے کے کام
لَتُبَيِّنُنَّهٗ	البتہ تم اس کو ظاہر کرو گے
لَاتَكْتُمُوْنَهٗ	تم اس کو نہ چھپاؤ گے
نَبَذُوْهُ	انہوں نے اس کو پھینک دیا
اَنْ يُّحْمَدُوْا	یہ کہ وہ تعریف کئے جائیں
لَمْ يَفْعَلُوْ	انہوں نے نہیں کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

آخرت کی کامیابی اور ناکامی اور دائمی جزا و سزا کا حال سنا کر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! ابھی جان اور مال دونوں ہی سے تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اللہ کی راہ میں تمہاری جانیں اور مال دونوں ہی طلب کئے جائیں گے۔ تمہیں کفار اور یہودیوں کی ابھی بہت سی تکلیف دینے والی باتیں بھی سننا پڑیں گی لیکن اگر تم نے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تو یہ تمہاری بہت بڑی کامیابی اور عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہوگا۔ کیونکہ ان یہودیوں کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ حق و صداقت سے بھاگتے ہیں اور کسی عہد پر قائم نہیں رہتے۔ فرمایا جارہا ہے کہ ان اہل کتاب سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ جو احکامات اور بشارتیں ان کی کتابوں میں موجود ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے نہ کسی بات کو چھپائیں گے اور نہ اس میں ہیر پھیر کریں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور دنیا کے معمولی سے نفع کی خاطر انہوں نے تمام عہد و پیمان توڑ دیئے۔ احکامات الٰہی کو بدل ڈالا۔ نبی کریم ﷺ کے لئے جو خوشخبریاں تھیں انہوں نے اس کو بھی چھپالیا۔ فرمایا جارہا ہے کہ وہ اپنی ان حرکتوں پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ہیں ان پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں۔ فرمایا ایسے لوگ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ ان کو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اس کا تو گمان بھی نہ کرنا۔ بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾
الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَ
اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں عقل وفکر رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہل عقل وفکر وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہوئے کہہ اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے کائنات کا یہ نظام بے فائدہ نہیں بنایا ہے۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے آپ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجیے گا۔ اے پروردگار، بلاشبہ آپ نے جسے جہنم میں داخل کر دیا تو اس کو

رسوا کر دیا۔ اور ان ظالموں کا کوئی بھی مدد گار نہیں ہے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ تم اپنے پروردگار کو مانو۔ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہم سے ہماری خطاؤں کو دور کر دیجئے۔ اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ فرما دیجئے۔ ہمارے پروردگار ہمیں وہ عطا کیجئے جو آپ نے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کیجئے گا۔ بے شک آپ اپنے وعدے کے خلاف کرنے والے نہیں ہیں۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی دعاء قبول کر لی اور کہا کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ عورت ہو کہ مرد تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو۔ پھر جن لوگوں نے میری وجہ سے ہجرت کی وہ گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیفیں پہنچائے گئے۔ وہ لڑے اور مارے گئے تو میں ان کی خطائیں ضرور معاف کر دوں گا۔ اور میں انہیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کے پاس سے ان کو ثواب ملے گا۔ اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

قِیَامٌ	کھڑے ہوئے	کَفِّرْ	اتار دے، دور کر دے
قُعُوْدٌ	بیٹھے ہوئے	مَعَ الْاَبْرَارِ	نیک لوگوں کے ساتھ
جُنُوْبٌ	پہلوؤں (جُنُبٌ کی جمع)	لَا تُخْزِنَا	ہمیں رسوا نہ کر
یَتَفَکَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کرتے ہیں	اِسْتَجَابَ	قبول کیا
مَاخَلَقْتَ	تو نے پیدا نہیں کیا	لَا اُضِیْعُ	میں ضائع نہ کروں گا
ھٰذَا بَاطِلٌ	اس کو بے فائدہ	عَامِلٌ	کام کرنے والا
سُبْحٰنَکَ	آپ کی ذات پاک ہے	اُوْذُوْا	ستائے گئے
اَخْزَیْتَ	تو نے رسوا کر دیا	حُسْنُ الثَّوَابِ	بہترین ثواب
مُنَادِیٌ	آواز دینے والا		

تشریح: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات کی پیدائش میں غور فکر کرنے اور کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے اللہ کا ذکر کرنے والے اہل عقل و دانش ہیں اور جب وہ اس کائنات پر غور کرتے ہیں تو بے ساختہ ان کی زبانوں پر یہ آ جاتا ہے کہ اے پروردگار ہم کسی

چیز کی مصلحت اور حقیقت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں آپ نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس کائنات میں ساری طاقت وقدرت اے پروردگار آپ ہی کی ہے۔ ہمیں اس دنیا کی بھلائی کے ساتھ آخرت کی کامیابیاں عطا فرمایئے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے نبی کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں ہم ان کو بہترین ثواب عطا فرماتے ہوئے ان کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کردیں گے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

اے نبی ﷺ! اللہ کے منکروں کی شہروں میں یہ چلت پھرت اور بھاگ دوڑ آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔

یہ چند دنوں کی بہار ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لیکن وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کی طرف سے ان کی مہمان داری ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے حق میں کہیں بہتر ہے۔

اور بے شک اہل کتاب میں وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ آپ کی طرف اور جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اس پر وہ ایمان لاتے ہیں۔

یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

وہ اللہ کی آیتوں کا ادنیٰ قیمتوں پر سودا نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لئے اللہ کے پاس اجر ہے۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اے ایمان والو! خود بھی صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاتے رہو، اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔

لغات القرآن ‏ آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

لَا يَغُرَّنَّكَ	تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے	سَرِيْعُ الْحِسَابِ	جلد حساب لینے والا
تَقَلُّبُ	آنا جانا، چلت پھرت	اِصْبِرُوْا	صبر کرو
اَلْبِلَادُ	شہر (بلد کی جمع)	صَابِرُوْا	صبر دلارتے رہے
اَلْمِهَادُ	ٹھکانا	رَابِطُوْا	لگے رہو
نُزُلٌ	مہمان داری	تُفْلِحُوْنَ	تم کامیابی حاصل کرو گے

تشریح: آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

سورۂ آل عمران کو ان آیات پر ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو یہ بتایا ہے کہ کفار

کی دنیاوی ترقی ملکوں میں چلت پھرت، بھاگ دوڑ اور یہ سج دھج کہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ یہ ساری چیزیں وقتی بہاریں ہیں موسم بدلتے ہی ساری خوبصورتیاں اور یہ سج دھج ختم ہو کر رہ جائے گی اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جس کو وہاں کی کامیابی مل گئی وہی شخص کامیاب ہے لیکن اگر ایک شخص دنیا کی ساری دولت بھی سمیٹ لے اور آخرت کی اصل زندگی کے لئے وہ کچھ نہ کرے تو یہ چیزیں اس کی آخرت میں حسرت بن جائیں گی۔ آخر میں فرمایا کہ زندگی میں جو بھی حالات پیش آئیں ان کو نہایت صبر و شکر سے برداشت کیا جائے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی صبر دلایا جائے اور خوف الٰہی، تقویٰ اور پرہیز گاری کو زندگی کے تمام معاملات کی بنیاد بنالیا جائے تو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں اور کامرانیاں عطا کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت نصیب فرمائے اور آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۴ تا ۶

• لن تنالوا • والمحصنٰت • لایحب اللّٰہ

سورۃ نمبر ۴

النِّسَاء

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة النساء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	4
رکوع	24
آیات	176
الفاظ وکلمات	3720
حروف	16667
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ النساء میں تمام انسانی حقوق خاص طور پر خواتین کے بنیادی حقوق، یتیم بچے، بچیوں، غلام اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض اہم ذمہ داریوں کی وجہ سے مردوں کو ایک درجۂ فضیلت عطا کیا ہے لیکن انسانی حقوق میں مرد اور عورتیں دونوں یکساں اور برابر ہیں۔

چونکہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجۂ فضیلت عطا کیا گیا ہے اس لیے ان کو ایک خاندان کو بنائے رکھنے میں عظیم حوصلے اور برداشت کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔

شریعت نے عورتوں کو ہر طرح کے ظلم وستم اور زیادتیوں سے بچانے کے لیے اس عرب معاشرہ میں جہاں بیویاں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں تھی اور بے شمار شادیاں کر کے عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح رکھتے تھے حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی بیوی رکھیں کسی شدید ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ بھی بیویاں کی جاسکتی ہیں مگر ان کی تعداد چار سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ایک کے بعد دوسری عورت سے شادی کرنے میں یہ شرط ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا ہوگا۔ یہ بھی خیال رہے کہ چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے ہر مسلمان کو حکم نہیں دیا گیا کہ وہ چار شادیاں ضرور کرے ورنہ وہ مسلمان نہیں رہے گا (نعوذ باللہ)

سورۃ النساء غزوہ احد کے بعد نازل کی گئی جس جنگ میں ستر سے زیادہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ اتنی بڑی تعداد میں گھروں کے سربراہوں کے اٹھ جانے سے عورتوں، بچوں کے مسائل، میراث وجائیداد کی مشکلات پیش آگئیں۔
اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں عورتوں کے حقوق کے ساتھ اخلاق، معاشرت، معیشت کے بنیادی اصول نازل فرمائے تاکہ ان کے مطابق اسلامی معاشرہ اور خاندانوں کی شیرازہ بندی کی جاسکے۔

چونکہ مرد خاندانی امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس لیے اس خاندان کو بنائے رکھنے کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی گئی ہے چاہے تو اس گرہ کو باندھے رکھے چاہے تو کھول دے یعنی طلاق دے دے۔ مگر شریعت میں طلاق دینے کو سب سے بری حرکت قرار دیا گیا ہے جس سے نہ صرف عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے بلکہ اللہ کا غصہ بھی نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر طلاق دینا ضروری ہو جائے تو قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقے اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں پوری احتیاط سے طلاق دی جائے۔ کیونکہ طلاق درحقیقت چلائے ہوئے اس تیر کی طرح ہے جو کمان میں واپس نہیں آتا۔ اگر یہ تیر کمان میں واپس آئے گا تو مرد اور عورت کو کافی ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔

شریعت کے احکامات کے مطابق مرد اور عورت میراث میں شریک ہیں۔ عورتوں کو میراث سے محروم کرنا ظلم ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

شریعت نے عورتوں کو ایک خاص حد تک آزادی دی ہے اس پر پابندی لگانے کا کسی کو اختیار نہیں ہے اور عورتوں کو بھی شریعت نے جتنی آزادی عطا کی ہے ان حدود کا خیال رکھنا ہر مومن عورت کی ذمہ داری ہے۔ دنیا میں فیشن اور ترقی کے نام پر کھلی آزادی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے عورتوں پر ظلم کی انتہاء یہ تھی کہ عورتیں بھی شوہر کے مرتے ہی میراث کی طرح تقسیم کی جاتی تھیں۔ دین اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی اور قطعاً ممنوع قرار دیا گیا۔

عربوں میں یہ جاہلانہ رسم جاری تھی کہ وہ اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ فرمایا گیا کہ یہ کتنی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے کہ کل تک جس کو تم اپنی ماں کہتے رہے ہو باپ کے مرنے کے بعد اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھنے پر کیا تمہیں اس بے حسی پر غیرت نہیں آئے گی۔ اسی لیے شریعت نے سوتیلی ماؤں کو بھی حقیقی ماں کا مقام دے کر ان سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں بیان کیا گیا کہ نسب اور رضاعت (دودھ پلانے) سے کون کون سی عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ عورتوں پر یہ بھی ظلم اور زیادتی تھی کہ لوگ عورتوں کا مہر ہڑپ کر جاتے تھے۔ اس کے لیے فرمایا کہ مہر درحقیقت عورت کی ملکیت ہے اس کو خوشدلی کے ساتھ ادا کرو اور اس میں خیانت نہ کرو۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو مال کا ڈھیر بھی دیا ہو تو اس کو زبردستی واپس لینا حرام ہے۔ البتہ اگر خلع کی صورت میں مال دے کر عورت اپنی جان چھڑانا چاہے اور طلاق کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں عورت سے مال لینا جائز ہے۔

فرمایا کہ صالح عورتیں وہ ہیں جو شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کی عزت و آبرو، گھر بار اور مال و دولت کی حفاظت کرتی ہیں اور ذمہ داریوں کو نبھاتی ہیں۔ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت، فرمانبرداری اور اللہ کا خوف رکھنا سب سے بہتر احسن اور کامیابی کا راستہ ہے۔

باہمی رضامندی کے بغیر لین دین جائز نہیں ہے اور ناجائز طریقے پر مال کی لوٹ کھسوٹ کو حرام قرار دیا گیا ہے

کسی مومن کو ناحق قتل کرنا اور جان بوجھ کر کسی انسان یا جان دار کی جان لینا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور دنیا سے ظلم و ستم کی حکمرانی کو مٹانے کے لیے جہاد کی ترغیب اور تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی طرح کا بھی شرک کرنا ایک ایسا ظلم ہے جب تک اس سے توبہ نہ کر لے اس وقت تک اس کی معافی نہیں ہے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط عقیدوں اور رسموں کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور اہل ایمان کو غلط اور بری رسموں سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

مومنوں سے فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنے عقیدے کو درست رکھیں۔

نماز ایک اہم ترین عبادت اور اسلام کی بنیاد ہے نماز کے وقت اللہ کا خوف دامن گیر رہنا چاہیے کیونکہ جو لوگ اللہ کے خوف اور نیکیوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں ان ہی کے قدم چومتی ہیں۔

سُوْرَةُ النِّسَاۗءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ: آیت نمبر۱

اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کا آپس میں واسطہ دے کر (تم اپنا حق) مانگا کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو۔ کیونکہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۱

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!
نَفْسٌ وَّاحِدَةٌ	ایک جان
زَوْجٌ	بیوی
بَثَّ	اس نے پھیلایا
رِجَالٌ	مرد (رَجُلٌ کی جمع ہے)
كَثِيْرٌ	بہت سے

نِسَاءٌ عورتیں
تَسَآءَ لُوْنَ تم آپس میں سوال کرتے ہو
اَلْاَرْحَامُ رشتہ داریاں
رَقِیْبٌ نگہبان، نگراں

تشریح: آیت نمبر ۱

سورۂ نساء کی پہلی آیت ان تمام مسائل اور مضامین کی تمہید ہے جو آنے والی آیات میں بیان کئے گئے ہیں تمام انسانی حقوق کی بنیاد تقویٰ یعنی اللہ کے خوف پر رکھی گئی ہے کیونکہ اللہ کا خوف ہی ایک انسانی معاشرہ کو صحیح خطوط پر چلا سکتا ہے۔ مثلاً بہت سے وہ حقوق ہیں جو حکومت اور قانون کی گرفت میں آسکتے ہیں۔ آجر و مزدور، معاہدات اور لین دین کے بہت سے معاملات اگر ان میں کوئی گڑبڑ کرتا ہے تو قانون کی طاقت سے اس کے حقوق دلوائے جاسکتے ہیں۔ لیکن، والدین، اولاد، رشتہ دار، یتیم بچے اور بچیاں ضرورت منداور دوسرے رشتے داروں کے درمیان الفت ومحبت۔ دنیا کی کوئی حکومت یا قانون قوت کے زور سے ایک کے حقوق دوسرے سے دلوا نہیں سکتے۔ یہ الفت ومحبت تو صرف اللہ کے خوف، باہمی محبت، ہمدردی اور رواداری اور خیر خواہی کے جذبے ہی سے پروان چڑھ سکتی ہے۔ چونکہ سورۂ نساء میں حقوق انسانی کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں اس لئے تمہیدی طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ تمام انسانوں کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا گیا ہے۔ بنیادی طور سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ تم دن رات جس اللہ کا واسطہ دے کر اپنے ہزاروں کام نکالتے ہو اور وہ رشتے دار جن سے تم آڑے وقت میں بہتر سلوک کی توقع رکھتے ہو ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ صلہ رحمی کرو کیونکہ اگر تم صلہ رحمی نہیں کرو گے اور رشتوں کی نزاکتوں کا خیال نہیں رکھو گے تو اللہ تمہارے ایک ایک عمل کا نگراں اور نگہبان ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے ان پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ
وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ
اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲

اور یتیموں کو ان کا مال دے دو۔ اور برے مال سے اچھے مال کو نہ بدل ڈالو۔ اور ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھا جاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲

اٰتُوْا	تم دو
لَاتَتَبَدَّلُوْا	تم تبدیل نہ کرو
اَلْخَبِیْثُ بِالطَّیِّبِ	گندگی کو پاکیزگی سے
حُوْبٌ	لفظ حوب حبشی زبان کا ہے جس کے معنی ہیں بڑا گناہ عربی میں یہ لفظ اسی معنی کے لیے بولا جاتا ہے
کَبِیْرًا	بڑا

تشریح: آیت نمبر ۲

ابھی کہا گیا ہے کہ اللہ کا تقوی اختیار کرو یعنی اس سے امیدیں لگاؤ۔ اس سے ڈرو۔ اور اس کا حکم مانو۔ پہلا حکم یتیموں کے متعلق ہے۔

ہر قوم میں اور ہر زمانے میں یتیم ہوتے ہیں۔ جو قوم یتیموں کا حق مار دیتی ہے وہ اپنے ایک اہم حصہ کو ضائع کر دیتی ہے۔ ممکن ہے یتیموں میں یا ان کی اولادوں میں عظیم ہستیاں ہوں۔ وہ قوم ان عظیم ہستیوں سے محروم رہ جائے۔ پھر یتیم ہر خاندان میں اور ہر طبقے میں ہوتے ہیں۔

اگر یتیموں کو تلف کیا گیا تو آہستہ آہستہ ساری قوم تلف ہو سکتی ہے۔ پھر کیا ٹھکانا ہے کہ آج جو لوگ یتیموں کا حق مار رہے ہیں وہ کل خود یتیم اولاد نہ چھوڑ جائیں۔

اگر اپنی قوم کو عظیم بنانا ہے یا کم از کم بچانا ہے تو یتیموں کی خدمت اور حفاظت مقدم ہے۔ جیسا کہ یہ آیت مظہر ہے اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) یتیموں کا مال یتیموں پر صرف کیا جائے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال شریعت کے مطابق ان کے حوالے کر دیا جائے۔

(۲) ان کے اچھے مال کو اپنے برے مال سے نہ بدلا جائے اور

(۳) ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھایا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ حساب کتاب الگ الگ اور صاف صاف رکھا جائے۔ اس اصول سے غبن، خورد برد، غفلت، تصرف وغیرہ کے چور دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ
النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
فَوَاحِدَۃً اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳

اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر عورتیں جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔ دو دو سے تین تین سے یا چار چار سے پھر اگر ایک سے زائد بیویوں میں تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کرو یا ان (باندیوں) کو زوجیت میں لاؤ جو تمہاری ملکیت میں آئی ہیں کیونکہ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ عمدہ بات ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳

اِنْ خِفْتُمْ	اگر تمہیں ڈر ہو
اَلَّا تُقْسِطُوْا	یہ کہ تم انصاف نہ کر سکو گے
طَابَ	پسند ہو
مَثْنٰی	دو دو
ثُلٰثَ	تین تین

رُبٰعَ	چار چار
وَاحِدَةً	ایک
مَلَكَتْ	مالک ہو
اَيْمَانٌ	داہنے ہاتھ
اَدْنٰى	قریب ہے
اَلَّاتَعُوْلُوْا	یہ کہ تم بے انصافی نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۳

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ ایک شخص دس دس بیویاں کرلیا کرتا تھا۔ جب شادیوں کی کثرت سے اخراجات بڑھ جاتے تو مجبور ہوکر اپنی یتیم بھتیجیوں، بھانجیوں اور دوسرے بے بس عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لئے چار بیویاں رکھنے کی حد مقرر کردی لیکن اس میں بھی عدل وانصاف کی شرط رکھ دی ہے۔ اگر ایک شخص عدل وانصاف نہ کرسکتا ہو تو پھر اسے ایک ہی شادی کرنا چاہئے۔

دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ دور جاہلیت میں بھی لوگ یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے کو برا سمجھتے تھے لیکن عورتوں کے معاملے میں ان کے ذہن عدل وانصاف کے تصور سے خالی تھے۔ جتنی چاہتے تھے شادیاں کر لیتے تھے اور پھر ان پر طرح طرح سے ظلم وستم کیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو عورتوں کے ساتھ بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔ اول تو چار سے زیادہ نکاح ہی نہ کرو اور چار کی حد میں بھی اتنی بیویاں رکھو جن کے ساتھ تم انصاف کرسکتے ہو۔

قرآن وسنت کی روشنی میں علماء امت کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں مل سکتی ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اس کی پابندی کی ہے۔ اس آیت میں کسی مسلمان کو اس بات پر مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ چار چار شادیاں ضرور کرے بلکہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے پر عدل وانصاف کی پابندی لگا کر اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ عام حالات میں ایک ہی عورت سے نکاح کرے لیکن بعض حالات میں یہ ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہوسکتے وہ گناہوں کی دل دل میں پھنس سکتے ہیں جس کے نقصانات بے انتہا ہیں۔ ایک مسلمان کو اللہ نے اس کی اجازت دے کر گناہوں سے بچایا ہے۔ قرآن کریم نے ایک

مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے اس کے اس حق پر دنیا کے کسی قانون کو پابندی لگانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ قرآن کے احکامات کے خلاف کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے تو اس وقت بعض صحابہ کرام کے گھر میں چار سے بھی زیادہ بیویاں تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس حکم کے آتے ہی چار سے زیادہ جتنی بھی بیویاں تھیں ان کو طلاق دے دی تا کہ وہ عدت گذار کر شریعت کے مطابق جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

جب یہ حکم آیا تو اس وقت نبی کریم ﷺ کے گھر میں بھی چار سے زیادہ امہات المومنین موجود تھیں مگر آپ نے طلاق نہیں دی کیونکہ آپ اس حکم سے اس لئے مستثنیٰ تھے کہ یہ ان خواتین کے ساتھ شدید بے انصافی ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر زوجہ محترمہ امت کی ماں ہیں اگر آپ ﷺ طلاق دے دیتے تو ان سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہ ہوتی کیونکہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس لئے امت کے تمام افراد کو جن کے گھر میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں ان کو طلاق دے دینے کا حکم تھا کیونکہ وہ طلاق کی عدت گذارنے کے بعد کسی سے بھی نکاح کرنے میں آزاد تھیں جب کہ ازواج مطہرات جن کو ایک دفعہ "ماں" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا اگر ان کو فارغ کر دیا جاتا تو ان کے ساتھ شدید بے انصافی ہوتی۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ④

ترجمہ: آیت نمبر ۴

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی خوشی سے تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو تم اس کو شوق سے کھا سکتے ہو

لغات القرآن آیت نمبر ۴

صَدُقٰتٌ	(صَدُقَةٌ) مہر
نِحْلَةٌ	خوشی سے، خوش دلی سے
طِبْنَ	(مونث) خوشی سے، مرضی سے کام کریں
هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا	ہنسی خوشی

تشریح: آیت نمبر ۴

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کئے جاتے تھے۔ ان کے کسی حق کی ادائیگی کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے عورت کو معاشرہ میں عزت کا مقام عطا کیا اور وہ تمام راستے بند کر دیئے جن سے عورت پر ظلم و ستم کیا جا سکتا تھا۔

مہر جو سراسر ایک عورت کا حق ہے اس کو کھا جانے کے بھی بہت سے طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ مثلاً شادی کے وقت لڑکی کا مہر اس کے سرپرست وصول کر لیا کرتے تھے، دوسرا ظلم یہ تھا کہ اگر کبھی کسی عورت کو مہر دینا ہی پڑ گیا تو اوپرے دل سے عورت کو نادان اور بے وقوف سمجھ کر دے دیا کرتے تھے۔

تیسرا ظلم یہ تھا کہ بہت سے شوہر یہ سمجھ کر کہ ان کی بیوی مجبور ہے مخالفت کر نہیں سکتی دباؤ ڈال کر اس سے معاف کرا لیا کرتے تھے۔ یہ اور اسی طرح کے ظلم و زیادتی کر کے عورتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح الفاظ میں فرما دیا کہ لڑکی کا مہر خواہ اس کے سرپرست لے لیں یا شوہر کے پاس ہو اس لڑکی کو اس کی ادائیگی کرنا لازمی ہے۔ ہاں ایک لڑکی خود ہی اپنا مہر دل کی خوشی اور رضا سے معاف کر دے تو دوسری بات ہے۔ لیکن اگر ذرا بھی اس پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا یا اس کا مہر ہضم کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ بات ایک مسلمان کے لئے جائز اور مناسب نہیں ہوگی۔

وَلَا تُؤْتُوا

السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۶

اور تم اپنے ان مالوں کو جو تمہارے لئے قیام زندگی کا ذریعہ ہیں بے عقلوں کو نہ پکڑا دو۔ البتہ ان مالوں میں سے ان کو کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے قول معروف (یعنی قاعدے کی بات) کرو۔ اور یتیموں کو اس وقت تک آزماتے رہو جب تک وہ نکاح کی عمر کو نہ پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان میں ہوشیاری اور سمجھ داری کی صلاحیت پاؤ تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور یتیموں کا مال اس خوف سے زیادتی کر کے جلدی جلدی نہ اڑا جاؤ کہ بڑے ہو کر مطالبہ کریں گے۔ (ان سرپرستوں میں سے) جو شخص خود مال دار ہو تو اسے یتیم کے مال سے بچنا چاہئے اور جو شخص حاجت مند ہو وہ (اپنے ضروری اخراجات کے لئے) قاعدے طریقے سے لے سکتا ہے اور جب یتیموں کا مال ان کے سپرد کرو تو اس پر گواہ بھی کر لیا کرو۔ ویسے حساب لینے کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۶

لَاتُؤْتُوْا — تم نہ دو

اَلسُّفَهَاءُ — نادان، ناسمجھ

قِيٰمٌ — سہارا، سرمایہ زندگی

اُكْسُوْا — پہناؤ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ — اچھی بات، معقول بات

اِبْتَلُوْا — آزماؤ

اَلْيَتٰمٰى — یتیم، بے باپ کے بچے

حَتّٰى بَلَغُوْا — جب تک وہ پہنچ نہ جائیں

اٰنَسْتُم — تم نے محسوس کیا، اندازہ کر لیا

رُشْدٌ — سمجھ داری، ہوشیاری

اِدْفَعُوْا — دے دو، حوالے کر دو

اِسْرَافٌ	زیادتی، اڑالینا
اَنْ یَّكْبَرُوْا	یہ کہ وہ بڑے ہوجائیں
غَنِیٌّ	خوش حال، آسودہ
فَلْیَسْتَعْفِفْ	پھر بچنا چاہیے
اِشْهَدُوْا	گواہ بنالو
حَسِیْبٌ	حساب لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۶

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اپنا پورا مال کم عقل بچوں اور عورتوں کے حوالے اس طرح نہ کرو کہ خود ان کے محتاج بن کر بیٹھ جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوام اور منتظم بنایا ہے فرمایا تم مال کو خود اپنی حفاظت میں رکھ کر ضرورت کے مطابق ان کو کھلاؤ پہناؤ اور ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے رہو اور اگر ناسمجھ یتیم بچے اس مال کو اپنے قبضے میں لینے کا مطالبہ کریں تو ان کو معقول طریقے سے سمجھا دو جس میں ان کی دل شکنی بھی نہ ہو اور مال بھی ضائع نہ ہونے پائے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ ایسے یتیم بچے جن کے مال کے تم نگراں ہو ان کو ایسے ہی مال نہ دے دو بلکہ آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کو آزماتے رہو کہ وہ اس قابل بھی ہیں کہ اگر مال و دولت ان کے سپرد کر دیا جائے گا تو وہ اس کو ضائع نہ کریں گے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے چھوٹے چھوٹے معمولی خرید و فروخت کے معاملات سپرد کر کے دیکھو۔ ان کی صلاحیتوں کا امتحان کرتے رہو۔ یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں تو اب خاص طور سے اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے معاملات میں سمجھ دار ہو گئے ہیں یا نہیں۔ جب تم ان میں ہوشیاری محسوس کر لو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔ اس کی احتیاط ہونی چاہئے کہ جب مال ان بچوں کے حوالے کیا جائے تو کچھ لوگوں کو گواہ بھی بنا لیا جائے تاکہ آئندہ کسی موقع پر کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کے تمام اعمال اور افعال و کردار سے آگاہ ہے۔ ایک آدمی دنیا کی نگاہوں میں دھول جھونک سکتا ہے لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتا اس لئے ممکن ہے ایک شخص کچھ لوگوں کے سامنے حساب کتاب پیش کر کے سرخ رو ہو جائے لیکن اصل حساب کتاب وہ ہے جب قیامت کے دن تمام انسانوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

ان آیات میں یتیم بچوں کے سرپرستوں کے لئے چند خاص ہدایات دی گئی ہیں۔ فرمایا گیا ہے کہ (۱) امانت میں خیانت نہ کی جائے (۲) یتیم کے مال کو فضول نہ اڑایا جائے (۳) اور اس خوف سے جلدی جلدی خرچ نہ کر دیا جائے کہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا حق طلب کریں گے۔ (۴) اگر ایک سرپرست اپنا خرچ آپ برداشت کر سکتا ہے تو یتیم کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، لیکن اگر

ضرورت مند ہے تو بقدر حاجت لے سکتا ہے۔ حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث اسی آیت کے تحت حکومت کے خزانے سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ دوسرے خلفاء راشدین بھی بس اتنی ہی رقم لیتے تھے جس سے ان کا گذارہ ہو جائے۔ اس جگہ ایک بات کا اور لحاظ رکھا جائے کہ ان آیات میں نابالغ بچوں کے لئے فرمایا جارہا ہے پوری ملت اور اس کے ہر فرد کے لئے نہیں فرمایا گیا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کو دلیل بنا کر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ مال و دولت بہت اہم ہے اس کو نادان اور ان پڑھ قوم کے لئے کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا لہٰذا اگر ساری قوم کا مال و دولت حکومت لے کر سب کو روٹی کپڑا امکان انصاف کے ساتھ دے تو یہ بہتر ہے اور دلیل میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں میں ایسے نادانوں سے یہی کہوں گا کہ کمیونسٹ نظریات کو (جو نظام تقریباً فیل ہو چکا ہے) اس کو اپنانے کے لئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کر کے قرآن کریم کے ابدی اصولوں کو وقتی نظریات کی بھینٹ چڑھانا جائز نہیں ہے۔ اور ہمیں ان نظریات سے مرعوب ہو کر قرآن و سنت کو اس رنگ میں ڈھالنا کائنات کی سب سے بڑی بے وقوفی ہے۔ اس آیت میں نابالغ نادان بچوں کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد فوراً ہی مال ان کے حوالے نہ کیا جائے جب ان میں معاملہ فہمی پیدا ہو جائے تو پھر حق دار کو اس کا حق دے دیا جائے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑦ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ⑧ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ⑩

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اس ترکہ میں جو والدین نے یا دوسرے رشتہ داروں نے چھوڑا ہے مرد بھی حصہ دار ہیں۔ اور عورتیں بھی اس ترکہ میں حصہ دار ہیں جو والدین نے یا دیگر اقربا نے چھوڑا ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ یہ حصے (اللہ کی طرف سے) مقرر ہیں۔

اور جب تقسیم کے موقع پر قرابت دار اور یتیم لڑکے لڑکیاں اور حاجت مند آ جائیں تو انہیں بھی اس (چھوڑے ہوئے مال میں سے) کچھ دے دو اور ان کے ساتھ اچھی گفتگو کرو۔ اور اس بات کا تصور کر کے بھی ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں کمزور بچے چھوڑ جائیں تو انہیں کیسی کیسی فکریں لاحق ہوں گی۔ پس انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ٹھیک اور درست بات کہنی چاہیے بلا شبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کر کے کھا جاتے ہیں تو سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بہت جلد بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

نَصِيْبٌ حصہ

تَرَكَ چھوڑا

قَلَّ تھوڑا ہو

كَثُرَ زیادہ

نَصِيْبٌ مَّفْرُوْضٌ حصہ مقرر ہے

اَلْقِسْمَةُ تقسیم

وَلْيَخْشَ اور ڈرنا چاہیے

ضِعٰفٌ کمزور، ناتواں

سَيَصْلَوْنَ جلد ہی وہ ڈالے جائیں گے

سَعِيْرٌ بھڑکتی آگ

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے عرب میں ایسے ظالمانہ طریقوں کا رواج تھا جس سے عورتوں پر طرح طرح کے ظلم وستم ہوا کرتے تھے ان ہی میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ عورتوں کو ترکہ نہیں دیا جاتا تھا قرآن کریم نے اس ظالمانہ رواج کو توڑا اور عورتوں کو بھی اسی طرح حصہ دلایا جس طرح مردوں کو۔ عرب میں کم مال تقسیم نہیں ہوتا تھا۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ مال و دولت، جائیداد وغیرہ کم ہو یا زیادہ بہر حال میراث تقسیم ہوگی۔ اور یہ بھی کہا کہ میراث کے حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔ ان میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو نہیں دیا گیا۔ تقسیم میراث کے موقع پر چند لوگ بھی آسرا لگا کے آجاتے ہیں جن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ان میں دور دراز کے رشتہ دار، یتیم اور بیوائیں اور دوسرے حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ وہ ورثا جو موقع پر موجود ہیں ان سے اخلاق کا تقاضا ہے کہ کچھ دے دلا کر ایسے لوگوں کی دلداری کریں اور نرم گفتگو کے ذریعہ ان کا دل ہاتھ میں لیں۔ مگر ایسے لوگوں کو اس مال میں سے دینا جائز نہیں جو یتیموں کا حصہ ہے یا غائب ورثا کا حصہ ہے۔ صرف حاضر اور بالغ ورثا اپنے اپنے مال میں سے دے سکتے ہیں۔ اس طرح شریعت انہیں بھی نہیں بھولی جن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

حصہ پانے والوں، پانے والیوں اور تقسیم میراث کے وقت حاضر افراد کو لازم ہے کہ کوئی غلط مطالبہ یا غلط گفتگو نہ کریں اور لالچ، ظلم اور دھوکے سے دور رہیں۔ دل میں ہر وقت اللہ کا خوف ہو۔ زبان پر نرم بلکہ شیریں الفاظ ہوں۔ ذرا دل میں غور کریں اگر وہ نابالغ بے بس یتیم بچوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر مر رہے ہوں تو وہ دوسروں سے کیسی کیسی امیدیں اور اندیشے رکھتے ہوں گے۔ جیسا وہ دوسروں کو دیکھنا چاہتے ہیں ویسا خود بھی کر کے دکھائیں۔

آخر میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقے سے کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھر رہے ہوتے ہیں۔ وہ ضرور جہنم میں جائیں گے۔ قیامت کے دن وہ اس حال میں پیش ہوں گے کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں منہ ناک کانوں اور آنکھوں کو جھلس رہی ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں خاص طور پر دو طرح کے کمزوروں کے مال سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔ عورت اور یتیموں کے مال سے

یہ جو آیت نمبر سات میں لفظ "اقربون" ہے اس سے تین اصول مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) تقسیم میراث رشتہ داری کی بنیاد پر ہے۔ جو رشتہ دار جتنا نزدیکی ہوگا اس کا حق اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

(۲) اقربون میں مرد عورت دونوں شامل ہیں۔

(۳) میراث کی تقسیم میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کون کتنا ضرورت مند ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کون رشتہ میں کتنا قریب ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اسے ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔ اور اگر مرنے والا صاحب اولاد ہو تو اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور اگر مرنے والا صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تب ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر مرنے والے کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حق دار ہوگی۔ یہ حصے اس وقت نکالے جائیں گے جبکہ مرنے والے کی وصیت پوری کر دی گئی ہو اور اس پر جو قرض تھا وہ ادا کر دیا گیا ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بلا شبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱

یُوْصِیْ	وہ حکم دیتا ہے۔ نصیحت کرتا ہے
ذَکَرٌ	لڑکا، مرد
حَظٌّ	حصہ
اَلْاُنْثَیَیْنِ	دو لڑکیاں، دو عورتیں
ثُلُثَا	دو ثلث (دو تہائی)
اَلنِّصْفُ	آدھا
اَبَوَیْهِ	اس کے ماں باپ (ابوین۔ ہ)
اَلسُّدُسُ	چھٹا حصہ
اِخْوَةٌ	بھائی (اَخٌ)
دَیْنٌ	قرض
لَاتَدْرُوْنَ	تم نہیں جانتے
اَیُّهُمْ	ان میں سے کون
اَقْرَبُ	زیادہ قریب ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۱

سورۃ النساء کی آیت ۱۱ میں اللہ نے وراثت کے سلسلے میں چند اہم اصول ارشاد فرمائے ہیں!

(۱) ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔

(۲) اگر میت نے بیٹا نہ چھوڑا۔ صرف بیٹیاں چھوڑی ہوں دو یا زیادہ۔ تو دو تہائی (۲/۳) مال ان سب بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔ (برابر، برابر)

(۳) اگر ایک ہی بیٹی چھوڑی ہے اور کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تو بیٹی کو کل ترکہ میں سے نصف (۱/۲) حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت نے اولاد چھوڑی ہے تو اس کے باپ کو کل مال میں سے چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا نیز بعض صورتوں میں

دوسرے وارثوں کے حصے مل جانے کے بعد کچھ بچا ہوا پھر والد کو مل جاتا ہے جو اس کے لئے مقررہ چھٹے حصے کے علاوہ ہے۔

(۵) اگر میت نے اولاد نہیں چھوڑی اور صرف ماں باپ وارث ہیں تو کل مال میں سے ماں کا حصہ ایک تہائی ہے (۱/۳)۔ (باپ کا حصہ دو تہائی ۲/۳)

(یہ اس صورت میں ہے کہ مرنے والے نے نہ اولاد چھوڑی نہ بیوی نہ شوہر نہ بھائی نہ بہن) لیکن اگر شوہر یا بیوی موجود ہے تو پہلے اس کا حصہ الگ کیا جائے گا۔ بقیہ میں ایک تہائی ۱/۳ ماں کو اور دو تہائی ۲/۳ باپ کو ملے گا ماں کو بقیہ مال کی ایک تہائی صرف دو صورتوں میں ملے گی پہلی صورت وارثوں میں صرف شوہر اور والدین ہوں۔ دوسری صورت وارثوں میں صرف بیوی اور والدین ہوں۔

لیکن اگر میت کی اولاد نہ ہو البتہ بھائی بہنوں میں سے کم از کم دو یا اس سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں بھی ماں کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا (۱/۶) اور اگر کوئی وارث نہیں تو بقیہ ۵/۶ حصہ باپ کو مل جائے گا۔ بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ باپ رشتہ میں زیادہ قریب ہے۔

(۶) اگر میت نے بھائی بہن چھوڑے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا۔

(۷) یہ حصے اس وقت نکالے جائیں گے جب میت نے جو وصیت کی وہ ایک تہائی مال سے پوری کر دی جائے اور جو قرض چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

(۸) کسی کو کیا خبر کہ آگے چل کر اسے باپ سے زیادہ فائدہ پہنچے گا یا بیٹے سے۔ (اس لئے اسے اپنی پسند اور ناپسند کو بیچ میں نہیں ڈالنا چاہئے)

(۹) یہ سارے حصے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور وہی ایک ذات ہے جس کے پاس علم بھی ہے اور حکمت بھی۔

اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال میں سے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے۔ جس میں نہ کنجوسی ہو نہ فضول خرچی۔ اس کے بعد دوسرا حق قرض داروں کا ہے۔ اگر قرضے ادا کرنے کے بعد میراث بچی تو پھر تیسرا حق وصیت کا ہے۔ اور کسی کو اجازت نہیں ہے کہ اپنے کل مال میں سے ایک تہائی (۱/۳) سے زیادہ کی وصیت کرے اور کسی جائز حقدار کا حق مارے۔ اگر ۱/۳ سے زیادہ کی وصیت کی جائے تو صرف ۱/۳ کی حد تک تسلیم کی جائے گی۔ لیکن اگر تمام وارثوں کو ۱/۳ سے زیادہ وصیت پر اعتراض نہ ہو تو وصیت پر اسی طرح عمل کیا جائے گا۔

ان تین حقوق کی ادائیگی کے بعد ہی میراث کی تقسیم ہوگی۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱۲

اور تمہارے لئے تمہاری ان بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے آدھا حصہ ہے جن کے کوئی اولاد نہ ہو۔ لیکن اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے لئے اس مال میں سے چوتھائی حصہ ہے جب کہ اس وصیت کو پورا کر دیا جائے جو انہوں نے کی ہے اور قرض ادا کر دیا گیا ہو۔ (اسی طرح) تم جو مال وغیرہ چھوڑ کر جاؤ گے اس میں سے ان عورتوں کے لئے چوتھائی ہے اگر وہ صاحب اولاد نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ صاحب اولاد ہوں تو ان عورتوں کے لئے تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ کی گئی وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کی میراث ہو۔ اور وہ باپ، بیٹا کچھ بھی نہ رکھتا ہو یا ایسی ہی کوئی عورت ہو اور اس میت کے ایک بھائی ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ کی گئی وصینت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲

اَلرُّبُعُ	چوتھائی
اَلثُّمُنُ	آٹھواں حصہ
اُخْتٌ	بہن
غَیْرَ مُضَآرٍّ	نقصان نہ پہنچائے

تشریح آیت نمبر ۱۲

(۱) ''اولاد چھوڑنے میں'' سوتیلی اولاد شامل ہے۔ خواہ بیوی کے پہلے شوہر یا شوہروں سے یا میاں کی پہلے بیوی یا بیویوں سے ہو۔

(۲) اگر شوہر چند بیویاں چھوڑ کر مر جائے تو ایک چوتھائی ترکہ ساری بیویوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے اگر اولاد نہ چھوڑے۔

(۳) اگر شوہر اولاد بھی چھوڑتا ہے اور چند بیویاں بھی (خواہ وہ اولاد یا اولادیں کسی ایک بیوی یا مختلف بیویوں سے ہوں) تو بیویوں کے درمیان کل ترکہ میں سے صرف آٹھواں حصہ ۸/۱ برابر تقسیم ہوگا۔

(۴) یہاں آیت کریمہ میں اگرچہ ایک خاص حکمت کے تحت وصیت کو قرض پر مقدم کیا گیا ہے لیکن حکم کے اعتبار سے امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ یعنی سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے قرض ادا کیا جائے گا پھر ایک تہائی مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔

(۵) مہر قرض ہے۔ دیگر قرضوں کے ساتھ فوقیت ''دین مہر'' کو بھی دی جائے گی۔ اس کے بعد اگر ترکہ بچے گا تو تقسیم ہوگا۔ ایک بیوی (بیوہ) دین مہر بھی پائے گی اور اپنے حصہ کا ترکہ بھی۔

(۱) اگر میت (مرد ہو یا عورت) نہ تو اولاد چھوڑتا ہے، نہ اولاد کی اولاد چھوڑتا ہے، نہ زندہ ماں باپ یا دادا مگر ایک بھائی یا ایک بہن چھوڑتا ہے (ماں شریک) تو اس ایک بھائی یا ایک بہن کو چھٹا حصہ ۶/۱ ملے گا۔

(۲) اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے یعنی تعداد دو ہے تو ہر ایک کو چھٹا حصہ یعنی ۶/۱ حصہ ملے گا۔

(۳) اگر بھائی اور بہن کی تعداد دو سے زیادہ ہے تو ایک تہائی ۳/۱ میں سے برابر کے شریک ہوں گے۔

(۴) حسب معمول پہلا حق قرضے کا اور پھر وصیت کا ہے۔

(۵) کوئی ایسی وصیت نہیں مانی جائے گی جس میں کسی جائز حق دار کا حق کل یا جز و مارا گیا ہو۔

(٦) یہ تقسیم میراث کا حکم اللہ کا تاکیدی حکم ہے۔ وہ اللہ جو علم والا بھی ہے اور حلم والا بھی۔

(۷) اوپر کی آیات میں ماں شریک بھائی بہن کا ذکر آیا ہے۔ باپ شریک اور حقیقی بھائی بہنوں کا ذکر سورۃ النساء کی آخری آیت میں آیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اگر چہ وصیت کا لفظ دین (قرضہ) سے پہلے آیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے وصیت کو دین (قرض) کے بعد درجہ دیا ہے۔ (ترمذی)

وہ وصیت نہیں مانی جائے گی جس میں کسی جائز حق دار کا حق مارنے کی نیت ہو۔ عرب میں جائز حق داروں کو محروم کرنے کے لئے بہت سی ترکیبیں کی جاتی تھیں جن سے اسلام نے روک دیا ہے تا کہ ہر ایک حق دار کو اس کا جائز حق مل جائے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

اللہ ہی نے یہ حدیں قائم کی ہیں۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوگا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ اس کے لئے عظیم کامیابی ہے۔

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اس کی مقرر کردہ حدوں کو پھلانگ گیا وہ ایسی آگ میں داخل ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ تڑپتا رہے گا۔ اور اس کے لئے یہ بڑی ذلت کا عذاب ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

حُدُوْ دُاللّٰهِ	اللہ کی حدیں ہیں
اَلْفَوْزُالْعَظِیْمُ	بڑی کامیابی
یَعْصِ	نافرمانی کرتا ہے
یَتَعَدَّ	وہ حد سے بڑھتا ہے
مُهِیْنٌ	ذلت، (ذلت والا عذاب)

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

یہ حصے اس نے مقرر کئے ہیں جس کے پاس علم بھی ہے اور حکمت بھی۔ اس کی مصلحتوں اور دانش کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اگر ان حدود کی پرواہ نہ کی جائے تو پھر یہ جنگل کی انارکی اور لاقانونیت ہوگی۔ کسب مال، صرف مال، اقتصادیات، معاشرت، کنبہ واری، حقوق، عزت اور الفت سب تہہ وبالا ہو جائیں گے۔

اس لئے ان آیات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو عظیم انعامات کا یقین دلایا ہے اور بغاوت کرنے والوں کے لئے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

کسی مذہب نے وراثت کے اصول اور حدیں مقرر نہیں کی ہیں۔ اگر کوئی قاعدہ یا قانون ہے تو وہ انسانوں کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں نہ علم ہے نہ حکمت ہے۔

قرآن نے جو اصول وراثت پیش کئے ہیں ان کی وضاحت میں حضور ﷺ کی احادیث نے بھی بہت کچھ اصول پیش کئے ہیں۔ مثلاً

(۱) مورث اور وارث دونوں مسلم ہوں۔ مسلم کا ترکہ کافر کو یا کافر کا ترکہ مسلم کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر مورث مرتد ہو گیا تھا تو حالت اسلام میں جو کچھ مال اس کے پاس تھا اس کا ترکہ مسلم وارثوں کو ملے گا۔ حالت ارتداد میں جو کچھ اس نے کمایا وہ بیت المال میں جمع ہو جائے گا۔

(۴) لیکن اگر عورت مرتد ہو گئی تھی تو اس کا کل مال، خواہ اس کا تعلق زمانہ اسلام سے ہو یا زمانہ ارتداد سے، اس کے مسلم وارثوں کو ملے گا۔

(۵) مرتد مرد یا عورت، اسے کسی مسلم کی میراث نہیں ملے گی۔

(۶) قاتل کو مقتول کی میراث میں سے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ بشرطیکہ قتل ایسا ہو جس پر شرعاً قصاص یا کفارہ لازم ہے۔ حضور ﷺ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔ البتہ جس قتل میں شرعاً قصاص یا کفارہ لازم نہیں اس میں وراثت ملتی ہے۔

(۷) اگر بیوہ حاملہ ہے تو وہ بچہ بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوا وارثوں میں شریک ہے۔ چونکہ یہ معلوم نہیں وہ بچہ لڑکا ہے یا لڑکی اسی لئے وضع حمل سے پہلے جائیداد کی تقسیم نہیں ہوگی لیکن اگر جائیداد کی فوری تقسیم ضروری ہے تو موجودہ ورثا سے پختہ عہد کے ساتھ ضمانت بھی لی جائے کہ حمل سے اگر ایک سے زیادہ بچے پیدا ہو گئے تو ان کے استحقاق کے مطابق واپس کردیں گے پھر ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا حصہ موقوف چھوڑا جائے یا لڑکا یا لڑکی میں سے جس صورت میں زیادہ ملتا ہو وہی فرض کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ پھر ولادت ہونے پر ہر ایک کے استحقاق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

(۸) اگر کسی نے مرض الوفات میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے اسی بیماری میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو بیوی کو میراث کا مقررہ حصہ ملے گا۔ خواہ طلاق طلاق بائن رجعی یا مغلظہ ہو سب کا ایک ہی حکم ہے لیکن اگر شوہر کا انتقال عدت ختم ہونے کے بعد ہوا تو بیوی کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر شوہر کا انتقال اسی بیماری میں نہیں ہوا بلکہ اس بیماری سے تندرست ہو گیا تھا پھر بیمار ہو کر وفات پائی تو اس صورت میں بھی بیوی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، خواہ عدت ختم ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(۹) اگر شوہر نے بیوی کے مانگنے پر طلاق بائن دی تو عورت کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، خواہ شوہر کا انتقال عدت کے اندر ہو یا عدت کے بعد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ اگر عورت کے مانگنے پر طلاق رجعی دی ہے خواہ اس نے رجعی مانگی ہو یا بائن بہر صورت اگر عدت کے اندر شوہر کا انتقال ہو گیا تو بیوی کو اپنا مقررہ حصہ ملے گا۔

(۱۰) شوہر کے مرض الوفات میں یا اس سے پہلے اگر عورت نے خلع لے لیا ہے تو وہ وارث نہیں۔ خواہ شوہر خلع کی عدت کے دوران مرجائے۔

(۱۱) اس کے علاوہ فقہ کے اور بہت سے مسائل ہیں جو فقہ کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَاۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

اور جو تمہاری عورتیں بے حیائی کا کام کریں، تم ان عورتوں پر اپنوں میں سے چار مردوں کو گواہ بنا لو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں میں مقید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ نکال دے۔ اور اگر دو مرد بے حیائی کا کام کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنے حال کی اصلاح کرلیں تو ان دونوں کو چھوڑ دو۔ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

اَلّٰتِیْ وہ (مونث)

یَاْتِیْنَ لائیں، کریں

اَلْفَاحِشَۃُ بے حیائی بدکاری

اِسْتَشْھِدُوْا گواہ مانگو، گواہ طلب کرو

اَمْسِکُوْ تم روک لو

اَلْبُیُوْتُ (بیت) گھر

اَلَّذٰانِ وہ دو مرد (تَثْنِیَہ)

اٰذُوْا تم تکلیف پہنچاؤ

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

نبی کریم ﷺ سے پہلے جاہلیت کے دور میں یتیموں اور میراث کے معاملہ میں بڑی کوتاہیاں کی جاتی تھیں جن کی مذمت میں گذشتہ آیات نازل ہوئیں اسی طرح عورتوں کے معاملہ میں سینکڑوں رسمیں رائج تھیں جن کے ذریعہ انہیں طرح طرح سے

اذیتیں دی جایا کرتی تھیں۔ آئندہ آیات میں ان ہی کی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ ان آیات میں جو حکم نازل ہوا ہے وہ تمام مفسرین کے نزدیک ابتدائے اسلام میں زنا کار عورت کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ مگر اللہ نے اس میں کسی اور سبیل کا بھی وعدہ کیا تھا چنانچہ اللہ نے اٹھارویں پارے کی سورۂ نور میں ارشاد فرمایا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد دونوں کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اب شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ اگر شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت بدکاری کریں گے تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ یعنی پتھر مار کر ہلاک کیا جائے گا لیکن اگر غیر شادی شدہ ہیں تو ان کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔ سورۂ نور کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اب سورۂ نساء کی آیت ۱۵ کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ گھر میں قید رکھنے کا حکم اس وقت تک تھا جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ سورۂ النساء کی سولہویں آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ بے حیائی کا خلاف فطرت کام دو مرد کرتے ہیں تو ان کو شدید اذیت دی جائے گی۔ فقہ اسلامی میں اس گندے فعل کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اس فعل کے کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے تاہم اس فعل شنیع کے لئے سخت سے سخت سزائیں منقول ہیں مثلاً اس کی شدید سزاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو آگ میں جلایا جائے۔ دیوار گرا کر کچل دیا جائے۔ اونچی جگہ سے پھینک کر سنگسار کر دیا جائے یا اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ سزا دینے کے بعد اگر ان دونوں نے توبہ کر لی اور اپنے افعال و اعمال کی اصلاح کر لی تو پھر خواہ مخواہ ان کے پیچھے نہ پڑا جائے گا۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ الْـَٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمے ہے ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی میں کوئی فعل کر

بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد فوراً ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ مگر توبہ ان لوگوں کی قبول نہیں کی جاتی جو (مسلسل) برے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کر ہی کھڑی ہو جاتی ہے اس وقت وہ شخص کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے۔ اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لئے بھی فائدہ مند نہیں ہے جو کفر پر مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

اَلتَّوْبَةُ	توبہ، (لوٹنا)
اَلسُّوْءُ	برائی، گناہ
بِجَهَالَةٍ	جہالت، نادانی
يَتُوْبُوْنَ	وہ توبہ کرتے ہیں
يَعْمَلُوْنَ	عمل کرتے ہیں
اَلسَّيِّاٰتُ	(سَيِّئَةٌ) برائی، گناہ
تُبْتُ	میں نے توبہ کر لی
اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کیا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

گذشتہ آیات میں بدکار مردوں اور بدکار عورتوں کی سزا کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا۔ اب سورۃ النساء کی آیت ۱۷، ۱۸ میں توبہ قبول ہونے اور نہ ہونے کی صورتوں کا بیان فرمایا ہے۔ توبہ کے لفظی معنی ہیں "لوٹنا" واپس آنا۔ جس جگہ کو چھوڑا تھا وہیں پلٹ کر واپس آنا۔ جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے لیکن جب وہ ندامت کے آنسوؤں کے

ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پلٹ کر آتا ہے اور اس بات کا عہد کرتا ہے کہ جو خطا اس سے سرزد ہوگئی ہے اس پر وہ ہمیشہ کے لئے شرمندہ ہے اور اب آئندہ نہ کرنے کا وہ اللہ سے عہد کررہا ہے۔ تو یہ توبہ کہلائے گی اگر کوئی شخص زبان سے تو ''توبہ توبہ'' کہہ رہا ہے لیکن ذہن کے کسی گوشے میں تصور گناہ بھی موجود ہے تو یہ سراسر دھوکہ ہے ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ توبہ کا منشا ہی یہ ہے کہ اب وہ گناہ کے راستے سے پلٹ کر آگیا ہے اور نیکی کے ساتھ زندگی گذارنے کا بھرپور عزم رکھتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں توبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ گناہ کو برا سمجھ کر اسے چھوڑ دینا، جو کچھ خطا ہو چکی اس پر نادم اور شرمندہ ہونا، اس غلطی کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا۔ جن کاموں کا تدارک ہوسکتا ہے اسے دور کرنا یعنی اگر کوئی گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اس کو ادا کرنا اور اگر حقوق اللہ سے ہے تو اس کی قضا کرنا۔ جیسے چھوڑی ہوئی نمازیں اور روزے وغیرہ۔ جب یہ باتیں پوری ہوں گی تب توبہ قبول کی جائے گی۔ لیکن وہ شخص جو گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے مگر اس کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ ابھی تو کافی وقت پڑا ہے توبہ کرلیں گے جب موت کے فرشتے سامنے آکر کھڑے ہوجاتے ہیں تو پھر وہ شخص کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اسی طرح وہ شخص جو کفر پر جما ہوا ہے اور اس کو موت آجاتی ہے تو اللہ ایسے لوگوں کی توبہ کو قبول نہیں کیا کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔ نہ تمہارے لئے یہ حلال ہے کہ تم انہیں اس لئے قید میں رکھو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کوئی حصہ واپس لے لو۔ البتہ اگر وہ کوئی کھلی بدچلنی کا مظاہرہ کریں تو اور بات ہے۔ اور ان عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گذارو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اسی میں تمہارے لئے بہت ساری بھلائی اور منفعت رکھ دی ہو۔ اور اگر تم نے اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو خواہ تم نے اسے بہت سارا مال بھی دے دیا ہو تو اسے واپس نہ لو کیا تم اس پر الزام لگا کر اور کھلا ہوا ظلم کر کے واپس لو گے۔ بھلا تم ان سے کس طرح واپس لو گے جب کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے پکے وعدے لے چکی ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

لَا يَحِلُّ	حلال نہیں ہے
تَرِثُوْا	وارث (نہ) بن جاؤ (مالک بن بیٹھنا)
كُرْهٌ	زبردستی کرنا
لَاتَعْضُلُوْا	مت روکو، بند نہ کرو
لِتَذْهَبُوْا	تاکہ تم لے جاؤ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	تم نے ان کو دیا
عَاشِرُوْا	تم زندگی گذارو
كَرِهْتُمُوْا	تم نے برا سمجھا
عَسٰى	شاید
اَنْ تَكْرَهُوْا	یہ کہ تم برا سمجھو

يَجْعَلُ	بناتا ہے، ڈالتا ہے
اَرَدْتُّمْ	تم نے ارادہ کرلیا
اِسْتِبْدَالٌ	بدلنا، بدلنے کی خواہش
زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ	بیوی کی جگہ بیوی
اٰتَيْتُمْ	تم نے دیا
اِحْدٰهُنَّ	ان میں سے کوئی ایک
قِنْطَارٌ	مال کا ڈھیر

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

عرب جاہلیت میں عورتوں پر طرح طرح کے ظلم ہوا کرتے تھے جس سے ایک عورت کو اپنے معاشرہ میں تحفظ کے لئے کسی طرح کے بھی حقوق حاصل نہیں تھے عورتیں مردوں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئی تھیں۔ علاوہ اور رسموں کے ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اور دوسرے مال و دولت کا مالک بن جاتا اسی طرح اس کی چھوڑی ہوئی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملکیت میں لے لیا کرتا تھا۔ اگر دل چاہتا تو بغیر مہر کے زبردستی اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کرا دیتا اور اس کا مہر خود وصول کر لیتا۔ کبھی کبھی تو نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے نکاح کرنے دیتا تا کہ گھر کی دولت باہر نہ چلی جائے۔ نہ اس مجبور و بے کس عورت کو مرنے والے شوہر کی میراث میں سے حصہ ملتا۔ غرضیکہ عورت پر ظلم و ستم کی انتہاء تھی۔ ظلم کی دوسری شکل یہ تھی کہ عورت پر بلاقصور ظلم و زیادتی کی جاتی تا کہ وہ تنگ آ کر خلع کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یعنی جو کچھ اس عورت کے پاس ہے وہ دے دلا کر اس سے جان چھڑا لے۔

سورۃ النساء کی آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱ میں عربوں کی ان جاہلانہ رسموں کو مٹانے کے لئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ بہترین اور بھلے طریقے سے زندگی گذاریں۔ کسی مومن کے لئے جہالت کی یہ بری باتیں حلال نہیں ہیں بلکہ ان کو عورتوں کے تمام حقوق کی ادائیگی کا پابند بنایا گیا ہے۔ ایک سچا مومن کبھی کسی کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالتا خاص طور پر اس بیوی کے حقوق پر ڈاکہ کیسے ڈالا جا سکتا ہے جو اس کے نکاح میں آنے کے ساتھ اس کے تمام حقوق ادا کرتی رہی ہے اور ایک دوسرے نے ساتھ مرنے اور جینے کے عہد و پیمان کئے تھے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں۔ مگر پہلے جو ہو چکا وہ بات گئی گذری ہوئی۔ بے شک یہ ایک بے شرمی کی بات ہے۔ نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

تمہارے اوپر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ تمہاری دودھ شریک بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم نے صحبت بھی کرلی ہو اور (وہ) لڑکیاں تمہاری پرورش میں ہی رہتی ہوں۔ اور اگر تم نے ان عورتوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان بیویوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور تمہارے ان

بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں اسی طرح دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا (بھی حرام کردیا گیا ہے)۔ سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

سَلَفَ	جو گذر گیا
مَقْتٌ	اللہ کے عذاب کا (سبب)
سَاءَ سَبِيْلًا	برا راستہ
حُرِّمَتْ	حرام کردی گئی
اُمَّهٰتٌ	مائیں
بَنٰتٌ	بیٹیاں
اَخَوَاتٌ	بہنیں
عَمّٰتٌ	پھوپھیاں
خٰلٰتٌ	خالائیں
بِنْتُ الْاَخِ	بھتیجیاں
بِنْتُ الْاُخْتِ	بھانجیاں
اَرْضَعْنَ	جن عورتوں نے دودھ پلایا
اَلرَّضَاعَةُ	دودھ پلانا
رَبَائِبُ	(ربیبہ) گود میں پلنے والیاں
حُجُوْرٌ	گود میں (حجر۔ پہلو)
دَخَلْتُمْ	تم نے صحبت کی ہے

اَبْنَآءٌ — بیٹے

اَصْلَابٌ — (صُلْبٌ) پیٹھ

اَنْ تَجْمَعُوْا — یہ کہ تم جمع کرو (جمع نہ کرو)

اَلْاُخْتَیْنِ — دو بہنیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

ان آیتوں میں سب سے پہلے عرب کی ایک جاہلانہ رسم کو مٹانے کا حکم فرمایا جارہا ہے۔ عربوں میں یہ بھی جہالت رائج تھی کہ وہ اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا جارہا ہے کہ یہ کتنی بدترین بات ہے کہ کل تک جس کو تم اپنی ماں کہتے رہے ہو باپ کے مرنے کے بعد اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھو گے یہ ایک سخت بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک اپنی سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ دور جہالت میں جو ہو چکا سو ہو چکا اب آئندہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آگے ان دوسری عورتوں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔

اس آیت میں جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

محرمات نسبیہ۔ یعنی وہ عورتیں جو نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے قیامت تک حرام ہیں۔

(۱) حرمت علیکم امھتکم: تمہاری مائیں تم پر حرام کردی گئی ہیں اس میں دادیاں نانیاں سب داخل ہیں۔

(۲) بنتکم: یعنی اپنی حقیقی بیٹیاں اور ان کی بیٹیاں یعنی پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی وغیرہ۔

(۳) اخواتکم: یعنی حقیقی بہنیں۔ خواہ وہ حقیقی بہن، ماں شریک بہن ہو یا باپ شریک۔

(۴) وعمتکم: یعنی اپنے باپ کی بہنیں جن کو پھوپھی کہتے ہیں، خواہ باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی بہن۔

(۵) خلتکم: یعنی اپنی ماں کی بہنیں جن کو خالہ کہتے ہیں خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی، باپ شریک ہوں یا ماں شریک، تینوں طرح کی خالاؤں سے نکاح حرام ہے۔

(۶) بنت الاخ: یعنی بھائی کی لڑکیاں جن کو بھتیجی کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔ نکاح حرام ہے۔

(۷) بنت الاخت: یعنی بہن کی لڑکیاں جن کو بھانجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی سب طرح کی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔ ان کی حرمت قطعی اور ابدی ہے یعنی ان رشتوں میں نکاح کرنا قیامت تک حرام ہے۔

محرمات نسبیہ کی طرح کچھ وہ رشتے بھی ہیں جن کو محرمات رضاعیہ کہا جاتا ہے۔

رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا اس آیت میں تذکرہ فرمایا ہے۔ یعنی تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ رضاعی بہنیں جو دودھ شریک رہی ہیں۔ یہ بھی سگی ماں اور سگی بہن کی طرح ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس آیت میں اگرچہ صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر ہے لیکن فقہ اسلامی کی رو سے وہ ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں جن کی تفصیل ابھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ تیسری قسم محرمات صھریہ کی ہے۔ یعنی جن کی وجہ سے دوسروں سے نکاح حرام ہے۔ جیسے بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں بھی شوہروں پر حرام ہیں۔ اس میں بیویوں کی نانیاں، دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب شامل ہیں۔ بہر حال منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے۔ دوسری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہروں سے ہیں اور اس شوہر سے نکاح کے بعد اس بیوی سے ہم بستری یا اس کی قائم مقام کوئی کام کرلیا ہو تو اس طرح اس عورت کی لڑکیاں بھی اس شوہر پر حرام ہوگئیں اور اس کی پوتیاں اور نواسیاں بھی لیکن اگر ہم بستری یا اس کی قائم مقام کوئی بات نہیں ہوئی تو صرف نکاح کی وجہ سے مذکورہ قسمیں حرام نہیں ہوں گی۔ یہاں قرآن کریم میں سوتیلی لڑکی کے حرام ہونے کے لئے سوتیلے باپ کے گھر میں یا پرورش میں ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ درجہ شرط میں نہیں بلکہ چونکہ عادۃ وہ لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ سوتیلے باپ کے گھر ہی میں پرورش پاتی ہیں اس لئے بطور عادت یہ بھی ذکر کردیا اسی لئے فقہاء امت کا اس باپ پر تقریباً اجماع ہے کہ سوتیلی بیٹی آدمی پر بہر حال حرام ہے خواہ وہ سوتیلے باپ کے گھر میں پرورش پاتی ہو یا نہ پاتی ہو بس صرف یہ شرط ہے کہ سوتیلے باپ نے اس کی ماں کے ساتھ نکاح کے بعد ہم بستری یا کوئی ایسا کام کرلیا ہو جو ہم بستری کے قائم مقام ہے۔

تیسرے یہ فرمایا کہ بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح حرام ہے۔ مگر یہاں ''اصلابکم'' کی قید لگائی گئی ہے۔ یعنی ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو بیٹے تمہاری نسل اور صلب سے ہوں۔ اس طرح منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہے۔ طلاق اور عدت کے بعد اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔

چوتھی بات یہ فرمائی کہ دو سگی بہنوں کو بھی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا سوتیلی۔ البتہ ایک بہن کے انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ایک بہن کو طلاق ہو جانے کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ پہلی بہن کی عدت گذر چکی ہو۔ فرمایا گیا کہ پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا لیکن آئندہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴

شوہر والی عورتیں تم پر حرام کردی گئی ہیں۔ سوائے ان کے جو تمہارے داہنے ہاتھ کی ملکیت ہوں (جنگ میں ہاتھ آئیں اور تمہارے حصہ میں لونڈی بنا کر دے دی جائیں) یہ احکام تم پر فرض کردیئے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ تمام عورتیں تم پر حلال کردی گئی ہیں بشرطیکہ تم ان کو اپنے مال (مہر) کے بدلے ان سے نکاح کرو۔ باضابطہ بیوی بنا کر گھر میں رکھنے کے لئے۔ مقصد صرف شہوت رانی نہ ہو۔ بیوی بنا کر جو فائدہ تم اٹھاؤ تو ان کا حق مہر جو تم پر فریضہ ہے اسے خوش دلی سے ادا کرو۔ اور تم دونوں پر کوئی الزام نہیں اگر آپس کی خوشدلی کے ساتھ ٹھہرائے ہوئے مہر کی کمی وبیشی پر سمجھوتہ کرلو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ علم بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴

اَلْمُحْصَنٰتُ	شوہر والی عورتیں (شوہر کے قلعہ میں محفوظ)
مَلَكَتْ	مالک ہیں
اَيْمَانُكُمْ	تمہارے داہنے ہاتھ (مکمل ملکیت)
اُحِلَّ	حلال کردیا گیا
مَاوَرَاءَ	جو اس کے علاوہ ہے

تَبۡتَغُوۡا	تم تلاش کرو
مُحۡصِنِيۡنَ	حفاظت کے قلع میں لانے کے لیے (نکاح میں لانے کے لیے)
غَيۡرَ مُسَافِحِيۡنَ	نہ مستی نکالنے کے لیے
اِسۡتَمۡتَعۡتُمۡ	تم نے فائدہ حاصل کیا
اُجُوۡرَهُنَّ	ان کے مہر (اجر۔مہر)
تَرَاضَيۡتُمۡ	تم آپس میں راضی ہو گئے
بَعۡدَ الۡفَرِيۡضَةِ	فرض کی ادائیگی کے بعد۔ مقرر کر لینے کے بعد

تشریح: آیت نمبر ۲۴

نکاح کے لئے حرام عورتوں کی فہرست میں ایک اہم اضافہ ہے۔ فرمایا تمام شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔ مگر یہاں بھی ایک استثنیٰ ہے۔

اس بارے میں یہ آیت قطعی ہے کہ کوئی عورت بیک وقت دو یا زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔ حالانکہ ایک مرد دو یا تین یا چار بیویاں تک رکھ سکتا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے بڑی مصلحت ہے لیکن بظاہر جو مصلحت سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ شوہر والی عورت کی اولاد کا پتہ لگنا ناممکن ہے کہ یہ کس باپ کی اولاد ہے۔ اس طرح اولاد کا ذہن اور مستقبل دونوں خراب ہو سکتے ہیں۔ اس سے سماجی خرابیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ پھر دو یا زیادہ شوہروں میں باہم لڑائیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

چنانچہ جب نکاح ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے یہ بات طے ہو گئی کہ دونوں فریقین ایک دوسرے کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں۔ کوئی تیسرا فریق اس میں دخل نہیں دے گا۔ اس میں کسی دوسرے کی شرکت اور حصہ داری نہیں ہے۔

مگر یہ حکم اس عورت پر لاگو نہیں ہے جو جنگ کی حالت میں گرفتار ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام آ گئی ہو، جس کا شوہر دارالحرب میں رہ گیا ہو اور جو دارالاسلام میں بطور مال غنیمت کسی شہری کے حصہ میں دے دی گئی ہو۔ اب وہ شہری چاہے تو اسے اپنی بیوی بنالے اور بیوی کے تمام حقوق ادا کرے یا اسے بیچ دے یا اس کا نکاح کسی اور سے کرا دے۔ اپنی بیوی بنانے میں اسے رسم نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ کم از کم ایک حیض آنے سے پہلے وہ بیوی نہیں بنائی جا سکتی۔ اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل سے پہلے بیوی نہیں بنائی جا سکتی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی طرف سے جو حقوق مقرر ہیں ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ بیوی اپنے

حقوق رکھتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے حقوق مقرر ہیں۔ کوئی انسان ان میں دخل اندازی نہیں کرسکتا۔ ان حقوق میں دین مہر کی ادائیگی بھی شامل ہے جو فریضہ ہے۔ ازدواجی اچھے تعلقات، بیوی کو گھر میں لا کر رکھنا۔ اور مقصد محض شہوانی نہ ہو بلکہ شریفانہ زندگی گذارنا مقصود ہو۔ اس بات کی اجازت ہے کہ بیوی خوش ہوکر دین مہر پورا یا کچھ حصہ اگر چاہے تو معاف کرسکتی ہے۔

جو عورت مال غنیمت کے طور پر کسی شہری کے حوالے کی جائے وہ کسی بھی مذہب یا لامذہب کی ہوسکتی ہے۔ البتہ نکاح کے لئے اسے دین اسلام میں داخل کرنا ضروری ہوگا۔ اس کی اولاد بالکل جائز قرار پائے گی۔ اسے میراث میں تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ وہ عورت باندی سمجھی جائے گی مگر مالک کی زندگی ہی میں یا مالک کے مرتے ہی وضع حمل کے بعد وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔ ''اللہ علم بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی'' یعنی اللہ ہی علم و حکمت رکھتا ہے۔ تمام معلومات اور تمام باریک بینی اسی کے پاس ہے۔ انسان کا علم بھی مختصر ہے اور عقل بھی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بات کسی کی ناقص سمجھ میں آئے یا نہ آئے اللہ کا حکم ماننا سب سے بڑی سعادت ہے۔

یہ دین اسلام کی برکت ہے کہ اب دنیا سے غلام اور باندیوں کا رواج ختم ہوگیا لیکن جس وقت یہ آیات نازل ہو رہی تھیں اس وقت غلام بنانا، فروخت کرنا اور خریدنا ایک عام بات تھی۔ اسی لئے اس کے لئے اسلام نے جو ضابطے اور قاعدے مقرر فرمائے تھے ان کا بیان کرنا ضروری تھا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ع ۴ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵

اور تم میں سے جو شخص اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلم عورت سے نکاح کر سکے تو اسے چاہیے کہ ان باندیوں میں سے کسی ایک سے نکاح کر لے جو مال غنیمت بن کر تمہارے قبضہ میں ہوں اور صاحب ایمان ہوں اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کتنا ایمان رکھتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے سے ہو۔ اس لئے باندیوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں ہے۔ مگر ان کے مالکوں کی اجازت سے۔ اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو۔ یہ باندیاں شریف ''خاتون خانہ'' بننے والیاں ہوں نہ کہ چوری چھپے آشنائی کرنے والیاں۔

پھر جب وہ نکاح کے بندھن میں آجائیں اس پر بھی بے حیائی کر بیٹھیں تو آزاد (خاندانی) عورت کے مقابلے میں ان پر آدھی سزا ہے (یعنی چالیس کوڑے)

مومنہ باندی سے شادی کرنے کی اجازت اس لئے ہے کہ تمہیں خطرہ ہو کہیں اپنے آپ پر قابو ٹوٹ نہ جائے۔ بہر کیف اگر تم اپنے آپ پر قابو پالو تو تمہارے لئے بہت اچھا ہے۔ اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵

طَوْلٌ	طاقت، گنجائش
فَتَيٰتٌ	کنیزیں۔ (جوان لڑکیاں)
اَهْلُهُنَّ	ان کے مالک
لَامُتَّخِذَاتِ	نہ بنانے والیاں
اَخْدَانٌ	دوست
اُحْصِنَّ	نکاح کی حفاظت میں لائی گئیں
اَلْعَنَتَ	تکلیف میں پڑنا، خوف گناہ

تشریح: آیت نمبر ۲۵

وہ مسلم خاندان جو سوسائٹی میں عزت والے ہیں اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے میں عموماً برابر کا جوڑ چاہتے ہیں۔ بہت سے مرد جو ویسے ہر لحاظ سے موزوں ہوتے ہیں مگر غریب ہیں۔ ان کا رشتہ وہاں قبول نہیں ہوگا۔ ایسے مردوں کے لئے مناسب ہے کہ ایسی باندی سے نکاح کرلیں جو پہلے ہی ایمان لاچکی ہو یا بعد میں ایمان لائے۔ کیونکہ ایسا رشتہ ملنا آسان بھی ہے اور دین مہر بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نومسلم عورت رشتہ ڈھونڈنے والے مرد کے مقابلہ میں زیادہ ایمان والی ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے پاس کس وقت کتنا ایمان ہے۔ اس لئے نومسلمہ یا نومسلم سے رشتہ کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ اب رہا خاندان کا سوال سارے انسان اولاد آدم ہیں اور سارے مومن ایک ہی ملت اور برادری کے فرد ہیں۔

مگر جب رشتہ نکاح طلب کیا جائے تو فریق ثانی کے کردار اور اخلاق کی تحقیقات کرلی جائے یہ دیکھ لیا جائے کہ جس باندی سے رشتہ ڈھونڈا جارہا ہے وہ شریف خاتون خانہ بنے گی یا کہیں چوری چھپے بے حیائی کرنے لگ جائے گی۔ اگر نکاح کے بندھن میں آنے کے بعد وہ بے حیائی کر بیٹھیں تو ان کی سزا نصف ہے (یعنی پچاس درے) محصنہ (شریف خاندانی عورت، کنواری) کے مقابلے میں آدھی سزا مقرر کی گئی ہے۔

بہتر ہے کہ مرد اپنے آپ پر کنٹرول کرے۔ لیکن اگر بند تقوی ٹوٹ جانے کا ڈر ہے تو ضرور نکاح کرلیا جائے۔ اگر شریف خاندانی اور آزاد لڑکی نہ ملے تو باندی ہی کو حفاظت نکاح میں لے آیا جائے۔ اس آیت نے یہ شرط لگادی ہے کہ جب باندی سے رشتہ بھیجو تو اس کے مالک سے اجازت لو پھر نکاح کرو۔ باندی کا کوئی اختیار اپنے آپ پر نہیں ہے۔ جب نکاح کرو تو شریفانہ سلوک کرو اور اس کا حق مہر ادا کرو۔

اسلام کی تعلیمات کی برکت سے آج دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے لیکن جس دور میں غلام اور باندیاں ہوا کرتے تھے اس وقت کے لئے یہ مسائل تھے تاکہ کسی پر کوئی ظلم اور زیادتی نہ ہو۔

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر وہ راستہ واضح کردے اور تمہیں ان نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلائے جو تم سے پہلے تھے اور تمہاری توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تمام علم و حکمت کا مالک ہے اور اللہ تو تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے مگر وہ لوگ جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں کہ تم راہ ہدایت سے بھٹک کر دور نکل جاؤ اللہ تو تمہارے اوپر سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

سُنَنٌ	راستے، طریقے
يَتَّبِعُوْنَ	اتباع کرتے ہیں
اَلشَّهَوَاتُ	خواہشیں، مزے
اَنْ تَمِيْلُوْا	یہ کہ تم مڑ جاؤ، بھٹک جاؤ
مَيْلٌ عَظِيْمٌ	مڑنے میں بہت زیادہ
ضَعِيْفٌ	کمزور، ناتواں

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

میراث اور نکاح کے احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم سمجھو یا نا سمجھو یہی وہ احکام ہیں جو علم اور حکمت سے بھرپور ہیں۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر اس سے پہلے نیک لوگ چلے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے مستحق ہوئے۔ یہ کوئی نئے احکام نہیں ہیں بلکہ گذشتہ امتوں کو بھی یہی احکام دیئے گئے تھے اور جو سلف صالحین تھے وہ ان احکامات کی بجا آوری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ان ہی احکامات کو ماننے سے سماجی بوجھ کم ہو جائیں گے۔ اللہ جانتا ہے کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے ان احکامات میں بشری کمزوریوں کی تمام رعایتیں رکھی گئی ہیں۔ اور ان کو شادی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اگر محصنات سے شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو باندی سے کرلی جائے دین مہر دونوں فریقوں کی رضامندی سے ایک خاص حد تک کم و بیش بھی

ہوسکتا ہے۔ مرد کو انصاف کی شرط کے ساتھ چار نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ میراث میں عورتوں کو بھی ترکہ دیا گیا ہے۔ اگر باپ کے ہاں وہ نصف پاتی ہے تو شوہر کے ہاں دین مہر اور میراث دونوں حاصل کرتی ہے اس طرح اس کا نقصان نہیں ہوتا پھر اس پر کنبہ کی کفالت کا کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا۔

اس کے برخلاف مشرکوں، یہودیوں اور خالص دنیا پرستوں نے جو بہت سے عائلی، ازدواجی، معاشرتی اور دیگر دستور اور رسم ورواج مقرر کئے ہیں وہ بظاہر بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت فرد اور معاشرہ دونوں کو بگاڑنے والے ہیں۔ وہ ان کو اسلام سے برگشتہ کررہے ہیں۔ ان کو احکام کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ فرمایا تم ان کے چکر میں نہ آنا۔ یہ لوگ جس طرح خود ضلالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اسی طرح تمہیں بھی راہ مستقیم سے دور بہت دور پھینک دینا چاہتے ہیں۔ تم ان سے ہوشیار رہنا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال بے ایمانی کے ساتھ مت کھاؤ۔ ہاں تجارت کرو جس میں آپس کی رضامندی سے لین دین ہو۔ اور اپنی جان کو ہلاک نہ کرو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تم پر رحیم وکریم ہے۔ اور جو شخص ظلم اور زیادتی میں حد سے گذر جائے گا تو اس کو ہم ضرور دوزخ میں جھونک دیں گے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے آسان ہے۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمہیں منع کیا جارہا ہے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردیں گے۔ اور تمہیں اس جگہ داخل کریں گے جو بڑی عزت اور نعمت کا مقام ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲۹ تا۳۱

تَرَاضٌ	آپس کی رضامندی
عُدْوَانٌ	زیادتی
نُصْلِيْهِ	ہم ڈالیں گے اس کو
يَسِيْرٌ	آسان
تَجْتَنِبُوْا	تم بچ گئے
كَبَائِرٌ	بڑے گناہ
تُنْهَوْنَ	تمہیں منع کیا گیا ہے
نُكَفِّرُ	ہم دور کریں گے
مُدْخَلاً كَرِيْماً	عزت واحترام کا مقام

تشریح: آیت نمبر۲۹ تا۳۱

مومنوں سے خطاب ہے کہ تم مومن یا غیر مومن کسی کا بھی مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ۔ رشوت، ظلم، دھوکا، چوری، ڈاکہ، بلیک، اسمگلنگ، جھوٹ، ناجائز، خرید وفروخت، اجارہ داری، سودخوری، حق مارنا، چیز خراب کرنا، قرض ادا نہ کرنا، خیانت، وعدہ خلافی، کم تولنا، مال کا عیب ظاہر کئے بغیر بیچ دینا، دکھانا کچھ دینا کچھ، وغیرہ وغیرہ یہ سب ناجائز طریقے ہیں جن کا ان دنوں عرب میں عام رواج تھا اور آج بھی انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک جاری وساری ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حضور ﷺ نے احادیث میں اور فقہانے کتابوں میں حرام ذرائع آمدنی پر تفصیلات پیش کی ہیں۔ صرف ایک چھوٹے سے جملہ میں یعنی ایک دوسرے کا مال بے ایمان سے مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ نے باطل آمدنی کے دروازے بند کردیئے ہیں۔

اور دوسرے جملے میں یعنی آپس کی رضامندی سے لین دین کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حلال آمدنی کے تمام دروازے کھول دیئے ہیں ایک طرف تجارت کرنے کی رغبت دلائی ہے اور دوسری طرف تجارت کا دھوکا، زبردستی، ڈنڈی مارنا، جھوٹا اشتہار، غلط مال،

چوری کا مال بیچنا اور خریدنا وغیرہ سب ممنوع قرار دے دیا ہے۔ صرف ایک ہی راستہ کھلا چھوڑا ہے یعنی آپس کی رضامندی سے لین دین اور فوائد کا تبادلہ۔ تجارت کے کتنے باطل طریقے ہیں جو ان دنوں بھی رائج تھے اور آج بھی زور وشور سے رائج ہیں۔ ان پر حدیث اور فقہ کی کتابوں نے خاص روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ بینکنگ، لاٹری اور انشورنس بھی ان میں شامل ہیں۔

تجارت کے نام پر ہر بے ایمانی حرام ہے مثلاً جوا، سٹہ، سود، اس مال یا پھل یا غلہ کی فروخت جو ابھی تیار نہیں یا جو ابھی بیچنے والے کے قبضہ میں نہیں آیا، رشوت لینا یا ناجائز کمیشن لینا ضروریات زندگی سے تعلق رکھنے والے مال اس لئے روک دینا یا اسٹاک کر لینا کہ دام بڑھ جائیں گے اور گاہک زیادہ رقم دے کر خریدنے پر مجبور ہوگا۔ مجبور کر کے یا دھوکا دے کر کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

''اور اپنی جان کو قتل نہ کرو'' اس مختصر جملہ کے بہت سے معنی ہوتے ہیں۔ خودکشی نہ کرو۔ کسی کی جان نہ لو کیونکہ اس کی جان بھی تمہاری جان کی طرح قیمتی ہے۔ دوسرے کا مال ناجائز لینا یہ بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اللہ تم پر رحیم وکریم ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہی ہے جو تمہیں یہ احکام دیئے جا رہے ہیں ان کے ماننے میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ نہ ماننے میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص کسی دوسرے کو مالی یا جانی نقصان پہنچائے گا وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔ فرمایا پھر کیوں اپنی جان کو جہنم میں جھونکا جائے۔ سزا کی وعید سناتے ہوئے اللہ نے حکم ماننے والوں کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اگر تم زنا کرنے، شرک کرنے، حرام کھانے، قتل کرنے، خودکشی کرنے اور دیگر بڑے بڑے گناہ کرنے سے بچو گے تو تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور تمہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ کبیرہ گناہ کیا ہے؟ فقہا نے لکھا ہے کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر کوئی شرعی سزا دینا ہی مقرر ہے۔ مثلاً چوری، زنا، قتل وغیرہ یا جس پر قرآن میں یا حدیث میں لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا جس پر جہنم کی وعید آئی ہے۔ مثلاً شرک، ظلم، نفاق، سود، رشوت، خیانت، دھوکا وغیرہ۔ شراب پینا، جادو کرنا، میدان جہاد سے بھاگنا، کسی بے گناہ عورت پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی کرنا، بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا، نماز روزہ چھوڑ دینا، جھوٹ بولنا خراب مال صحیح دام پر بیچ دینا یہ سب گناہ کبیرہ میں شامل ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر صغیرہ گناہ بار بار کیا جائے، اور کفارہ نہ دے یا سچی توبہ نہ کرے وہ بھی کبیرہ گناہ ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ فرمائے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾

۵
ع ۸
۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

اور اس شئے کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے اپنے فضل سے کسی کو کسی سے زیادہ دی ہے۔ مرد اس کے مالک ہیں جو وہ کمائیں۔ عورتیں اس کی مالک ہیں جو وہ کمائیں۔ سوال کرو تو اللہ ہی سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اور ہم نے ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان باندھ رکھے ہیں ان کی چیز ان کو دے دیا کرو بے شک اللہ تمہاری ہر حالت پر گواہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

لَاتَتَمَنَّوْا — تم تمنا نہ کرو

اِكْتَسَبُوْا — انہوں نے کمایا

اِكْتَسَبْنَ — جو عورتوں نے کمایا

اِسْئَلُوْا — سوال کرو

مَوَالِیَ — والی، وارث

عَقَدَتْ — باندھ لیا

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

دنیا میں ہر جرم کی جڑ غصہ، انتقام، حرص، ہوس، رشک، حسد ہے۔ یہاں خاص طور پر حرص، ہوس، رشک اور حسد سے بحث ہے۔

نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ قدرتی اور اختیاری۔ قدرتی چیزوں کی تمنا اور اس کے لئے دل کو خلجان میں مبتلا کرنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے کسی کو دولت دی ہے، کسی کو اقتدار دیا ہے، کسی کو حسن یا اچھی صورت شکل یا آواز بخشی ہے۔ دنیا کی یہ تمام رونقیں اور قدر و قیمت ان قدرتی نعمتوں کی زیادتی اور کمی سے ہیں۔ اس لئے فرمایا قناعت کرو۔ صبر کرو، زیادہ کی تمنا اور ہوس کے پیچھے مت بھاگو، چوری نہ کرو، ڈاکہ نہ ڈالو، غبن خیانت ظلم دھوکا حرام ہے اس سے بچو۔ عورت، دولت، کرسی، تخت و تاج کے پیچھے جو اتنے جرائم ہوتے چلے جارہے ہیں وہ سب اسی قناعت کی کمی اور حرص کی زیادتی کی وجہ سے ہیں۔

اب رہیں اختیاری نعمتیں مثلاً علم، معاش، عقل، مکان، نیکی، تقویٰ، سچائی وغیرہ تو حکم ہے کہ حرص اور حسد سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اور خوب سے خوب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ مرد جو کمائیں وہ ان کو مبارک، عورتیں جو کمائیں وہ ان کو مبارک۔ کسی کی محنت اور کوشش اپنی جگہ ہے لیکن جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے ملتا ہے۔ فرمایا تم محنت کرو، کوشش کرو لیکن دینے والے سے اس کے فضل و کرم کی دعائیں بھی مانگتے رہو۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کب۔ تمہیں بہر حال راضی بہ قضا اور شاکر و صابر رہنا ہے۔

یہ جو مرد اور عورت کے الفاظ اس آیت میں آئے ہیں اس کے چند معنی بنتے ہیں۔

اول، عورت کو حلال مال کمانے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے۔

ان دنوں عرب میں اور آج بھی بہت سے سماج میں عورتوں پر خواہ مخواہ اتنی پابندیاں ہیں کہ وہ کسب معاش کے لئے کوئی کام نہیں کرسکتیں اور مردوں کی دست نگر ہیں۔ لیکن اگر وہ شریعت کی پابندی سے کسب معاش کرسکتی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ انہیں ترکہ اور مہر ملتا ہے۔ یہ بھی کمانے میں شمار ہے۔

یہ صحیح ہے کہ کمانے کی زیادہ آزادی اور زیادہ مواقع مرد کو حاصل ہیں لیکن اصلی چیز دنیا کمانا نہیں ہے بلکہ آخرت کمانا ہے اور اس کا موقع عورت کو ہر طرح حاصل ہے۔ یہ اللہ کی مصلحت ہے کسی کو مرد بنادیا کسی کو عورت۔

میراث کے متعلق پھر ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ تمام قاعدے قوانین مقرر کردیئے گئے ہیں جو رشتہ میں جتنا قریب ہوگا اتنا ہی ترکہ پائے گا البتہ بیٹے کا حصہ بیٹی کے مقابلے میں دوگنا ہے۔ اب رہے منہ بولے رشتہ دار، تو جس سے جتنا وعدہ ہے اتنا دے دیا جائے۔ منہ بولے رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ ہاں مرنے والے کو وصیت کا حق ہے اور وہ بھی صرف تہائی مال میں وصیت کرسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

مردوں کو عورتوں پر ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ کسی کو کسی پر فوقیت حاصل ہے اس بنا پر کہ مرد اپنی کمائی خرچ کرتے ہیں۔ پھر صالح عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں۔ اور وہ پیٹھ پیچھے حفاظت کرتی ہیں جس کی حفاظت کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی و نافرمانی کا اندیشہ ہو، انہیں پہلے سمجھاؤ (نہ مانیں تو) خواب گاہ میں بستر الگ کر دو۔ (پھر بھی نہ مانیں تو) انہیں ضرب لگاؤ۔ پھر اگر اطاعت کرنے لگ جائیں تو ان پر سختی کرنے کے بہانے مت تلاش کرو۔ (تم اگر ظلم کرو گے تو جان لو کہ) اللہ بہت بلند و برتر ہے۔

اگر تم خائف ہو کہ ازدواجی اختلافات کہیں بڑھ نہ جائیں تو ایک قابل تسلیم نمائندہ مقرر کر لو۔ شوہر کی طرف سے اور ایک قابل تسلیم نمائندہ بیوی کی طرف سے۔ اگر یہ دونوں صورت حال کو بہتر کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ شوہر اور بیوی کے دل جوڑ دے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

اَلرِّجَالُ	(اَلرَّجُلُ) مرد
قَوَّامُوْنَ	ذمہ دار (قوام، ذمہ دار، نگہبان)
فَضَّلَ	کرم کیا
اِنْفَقُوْا	انہوں نے خرچ کیا
اَلصّٰلِحٰتُ	نیک اور اچھی عورتیں
قٰنِتٰتٌ	فرماں بردار عورتیں
حٰفِظٰتٌ	حفاظت کرنے والیاں
حَفِظَ اللّٰهُ	اللہ نے حفاظت کا (حکم دیا ہے)
تَخَافُوْنَ	تم ڈرتے ہو
نُشُوْزٌ	نافرمانی، بددماغی
عِظُوْا	نصیحت کرو
اُهْجُرُوْا	چھوڑ دو
اَلْمَضَاجِعُ	لیٹنے کی جگہ
اِضْرِبُوْا	مارو
اَطَعْنَ	انہوں نے اطاعت کرلی (مونث)
لَاتَبْغُوْا	تلاش نہ کرو
شِقَاقٌ	ضد
اِبْعَثُوْا	بلا بھیجو
حَكَمٌ	فیصلہ کرنے والا
اَهْلِهٖ	اس مرد کے خاندان سے

اَهۡلِهَا	اس عورت کے خاندان سے
يُوَفِّقُ	وہ توفیق دے گا، موڑ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

”قوام“ سے مراد ہے جسمانی طاقت میں افضل۔ ذمہ داریوں میں افضل، چنانچہ وہ افسر یا حاکم یا ناظم جو کسی مہم یا ادارہ کو چلانے کا اور اس کے لئے مالی اور دیگر وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اس کو قوام کہتے ہیں۔ دنیا کا کوئی نظام وانتظام اس وقت تک چل نہیں سکتا اگر کوئی اس کا قوام نہ ہو۔ یہاں چونکہ گھریلو ازدواجی ادارہ کی بات ہو رہی ہے اس لئے مرد کو عورت پر قوام بنایا گیا ہے کہ اس کی جسمانی طاقت زیادہ ہے اور وہ وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مرد کی یہ حاکمیت فطری تقاضے کے تحت ہے۔ ظلم اور مار دھاڑ کے لئے نہیں ہے۔ اس حاکمیت کا ایک اہم جواز اسی آیت میں موجود ہے یعنی مرد گھر چلانے کے لئے وسائل مہیا کرتے ہیں اور بیوی کا حق دین مہر ادا کرنے اور اس کے نان نفقہ کا انتظام کرتے ہیں ظاہر ہے آمدنی پیدا کرنا بڑا کٹھن کام ہے جس کو خرچ کرنے والی خاتون خانہ سمجھے یا نہ سمجھے۔

سورۃ النساء میں اب تک عورتوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اب یہاں ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کا ذکر ہے۔ انہیں شوہر کی تابعداری کرنی ہے چونکہ مرد فطرتاً قوام بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک استثنٰی ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف شوہر کی تابعداری جائز نہیں ہے بلکہ اگر شوہر مذہب بدل دے اور توبہ نہ کرے تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

صرف اطاعت ہی نہیں کرنی ہے بلکہ جب شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنی عصمت وعفت کی حفاظت، بچوں کی حفاظت، گھر کے ساز وسامان اور مال کی حفاظت اور گھریلو جائز مفادات کی حفاظت سب بیوی کے ذمے ہے۔ اگر بیوی کوتاہی یا بے وفائی کرے یا شوہر کو ایسا خطرہ ٹھوس بنیادوں پر محسوس ہو تو ان آیات میں شوہر کو تادیب بلکہ نرم سزا تک کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ (۱) پہلے تو انہیں سمجھایا جائے۔ (۲) نہ مانیں تو خواب گاہ میں ان کا بستر الگ کر دیا جائے۔ (۳) پھر بھی نہ مانیں تو انہیں نرم ضربیں لگائی جائیں اس طرح کہ زخم نہ آئے۔ ہڈی نہ ٹوٹے نہ تو منہ پر مارا جائے اور نہ اس طرح کہ بدن پر نشان ابھر آئے۔

تادیب کے ساتھ ساتھ سمجھوتہ اور افہام وتفہیم کی تدبیر بھی بتا دی گئی ہے۔ اگر بیوی پھر بھی نہ مانے اور اختلافات بڑھ ہی جائیں تو ایک واجب التسلیم نمائندہ بیوی کی طرف سے اور ایک واجب التسلیم نمائندہ شوہر کی طرف سے لیا جائے اپنا اپنا نمائندہ فریقین نامزد کریں گے مگر نمائندہ وہ ہو جس کی عزت ہو، جس پر اعتماد ہو، اور جس کی بات مانی جائے۔ اگر یہ دونوں نمائندے فریقین

کا کیس سن کر خلوص اور بہتری کے جذبہ سے مفاہمت کی کوئی راہ نکال دیں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اور انشاء اللہ کوئی نہ کوئی ایسا راستہ نکل ہی آئے گا جو فریقین کو قابل قبول ہو۔ شوہر کو لازم ہے کہ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگذر کرے اور خواہ مخواہ جھگڑا اور فساد پیدا نہ کرے۔

فریقین کے نمائندہ کا جو اصول یہاں پر قرآن نے پیش کیا ہے وہ اصول صرف خانگی اور ازدواجی جھگڑوں تک محدود ہے۔ خلفائے راشدینؓ نے اور ان کے بعد چند مسلم حکومتوں نے دیوانی مقدمات میں اس اصول کو اپنایا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ پنچائیت، برادری یا کسی ذریعہ سے بھی دیوانی مقدمات کا فیصلہ سرکاری عدالت میں آنے سے پہلے ہی طے ہو جائے۔ لیکن جب مقدمہ ایک بار سرکار کی عدالت میں آ گیا تو فیصلہ شریعت کے اصولوں کے مطابق طے کیا جائے گا۔ اس لئے سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ باہمی افہام وتفہیم سے کام لے کر گھر کی بات گھر ہی میں رہے تو بہتر ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ۙ۳۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶

تم سب اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور قرابت داروں کے ساتھ بھی، یتیموں محتاجوں دور اور قریب کے پڑوسیوں کے ساتھ پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور جو تمہاری ملکیت (غلام باندی ہوں) ان سب کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶

اُعْبُدُوْا	تم عبادت وبندگی کرو
لَاتُشْرِکُوْا	تم شریک نہ کرو
اَلْجَارُ	پڑوسی
اَلْجَارُ الْجُنُبِ	اجنبی پڑوسی
اَلصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ	پہلو کا ساتھی
وَابْنِ السَّبِیْلِ	مسافر
مُخْتَالٌ	تکبر اور بڑائی کرنے والے
فُخُوْرٌ	شیخیاں بگھارنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۶

اس آیت میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی زور دیا گیا ہے بلکہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ حقوق العباد میں درجہ بدرجہ ذکر ہے۔ سب سے پہلے والدین کا، اس کے بعد اہل قرابت کا جس میں سارے رشتہ دار بھی آتے ہیں، پڑوس والے بھی اور تعلقات والے بھی، پھر یتامی اور مساکین جن کی اگر وقت پر مدد کر دی جائے تو آگے چل کر کنبے اور معاشرے بلکہ ملت کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمسائے کا حق ہے خواہ وہ ہمسایہ جو گھر کے برابر رہتا ہو یا وہ ہمسایہ جو کچھ فاصلے پر رہتا ہو۔ اس سے میل ملاقات ہو یا نہ ہو۔

پھر ان لوگوں کا حق ہے جو ہم میں خواہ اتفاقاً یا مختصر وقفہ کے لئے۔ جن سے راہ چلتے یا کسی طور علیک سلیک ہو گئی ہو۔ یہ اسلام کی خوبی ہے کہ اس نے ان لوگوں کا بھی خیال کیا ہے جنہیں عام طور پر اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس کے بعد حقوق میں لونڈی غلاموں کا نمبر آتا ہے۔ ان میں بھی عظیم ہستیاں نکل سکتی ہیں جیسا کہ تاریخ اسلام شاہد ہے۔

جو شخص ان حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ اپنی دولت کو اپنے ہی لئے یا صرف اپنے بال بچوں کے لئے مخصوص رکھتا ہے، اور جو عوام میں عوام بن کر گھل مل کر نہیں بیٹھتا وہ یقیناً شیخی باز ہے، مغرور ہے اور اپنی دولت یا عہدہ پر ناز کر رہا ہے۔ ایسا شخص اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

اِلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

وہ لوگ جو (کنجوسی) بخل کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہوں۔ اور جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہوں۔ ہم نے ایسے نافرمانوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اللہ کو وہ لوگ بھی پسند نہیں ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر۔ اور بات یہ ہے کہ جس کا ساتھی شیطان ہو جائے وہ بدترین ساتھی ہے۔ اور کیا ہو جاتا اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک چھوٹی سی نیکی بھی ہوتی ہے تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

رِئَا ءُ النَّاسِ	لوگوں کو دکھانا
قَرِیْنٌ	ساتھی، ہم نشین
مَاذَا	کیا؟
مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ	ذرہ برابر
اِنْ تَکُ	اگر ہے
یُضٰعِفُھَا	وہ اس کو دو گنا کرتا ہے
یُؤْتِ	دیتا ہے
مِنْ لَّدُنْہُ	اپنے پاس سے (من، لدن، ہ)

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

گذشتہ آیات میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زور دیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی درجہ بدرجہ کتنے اہم ہیں۔ آیات ۳۷ تا ۴۰ میں بخل پر بحث کی گئی ہے بخیل کی عام پہچان تو یہ ہے کہ وہ خود بھی خرچ نہیں کرتا اور دوسروں کو بھی روکتا ہے۔ وہ زر پرست ہوتا ہے اور یہ بات اس کی فطرت میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر کنجوسی کی ایک قسم وہ ہے کہ اپنا مال چھپائے، کسی پر ظاہر نہ ہونے دے کہ اس کے پاس مال ہے تاکہ لوگ اس سے امید ہی نہ رکھیں اور طلب ہی نہ کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ان اللہ اذاانعم نعمۃ علی عبدہ احب ان یظھر اثرھا علیہ یعنی جب اللہ کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس بندے کے رکھ رکھاؤ سے یہ نعمت ظاہر ہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ صاحب نعمت ہو لیکن ظاہر میں مفلس اور پریشان حال نظر آئے۔

ایک طرف یہ حدیث جو کہ رہبانیت اور رسمی فقیری و درویشی کو روکتی ہے اور دوسری طرف لفظ نعمت سے صرف مال ہی مقصود نہیں بلکہ علم بھی اختیار بھی، صحت بھی، جو بھی نعمت اللہ نے دی ہے وہ اسی لئے کہ استعمال کی جائے نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی۔

قرآنی نقطہ نظر سے بخیل وہ بھی ہے جو نام و نمود کے لئے خرچ کرتا ہو، اپنے علم یا دولت وغیرہ کی نمائش کرتا ہو۔ تاکہ لوگ اسے بڑا آدمی سمجھیں۔ آیات ۳۹ اور ۴۰ میں تاکید ہے کہ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ اور اس کے بندوں پر خرچ کرو۔ اس کے جو فوائد دنیا میں ہیں وہ تو ضرور ملیں گے لیکن آخرت میں اللہ اس کا اجر دوگنا بلکہ زیادہ اور بہت زیادہ دے گا۔ صاف ظاہر ہے جو بخیل ہے وہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور شیطان اس کا رفیق اور مشیر ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾

ع ۶ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

بھلا اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک ایک کو حالات بتانے کے لئے بلائیں گے اور (اے محمد ﷺ) آپ کو ان لوگوں پر یعنی آپ کی امت پر گواہ کے طور پر لائیں گے اس دن وہ لوگ جنہوں نے سچے دین سے انکار کیا اور رسول کی نافرمانی کی تھی۔ تمنا کریں گے کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس دن کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

جِئْنَا	ہم لے آئے
اُمَّةٌ	جماعت، گروہ
شَهِيْدٌ	گواہ
يَوَدُّ	پسند کرتا ہے
عَصَوُا	انہوں نے نافرمانی کی
لَوْتُسَوّٰى	کاش برابر ہوجائے
حَدِيْثٌ	بات

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

یہ بات گذشتہ آیات میں کہہ دی گئی تھی کہ کنجوسی کرنے والا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ شیطان کی باتوں پر چلتا ہے۔ اس طرح وہ کفر سے قریب ہے۔ آیات ۴۱۔ ۴۲ میں قیامت کا منظر کھینچا گیا ہے کہ میدان محشر میں باری باری ہر نبی کی امت آئے گی۔ وہ نبی بتائیں گے کہ انہوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن بہت سے لوگ کافر رہے۔ وہ ان کافروں کی نشان دہی کریں گے۔ سب سے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ آئیں گے اور اپنی امت کے اعمال وافعال پر گواہی دیں گے کہ کس نے انہیں مانا اور کس نے کہاں تک نہیں مانا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کی امت آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان ہیں۔ اس وقت وہ لوگ جو کافر رہے یا کفر سے قریب رہے وہ اپنے سامنے دوزخ دیکھیں گے۔ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن جتن کریں گے اور تمام جتن ناکام ہوجائیں گے۔

پھر وہ یہی تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سماجائیں۔ مگر یہ تمنا پوری نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے وہ اپنی کوئی حرکت چھپا نہ سکیں گے۔

آیت نمبر ۴۱ ختم نبوت پر ایک دلیل بھی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ حضور اپنی امت پر بھی اور تمام امتوں پر بھی گواہی دیں گے۔ شاہد اور شہید میں یہ فرق ہے کہ شاہد صرف ایک زمانہ کے لئے ہے لیکن شہید تمام زمانوں کے لئے۔ اور حضور ﷺ شہید (گواہ) بھی ہیں اور شاہد بھی۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کی حیثیت شہید کی نہ ہوتی۔ اور قرآن میں لفظ شہید آیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا
تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ
كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ
اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳

اے ایمان والو! اگر تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک زبان سے جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو۔ اسی طرح جنابت (شرعی ناپاکی) کی حالت میں بھی (نماز نہ پڑھو) جب تک غسل نہ کرلو۔ سوائے اس کے کہ تم راستہ سے گذرنے والے ہو اور اگر تم مریض ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے فارغ ہو کر آئے یا تم عورتوں سے ملے ہو اور پانی تمہیں دستیاب نہ ہو تو ایسی حالت میں پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ درگذر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳

لَاتَقْرَبُوْا	تم قریب نہ جانا
سُكٰرٰى	نشے کی حالت (سکر، نشہ)
مَاتَقُوْلُوْنَ	تم کیا کہہ رہے ہو
جُنُبًا	جب غسل کی حاجت ہو (ناپاک ہو)

عَابِرِیْ	گذرنے والا
حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا	جب تک غسل نہ کرو
مَرْضٰی	مریض
اَلْغَائِطُ	قضائے حاجت
لٰمَسْتُمُ	تم نے چھوا (صحبت کی ہو)
لَمْ تَجِدُوْا	تم نے نہیں پایا
مَاءٌ	پانی
تَيَمَّمُوْا	تم تیمّم کرلو
صَعِيْدٌ	مٹی
طَيِّبٌ	پاک
اِمْسَحُوْا	مسح کرو
وُجُوْهٌ	چہرے (وَجْهٌ۔ چہرہ)
اَيْدِيْكُمْ	اپنے ہاتھ

تشریح: آیت نمبر ۴۳

اس آیت میں بہت سے مسئلے طے ہوجاتے ہیں۔ اگر چہ اس آیت میں نشہ مطلقاً حرام نہیں کیا گیا بلکہ اس کے متعلق حرام ہونے پر ذہنوں کو تیار کیا گیا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب مکمل طور پر شراب کو حرام نہیں کیا گیا تھا۔ صرف شراب ہی نہیں بلکہ ہر قسم کا نشہ کیونکہ نشہ میں انسان عقل سے بہک جاتا ہے اور کچھ کا کچھ بولنے لگ جاتا ہے۔ یہ چیز نماز کے آداب و شرائط کے خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لوگوں سے نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے نماز عجیب نسخہ ہے۔ نماز اور نشہ آپس میں ضد ہیں۔ نماز میں اللہ سے لو لگائی جاتی ہے۔ لیکن نشہ کی کیفیت میں یہ ممکن نہیں۔

اس آیت میں دوسری اہم بات تیمّم کی اجازت ہے۔ یہ اجازت وضو اور غسل کا بدل ہے لیکن مشروط ہے۔ پہلی اجازت یہ

ہے کہ سفر یا حضر کی حالت میں اگر انسان ناپاک ہو جائے تو اس وقت تیمم کر سکتا ہے جب تک غسل یا وضو کے لئے پانی نہ ملے۔ دوسری اجازت شدید مرض کی حالت میں دی گئی ہے جب پانی نقصان کرتا ہو۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے قربت کی ہے ان حالات میں اگر غسل کے لئے پانی نہ مل سکے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس آیت میں تیمم کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ اللہ انسان کی مجبوریوں کو دیکھتا ہے اور اسے ضروری حد تک چھوٹ دیتا ہے۔

اس آیت میں نماز کی اہمیت اور وقت پر ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ناپاک ہو گیا ہے اور غسل کے لئے یا وضو کے لئے پانی نہ ملے یا مرض میں پانی چھونے سے نقصان کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے اور اللہ اس سلسلے کی مجبوری کو معاف فرمائے گا وہ مغفرت والا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ جس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

کیا آپ نے ان لوگوں کے حالات پر غور کیا جن کو کتاب (توریت) کے علم سے ایک حصہ دیا گیا ہے مگر وہ لوگ گمراہی خرید رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی صحیح راہ سے بھٹک جاؤ۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ کا مددگار اور حامی ہونا ہی کافی ہے۔ یہود میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جو بات کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور طعنہ زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کے الٹ پھیر سے یوں کہتے ہیں۔ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ تو سن کہ تو سننے کے قابل ہی نہ رہے اور راعنا کو زبان دبا کر کہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ یوں کہتے۔ ''سمعنا واطعنا اسمع اور انظرنا'' تو ان کے حق میں بہتر اور مناسب ہوتا۔ لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر رکھا ہے۔ لہٰذا ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا ایمان نہیں لائیں گے۔

اور اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ہے اسے مان لو جو ہم نے نازل کیا ہے جو تمہاری اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ان کے چہرے بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں۔ یا ان پر لعنتیں برسا دیں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنتیں کی تھیں۔ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

اَلَمْ تَرَ	کیا تو نے نہیں دیکھا؟
يَشْتَرُوْنَ	خریدتے ہیں
اَعْدَآءٌ	دشمن (عَدُوٌّ کی جمع ہے)
مَوَاضِعٌ	موقع و محل (مَوْضِعٌ، جگہ، موقع)
غَيْرُ مُسْمَعٍ	نہ ہو سننے والا

لَیٌّ	مروڑنا
اَلْسِنَةٌ	زبانیں (لِسَانٌ کی جمع ہے)
طَعْنٌ	طعنہ دینا، عیب لگانا
اَقْوَمُ	زیادہ بہتر
نَطْمِسُ	ہم مٹادیں ہم بگاڑ دیں
نُرُدُّ	ہم پھیر دیں
اَدْبَارٌ	پیٹھ (دُبُرٌ، پیٹھ)
اَصْحَابَ السَّبْتِ	ہفتہ والے (بنی اسرائیل میں سے جن کو مچھلیوں کے شکار سے آزمایا گیا)
اَمْرُ اللّٰهِ	اللہ کا حکم

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

ان آیات میں مجلسی آداب بتائے گئے ہیں۔ جان بوجھ کر ذو معنی الفاظ کہنا سخت منع ہے جو بظاہر احترام اور عزت کے ہیں لیکن حقیقتاً حقارت اور ذلت کے الفاظ ہیں اور محض تلفظ کے الٹ پھیر سے معنی کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محفل میں منافق بھی ہوا کرتے تھے جب حضور کوئی بات فرماتے تو وہ سمعنا کہتے یعنی ہم نے سن لیا لیکن ساتھ ہی ساتھ چپکے سے عصینا بھی کہتے یعنی ہم نہیں مانیں گے۔ کچھ اس طرح زبان لچکا کر لفظ عصینا کو ادا کرتے کہ سننے میں اطعنا بھی آتا یعنی ہم مانیں گے۔ اسی طرح وہ حضور ﷺ کو اور مسلم حاضرین محفل کو یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہم نے سن لیا ہے اور ہم عمل کریں گے۔ لیکن حقیقت میں وہ یہی کہتے کہ ہم نے سن لیا ہے لیکن ہم ہرگز عمل نہیں کریں گے۔ اور اس طرح اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے تھے۔

جب انہیں کوئی بات کہنی ہوتی تو اسمع کہتے یعنی آپ ہماری بات سنئے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دبی زبان میں غیر مسمع بھی کہہ دیتے یعنی تمہیں کوئی بات سنائی نہ دے۔

اس طرح راعنا کہا کرتے۔ عین کو زبان سے دبا کر کہتے اور اس طرح اس کے معنی کو تذلیل وتحقیر کی طرف لے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی ان تمام حرکتوں کو سب کے سامنے کھول کر رکھ دیا کہ کوئی دھوکا نہ کھائے اور ان کا فریب سب پر

ظاہر ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ ذو معنی الفاظ کا استعمال کرنا سخت گناہ ہے جو ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کون سے صحیح الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے جن سے سوائے عزت اور تعظیم کے کوئی دوسرے معنی نہ نکلتے ہوں۔ اس قسم کے ذو معنی الفاظ صرف وہی بول سکتے ہیں جن کے اندر ایمان نہیں اور ان پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے یہ بھی ہوشیار کر دیا ہے کہ ایمان لاؤ ورنہ ایک دن اللہ کا عذاب آ جائے گا۔ تمہارا سامنے کا چہرہ بگاڑ کر پیچھے کی طرف کر دیا جائے گا۔ یا تمہیں اس طرح سے لعنت زدہ کر کے بندر بنا دیا جائے گا جس طرح سبت والوں کے ساتھ ہوا جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہے۔ اللہ نے یہ بھی خبردار کر دیا ہے کہ ہمارا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾ انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُبِينًا ﴿٥٠﴾

ع ۸ ۷ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے علاوہ جس چیز کو چاہے وہ معاف کر سکتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا اس نے ایک بہت بڑا بہتان باندھنے کا گناہ کیا ہے۔ اے نبی ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں کا حال دیکھا ہے جو بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہے پاک بازی عطا کر دے۔ اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ دیکھو تو سہی یہ اللہ پر کیسا جھوٹ بہتان لگا رہے ہیں اور ایسی بات کھلے ہوئے گناہ کی دلیل ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

لَایَغْفِرُ — معاف نہیں کرے گا
اَنْ یُّشْرَکَ — یہ کہ شریک کیا جائے
مَادُوْنَ ذٰلِکَ — اس کے علاوہ
اِفْتَرٰی — اس نے گھڑ لیا
یُزَکُّوْنَ — وہ پاک باز بنتے ہیں
فَتِیْلاً — دھاگہ برابر

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

یہاں شرک کی حقیقت کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے بلکہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس لئے بالکل صاف صاف بیان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی ایک گناہ کو معاف نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف کرسکتا ہے۔

شرک کیا ہے؟ اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود تسلیم کرلینا جب کہ وہ اللہ ایک ہے اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنا گناہ عظیم ہے۔ جس نے اس وحدت کو خراب کیا وہ مشرک ہے۔ کافر اور مشرک میں فرق یہ ہے کہ کافر کھلم کھلا اللہ اور رسول کو نہیں مانتا۔ مشرک چالاکی سے اللہ اور رسول ﷺ کو مانتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ کسی اور جاندار یا بے جان ہستی کو بھی صاحب اختیار اور صاحب حکم مانتا ہے۔ اس نے الوہیت یا رسالت میں شریک پیدا کر لئے اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے جہاں پر جی چاہا اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مان لیا اور جہاں پر جی چاہا اپنے خود ساختہ معبودوں کا سہارا لے لیا اس طرح بندہ کے ہاتھ میں اختیار آ گیا کہ وہ کس اللہ کا یا کس نبی کا حکم مانے، کب مانے اور کس معاملے میں مانے۔ کفر اپنا کھیل صاف صاف کھیلتا ہے اور سامنے سے وار کرتا ہے لیکن شرک مار آستیں بن کر چھپ کر وار کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دوست نما دشمن سے بچنا زیادہ مشکل ہے۔ اسی لئے شرک کو سب سے بڑا اور ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔

اہل کتاب یہی شرک کا کھیل کھیلتے تھے اور ان کے مذہبی سردار اور علماء بظاہر بڑے مقدس بنتے تھے لیکن درحقیقت اپنی اپنی گدیوں سے شرک کا کاروبار چلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر واضح کردیا کہ ظاہری تقدس پاکیزگی اور اخلاق سے دھوکا نہ کھایا جائے۔ فرض کرلیا جائے کہ ان مذہبی ٹھیکہ داروں میں بہت سی خوبیاں موجود ہیں پھر بھی ایک تنہا شرک کا گناہ ان کی سب خوبیوں کو لے ڈوبے گا اور ان کے جہنمی ہونے کے لئے یہی ایک گناہ کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

اے نبی ﷺ! کیا آپ نے ان لوگوں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے ایک حصہ دیا گیا تھا

یہ لوگ اس کے باوجود بتوں پر اور شیطانوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ کفار مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ ہی لعنت کر دے تو اے نبی ﷺ آپ اس کا کسی کو مددگار نہیں پائیں گے۔ کیا ان کا سلطنت میں کوئی حصہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ تو کسی کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔ یا یہ کہ اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر حسد کرتے ہیں۔ یقیناً اس سے پہلے بھی ابراہیمؑ کے خاندان والوں کو کتاب و حکمت دی گئی ہے اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت بھی عطا کی تھی پھر لوگوں میں سے کچھ تو اس پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور جہنم کی دھکتی آگ ان کے لئے کافی ہے۔ بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہم عنقریب ان کو جہنم میں جھونک دیں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کھالوں کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم عنقریب ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت زیادہ گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

اَلْجِبْتُ	بت۔ ساحر، دیوتا، اوھام
اَلطَّاغُوْتُ	شیطان (اور شیطانی قوتیں)
اَھْدٰی	زیادہ ہدایت پر
لَایُؤْتُوْنَ	وہ نہیں دیں گے
نَقِیْرٌ	تل برابر، ذرہ برابر
یَحْسُدُوْنَ	وہ حسد کرتے ہیں، جلتے ہیں
صَدَّ	وہ رک گیا
نَضِجَتْ	جل گئی (جل جائیں گی)

جُلُوْدٌ کھالیں۔(بدن کی کھال)

لِيَذُوْقُوْا تا کہ وہ چکھیں

ظِلًّا ظَلِيْلًا گھنا سایہ، گھنی چھاؤں

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

یہود کے علماء کا ذکر ہے۔ بے شک وہ الکتاب کا علم رکھتے تھے مگر مختصر، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علم ایمان کی گارنٹی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں ہے کہ عالم مومن بھی ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ دنیاوی علوم کے ماہر ہوتے ہیں مگر وہ عقیدہ کی بہت سی گندگیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ اور شیطانوں کے راستے اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں اور دین کا بہت مختصر علم رکھتے ہیں۔ مختصر علم رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ یا تو ساری کتاب پر حاوی نہیں ہوتے۔ بس ادھر ادھر سے کچھ پڑھ پڑھا کر اپنا کام چلا لیتے ہیں۔ اس کے یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ سطحی مطالعہ کرتے ہیں۔ حقیقت کی روح اور گہرائی تک نہیں پہنچتے۔ اس کے دو ثبوت دیئے گئے ہیں کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ مومنوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

جبت اور طاغوت کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جبت سے مراد سحر ہے اور طاغوت سے مراد شیطان۔ یعنی اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت اور پرستش کی جائے اسے جبت یا طاغوت کہتے ہیں۔ جبت ایک بت تھا۔ آگے چل کر اس کے معنی غیر اللہ اور معبود کے ہو گئے۔ جبت اور طاغوت تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔

جن لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے ان میں وہ بھی شامل ہیں جو کم علمی بلکہ کم عقلی کی وجہ سے شرک کرتے ہیں اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفار زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔ یہاں پر لعنت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس پر اللہ لعنت کردے پھر اس کا کوئی مددگار نہیں۔ ملعونوں کے متعلق ایک جگہ قرآن میں فرمایا ہے کہ "جن پر اللہ کی لعنت ہے وہ جہاں کہیں بھی ملیں ان کی گردن اڑادی جائے۔"

یہود اسلام کے اتنے دشمن کیوں تھے؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ وہ حسد کر رہے ہیں کیوں کہ نبوت اور سلطنت بنی اسمٰعیل کے حصہ میں آ گئی ہے جب کہ ان کے گمان کے مطابق اسے بنی اسرائیل کے حصہ میں آنا چاہئے تھا۔ اس کا جواب صاف صاف یہ ہے کہ اللہ نے کتاب اور ملک عظیم تو حضرت ابراہیمؑ کو بخشی تھی۔ اور اس کے بعد ان کی مومن اولاد کو۔ اب بنی اسمٰعیل نے ایمان کو قبول کرلیا ہے اور بنی اسرائیل کافر کے کافر ہی رہ گئے۔ بنی اسرائیل کی کنجوسی کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ صرف انہیں ہی مال و دولت اور سلطنت سے نوازتا تو دوسروں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔

کافروں کو عذاب کی وعید دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت ۵۶ میں نقشہ کھینچا ہے کہ جہنم میں کیا کچھ ہوگا۔ فرمایا ہے کہ جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی اور اس میں حس پیدا ہو جائے گی تو اس گلی ہوئی کھال کی جگہ تازہ کھال پہنا دی جائے گی تا کہ جلنے کا احساس قائم رہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کھال کی تبدیلی دن میں ستر ہزار بار ہوگی اور ہر دن ہوگی ہمیشہ ہمیشہ۔

آیت ۵۷ میں جنت کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ یہ جنت ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو ایمان بھی لائیں گے اور ایمان کی تصدیق میں عمل صالح بھی پیش کریں گے۔ ایسے لوگ ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہاں وہ ابدالاباد تک یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے وہ بیویاں ہوں گی جن کا ظاہر بھی پاک ہوگا اور باطن بھی۔ اور اس جنت میں بہترین درخت ہوں گے اور ان کی گھنی گھنی چھاؤں ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو ادا کر دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔ جس بات کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت ہی عمدہ بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸

تُؤَدُّوْا	تم ادا کر دو
اَلْاَمٰنٰتُ	امانتیں
اِلٰی اَهْلِهَا	اس کے مالکوں کی طرف
حَكَمْتُمْ	تم نے فیصلہ کیا (تم فیصلہ کرنے لگو)
اَنْ تَحْكُمُوْا	یہ کہ تم فیصلہ کرو

اَلْعَدْلُ	انصاف
نِعِمَّا	بہترین
يَعِظُكُمْ	وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵۸

اس آیت میں مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جنہیں کتاب حکمت اور حکومت سے نوازا گیا ہے ان مومنوں کے لئے کتاب حکمت اور حکومت ایک آزمائش ہے۔ سلطنت کا انتظام اگر کیا جائے گا تو اس حکمت اور ان احکام کے تحت جنہیں اللہ کی کتاب نے پیش کیا ہے۔ تمام حکومتوں کے مقابلے میں مومن کی حکومت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے یعنی یہاں پر عہدہ، دولت، روپیہ اور ہر چیز اللہ کی امانت ہے۔ انسان صرف خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔

یہاں پر دو احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کی بقاء و ترقی اور خوش حالی کا انحصار ان ہی دو احکام پر ہے۔ نمبر (ایک) عہدے یا پرمٹ یا الاٹمنٹ یا ٹھیکہ وغیرہ صرف ان ہی لوگوں کے حوالے کیا جائے جو اس کام کو امانت سمجھ کر انجام دیں۔ جن کا شعور تیز ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور آخرت میں ذرہ ذرہ کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت صرف مومنوں میں ہوگی۔

(دوسرا حکم یہ ہے) کہ فیصلہ کرو تو بے لاگ۔ کوئی لالچ خوف تعصب اقربا پروری اور مفاد پرستی نہ ہو۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔ دنیا پکار اٹھے کہ زمین و آسمان جس انصاف پر قائم ہیں وہ یہی ہے فرمایا کہ خبردار انصاف کا پلہ ایک طرف نہ جھک جائے۔

بنی اسرائیل کو بھی حاکمانہ اقتدار سے صدیوں نوازا گیا تھا۔ وہ بھی کتاب، حکمت اور نبوت کے حامل رہے۔ لیکن چند خاص زمانوں کو چھوڑ کر وہ ہمیشہ اخلاقی انحطاط میں مبتلا رہے۔ ان کی سلطنت کے زوال کی خاص وجہ یہ ہی تھی کہ وہ تمام عہدے اور مراعات اور انعام و اکرام اپنے محبوب اور مرغوب دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرتے تھے خواہ وہ کتنے ہی خائن، چور، راشی اور بے ایمان ہوں۔ عہدوں اور دوسری ذمہ داریوں کو عیش و عشرت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ دوسری خرابی ان میں یہ تھی کہ با اثر اور با اختیار لوگ اگر جرم کرتے تھے تو چھوڑ دیئے جاتے تھے یا ان کے ساتھ خاص نرمی برتی جاتی تھی لیکن کمزور اور بے آسرا لوگوں پر ظلم کی تلوار خوب چلتی تھی۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تمہیں بہت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔ اسی میں حکمت بھی ہے فلاح بھی ہے اور دنیاوی ترقی بھی۔ اور تم خوب سوچ لو اور سمجھ لو کہ اللہ کی نگاہوں سے تمہارا کوئی فعل پوشیدہ نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پیروی کرو اور ان کی بھی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر کسی بات میں باہمی جھگڑے کی نوبت آجائے تو اس بات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہی طریقہ بہتر اور انجام کے اعتبار سے بھی عمدہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹

اُولِي الْاَمْرِ	صاحب اختیار
تَنَازَعْتُمْ	تم آپس میں جھگڑ پڑے
رُدُّوْهُ	اس کو لوٹاؤ
اَحْسَنُ	بہترین
تَاْوِيْلٌ	انجام، جزا

تشریح: آیت نمبر ۵۹

یہ آیت تمام آئین وقوانین اسلام کی جان ہے۔ اسلامی دستور کی حیثیت سے اول وآخر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے آئین کب اس کی خاک کو پہنچ سکتے ہیں۔

اسلامی دستور سارے کا سارا سمیٹ کر اور لپیٹ کر اٹھائیس الفاظ میں حل کر دیا گیا ہے۔ اس کا تعلق ظاہری احکام سے بھی ہے اور اس روح مقصد سے بھی ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ یعنی اس میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اگر باطن میں ایمان نہیں ہے تو ظاہری احکام کو آدھے دل سے ٹالنے کے لئے مان لینا اچھا نتیجہ نہیں دکھا سکتا۔

اس آیت کے مطابق اسلامی دستور کی چار بنیادیں ہیں۔

(۱) قرآن میں واضح احکامات ہیں، ان کا ماننا اور ان پر بلا چون وچرا عمل کرنا شرط اول ہے پھر ان اللہ یامر سے ارشاد کر دیا کہ اصل حکم اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۲) رسول مقبول ﷺ نے جو احکامات اثبات یا نفی میں دیئے ہیں یا جو احکام قرآنیہ کی تفصیلات طے کی ہیں، یعنی جو کچھ الفاظ واعمال سے ہدایت بخشی ہے، وہ سب وحی غیر متلو ہیں۔ سب حق تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے ہیں۔ ان کا ماننا گویا اللہ کا حکم ماننا ہے۔ ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

(۳) زمین پر انسان کی حکمرانی نائب وامین کی حیثیت سے ہے لہٰذا قانون سازی ایسے اصول پر مبنی ہوگی جو قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہو۔

(۴) اس حاکم وقت کا حکم ماننا جو تم میں سے ہو۔ ''تم میں سے ہو'' کے معنی ہیں کہ مومن ہو۔ اگر وہ واقعی مومن کی بصیرت اور حکمت رکھتا ہے تو اس کے احکام بھی اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی روشنی میں ہوں گے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اجتہادی غلطی کر جائے لیکن اگر اس کے احکام کی بنیاد اسلام ہے تو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔

اگر حکام وامراء کا حکم ایسے معاملات کے بارے میں ہے جو کتاب وسنت کی روشنی میں جائز چیزوں کی قسموں میں سے ہیں اور اس میں آپ حکام کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ تو اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے، مشورے دیئے جا سکتے ہیں، احتجاج کیا جا سکتا ہے لیکن حکم حاکم سے دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ حکم حکم ہے اور تسلیم کرنا پڑے گا۔ ورنہ انتظام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

اگر وہ غلطی عظیم ہے اور بنیادی اہمیت کی ہے اس لئے کہ حاکم کا حکم عدل وانصاف کے خلاف ہے تو پھر اس میں امیر کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اس میں تو حاکم اور محکوم دونوں کو اللہ کا حکم ہے کہ اجتہاد پر، قرآن وحدیث کی روشنی میں نظر ثانی کریں۔ اگر دونوں طرف دل میں خلوص ہوگا، ایک دوسرے کی خیر خواہی ہوگی تو انشاء اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں نظر ثانی اور نظر ثالث مفاہمت کا دروازہ کھول دے گی۔ دوسرے الفاظ میں نہ حاکم کی طرف سے ظلم وستم کی اجازت ہے نہ محکوم کی طرف سے بغاوت اور ہنگامے کی۔ آیت یوں ختم ہوتی ہے ''اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی اک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی حسن وخوبی کا مظہر ہے۔''

یہاں پر ''اولی الامر'' کا لفظ اپنے اندر بہت ہی وسیع معنی رکھتا ہے۔ سربراہ مملکت اور اس کے مقرر کردہ انتظامی حکام سے لے کر کنبہ کے سربراہ یعنی والدین اور شوہر تک اس میں شامل ہیں۔

اس آیت کی رو سے ہر طرح کا فتنہ وفساد، سازش، خونی انقلاب، مطالبات منوانے کے لئے بھوک ہڑتال، ناجائز ہڑتالوں، پستول، بم، سب ہتھکنڈے منع ہیں۔ ہاں پرامن تحریک چلائی جاسکتی ہے۔ اور حدود اسلامی کے اندر مفاہمت کا ہر موقع استعمال کیا جاسکتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ
أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ
أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا
بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا
أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ
يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن
رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

اے نبی ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں لیکن وہ اپنے مقدمات کے فیصلے شیطانوں سے کرانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو شیطان کا حکم نہ ماننے کے لئے کہا گیا ہے۔ شیطان کی تو یہی خواہش ہے کہ وہ صحیح راستے سے بھٹکا کر بہت دور لے جائے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم اور رسول کی اطاعت کی طرف آجاؤ تو آپ ان منافقین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس بات سے بے رخی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان پر ان کے ہاتھوں کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے کوئی مصیبت پڑتی ہے تو پھر وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور باہمی میل ملاپ تھا یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔ آپ ان سے درگذر کیجئے ان کو نصیحت کرتے رہئے اور ان کے حق میں وہ بات کہیے جو ان کے نفسوں پر اثر انداز ہو۔ اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی پیروی کی جائے۔ اگر یہ لوگ اسی وقت جب کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا آپ کے پاس آتے، اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

یَزْعُمُوْنَ	دعویٰ کرتے ہیں، گھمنڈ رکھتے ہیں
یَتَحَاکَمُوْا	وہ فیصلہ کے لیے جائیں
اُمِرُوْا	حکم دیا گیا
ضَلٰلاً بَعِیْدًا	گمراہی میں دور
تَعَالَوْا	آؤ

رَاَيْتَ	تونے دیکھا (تو دیکھے گا)
صُدُوْدٌ	اٹک کر، رک رک کر
يَحْلِفُوْنَ	وہ قسم کھاتے ہیں
تَوْفِيْقٌ	باہمی میل ملاپ
لِيُطَاعَ	تاکہ اطاعت کی جائے
لَوَجَدُوْا	البتہ وہ پاتے

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

اس حکم کے بعد کہ حکومت کے عہدے عیش وعشرت کے لئے نہیں بلکہ امانت داری کے لئے ہیں اور ان پر وہی مقرر کئے جائیں گے جو انہیں اللہ کی امانت سمجھیں گے۔ فرمایا گیا کہ اس حکم کے بعد جب کسی معاملہ کا فیصلہ کرنے لگو تو بے لاگ اور بے لوث کرو۔ پھر اس حکم کے بعد اللہ کا حکم مانو، رسول کا حکم مانو اور اپنے حکام وامراء کا حکم مانو اور اگر شدید اختلاف ہو جائے تو پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں دوبارہ غور وفکر کرو۔

اتنے احکام کے بعد اگر کوئی بظاہر مسلمان اسلامی عدالت میں اپنا مقدمہ نہ لے جائے خصوصاً جب کہ خود حضور پر نور ﷺ بہ نفس نفیس عدالت کی کرسی پر تشریف فرما ہوں، اور اس کے باوجود کسی کافر کے پاس فیصلے کے لئے اپنا مقدمہ لے جائے تو وہ منافق نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسا ایک واقعہ حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آیا ہے جبکہ بشر نامی ایک بظاہر مسلمان اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں لے جانے کے بجائے ایک یہودی سردار کے پاس لے گیا۔ چونکہ وہ قصوروار تھا اسے آپ کی عدالت سے سزا پانے اور ذلیل ہو جانے کا خطرہ تھا۔ مقدمہ بہر حال حضور ﷺ کی عدالت میں پہنچا۔ وہاں آپ نے بشر کے خلاف یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بشر آپ کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہوا اور فیصلے کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہ بشر حضور ﷺ کے فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس کی گردن اڑا دی کہ یہ منافق ہے۔ آیت مذکورہ تصدیق کرتی ہے کہ ایسے لوگ جو اللہ کے رسول کا فیصلہ نہیں مانتے وہ کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو صرف ایک واقعہ تھا لیکن ایسے متعدد واقعات ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو بظاہر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنا مقدمہ حضور کی عدالت میں لانے سے کتراتے تھے چونکہ وہ انصاف میں لگی لپٹی ناجائز رعایت چاہتے تھے۔ پھر جب وہ حضور ﷺ کے پاس آتے تو اپنے ایمان کی بہت ساری قسمیں کھاتے اور طرح طرح کے بہانے پیش کرتے اور ہمیشہ اپنے

آپ کو نیک نیت اور خیر خواہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ ہر وہ بظاہر مسلمان جو اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں نہیں لاتا ہے، ہزار قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کو پیش کرتا ہے، وہ منافق ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتا اور ذرا بھی تنگی محسوس نہ کرتا۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر یہ منافقین ایسی غلطی کرنے کے بعد جناب رسالت مابﷺ کے پاس آتے۔ اپنے گناہ پر سچے دل سے توبہ کرتے اور خود حضور بھی اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور بخش دیتا اور انہیں پھر ایمان کی زندگی کا موقع دیتا۔ اس آیت نے غیر اسلامی عدالت کو طاغوت قرار دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو غیر اسلامی عدالتوں میں اپنا مقدمہ لے جانے سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

(پھر اے نبی ﷺ) قسم ہے آپ کے پروردگار کی یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے تمام آپس کے جھگڑوں میں آپ ہی کو فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں اور پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمادیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی بوجھ اور گرانی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو پوری طرح مان لیں۔

اور اگر ہم ان منافقوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم اپنی جانوں کو قتل کر دو یا اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو سوائے کچھ لوگوں کے ان میں سے کوئی بھی اس حکم کو نہ مانتا اور اگر یہ لوگ اس پر عمل کرتے جو ان کو نصیحت کی جارہی ہے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی اور ان کے ایمان کو پختہ کر دیتی۔ اور جب یہ ایسا کرتے تو ہم ان کو اپنے پاس سے بہت بڑا اجر و ثواب عطا کرتے اور ان کو صراط مستقیم پر چلاتے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام و اکرام کیا ہے جیسے انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ بڑے اچھے ساتھی ہیں۔ اور یہ اللہ کے بڑے فضل و کرم میں سے ہے کہ اللہ کا باخبر ہونا ہی سب کے لئے کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

شَجَرَ	جھگڑا ہوا
حَرَجٌ	تنگی
قَضَيْتَ	آپ نے فیصلہ کر دیا
اَشَدُّ تَثْبِيْتًا	بہت مضبوط
اَنْعَمَ اللّٰهُ	اللہ نے انعام کیا
حَسُنَ	بہترین
رَفِيْقٌ	ساتھ، ساتھی

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بظاہر کسی مومن کا آپ کی عدالت میں مقدمہ نہ لانا یا آپ کے فیصلے سے دل و جان سے راضی نہ ہونا منافقت کی دلیل تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! تمہارے رب کی قسم وہ لوگ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جو اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو منصف نہ مان لیں اور پھر جو کچھ آپ فیصلہ کردیں اس پر دل میں کوئی تکلف اور تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر جھکا کر تسلیم واطاعت کی روش اختیار کریں۔

اب حضور ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمالیا ہے لیکن آپ کی سنت زندہ ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ اس فیصلہ پر دل و جان سے سر جھکادے جو قرآن وسنت کی روشنی میں کیا گیا ہو ورنہ وہ منافق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آں حضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کی شادی حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کردی جو ایک آزاد کردہ غلام تھے تو حضرت زینبؓ کے رشتہ دار دل سے ناراض ہوئے۔ لیکن جب یہ آیت ۶۵ اتری تو سب نے سر تسلیم خم کردیا۔

منافقوں کے سلسلہ میں آگے کی آیات ۶۷ اور ۶۸ بتایا گیا ہے کہ یہ وہی حکم مانتے ہیں جس میں ان کا فائدہ ہے۔ اگر کوئی حکم ان کے لئے سخت ہے تو نہیں مانتے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ جو حکم بھی دیا جائے اس پر بے چون و چرا عمل کرتے ہیں۔ اس طرح اس کے تین فائدے ہیں۔

(۱) اللہ کا حکم ہمیشہ بندے کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے یہ بھلائی آگے چل کر ظاہر ہو۔

(۲) اللہ کا حکم ماننے میں خواہ وہ تلخ ہو بندے میں فرماں برداری، ثابت قدمی اور صبر واستقلال کی عادت ترقی کرتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بڑا اجر عنایت کرتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے کی زیادہ توفیق عطا کرتا ہے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جو انعامات آخرت میں رکھے گئے ہیں ان میں ایک زبردست انعام کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے کہ جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر اللہ نے انعامات نازل کئے ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین جنت میں باہم ہر وقت ملتے جلتے رہیں گے اور کوئی تفریق نہ ہوگی۔ کوئی شخص نبی اور صدیق نہیں بن سکتا لیکن شہید اور صالح بننے کی انتہائی کوشش کرسکتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا
ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ
شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ
تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ
لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا
مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ
اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ ع

۱۰ ع ۶ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

اے ایمان والو! ہتھیار بند رہو اور مقابلے کے لئے نکلو الگ الگ دستوں میں یا ایک اکٹھی فوج بن کر۔ اور (ہوشیار!) تمہارے درمیان ایسے افراد بھی ہیں جو لڑائی میں جانا نہیں چاہتے۔ اگر کہیں تمہیں شکست ہوگئی تو ایسا شخص کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا کہ میں ان کے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر کہیں اللہ کے فضل و کرم سے تمہاری جیت ہوگئی تو اس طرح کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی تعلق ہی نہ تھا کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو کتنا مال اور عزت حاصل کر لیتا۔ اللہ کی راہ میں قتال کرنا ان لوگوں کے لئے لازم ہے جنہوں نے دنیا کی زندگی کا سودا آخرت کے بدلے میں کر لیا ہے۔ اور وہ جو اللہ کی راہ میں قتال کرے گا خواہ وہ شہید ہو یا غازی تو ہم ضرور اسے عظیم بدلہ عطا کریں گے۔ آخر کیا سبب ہے کہ تم ان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال نہ کرو گے جو کمزور پڑ کر دب گئے ہیں اور پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے رب اس جگہ سے ہماری جان چھڑا جہاں کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی نجات دینے والا بھیج۔ وہ جو ایمان والے ہیں وہ یقیناً اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

اے مومنو! شیطان کے طرف داروں سے قتال کرو۔ اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں بہت کمزور ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

حِذْرٌ	بچاؤ
اِنْفِرُوْا	نکلو
ثُبَاتٌ	الگ الگ
لَيُبَطِّئَنَّ	البتہ وہ دیر کرے گا
مَوَدَّةٌ	دوستی
يٰلَيْتَنِيْ	اے کاش کہ میں
اَفُوْزُ	میں کامیاب ہوں (کامیاب ہو جاتا ہے)

يُقْتَلُ	قتل کیا گیا
يَغْلِبْ	غالب آئے گا
اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ	کمزور
اَلْوِلْدَانُ	بچے
اَخْرِجْنَا	ہمیں نکال
اَوْلِيَاءُ الشَّيْطٰنِ	شیطان کے دوست اور ساتھی
كَيْدٌ	فریب، دھوکہ

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

ان آیات میں قتال یعنی فوجی حکمت عملی پر بہت زور دیا گیا ہے، جنگ احد کے بعد کفار اور منافقین یہ سمجھ کر ہر طرف سے منڈ کر آنے لگے کہ مسلمان کمزور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرماتے ہوئے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے دیا اور یہ کہہ کر ان کی ہمت بندھائی کہ اہل طاغوت بڑے زور وشور سے اٹھتے ہیں اور بڑی بڑی جنگی تدبیریں کرتے ہیں مگر ان کی تمام چالیں آگے چل کر ناکام ہو کر رہیں گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ نہ صرف تم مومن رہو بلکہ صرف اللہ کی راہ میں لڑنے کی ٹھان لو جس میں تمہارا کوئی دنیاوی مقصد نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اجر عظیم اور بڑی کامیابی کا وعدہ کیا ہے مگر تخصیص نہیں کی کہ یہ انعامات کہاں ملیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ انعامات تو آخرت میں ضرور مل کر رہیں گے مگر دنیاوی کامیابی بھی عین ممکن ہے۔ بہر کیف مومن کو صرف اخروی انعامات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ اس نے اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لئے فروخت کر دیا ہے۔

جہاد وقتال کے بہت سے مقاصد ہو سکتے ہیں لیکن ایک بڑا مقصد ان لوگوں کی مدد کو پہنچنا ہے جو دنیا بھر میں ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں محض اس لئے کہ وہ اہل ایمان ہیں۔ اس وقت عرب میں بہت سے علاقے ایسے تھے جہاں کافروں کا زور تھا اور وہ مسلمانوں پر ظلم وستم توڑ رہے تھے۔ اگر ان مظلوم مسلمانوں کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا جائے گا تو نہ صرف وہ ختم کر دیئے جائیں گے بلکہ اسلام کا پھیلنا مشکل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جہاد وقتال کی تین تدبیریں بتائی ہیں۔ (۱) یہ کہ حالات نازک ہیں۔ مسلح رہو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ یعنی جنگی تیاریوں سے غافل نہ ہو۔ (۲) یہ کہ جب تم نکلو تو جماعت بن کر خواہ چھوٹی جماعت ہو یا بڑی جماعت کیونکہ کسی بھی جماعت کے لئے تنظیم ہی جان ہوا کرتی ہے۔ (۳) یہ کہ منافقین سے ہوشیار رہو۔ تمہاری صفوں کے اندر منافقین موجود ہیں۔ اور منافق وہ ہے جو جہاد وقتال سے جی چراتا ہے۔ جسے اسلام سے نہیں بلکہ سراسر اپنے دنیاوی مفاد سے دلچسپی ہوتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ
لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ
اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ
لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ
خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ
يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ
هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ
لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ
فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

(اے نبی ﷺ!) کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روک لو نماز قائم کرو اور زکوۃ دیتے رہو۔ پھر جب انہیں قتال کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی بڑھ

کر۔ یہ لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر قتال کو کیوں فرض کر دیا ہے۔ ابھی اور ذرا مہلت دی ہوتی۔ (اے نبی ﷺ!) ان کو سمجھا دیجئے کہ دنیا کا فائدہ برائے نام ہے۔ اور اہل تقویٰ کے لئے آخرت کے فائدے زیادہ بہتر ہیں۔ اور ہاں (انعامات کی بخشش میں) تم پر اک ذرہ برابر ناانصافی نہ ہوگی۔ (ان کو سمجھا دیجئے کہ) تم کہیں بھی ہو موت وہیں پہنچ جائے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہی جا چھپو۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر انہیں کچھ فائدہ پہنچ جائے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کچھ نقصان پہنچ جائے تو (اے نبی ﷺ!) آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا۔ انہیں کہہ دیجئے کہ نفع نقصان جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ مگر یہ عجیب لوگ ہیں۔ کوئی نیک بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

کہہ دیجئے جو بھلائی تمہیں پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو وہ تمہارے نفس کی وجہ سے ہے۔ (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ پیغام پہنچا دیں۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ اور جو رخ موڑ گیا تو ہم نے آپ کو نگراں بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

کُفُّوْا	روک لو
یَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں
لِمَ کَتَبْتَ	تو نے کیوں لکھ دیا، کیوں فرض کر دیا
اَخَّرْتَنَا	ہم سے تاخیر کر دیتا
اَجَلٍ قَرِیْبٌ	قریبی مدت
یُدْرِکُ	تمہیں پالے گا
بُرُوْجٌ	برج، قلعہ
مُشَیَّدَۃٌ	مضبوط

تشریح: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

اسلامی تحریک کے ہر قائد کا فرض ہے کہ اپنی صفوں کے اندر کالی بھیڑوں کو پہچان لے۔ یہاں پر نبی مکرم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کی پہچان صاف ہے۔ ویسے تو وہ منافق نفسانی جذبات کے لئے لڑنے مرنے کو بیتاب رہتے تھے لیکن جب یہ حکم دیا گیا کہ مت لڑو بلکہ نماز روزہ وغیرہ کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح کرو تو یہ حکم ان پر شاق گذرا۔ اب جو انہیں نفس کی راہ میں نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں لڑنے کو کہا جا رہا ہے تو پھر چیخ رہے ہیں کہ اے اللہ! تو نے قتال کیوں فرض کر دیا۔ ابھی کچھ دنوں اور ہم مال و جان کی خیر منا لیتے۔ فرمایا ان کی پہچان یہ ہے کہ یہ دشمن سے اس قدر ڈر رہے ہیں کہ اللہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ حالانکہ موت ان کو وقت پر آ کر رہے گی خواہ یہ مضبوط قلعوں کے سہارے ہی کیوں نہ لے لیں۔

منافقین کے مقابلے میں مومنین وہ ہیں جو اپنا فائدہ دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں۔ ان کا یہ مزہ کم ہے۔ ان کا فائدہ چند دنوں کے لئے ہے لیکن آخرت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ ان کا لطف و مزہ بھی زیادہ ہے۔ ان کے حصول میں کوئی محنت نہیں ہے۔ ان کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ کوئی گندگی یا تلخی نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی ہزار محنت کرے دنیا کی نعمتوں کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ آگ پانی زلزلہ لڑائی بیماری چوری اور دیگر بہت سے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن آخرت کی نعمت اگر اللہ چاہے گا تو ہر صاحب ایمان، صاحب عمل صاحب تقویٰ کو ملنا لازم ہے اور اس کی گم شدگی یا تباہی یا زوال کا کوئی خطرہ نہیں۔

جنگ احد میں جو نقصان پہنچا تھا بعض ان لوگوں کی غفلت سے ہوا جو مال غنیمت لوٹنے کی خاطر یا جذبہ جہاد سے بے تاب ہو کر درہ کی حفاظت کو چھوڑ کر جنگ میں شریک ہو گئے حالانکہ حضور پر نور ﷺ کا صریح حکم تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے درہ کی حفاظت ضرور کی جائے گی۔ بعضوں نے اس حکم کی تعمیل میں اجتہادی غلطی کی اس لئے یہ عظیم نقصان ہو کر رہا۔

ان آیات میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ بالفاظ دیگر رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنا اللہ کے عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔ رسول ﷺ کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ آپ کا کام پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ جو مانتا ہے مانے جو نہیں مانتا ہے اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۚ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

زبان سے تو وہ اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن (اے نبی ﷺ!) جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت رات کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے برخلاف مشورے کرتی ہے۔ اللہ ان کی تمام آپس کی گفتگو کو لکھ رہا ہے۔ آپ انہیں نظر انداز کر دیجئے اور اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے۔ آپ کا کام بنانے کے لئے اللہ کافی ہے۔

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر یہ وحی، اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

طَاعَةٌ	اطاعت
بَرَزُوْا	وہ نکلے
بَيَّتَ	رات کو جمع ہو کر باتیں کیں
يُبَيِّتُوْنَ	وہ رات گذارتے ہیں
اَعْرِضْ	چھوڑ دو، منہ پھیر لو
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کیوں نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

منافقین کی پہچان یہ ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔ جب دن میں حضور کی محفل میں ہوتے تو بڑھ بڑھ کے آپ کی اطاعت کا دم بھرتے لیکن رات کے اندھیرے میں ان کے سردار جمع ہو کر آپ کے خلاف مشورہ کرتے اور تدبیریں سوچتے رہتے۔ وہ اس بات کا ذرا خیال نہ کرتے کہ دن میں انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے کیا کیا وعدے کئے تھے۔ کہا جا رہا ہے (اے نبی ﷺ!) آپ ان

باتوں کو اپنے دل پر نہ لیں بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھیں وہی کارساز ہے۔ منافقین کو وہ کرنے دیجئے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کا حساب کتاب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

یہ منافقین اس بارے میں شک کر رہے ہیں کہ یہ وحی اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے۔ فرمایا منافقین قرآن کریم کے مضامین میں غور و فکر کرتے تو ان کی سمجھ میں آجاتا کہ سالہا سال سے جو باتیں کہی جارہی ہیں وہ یکساں ہیں۔ ان میں مقصد یا مقصدیت کا کوئی فرق نہیں۔ اس کے انداز بیان میں کوئی فرق نہیں۔ وہی فصاحت، وہی بلاغت۔ معنی و مطلب کی وہی گہرائی، وسعت اور بلندی۔ اگر اس کی تصنیف میں کسی دوسرے کا بھی ہاتھ ہوتا تو مقصد کلام کا بھی فرق ہوتا اور انداز کلام کا بھی۔ کہیں پر کچھ اور کہیں پر کچھ ہوتا۔ پڑھنے اور سننے والا خیالات کی ٹکراؤ اور پریشانی ہی میں گم ہو کر رہ جاتا۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن صرف تلاوت ہی کے لئے نہیں آیا بلکہ تدبر کے لئے بھی آیا ہے۔ اور ہر شخص جس کے پاس غور و فکر کے لئے علم و عقل ہے یا علم و عقل حاصل کر سکتا ہے وہ اس کی گہرائی میں اتر سکتا ہے اور معانی و مطالب کے موتی حاصل کر سکتا ہے۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾ فَقَٰتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ اس خبر کو رسول ﷺ تک پہنچاتے یا پھر ذمہ داروں تک تاکہ صحیح غلط کی

چھان بین کر لیتے اور اس میں سے کام کی بات چھانٹ لیتے۔ (اے مسلمانو!) اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو چند لوگوں کے سوا تم تو شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

اے نبی ﷺ! آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے۔ آپ اپنی ذات کے سوا کسی دوسرے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہاں مومنین کو جہاد و قتال پر ابھارتے رہیئے۔ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی ہمت پست کر دے گا۔ اور اللہ جنگ میں بھی بہت زور آور ہے اور سزا دینے میں بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

اَذَاعُوْا	انہوں نے مشہور کر دیا
یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ	وہ اس کی تحقیق کر لیتے
لَا تُکَلَّفُ	جنہیں ذمہ دار نہیں بنایا جائے گا
حَرِّضْ	آمادہ کیجیے، رغبت دلایئے
اَنْ یَّکُفَّ	یہ کہ وہ روک دے
اَشَدُّ بَاْسً	لڑائی میں بہت سخت
اَشَدُّ تَنْکِیْلًا	سزا دینے میں سخت

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

جھوٹی سچی خبریں پھیلانا نفس کی کمزوری ہے اور جنگ و جہاد کے دنوں میں دشمن کے ہاتھ میں غلط افواہیں پھیلانے کا خاص ہتھیار ہوتا ہے۔ وہ اپنے مطلب کے لائق طرح طرح کی خبریں اڑاتا بھی ہے اور اڑواتا بھی ہے۔ منافقین اور کمزور عقل مسلمان ان خبروں کو لے کر بلکہ نمک مرچ لگا کر جگہ جگہ پھونکتے پھرتے ہیں۔ جھوٹا اطمینان دلاتے ہیں یا جھوٹا خوف پھیلاتے ہیں۔

ان آیات میں منافقین کو اور کمزور ایمان والے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھ میں نہ کھیلیں اور جھوٹی سچی خبروں کے اڑانے کے گناہ میں ملوث نہ ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ عام مسلمانوں کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان خبروں کا کوئی اعتبار نہ کریں جو ذمہ دار حلقوں کی طرف سے نہ آئیں۔ اگر کوئی خبر کہیں سے کسی کو ملے تو وہ فوراً نبی کریم ﷺ اور ذمہ دار صحابہؓ تک پہنچا دیں تاکہ وہ تحقیقات کر لیں اور جس حد تک ضروری سمجھیں لوگوں کو بتائیں۔

ان آیات میں حضور ﷺ کو حکم ہے کہ اگر کوئی بھی ساتھ نہ دے تو آپ اکیلے ہی دشمن سے ٹکر لے لیں۔ لیکن جماعت بنانے کی کوشش ضرور کریں اور اس کے لئے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی زوردار ترغیب دیں۔ خواہ آپ کی جماعت چھوٹی ہو یا بڑی، آپ کی مدد کے لئے اللہ کافی ہے۔ وہ آپ کا رعب دشمنوں کے دل میں ڈال دے گا۔ دشمن خود میدان میں آنے کی ہمت نہ کرے گا۔ جہاں تک کافروں کا تعلق ہے اللہ جنگ میں بہت زور آور ہے۔ جہاں تک منافقوں کا تعلق ہے اللہ انہیں سزا دینے میں بڑی طاقت وقوت رکھتا ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

جو شخص نیکی کی سفارش کرے گا وہ ثواب پائے گا۔ جو برائی کی سفارش کرے گا وہ بدلہ پائے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب کوئی تمہیں محبت اور عزت سے سلام کرے تو تم بہت اچھے طریقہ سے سلام کا جواب دے دو یا کم از کم ویسا ہی جواب دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

يَشْفَعُ — سفارش کرتا ہے

شَفَاعَةٌ حَسَنَةٌ — اچھی سفارش

شَفَاعَةٌ سَيِّئَةٌ — بری سفارش

كِفْلٌ	حصہ
مُقِيتٌ	نگہبان
حُيِّيتُمْ	تمہیں دعا دی گئی، سلام کیا
حَيُّوا	تم دعا دو، سلام کرو

تشریح: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

یہاں شفاعت کے کم از کم دو معنی ہیں۔ اول تبلیغ و ترغیب۔ دوسرے حکام بالا تک کسی کی سفارش کرنا۔ ایک معنی اور بھی ہوتے ہیں کسی بے قصور کی وکالت کرنا۔

اب یہ اپنی اپنی توفیق ہے کوئی اسلام کی تبلیغ کرتا ہے کوئی کفر کی۔ کوئی لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی راہ شیطنت پر لانے کی۔ دونوں کو جزا ملے گی۔ ایک کو ثواب کی دوسرے کو عذاب کی۔

سفارش کے یہ معنی بھی ہیں کہ صاحب حکم واختیار کے پاس کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دلیل، بیان واقعہ یا اپنی دوستی اور تعلقات کے اثر کو استعمال کرنا۔ بشرطیکہ جائز کام کے لئے ہو۔

کسی کو ناجائز حق دلانے کے لئے نہیں یا کسی کا جائز حق مارنے کے لئے نہیں۔ اگر یہ کسی ایسے شخص کی بات اوپر پہنچانے کے لئے ہو جو خود اپنی بات پہنچا نہیں سکتا تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس سفارش میں دعا بھی شامل ہے۔

اگر یہ سفارش کسی کا جائز حق مارنے کے لئے ہے یا ناجائز حق دلانے کے لئے ہے۔ اگر اس سفارش کے پیچھے حق و صداقت نہ ہو بلکہ دنیا کی غرض یا رشوت یا اقربا پروری یا قوم پروری ہو۔ یا محض جذبہ دوستی یا جذبہ دشمنی ہو تو اس کا عذاب ہو کر رہے گا۔

آیت ۸۵ سے ظاہر ہے کہ سفارش میں ثواب یا عذاب پانے کے لئے کامیابی کی شرط نہیں۔ محض سفارش کر دینا کافی ہے۔ بات مانی جائے یا نہ مانی جائے۔ سفارش میں نبی کریم ﷺ کی عدالت میں بھی بات پہنچانا شامل ہے۔ صحیح سفارش بھی یا غلط سفارش بھی۔ اللہ کے ہاں اپنے نتیجے کے ساتھ سامنے آجائے گی۔

آیت ۸۶ میں بتایا گیا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو انہیں کس طرح سلام کرنا چاہئے۔ نہ صرف یہ ادب و تمیز کا ایک طریقہ ہے بلکہ تعلقات عامہ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ یہ سلامتی کی دعا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس سے اجنبی بلکہ دشمن سے بھی ربط ضبط بڑھتا ہے۔ اور مسلمانوں میں باہمی تعلقات زیادہ گہرے اور محبت والے ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلام کی خاص پہچان ہے۔ حکم ہے کہ نہ صرف تم سلام کرنے میں پہل کرو بلکہ اگر کوئی محبت اور عزت سے تمہیں سلام کرے تو بہتر طریقہ سے

جواب دو۔ یعنی السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہونا چاہئے۔ سلام کرنا اور جواب دینا یہ معنی بھی رکھتا ہے کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور تمہاری بھلائی کا خوستگار ہوں۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ آنحضرت ﷺ ارشاد ہے کہ اے مومنو! تم آپس میں سلام کرنے کے طریقے کو پھیلاؤ۔

سلام کا جواب بہتر طریقہ پر دینے کے لئے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ انداز بھی مخلصانہ ہونا چاہئے اگر ایک شخص منہ پھلا کر بے رخی سے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہتا ہے لیکن انداز دوسرے کو ذلیل کرنے کا ہے تو اس کو بہتر جواب نہیں کہا جائے گا۔ سلام کا بہترین جواب الفاظ اور اپنے مخلصانہ انداز سے ہی ممکن ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾

۱۱/۱۱/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ انہیں قیامت کے دن میں ضرور جمع کرے گا جس کے ہونے میں شک نہیں ہے اور اللہ سے بڑھ کر اور کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷

لَيَجْمَعَنَّكُمْ	البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا
اَصْدَقُ	زیادہ سچا
حَدِيْثٌ	بات

تشریح: آیت نمبر ۸۷

کافروں اور منافقوں کو اس بات میں سراسر شک تھا کہ قیامت آئے گی یا نہیں۔ انہیں اس بات پر بھی شک تھا کہ یہ کیسے ہوگا کہ تمام انسانوں کو جمع کر کے ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور پھر انہیں جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت کا دن ایک ایسا یقینی دن ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بات اس ذات کی طرف

سے ہے جس کا قول سب سے سچا قول ہوتا ہے۔ ہر شخص قیامت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا اور پھر اسے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔ اس دن صرف وہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے جنہوں نے اللہ کے احکامات پر یقین کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی ہوگی وہ دن ان کے لئے بڑا ہی حسرت ناک ہوگا اور پھر وہ اس کا کچھ بھی مداوا نہ کرسکیں گے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝٨٨ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُھَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ ۠وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝٨٩ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَھُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَھُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝٩٠

ترجمہ: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے اندر دو جماعتیں ہو گئی ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے اعمال کے سبب الٹ دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس کو راہ پر

لے آؤ جس کو اللہ نے راہ سے بھٹکا دیا ہے اور جس کو اللہ ہی نے گمراہ کر دیا ہو تو اسے راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جس طرح وہ کافر ہیں تا کہ تم دونوں کا درجہ برابر ہو جائے۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔

اور اگر وہ ہجرت فی سبیل اللہ سے منہ پھیر لیں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو۔ اور ہرگز ان میں سے کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناؤ۔ مگر یہ حکم ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو کسی ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ جس سے تمہارا دوستی کا معاہدہ ہو۔ یا جو تمہارے پاس لڑائی سے دل تنگ ہو کر آ گئے ہوں کہ وہ نہ تو تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے۔ یہ جان لو کہ اللہ ان کی قوم کو تم پر زور دے دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے۔ اب اگر ایسے لوگ (لڑائی میں غلبہ کی طاقت نہ پا کر) مجبوراً تم سے لڑائی نہ کریں بلکہ تم سے صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے ان پر تمہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

مَالَكُمْ	تمہیں کیا ہو گیا ہے
فِئَتَيْنِ	دو جماعتیں
اَرْكَسَ	الٹ دیا
يَصِلُوْنَ	وہ ملتے ہیں
حَصِرَتْ	رک گئی، رک گئے
اِعْتَزَلُوْا	وہ علیحدہ ہو گئے
اَلسَّلَمَ	صلح

تشریح: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اس زمانے میں ہر مسلمان کو حکم تھا کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی ہے بشرط طاقت مدینہ کی طرف ہجرت کر جائے۔ ورنہ اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔ ان میں ایک طبقہ تو وہ تھا جو جانے کے لئے مالی اور

دوسری استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تمام مظلومیت کے باوجود مجبوراً اپنی جگہ رہ گیا۔ ان کا شمار مستضعفین میں ہوا۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر ہجرت سے گریز کرتا تھا۔ یہ لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز روزہ وغیرہ بھی کرتے تھے لیکن کافروں کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف ان کی ہر کوشش اور کاوش میں شریک رہتے تھے۔

اس دوسرے طبقہ کے متعلق مسلمانوں میں دو رائے ہوگئی تھیں ایک مکتب خیال کہتا تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ ہم ان کے خلاف کیسے قدم اٹھا سکتے ہیں۔ دوسرا مکتب خیال کہتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دوسرے مکتب خیال کا ساتھ دے کر صاف صاف اعلان کر دیا کہ یہ منافقین ہیں۔ ان کی قسمت ہی میں گمراہی لکھی ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان سے دوستی اور محبت حرام ہے۔ جہاں ملیں ان کو پکڑ لو۔ یا قتل کر دو کیونکہ ایسے لوگوں کا کفر وارتداد ظاہر ہو گیا تھا ورنہ منافقین تو قتل نہیں کیئے جاتے تھے۔

ان آیات میں کچھ دوسرے منافقین کا ذکر بھی ہے کہ وہ بظاہر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں لیکن وہ اسلام کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ اس لئے آ گئے ہیں کہ کفر واسلام کی مسلسل لڑائیوں سے ان کے مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور ان کی قوم جیت نہیں رہی ہے۔ اگر ان کی قوم لڑائی میں غلبہ پاتی تو یہ منافقین اپنی قوم کی طرف سے لڑتے۔ اب اگر مجبوراً وہ پرسکون اور پرامن ہیں تو ان پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔

منافقین کی تیسری قسم وہ ہے جن کا تعلق ایسی قوم سے ہے جس کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔ جب تک وہ امن سکون سے ہیں ان کے خلاف بھی ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔ جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا مومنین کو ہجرت کا حکم تھا۔ مومن بننے کے لئے ہجرت اور ایمان دونوں کی شرط تھی۔ صرف ہجرت یا صرف ایمان مستضعفین کے سوا کسی کے لئے کافی نہ تھا۔ علماء جمہور کے نزدیک فتح مکہ کے بعد ہجرت کے لئے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور پوری امت کا اسی پر اجماع ہے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع ۱۲/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۹۱

ایک اور قسم کے منافقین وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی نہ لڑیں اور اپنی قوم سے بھی نہ

لڑیں۔ لیکن جیسے ہی کوئی شرارت کا موقع پائیں گے تو وہ باز نہیں رہیں گے۔ پھر اگر وہ تم سے فساد کریں اور صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو جہاں پاؤ پکڑ واور قتل کر ڈالواوران کے خلاف (ان اقدامات کی) ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۱

اٰخَرِیْنَ	دوسرے
یَاْمَنُوْکُمْ	تم سے امن میں رہیں
لَمْ یَعْتَزِلُوْا	الگ نہ ہوں
سُلْطَانٌ مُّبِیْنٌ	کھلا اختیار ہے

تشریح: آیت نمبر ۹۱

منافقین کی تین قسموں کا بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ چوتھی قسم کی نشان دہی فرمارہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مفاد کی خاطر امن چاہتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خلاف شرارت اور فتنہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ چھپ کر بھی وار کرتے ہیں اور کھلم کھلا بھی جیسا موقع ہو۔ اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئیں اور صلح نہ کریں تو پھر مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دے دی گئی ہے کہ اس فتنے کا سر کچلنے کے لئے جہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں ان کو پکڑا جائے یا قتل کردیا جائے۔ کیونکہ دلیل سے ان کا مسلمان نہ ہونا ثابت ہو گیا اسی لئے ان کا حکم عام مرتد کفار کی طرح سے ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳

کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کسی مومن کو قتل کر دے۔ سوائے اس کے کہ وہ غلطی سے قتل کر دے اور جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کا کفارہ ایک مومن کی گردن آزاد کرنا ہے۔ اور مقتول کے ورثا کو اگر وہ خون بہا معاف نہ کریں تو خون بہا ادا کرنا ہے۔
لیکن اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمہاری دشمنی ہو اور وہ مومن ہے تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا اس کا کفارہ ہے۔ اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی کافر قوم سے تھا جس سے تمہارا دوستی کا معاہدہ ہو تو اس کے ورثا کو خون بہا ادا کیا جائے گا اور (اس کے علاوہ) ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو ایسا غلام نہ پائے تو اسے بلاناغہ دو مہینے تک روزے رکھنا ہوں گے۔ یہ اس کے لئے اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور وہ اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔
اور وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہے اور لعنت ہے۔ اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳

خَطَاءٌ	غلطی
تَحْرِيْرٌ	آزاد کرنا
رَقَبَةٌ	گردن
دِيَةٌ	خون بہا، خون کے بدلے میں مقرر شدہ معاوضہ
مُسَلَّمَةٌ	سپرد کی جائے گی

اَنْ يَّصَّدَّقُوْا	یہ کہ وہ معاف کردیں
مُتَتَابِعَيْنِ	مسلسل ، پے در پے
مُتَعَمِّدٌ	جان بوجھ کر، بالقصد

تشریح: آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳

اسلام وہ دین ہے جس میں تعزیری قوانین بڑے مرتب طریقے سے بتائے گئے ہیں۔

ان دو آیات میں قتل کی سزا سے بحث ہے۔ اسلام نے سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا ہے۔ بلکہ قتل قتل میں اور اس کی سزا سزا میں فرق کیا ہے۔ قتل کی دو ہی قسمیں ہیں۔ قتل عمد یعنی قتل بالقصد۔ دوسرے قتل بالخطاء یعنی قتل بلا قصد۔ اور مقتول کی بھی چار ہی قسمیں ہیں۔ مومن ہو یا ذمی کافر ہو یا مصالح (اور مستامن) کافر یا حربی کافر، سزا یہ ہے:۔

(۱) کسی مومن کا قتل عمد۔ اس کی ایک سزا تو دنیاوی ہے اور ایک اخروی، دنیاوی سزا قصاص ہے جس کا ذکر بقرہ میں گذر چکا ہے اور اخروی سزا یہاں سورہ نساء میں مذکور ہے کہ اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم ہے۔ خواہ قاتل مومن ہی ہو۔

(۲) کسی مومن کا قتل خطا اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ پھر اگر یہ مقتول دارالاسلام کا شہری ہے تو اس کے ورثا کو قاتل کی طرف سے خون بہا بھی ملے گا غلام آزاد کرنا یا روزہ رکھنا تو خود قاتل پر ہے جبکہ خون بہا قاتل کے اہل نصرت پر ہے جن کو شریعت کی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں اور اگر مقتول دارالحرب کا شہری ہے تو صرف غلام آزاد کرنا ہے خون بہا اور واجب نہیں لیکن اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی کافر قوم سے تھا جس سے مسلمانوں کا معاہدہ امن و صلح دوستی ہو یعنی ذمی یا مصالح و مستامن ہو تو اس کے ورثا کو خون بہا ادا کرنا جو بطور میراث تقسیم ہوگا۔ خون بہا معاف کرنے کی اجازت ورثا کو ہے۔ جزوی یا کلی۔

قاتل اگر مومن غلام نہ پائے یا خریدنے کی طاقت نہ رکھے تو لگاتار دو ماہ روزے رکھے۔ اگر روزے میں بیماری وغیرہ کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہا ہو تو از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے البتہ حیض کی وجہ سے اگر عورت لگاتار روزہ نہ رکھ سکے تو درمیان کی مدت معاف ہے۔ بعد میں گنتی پوری کرلے۔

ان آیات میں حکم یہیں تک ہے۔ قتل کی دوسری صورتوں میں کیا کیا سزا ہوگی اس کا بیان قرآن کی دوسری آیات اور احادیث میں آیا ہے۔

قتل کی دوسری شکلیں حسب ذیل ہیں:۔

(۳) ذمی کا قتل عمد: اس صورت کا حکم حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذمی کے عوض مسلمان سے قصاص لیا۔

(۴) ذمی کا قتل خطا: اس کا حکم دوسری صورت میں گزر چکا ہے۔

(۵) مصالح یا مستامن کا قتل عمد: اس کا حکم اسی سورت کی آیت نمبر ۹۰ میں گزر چکا ہے کہ اس کا قتل جائز نہیں ہے۔
(۶) مصالح یا مستامن کا قتل خطا: اس کا حکم بھی دوسری صورت میں مذکور ہے۔
(۷) حربی کا قتل عمد: جہاد کی مشروعیت سے اس کا حکم واضح ہے کیونکہ جہاد میں اہل حرب کو قصداً ہی قتل کیا جاتا ہے۔
(۸) حربی کا قتل خطا: جب قصداً قتل کرنے کا حکم ہے تو خطا، تو بطریق اولیٰ جائز ہے۔
اس کی کچھ تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو۔ اور جو شخص تمہیں سلام کرے اسے بغیر تحقیق غیر مسلم قرار نہ دے ڈالو۔ اگر تم دنیاوی زندگی کے فوائد چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت مال غنیمت ہیں۔ اس سے پہلے تم بھی تو اسی حالت کفر میں تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ ضروری ہے کہ پہلے تحقیق سے کام لیا کرو۔ بے شک اللہ تمہارے ہر عمل کی خبر رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴

ضَرَبْتُمْ	تم چلے
تَبَیَّنُوْا	تحقیق کرو
اَلْقٰی	ڈال دیا
عَرَضٌ	سامان
مَغَانِمُ	مال غنیمت

تشریح: آیت نمبر ۹۴

چونکہ چند صحابہ کرامؓ نے سفر جہاد میں کچھ ایسے لوگوں کو قتل کر دیا تھا جو السلام علیکم کہہ کر سامنے آئے تھے اس شبہ پر کہ انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے السلام علیکم کہا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

السلام علیکم بلکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والا سچا مسلم بھی ہو سکتا ہے اور جھوٹا مسلم بھی۔

مسیلمہ کذاب السلام علیکم بھی کہتا تھا، نماز روزہ کی پابندی بھی کرتا تھا اور اپنی جماعت سے پوری اذان دلواتا تھا پھر بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے تمام صحابہ کرامؓ کے نزدیک کافر تھا اور صحابہ کرامؓ نے اجماع کر کے اور متفق الخیال ہو کر اس کی تمام جماعت کے خلاف جہاد کیا ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ جو شخص زبانی اسلام کا اقرار کرتا ہے اور کلمہ پڑھتا ہے اور مسلمانوں کا شعار اپناتا ہے اسے مسلمان ہی سمجھا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کسی عمل یا حرکت یا ختم نبوت کا انکار کر کے کافر ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ پہلے تحقیق کر لو۔ جن لوگوں نے نادانی میں اور جلد بازی میں کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کر دیا تھا ان کے خلاف وعید نہیں آئی۔ لیکن آئندہ احتیاط فرض ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تم اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ اب اگر کافروں کے ڈر سے کوئی شخص اپنا اسلام چھپائے ہوئے ہے مگر مسلمانوں کی جماعت کو دیکھ کر طاقت پکڑ رہا ہے اور اپنا اسلام ظاہر کر رہا ہے تو محض اس شبہ پر کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان بتا رہا ہے اسے بلا تحقیق تہہ تیغ نہیں کر دینا چاہیے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾

۱۳ ع ۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

وہ اہل ایمان جو جہاد کے موقع پر عذر شرعی کے بغیر گھر میں بیٹھے رہ جائیں ہرگز ان کے برابر

نہیں ہو سکتے جو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کا مقام گھر میں بیٹھے رہ جانے والوں کے مقابلے میں بدرجہا بڑھا دیا ہے۔ اگرچہ (مجاہد و غیر مجاہد) دونوں سے اللہ نے نیک اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے گھر میں بیٹھے رہ جانے والوں کے مقابلے میں مجاہدین کو اجر عظیم کا یقین دلایا ہے۔ ان کے لئے بلند درجے ہیں اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

لَایَسْتَوِیْ	برابر نہیں ہے
اَلْقَاعِدُوْنَ	بیٹھنے والے
غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ	غیر معذور

تشریح: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

حالات حالات پر منحصر ہے۔ کبھی جہاد میں ان تمام مسلمانوں کی طلب ہوتی ہے جو لڑنے کے قابل ہیں۔ اس وقت جہاد نفیر عام اور فرض عین ہے۔ کبھی زیادہ تعداد مطلوب نہیں ہوتی۔ اس وقت جہاد فرض کفایہ ہے۔ یہ آیات فرض کفایہ سے متعلق ہیں۔

ایسی حالت میں سب لوگوں کا نکلنا ضروری نہیں۔ اگر کچھ لوگ تجارت زراعت انتظام ملکی تعلیم و تدریس صنعت و حرفت میں لگے رہ جائیں تو ان کے لئے بھی نیک اجر کا وعدہ الٰہی ہے۔ لیکن یہ بات ایک بار نہیں دوبارہ زور دے کر کہی گئی ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجاہدین کا مقام غیر مجاہدین کے مقابلے میں کئی درجے بلند کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے جبکہ دوسروں کے مال و جان مقابلتاً خطرے میں نہیں ہیں۔

ان آیات میں ان گھر بیٹھے رہ جانے والوں کا ذکر نہیں ہے جو فرض عین کے موقع پر جہاد سے جی چرائیں اور عذر شرعی کے بغیر گھر میں چھپے بیٹھے رہیں۔ یہاں ان کا ذکر بھی نہیں ہے جنہیں جہاد کا حکم دے دیا گیا ہو لیکن وہ حاضر نہ ہوں۔ بلکہ یہ بتانا ہے کہ اللہ نے دونوں کے درجوں میں بہت فرق رکھا ہے البتہ اجر و ثواب کے اپنے درجوں کے مطابق دونوں مستحق ہیں جہاد ایک ایسی کسوٹی ہے جو مسلم اور منافق میں فرق کر کے رکھ دیتی ہے۔ جس طرح نماز ایک ایسی کسوٹی ہے جو مسلم اور کافر میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ
أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ
فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا
فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿۹۷﴾
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾
فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ
عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ
فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ يَّخْرُجْ
مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۴ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں جو (تارک ہجرت ہوکر) اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے تو پوچھتے ہیں تم یہاں کیوں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہاں ہم بے کس اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین اتنی بڑی نہ تھی کہ تم کہیں ہجرت کر کے چلے جاتے (پھر ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا) تو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی تکلیف کا ٹھکانا ہے۔
حقیقی بے بس اور کمزور وہ مرد عورت اور بچے ہیں جو کوئی بھی تدبیر نکلنے کی نہیں کر سکتے اور نہ

انہیں راستہ معلوم ہے۔ توقع ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اور اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں گے انہیں روئے زمین پر کشادہ جگہ ملے گی اور رزق میں برکت نصیب ہوگی اور جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے گھر سے نکلے۔ پھر راستے ہی میں وفات پا گئے تو ان کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا بھی ہے اور رحمت کرنے والا بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

فِيْمَ	تم کہاں تھے، (کس دین میں تھے)
وَاسِعَةٌ	وسیع
تُهَاجِرُوْا	تم ہجرت کرو گے
حِيْلَةٌ	بہانہ
مُرَاغَمٌ	کشادہ جگہ
وَقَعَ	طے پا گیا

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

ان ملکوں میں جہاں نظام حکومت اور نظام معاشرت کافرانہ ہے مسلمانوں کا رہنا غلط ہے۔ اگر رہیں گے تو خواہ انفرادی سطح پر وہ نیک اور شریف رہیں، انہیں اجتماعی مشینری کا ساتھ دینا ہوگا۔ ان کا دل چاہتا ہے اسلام کے راستے پر چلنے کو مگر وہ کفر کے راستہ پر چلنے پر مجبور ہیں۔ یہ اپنے نفس پر ظلم ہے۔ مجبوری ہو تو دوسری بات ہے موت کے وقت فرشتے ان سے سوال و جواب کریں گے۔

قرآن و سنت کے مطابق ایسی صورت میں ہجرت فرض ہے۔ جو مسلمان کفر کی اجتماعی مشین میں پس رہے ہیں انہیں لازم ہے کہ ترک وطن کر کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح اسلامی زندگی گذار سکیں۔ نئی جگہ اسلام کو افرادی طاقت ملے گی اور افرادی طاقت کو اسلام ملے گا۔

کافرانہ نظام کے تحت رہنے کی اجازت صرف دو طرح کے مسلمانوں کو ہے۔ ایک وہ جو تبلیغ و تنظیم و جہاد کی خاطر وہاں ہیں۔ ان کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہو۔ دوسرے وہ مستضعفین وہ لاچار اور مجبور مرد و عورت اور بچے ہیں جو نکل جانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یا انہیں راستہ معلوم نہ ہو۔

ہجرت محض ذاتی فائدہ اور تلاش معاش کے لئے نہیں ہے۔ وہی ہجرت اسلامی ہے جس کی ساری غرض و غایت اللہ کے

دین کو سر بلند کرنا ہے۔ نئی جگہ پہنچ کر تلاش معاش ضمنی ہو سکتا ہے لیکن اصلی مقصد نہیں۔ چنانچہ اسلامی ہجرت کرنے والے پر لازم ہے کہ بری عادتیں چھوڑ دے۔ اچھی عادتیں اختیار کرے اور تبلیغ و تنظیم و جہاد میں تن من دھن سے لگ جائے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ مہاجر کو نئی جگہ کشادہ زمین اور کشادہ رزق ملے گا۔

جو شخص ہجرت کی نیت کر کے گھر سے نکلا اور راستے ہی میں مر گیا وہ بھی مہاجر ہے اور اس کا اجر قیامت تک کے لئے ثابت ہو گیا ہے اللہ کے پاس اس کی اجرت محفوظ ہو گئی۔ اللہ کے پاس بے انتہا بخشش بھی ہے اور بخشائش بھی۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ﴿١٠١﴾ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾

۱۵ ع ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

جب تم باہر سفر میں نکلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی نماز کو قصر کر لو بشرطیکہ تمہیں اس کا اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں ستائیں گے۔ بلاشبہ کفار تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ اور اے نبی ﷺ! جب آپ مسلمانوں کے درمیان موجود ہوں اور آپ نماز قائم کریں تو ہتھیار سنبھال کر مقتدیوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے کھڑی ہو جائے۔ جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ پیچھے ہٹ جائیں اور ان کی جگہ دوسری جماعت لے لے جس نے ابھی نماز میں شرکت نہیں کی ہے۔ وہ نماز میں آپ کے پیچھے کھڑی ہو جائے۔ بچاؤ کے لئے ہوشیار رہو اور اسلحہ بند رہو۔ کفار یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے سامان اور ہتھیاروں سے بے خبر ہو جاؤ تا کہ اچانک تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے اگر بارش سے تمہیں تکلیف ہو یا تمہیں بیماری ہو اور اپنے ہتھیاروں کو اتار کر رکھ لو۔ مگر اپنے بچاؤ میں ہوشیار رہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ نے کافروں کے لئے رسوائی کا عذاب دہکا رکھا ہے۔

جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خوب یاد کرو۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو پوری نماز ادا کرو۔ بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقرر اوقات میں فرض ہے۔ اور مخالف قوم کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تھکے ہارے اور کم سامان ہو تو وہ بھی اچھے حال میں نہیں ہیں۔ تم تو خیر سے انعامات الٰہی کی امیدیں رکھتے ہو۔ انہیں تو وہ بھی حاصل نہیں۔ اور اللہ ہی تمام علم بھی رکھتا ہے اور تمام حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱تا۱۰۴

اَنْ تَقْصُرُوْا	یہ کہ تم قصر کرو
كُنْتَ	آپ ﷺ ہوں
اَسْلِحَةٌ	ہتھیار
يَمِيْلُوْنَ	وہ حملہ کرتے ہیں
مَيْلَةٌ وَاحِدَةٌ	ایک دفعہ حملہ
مَطَرٌ	بارش
تَاْلَمُوْنَ	تم تکلیف میں ہو
تَرْجُوْنَ	تم امید رکھتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱تا۱۰۴

ان آیات میں قصر نماز اور صلوۃ خوف کا ذکر ہے۔ سفر میں اور خوف میں دونوں حالات میں نماز مختصر بھی ہے اور مخصوص بھی۔ کتنے دور کے سفر میں قصر ہے، کتنا قصر ہے۔ کن نمازوں میں قصر ہے۔ کتنے دنوں کے قیام سے قصر ٹوٹتا ہے، کیا قصر لازم ہے وغیرہ وغیرہ ان سوالات کے جواب مختلف آئمہ فکر نے قدرے اختلافات کے ساتھ دیئے ہیں۔ ایک بات ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ سفر میں قصر کیا ہے اور چاروں خلفائے راشدین نے بھی اسی پر عمل کیا ہے۔

صلوۃ خوف میں جب کہ انسانی یا حیوانی دشمن کا خطرہ لگا ہو تو۔ ان آیات میں جو حضور پر نور ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے تو تمام ائمہ فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ حکم حضور ﷺ کے بعد بھی جاری وساری ہے اور امام وقت اس کو نافذ کرے گا۔

جب قصر اور خوف کی کیفیت ختم ہو جائے، تو پھر پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ جہاد میں قصر اور خوف دونوں کیفیات عموماً ہوا کرتی ہیں۔ جب کہ ایک شخص سفر میں ہو تو قصر نماز امن کی حالت میں بھی پڑھنے کا حکم ہے۔

آیت نمبر ۱۰۴ غالباً اس وقت اتری ہے جب دشمنوں کے تعاقب کرنے کا سوال درپیش تھا اور مسلمان اپنی تھکاوٹ اور ساز وسامان کی کمی کی وجہ سے پس وپیش کر رہے تھے۔ یہ صورت جنگ احد کے فوراً بعد پیش آئی ہے۔ اس آیت نے واضح حکم دے دیا۔ چنانچہ تعاقب کیا گیا۔ اس تعاقب کا سب سے بڑا نتیجہ جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ مشرکین مکہ جو پلٹ کر پھر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے بھاگ کر مکہ واپس چلے گئے۔ اور آئندہ سال ابوسفیان بدر صغریٰ کے لئے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔

إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ
بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُۚ وَلَا تَكُن لِّلۡخَآئِنِينَ خَصِيمٗا ١٠٥
وَٱسۡتَغۡفِرِ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ١٠٦ وَلَا تُجَٰدِلۡ
عَنِ ٱلَّذِينَ يَخۡتَانُونَ أَنفُسَهُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن
كَانَ خَوَّانًا أَثِيمٗا ١٠٧ يَسۡتَخۡفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا
يَسۡتَخۡفُونَ مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمۡ إِذۡ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرۡضَىٰ
مِنَ ٱلۡقَوۡلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا يَعۡمَلُونَ مُحِيطًا ١٠٨ هَٰٓأَنتُمۡ
هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا فَمَن يُجَٰدِلُ
ٱللَّهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيلٗا ١٠٩
وَمَن يَعۡمَلۡ سُوٓءًا أَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهُۥ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ
ٱللَّهَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ١١٠ وَمَن يَكۡسِبۡ إِثۡمٗا فَإِنَّمَا يَكۡسِبُهُۥ عَلَىٰ
نَفۡسِهِۦۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمٗا ١١١ وَمَن يَكۡسِبۡ خَطِيٓـَٔةً
أَوۡ إِثۡمٗا ثُمَّ يَرۡمِ بِهِۦ بَرِيٓـٔٗا فَقَدِ ٱحۡتَمَلَ بُهۡتَٰنٗا وَإِثۡمٗا مُّبِينٗا ١١٢

١٦ ع ٨ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ١٠٥ تا ١١٢

(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو حق ہے تا کہ اللہ کے بتائے

ہوئے انصاف کے (اصولوں) ساتھ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرسکیں اور آپ خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنیں۔ (قدم قدم پر) اللہ کی (رہنمائی اور) مغفرت مانگتے رہیے۔ بے شک اللہ ہی ہے جو رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور ان لوگوں کی وکالت نہ کیجئے جو اپنے آپ سے چوری یعنی خیانت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیانت کار اور گنہ گار کو اللہ محبوب نہیں رکھتا۔

ایسے لوگ اپنی حرکتیں دنیا سے تو چھپاتے پھرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اس وقت بھی ان کے درمیان ہوتا ہے جب وہ راتوں کو چھپ کر ان کاموں کے کرنے کا مشورہ کرتے ہیں جن سے اللہ راضی نہیں ہے۔ جو کچھ وہ کرتے کراتے ہیں اس پر اللہ احاطہ کئے ہوئے ہے۔

افسوس تم لوگ دنیا کی زندگی میں ایسے لوگوں کی طرف داری تک کر گذرتے ہو مگر قیامت کے دن ان کی طرف سے کون جھگڑا کرے گا اور کون وکالت کرے گا۔ اگر کسی سے گناہ سرزد ہو گیا ہو یا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہو۔ پھر اللہ سے توبہ کرلے۔ تو وہ اللہ کو مغفرت اور رحمت عطا کرنے والا پائے گا اور جو شخص کوئی گناہ کماتا ہے تو اس کی یہ کمائی اسی کے لئے وبال جان ہے۔ اور اللہ کو سب باتوں کا علم بھی ہے اور وہ حکمت والا بھی۔ پھر جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کیا اور اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو اس نے اپنے سر پر زبردست تہمت تراشی اور گناہ گاری کا بوجھ اٹھالیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۲

لِتَحْكُمَ	تاکہ تو فیصلہ کردے
خَائِنِيْنَ	خیانت کرنے والے۔ بددیانت
خَصِيْمٌ	جھگڑالو آدمی
لَا تُجَادِلُ	جھگڑا نہ کر
يَخْتَانُوْنَ	وہ خیانت کرتے ہیں
خَوَّانٌ	بہت زیادہ خیانت کرنے والا

یَسْتَخْفُوْنَ	البتہ وہ شرماتے ہیں
یَرْمِ	وہ مارتا ہے، وہ پھینکتا ہے، تہمت لگاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۲

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں اصلی مجرم ایک نام نہاد مسلمان بشر نامی تھا۔ اس نے اور اس کے قبیلہ والوں نے صورت حال کی شکل یوں دے دی کہ ایک یہودی مجرم نظر آنے لگا۔ اس کے قبیلہ والے خوب چیختے چلاتے ہوئے آئے کہ ہم مسلمان ہیں ہم کیوں چوری کرنے لگے۔ اصل چور تو وہ جہنمی یہودی ہے۔

واقعات کی صورت کچھ ایسی تھی کہ قریب تھا حضور ﷺ متاثر ہو کر بشر کے حق میں اور یہودی کے خلاف فیصلہ دے دیتے اور چوری کے الزام میں اس کا ہاتھ کاٹا جاسکتا تھا۔ اتنے میں قرآنی وحی نے آکر حقیقت واضح کردی۔ یہودی بچ گیا۔ حضرت رفاعہؓ کو جن کا مال چوری ہوا تھا مال واپس مل گیا۔ اور (ایک روایت کے مطابق) مجرم بشر بھاگ کر اسلام کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ وہاں اس نے ایک نقب زنی کی اور پھر کسی دیوار کے گرنے سے ہلاک ہو گیا۔

قاضی اپنی چھان بین کی حد تک صرف ظاہری روئداد مقدمہ پر فیصلہ دیتا ہے۔ اگر حضور ﷺ ظاہری گواہوں کی موجودگی میں فیصلہ فرما دیتے تو کوئی الزام نہ تھا لیکن چونکہ آپ نبی تھے اس لئے وحی الٰہی نے آکر آپ کی حفاظت کرلی۔ اور فرمایا کہ آپ پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے جو حق کی راہ بتاتی ہے تاکہ آپ صحیح فیصلہ فرمائیں۔ اور آپ قدم قدم پر اللہ سے مدد مانگیں۔ مجرم کو آگاہ کیا گیا کہ تم نے کسی کا مال بعد میں چرایا۔ پہلے تم نے اپنے نفس سے خیانت کی۔ یعنی گناہ کرنے سے پہلے گناہ کا ارادہ دل میں آیا۔ بہر کیف تم اب بھی سچے دل سے توبہ کرلو اور اللہ سے معافی مانگو تو اللہ کو معاف کرنے والا پاؤ گے۔

جرم اپنی جگہ ہے لیکن اپنے جرم کا الزام کسی بے گناہ کے سر چپکا دینا یہ گناہ در گناہ ہے۔ تہمت تراشی سے مجرم نے گناہ در گناہ کا بوجھ اپنے سر دھر لیا۔

جن لوگوں نے مجرم جانتے ہوئے اس کی حمایت اور وکالت کی تھی۔ اس کی طرف سے چیختے چلاتے اور لڑائی جھگڑا کرنے لگے تھے انہیں تنبیہ کی گئی کہ قیامت کے دن کون ان کی طرف سے لڑے گا۔ مجرم کی حمایت اور وکالت الگ جرم ہے۔ تم جھوٹی طرف داری کیوں کرتے ہو جب کہ اللہ پوشیدہ حرکات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳

(اے نبی ﷺ!) اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ایک جماعت نے آپ کو بھٹکانے میں اپنی سی کسر نہ چھوڑی تھی۔ لیکن وہ لوگ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو بھٹکا نہیں رہے تھے اور وہ آپ کا کچھ نقصان نہیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب اور حکمت سے نوازا ہے اور اس نے آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں جنہیں آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ آپ پر بہت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳

هَمَّتْ	ارادہ کرلیا
مَا يَضُرُّوْنَكَ	آپ ﷺ کو وہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل وکرم

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳

اس آیت کا بھی تعلق اوپر والے واقعہ سے ہے۔ اگر کوئی فریق چکنی چپڑی باتیں بنا کر اور واقعات کو توڑ مروڑ کر نئی شکل دے اور قاضی سے فیصلہ اپنے حق میں لے لے تو یہ گناہ سراسر فریق مذکور کے نام پر لکھا جائے گا۔ قاضی کا کوئی قصور نہیں۔ حالانکہ خود حضور ﷺ کے پاس کتاب اور حکمت کی تعلیم موجود تھی اور وہ علم جو کسی اور کے پاس نہ تھا، اس کے باوجود آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ساری حقیقت آپ کے سامنے کھول کر رکھ دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

۱۷ ع ۳ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

کانوں کان کھر پھسر کرنا اکثر اچھے مقصد کے لئے نہیں ہوتا۔ بھلائی تو جب ہے کہ کوئی کسی کو خفیہ طور پر صدقہ وخیرات کی ترغیب دے یا کسی نیک کام کے لئے لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے۔ اور جو کوئی اللہ کی خوشی کے لئے اس قسم کے کام کرے گا تو ہم اسے عظیم ثواب عطا کریں گے۔

اور جس کسی کے سامنے ہدایت کی راہ روشن ہو چکی اس کے باوجود وہ رسول ﷺ کی مخالفت میں لگا رہے اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود مڑ گیا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور وہ رہنے کی بدترین جگہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

نَجْوٰى	سرگوشی، کان میں باتیں کرنا
مَرْضَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی رضا وخوشنودی
يُشَاقِقُ	نافرمانی کرے گا، مخالفت کرے گا
يَتَّبِعْ	اتباع کرے گا
نُوَلِّهٖ	ہم پھر دیں گے اس کو
نُصْلِهٖ	ہم اس کو ڈالیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

ان آیات کا تعلق بھی اوپر والے واقعہ سے ہوسکتا ہے کیونکہ مجرم بشر نے خفیہ سرگوشیوں اور باہمی مشوروں کے ذریعہ ہی اپنے قبیلہ والوں کو اپنے حق میں اکسایا تھا۔ اور جب وحی الٰہی نے آ کر اس کی چوری کھول دی تو وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا اور کافروں سے مل کر نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں لگا رہا۔ پھر وہ مرتد کافر اور مخالف رسول ﷺ ہو کر مرا۔

سرگوشیاں نیک کام کے لئے بھی ہوسکتی ہیں۔ خیرات صدقہ یا اصلاح قوم۔ یعنی اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا۔ اگر یہ نیک کام ذاتی شہرت اور اعزاز کے لئے نہیں بلکہ خاص خوشنودی الٰہی کے لئے ہیں تو ان کا بڑا اجر ہے۔

آیت ۱۱۵ سے ظاہر ہے کہ جس راہ پر مسلمانوں کا سواد اعظم چل رہا ہے اس سے الگ ہٹ کر اپنی ڈگر قائم کرنا دوزخ میں جانا ہے۔ اجماع امت حجت ہے۔ حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی آیت کی بنیاد پر امام شافعیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن میں ہے۔ اور تمام علماء نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ
بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ
إِنٰثًا ۚ وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ
وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ
لَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ
الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ
الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۙ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

بے شک اللہ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ جسے چاہے معاف کر دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں دور بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں اور وہ باغی شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے جس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے اپنا مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور میں ان کو بہکاؤں گا اور ان کو غلط امیدیں دلاتا رہوں گا اور وہ میرے حکم پر جانوروں کے کان پھاڑا کریں گے۔ اور وہ میرے حکم پر اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلیاں کریں گے۔

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالیا وہ کھلم کھلا نقصان میں جا پڑا۔ وہ ان سے خوشنما وعدے کرتا ہے۔ بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے۔ مگر شیطان کے سارے وعدے مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہاں سے وہ نکلنے کا راستہ نہ پائیں گے۔

(اس کے برخلاف) جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال بجالائے ہم انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ سچی باتیں بتانے والا کون ہے۔ اس کا قول برحق ہوتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

لَا يَغْفِرُ	معاف نہیں کرے گا
ضَلَّ	بھٹک گیا

ضَلَا لٌ بَعِيْدٌ	بھٹک کر دور تک پہنچ جانا
اِنٰثٌ	عورتیں، دیویاں
مَرِيْدٌ	باغی
اُضِلَّنَّ	میں ضرور گمراہ کروں گا
اُمَنِّيَنَّ	میں ضرور امیدیں دلاؤں گا
اٰمُرَنَّ	میں ضرور سکھاؤں گا
يُبَتِّكُنَّ	ضرور پھاڑیں گے
اٰذَانٌ	کان
اَ لْاَنْعَامُ	مویشی، جانور
يُغَيِّرُنَّ	ضرور تبدیل کریں گے
غُرُوْرٌ	دھوکا، فریب
مَحِيْصٌ	بھاگنے کی جگہ
اَصْدَقُ	زیادہ سچا
قِيْلَ	کہا گیا، قول

تشریح: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

یہاں بالکل واضح طریقہ سے کہہ دیا گیا ہے کہ شرک کی معافی نہیں ہے۔اس کے سوا اگر اللہ چاہے تو ہر گناہ کی معافی ہو سکتی ہے۔چونکہ شرک ہی سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ یہ کفر کی سب سے خطرناک قسم ہے۔ جب بندہ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہراتا ہے تو وہ گویا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے کہ کس کا حکم مانے اور کس کا حکم نہ مانے پھر اللہ کا وہی حکم مانتا ہے جہاں اس کا بنیادی مفاد مجروح نہ ہو۔ بقیہ ہر جگہ وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے۔

آیت ۱۱۷ میں ہے ''کہ وہ باغی شیطان کی پیروی کرتے ہیں''۔شیطان کی پیروی سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی پوجا پاٹ ہوتی ہے اس کو رکوع یا سجدہ کیا جاتا ہے، یا اس سے دعائیں کی جاتی ہیں، شیطان کی عبادت سے مراد یہ ہے کہ اس کے بہکائے میں

آ جانا، اس کے پرفریب وعدوں پر یقین کر لینا۔ اس کی دلائی ہوئی امیدوں پر لپکنا اور جیسے وہ چلائے ویسے چلنا۔ یہ اس کی بندگی کرنا ہی ہے۔ دنیا میں شیطان بہت سے روپ دھارتا ہے۔ کبھی حاکم کبھی لیڈر، کبھی چور، کبھی ڈاکو، کبھی دوست، کبھی رشتہ دار بن کر آتا ہے۔ ہر پھنسنے والے کے لئے جال الگ ہے۔ جو جس طرح پھنس سکے۔

عبادت صرف رسمی طریقوں کو بجالانے کا نام نہیں ہے بلکہ معبود کے اشاروں اور حکموں پر چلنے کو عبادت کہتے ہیں۔ شرک یہ ہے کہ رسمی طریقے تو اللہ تعالیٰ کے بجالائے اور دنیا کے کاموں میں وہ مختلف طریقوں سے شیطان کا حکم مانتا رہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں میں ردوبدل کرنے سے مراد تہذیب تمدن سائنس ایجاد صنعت وحرفت مراد نہیں ہے کیوں کہ یہ تو انسانی ترقی کے لئے لازمی ہیں۔ مراد ہے کہ مرد زنانہ کام کرنے اور عورت مردانہ کام یا پھر خاندانی منصوبہ بندی، عمل قوم لوط ''رہبانیت'' یعنی کسی چیز سے وہ کام لینا جو اللہ کی فطرت اور قدرت کے خلاف ہو۔ آج کل مغربی تہذیب یہی ہے۔ مگر وہ صحت، سکون، اخلاق، اعتماد، ازدواجی، اور خاندانی محبت، ایمان داری، حلال وحرام کی کس پستی پر پہنچ گئی ہے اس سے ہر شخص اچھی طرح واقف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان کے سبز باغ مکر وفریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ اہل ایمان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا سچا کون ہے؟

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ
وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا
يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳

نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے (اصول یہ ہے کہ) جو شخص برائی کرے گا اس کے بدلے اس کو سزا دی جائے گی اور اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳

اَمَانِیُّ	(اُمْنِیَةٌ) تمنائیں
یُجْزَ	بدلہ دیا جائے گا
لَا یَجِدُ	نہیں پائے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳

فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تمہیں اللہ کی خوشنودی کی آرزو ہے تو عمل صالح کر کے دکھلاؤ۔ اور اے مشرکو! زندگی کو صرف آرزو اور تمنا ہی میں مت گذارو۔ ایمان لاؤ، نیک عمل کرو۔ یہ تمہارے باطل معبود تمہیں کچھ نہ دے سکیں گے۔ وہی نیک عمل مقبول ہے جس کے پیچھے ایمان ہو۔ نیک عمل ہو۔

یہ آیت ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو جنت کی آرزو ہی کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے لئے عمل کی جو قیمت دینی چاہیے وہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔

نیک عمل کیا ہے اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

''جو بھی برائی کرے گا اس کا نتیجہ اس کے سامنے آئے گا'' یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی نہیں ہے۔ بہت سے گناہ معاف ہوں گے البتہ وہ گناہ اپنے نتیجہ یعنی سزا کے ساتھ گناہ گار کو دکھایا جائے گا تا کہ وہ اللہ کی معافی کی قدر کر سکے۔

بہت سے گناہوں کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ تکلیفیں، بیماریاں، زخم، حادثہ، مالی پریشانیاں، ذہنی الجھنیں، فکر و غم، مسائل وغیرہ۔

بہت سے گناہ نیکیوں سے، توبہ سے، دعا سے دھل جاتے ہیں یا کفارہ سے یا روزہ نماز سے یا حج سے ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ بہت سے گناہ والدین اور بزرگوں کی یا کسی اور کی دعاؤں سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ان سب کے باوجود اس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ گناہوں پر دلیر نہ ہو جاؤ۔ ہر وقت توبہ کرتے رہو۔ مغفرت مانگتے رہو۔ بڑھ چڑھ کر نیک اعمال کرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ

مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

۱۸ ع ۱۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

اور جو شخص کوئی بھلا کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے حق میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور اس شخص سے بہتر اور اچھا عمل کس کا ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے اپنے سر کو جھکا یا۔ اور وہ اچھے طریقے کا پابند بھی ہو گیا ہو اور سب ملتوں سے یکسو ہو کر صرف ملت ابراہیمی کا پیرو کار ہو۔ وہ ابراہیمؑ جسے اللہ نے اپنا خلیل (دوست) بنالیا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور اللہ ہر چیز کو اپنی گرفت میں رکھے ہوئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

ذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى	مردوں میں سے یا عورتوں میں سے
نَقِيْرٌ	تل برابر
اَحْسَنُ دِيْنٌ	بہترین طریقہ، بہترین راستہ
خَلِيْلٌ	دوست

تشریح: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

یہود، نصاریٰ اور مسلم تینوں مذہب والے حضرت ابراہیمؑ کو بزرگ پیغمبر مانتے ہیں جن کا مقام بہت واجب التعظیم ہے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور خود حضور نبی کریم ﷺ سب ان کی اولادوں میں ہیں۔ اس آیت میں خاص خطاب بنی اسرائیل یعنی یہود سے ہے کہ اگر وہ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں تو دیکھ لو ان کی خاص صفت توحید تھی یعنی وہ اللہ کو معبود مانتے تھے۔ وہ صرف اللہ سے امیدیں رکھتے تھے۔ اسی کا وہ خوف رکھتے تھے۔ مگر تم نے ان کا دین چھوڑ دیا ہے اور اب مسلمانوں نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کو محض عقیدتاً ماننا نہیں ہے بلکہ عملاً بھی ماننا ہے (اور عمل کی اہمیت پچھلی آیات میں گزر چکی ہے) تو پھر تم اس دین کی اتباع و پیروی کرو جس میں توحید خالص ہے۔ اور تم اللہ کے دین کو مانو یا نہ مانو، یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہے کہ جو کچھ کائنات میں ہے ان سب کا مالک اور خالق اللہ ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کی گرفت ہے اس کی بندگی اور عبادت ہی ایک مومن کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۷

(اے نبی ﷺ!) لوگ آپ سے عورتوں کے معاملہ میں سوالات کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے اللہ تمہیں ان سے (نکاح کی) اجازت دیتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو اس کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق سنائے جا چکے ہیں۔ جنہیں تم ان کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا نہیں کرتے جو اس نے تمہارے لئے طے کئے ہیں۔ پھر بھی چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ (یا ان کا نکاح نہ ہونے دو) جہاں تک نابالغ کمزور لڑکوں کا تعلق ہے تو یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ اور جو بھی بھلائی کا کام تم کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۷

يَسْتَفْتُوْنَكَ	وہ آپ سے پوچھتے ہیں
يُفْتِيْ	وہ بتاتا ہے
يُتْلٰى	تلاوت کیا گیا
لَاتُؤْتُوْنَ	تم نہیں دیتے
تَرْغَبُوْنَ	رغبت کرتے ہو، چاہتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۲۷

قرآن کریم میں بار بار یتیموں کے حقوق اور خصوصاً یتیم لڑکیوں کے حقوق کی نگہداشت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اسی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ میں یتیم لڑکیوں سے نکاح کے متعلق احکامات سنا دیئے گئے ہیں۔ اب مزید وضاحت فرمائی جارہی ہے۔ خطاب ان لوگوں کی طرف ہے جن کا یہ حال ہے کہ جو یتیم لڑکیاں جو مال و جمال والی ہوتیں ان لڑکیوں سے تو خود نکاح کر لیتے تھے اگر وہ صرف مال والی ہوتیں تو ان کا نکاح ہونے نہیں دیتے تھے کہ ان کے مال پر سے تصرف ختم نہ ہو جائے۔ پھر وہ یتیم لڑکیاں جو بے بس اور بے کس تھیں ان پر بے حساب زیادتی کیا کرتے تھے۔ ان کے حقوق کی یاددہانی پھر کرائی جارہی ہے۔

یتیم لڑکوں کے متعلق بھی احکام پہلے گزر چکے ہیں۔ پھر یاددہانی کرائی جارہی ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو۔ جو ولی ضرورت مند ہے وہ بقدر ضرورت ان کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ جو ولی خوش حال ہے اسے یتیم کے مال میں سے نہیں لینا چاہئے۔ اور کسی ولی کو اجازت نہیں ہے کہ زیر کفالت یتیم کے مال کو خرد برد کر دے ہر شخص کو حکم ہے کہ یتیم کے ساتھ بھلائی کرے اور ہر بھلائی کا انعام آخرت میں ہے۔ آگے کی آیات میں پھر اسی مسئلہ پر تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۸

اگر کسی عورت کو شوہر کی طرف سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو دونوں میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ آپس میں سمجھوتہ کر لیں۔ اور بہر حال باہمی صلح میں دونوں کی بھلائی ہے۔ نفس تو بہر حال تنگ دلی کی طرف ہی مائل ہوتا ہے۔ کیا خوب اگر تم دونوں اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں احسان و نیکی سے پیش آؤ (یعنی آگے بڑھ کر حق سے زیادہ دینے کا جذبہ باقی رہے۔) تو بے شک جو کچھ تم لوگ کرو گے، اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۸

خَافَتْ	ڈرتی ہے۔ڈری
بَعْلٌ	شوہر
اَنْ يُّصْلِحَا	یہ کہ وہ دونوں صلح کرلیں
اُحْضِرَتْ	حاضر کی گئی
اَلشُّحُّ	بخل، کنجوسی

تشریح: آیت نمبر ۱۲۸

ازدواجی زندگی میں بہت سے موڑ ایسے آتے ہیں جہاں ایک کو دوسرے سے جائز یا ناجائز شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض طرز عمل اختیاری ہے، مثلاً غصہ، ظلم، بے وفائی، لڑنا، تنگ کرنا، نفرت، فضول خرچی، تذلیل، نان نفقہ سے محروم کر دینا، نافرمانی، بے عصمتی وغیرہ۔ چند باتیں غیر اختیاری ہیں۔ مثلاً مسلسل بیماری، بے اولادی، بدصورتی، بڑھاپا، دماغی خرابی، بدمزاجی وغیرہ اس صورت میں الگ ہو جانا آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صلح میل ملاپ اور سمجھوتہ بہر حال بہتر بات ہے۔

اگر کسی فریق میں غیر اختیاری خرابیاں ہیں تو بہتر ہے کہ اپنے حقوق میں نرمی قبول کرلے۔ مثلاً اگر عورت بانجھ ہے تو وہ مرد کو دوسری شادی کی اجازت دے دے۔ یا اگر مرد نان نفقہ کا صحیح انتظام نہیں کر سکتا تو عورت کو آزاد کر دے۔ اگر خرابی اختیاری ہے تو فریق متعلق برداشت پیدا کرے اور دوسرے کی شکایت دور کرے۔

بعض شدید مجبوری کے حالات میں طلاق یا خلع بہتر ہے لیکن اکثر حالات میں صلح صفائی اور نباہ زیادہ اچھا ہے۔ اگر دوطرفہ احسان کا جذبہ (یعنی زیادہ دینا اور کم لینا ہو) تو خوب عمدہ گذارا ہو سکتا ہے۔ ظلم اور زیادتی سے ہر حال میں بچنا چاہئے کیونکہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

صلح اور سمجھوتہ وہی بہتر ہے جو میاں بیوی آپس میں طے کرلیں کسی تیسرے کو بیچ میں نہ ڈالیں۔ گھر کا راز گھر ہی میں رہے تو اچھا ہے۔ اور یہاں صلح سے مراد یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا ہے تو عورت اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے مثلاً نان ونفقہ معاف کر دے یا مقدار کم کر دے اور شوہر اس معافی کو قبول کرلے تا کہ طلاق یا خلع کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔

ع ۱۷

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا
بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ
اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ
اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ
قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ
ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

۱۹ ع ۸ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

بیویوں کے درمیان بالکل ٹھیک عدل رکھنا تمہارے بس میں نہیں ہے خواہ تم اس کے کتنے ہی خواہش مند کیوں نہ ہو۔ اس لئے تمام کی تمام توجہ ایک ہی بیوی کی طرف مت ڈال دو کہ دوسری بیوی ہوا میں لٹکتی رہ جائے۔ اگر تم اپنا طور طریقہ صلح پسندانہ رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ حقوق العباد مجروح نہ ہو جائیں) تو اللہ بہت معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور اگر (ساری تدبیروں کے باوجود) دونوں کے درمیان تفریق ہو ہی جائے تو اللہ اپنی کشائش سے ہر ایک کو

بے نیاز کردے گا۔ اور اللہ کے پاس وسیع خزانہ رزق بھی ہے اور حکمت بھی۔

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے۔ اور بلا شبہ ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کو یہی کہا ہے کہ ہر کام میں اللہ کا ڈر پیش نظر رکھو۔ اور اگر تم نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ وہی تمام خوبیوں والا ہے۔ اور (کان کھول کر پھر سن لو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ وہی سب کام بنانے کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! وہ اگر چاہے تو تمہیں ہٹا کر نئے لوگوں کو لے آئے۔ اور اللہ اس کی ہر طرح قدرت رکھتا ہے۔ جو شخص صرف دنیا کے ثواب کا خواہش مند ہے اسے جان لینا چاہئے کہ اللہ کے پاس دنیا کی نعمتیں بھی ہیں اور آخرت کی نعمتیں بھی۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

لَنْ تَسْتَطِیْعُوْا	ہرگز تم طاقت نہیں رکھتے
اَنْ تَعْدِلُوْا	یہ کہ تم (پورا پورا) انصاف کرو
لَوْحَرَصْتُمْ	اگر چہ تم خواہش مند ہو
لَاتَمِیْلُوْ	مائل نہ ہو جاؤ، جھک نہ پڑو
تَذَرُوْهَا	تم چھوڑ دو اس کو
كَالْمُعَلَّقَةِ	جیسے بیچ میں لٹکی ہوئی
یَتَفَرَّقَا	دونوں جدا جدا ہو جائیں
یُغْنِ اللّٰهُ	اللہ بے نیاز کر دے گا
كُلٌّ	ہر ایک کو

تشریح: آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

انسان فطرتاً کمزور ہے۔ اس کے لئے چند بیویوں کے درمیان برابر عدل و انصاف رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ کوئی زیادہ

حسین، زیادہ جوان، زیادہ دولت والی یا علم وعقل والی یا سلیقہ مند ہو سکتی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ بے اختیاری باتوں میں تو کسی قدر چھوٹ دی جا سکتی ہے لیکن با اختیاری باتوں میں عدل وانصاف قائم رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کسی ایک بیوی کی طرف اتنا نہ جھک جائے کہ دوسری اپنے نفسانی تقاضوں اور مادی ضروریات کے لئے محتاج ہو کر رہ جائے۔ آخر اسے بھی تو محبت اور زندگی کے سکون کی ضرورت ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ اختلافات تو ہوتے ہی رہیں گے لیکن اگر طرفین اپنا طرز سلوک مصالحانہ رکھیں، جہاں تک ہو سکے لڑائی جھگڑا نہ کریں اور ہر قدم پر اللہ سے ڈرتے رہیں تو ایسا نہیں کہ شوہر کی طرف سے بیوی کا حق اور بیوی کی طرف سے شوہر کا حق کم زیادہ مار لیا جائے۔ اس کے باوجود اگر نباہ نہ ہو سکے اور جدائی کی نوبت آ ہی جائے تو نہ شوہر یہ خیال کرے کہ بیوی اس کی محتاج ہے اور نہ بیوی یہ خیال کرے کہ شوہر اس کا محتاج ہے۔ اگر جدائی ہو بھی جائے تو اللہ سب کو رزق دینے والا ہے۔

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ اس فقرہ کو تین بار دہرایا گیا ہے۔ پہلی بار سے یہ مقصود ہے کہ اللہ ہی کے پاس کشائش اور رزق کے خزانے ہیں۔ کوئی کمی نہیں ہے۔ دوسری بار سے مراد ہے کہ اللہ بے نیاز ہے۔ تم مانو یا نہ مانو۔ ماننے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور نہ ماننے میں تمہارا ہی نقصان۔ تیسری بار جو فرمایا ہے تو زور دینا مقصود ہے کہ وہی تمہارا کارساز بھی ہے اور وہی مغفرت اور رحمت کرنے والا اور بخشنے والا بھی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں تمہارا کام اگر کوئی بنا سکتا ہے تو اسی غنی وحمید، وکیل وقدیر اور غفور، رحیم کی ذات بابرکات ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر دوسروں کو تمہاری جگہ لے آئے۔ بڑی بڑی قومیں آئیں اور گئیں لیکن وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں۔

آخر میں فرمایا ہے کہ اے محض دنیا مانگنے والو! اپنی نگاہوں کو محدود نہ کرو اللہ تعالیٰ تو دنیا بھی دے سکتا ہے اور آخرت بھی۔ مانگنے اور طلب کرنے کی اصلی چیز تو آخرت ہے جس کی نعمتیں کثیر ہیں، لازوال ہیں اور بے اندازہ ہیں۔ تم جو کچھ کرو گے خواہ خانگی اور ازدواجی سطح پر خواہ ملی سطح پر، ہمیشہ آخرت کے انعامات کو پیش نظر رکھو۔ رہا دنیا کا رزق وہ تو جو کچھ تمہارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ مل کر رہے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۵

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے گواہ بن کر رہو۔ اگر چہ تمہاری گواہی (اور عدل وانصاف) کی چوٹ تمہارے نفس پر پڑے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر۔ یہ مت دیکھو کہ کون امیر ہے اور کون غریب ہے۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ اس لئے انصاف کرنے میں اپنے نفس کی اطاعت نہ کرو۔ اگر تم نے بات کو غلط رنگ دیا یا کوئی اہم پہلو چھپالیا تو یاد رکھو اللہ تمہارے ہر عمل کی پوری خبر رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۵

قَوّٰامِیْنَ	قائم رہنے والے، ذمہ دار
اَوْلٰی	مہربان، خیر خواہ
اَلْهَوٰی	خواہش
تَلْوٗ	تم نے ہیر پھیر کی، زبان کو مروڑا

تشریح: آیت نمبر ۱۳۵

سورۂ نساء کی ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ پہلے مسلمان تو اس حکم پر عمل کر کے دکھائیں۔ پھر تمام دنیا کے سامنے اس اصول کو پیش کریں۔ پہلا مطالبہ یہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ انصاف سے کام لے، ظلم نہ کرے، کسی کا حق نہ مارے۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ ملک میں انصاف کی مشینری قائم کرو۔ اور اس مشینری کی ہر طرح مدد کرو۔ مدد کی خاص شکل یہ ہے کہ جب تم گواہ بنو تو لگی لپٹی مت کہو، چند اہم پہلو چھپا کر چند دیگر پہلو پیش کر کے اجمالی تصویر کا حلیہ مت بگاڑو۔ عدالت کو غلط تاثر نہ دو۔ واقعات بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کرو خواہ اس کی زد تمہارے اوپر ہی پڑتی ہو یا بال بچوں پر یا ماں باپ پر یا دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں پر یا کسی امیر پر یا کسی غریب پر۔ غلط بیانی سے یا کسی طرح کسی کو بھی ناجائز فائدہ پہنچانے کی کوشش نہ کرو کسی کو ناجائز بچانے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ اپنے بندوں کا زیادہ خیر خواہ ہے اس کے مقابلے میں تمہاری رشتہ داروں سے محبت یا دوستوں سے محبت کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ تم کسی امیر یا

باا ثر ہستی کا خوف نہ کرو بلکہ صرف اللہ کے خوف کو اپنے دلوں میں جمالو۔ بے انصافی اور حق تلفی اپنے نفس سے شروع ہوتی ہے۔ پہلا بگاڑ وہیں آتا ہے۔ اس لئے پھر واضح طور پر حکم ہے کہ انصاف کے معاملہ میں اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم نے جھوٹ کہایا چالا کی اور ہوشیاری سے اصل معاملہ کو غلط رنگ دے دیا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکو گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

اے ایمان والو! سچے دل سے اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے ایمان لاؤ۔ یقیناً وہ جس نے اللہ کی ذات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کیا وہ بہت بھاری گمراہی میں جا پڑا۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کا اقرار کر لیا مگر پھر کفر میں ڈھلک گئے۔ پھر واپس ایمان لے آئے پھر وہ کافر ہو گئے۔ پھر وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ تو اللہ ان کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور نہ کبھی ہدایت کا راستہ دکھائے گا۔

اے نبی ﷺ! آپ منافقین کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
ان کی شناخت یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں یاد رکھیں تمام کی تمام عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

اِزْدَادُوْا وہ آگے بڑھ گئے
اَیَبْتَغُوْنَ کیا وہ تلاش کرتے ہیں
اَلْعِزَّۃُ عزت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

یہاں مومن، کافر، مرتد اور منافق کا ذکر ہے۔ ایمان وہ ہے جو روح کی گہرائیوں سے ہو، دل کی آوازیں ایک ہی کلمہ پڑھیں، خون کا ہر قطرہ ایک ہی رخ لپکے۔ ایمان وہ ہے جو صرف زبانی اقرار تک محدود نہ ہو بلکہ اعضا و جوارح سے ثابت ہو۔ ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک چلتی پھرتی تحریکی مشینری کا نام ہے جس کا قبلہ و کعبہ متعین ہے۔

غیر مسلم بھی اللہ کو اور اس کی طاقت اور حکم کو مانتے ہیں جو نظام کائنات چلا رہی ہے۔ لیکن پیغمبروں کو فرشتوں کو قیامت کو سزا و جزا کو اور اللہ کی کتابوں کو نہیں مانتے۔ اہل کتاب اور اہل کفر بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ کو جو ایمان مقصود ہے وہ مومن کا ایمان ہے اور وہ بھی مومن باعمل کا۔

مرتد اور منافق وہی ہو جاتے ہیں جن کا دعویٰ ایمان کچا اور سطحی ہوتا ہے۔ جن کے سامنے اپنا مفاد ہوتا ہے۔ یہی مفاد فیصلہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے کیمپ میں رہیں یا دشمنوں کے کیمپ میں۔ کب اور کتنی دیر تک کہاں رہیں۔ بعض مرتد تو اس قدر ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ بار بار اسلام کی طرف آتے اور پھر بار بار کفر کی طرف دوڑ جاتے ہیں کہ شاید مفاد اور عزت وہیں ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو وقتی مفاد تو مل سکتا ہے لیکن اصلی مفاد اور اصلی عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ منافق اور مرتد کا انجام بہت برا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ
اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ وَإِن كَانَ لِلْكٰفِرِينَ نَصِيبٌ ۙ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾

ع ۲۰ / ۷ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

اللہ اپنی کتاب میں پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے یا مذاق اڑایا جارہا ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ لوگ کسی اور بات میں لگ جائیں۔ اگر تم شریک محفل ہو تو تم بھی ان ہی کی طرح ہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ سارے منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کردے گا۔

یہ منافقین تمہارے معاملات کو بھانپ رہے ہیں۔ جب اللہ تمہیں فتح عنایت کردیتا ہے تو وہ لوگ شور وغوغا برپا کرنے لگتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے (اب لاؤ ہمارا حصہ) اور اگر کافروں کے حق میں معاملہ بھاری رہا۔ تو وہ جتا جتا کر کہنے لگتے ہیں کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ (پھر بھی ہم نہیں لڑے اور اس طرح) ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچالیا۔

سن رکھو کہ اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں برتری کی ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

سَمِعْتُمْ — تم نے سن لیا

يَسْتَهْزِءُ — مذاق کرتا ہے، مذاق اڑایا جارہا ہے

لَا تَقْعُدُوْا	تم نہ بیٹھو
حَتّٰی یَخُوْضُوْا	جب تک مشغول نہ ہو جائیں
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ	کسی اور بات میں
یَتَرَبَّصُوْنَ	وہ رکتے ہیں۔انتظار کرتے ہیں
اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ	کیا ہم نے تمہیں گھیر نہیں لیا تھا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ایسی محفلوں میں نہ بیٹھیں۔ جہاں اسلام اور دین کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔اگر وہ ایسی محفلوں میں شریک ہوں گے تو وہ ان مذاق اڑانے والوں ہی میں شامل سمجھے جائیں گے۔ جہاں اسلام کا مذاق اڑایا جائے یا نظام اسلامی کے خلاف تدبیریں اور سازشیں کی جائیں وہاں بیٹھنا ایک مومن کے لئے مناسب نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی انجمن اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ اس کے ممبر کسی مخالف ممبر بلکہ دشمن انجمنوں کی مجلسوں میں شریک ہوں۔اسلام بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔اس شرکت کی پانچ ہی صورتیں ہیں۔

(۱) کفر کی باتوں کو دلچسپی سے سننا۔اگر ہاں میں ہاں ملائی جائے یا خاموشی سے سنا جائے تو وہ کفر ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔اس کا علاج ایسی محفل سے اٹھ جانا بلکہ شرکت ہی نہ کرنا ہے۔

(۲) مجبوری کی حالت میں نفرت و کراہیت کے ساتھ بیٹھا رہنا۔اگر بلا عذر ہے تو بہت بڑا گناہ ہے جب کہ عذر و بے اختیاری کے ساتھ معذور ہے۔

(۳) کسی ضرورت یا عذر شرعی یا مجبوری کے تحت بیٹھے رہنے کی اجازت ہے۔

(۴) اصلاحی کام کی یا حکومت اسلامیہ کی ضرورت کی بناء پر معلومات حاصل کرنے اور خبریں لینے کے لئے ایسی جگہوں پر بیٹھنا عبادت ہے۔

(۵) اصلاح اور تبلیغ کے لئے بھی عبادت ہے۔

اسلام ظاہر بھی دیکھتا ہے اور باطن بھی۔کوئی شخص خواہ بڑا مومن ہو لیکن گر کفر کی محفلوں میں دلچسپی لے یا ان میں گھل مل کر بیٹھے تو مسلمان اسے منافق سمجھ کر منافق کا معاملہ کر سکتے ہیں۔

اگر واقعی وہ منافق ہے یا منافق ہو جائے تو اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی خاص پہچان بتائی ہے کہ وہ دو کشتیوں پر سوار ہیں جب مسلمانوں کی جیت ہوتی

ہے تو مسلمان بن کر وہاں بھی اپنا حصہ لگانے کو آگے آگے آ جاتے ہیں اور اگر کافروں کی جیت ہوتی ہے تو وہاں بھی کافروں کے ہمدرد اور معاون بن کر حصہ لگانے کو آگے آگے پہنچ جاتے ہیں۔ غرضیکہ جہاں جیسا موقع ہو ویسی ہی بات کرتے ہیں۔

ہوسکتا ہے منافق دنیا میں کامیاب ہو جائیں لیکن قیامت کے دن اللہ مومنین کو اور منافقین کو الگ الگ کر کے دونوں کو اپنا حکم سنائے گا۔ ایک کو جنت کا۔ دوسرے کو جہنم کا۔ اللہ نے کوئی رخنہ ایسا نہیں چھوڑا کہ کفار اور منافقین کسی تدبیر سے اس دن مومنوں پر غلبہ اور عزت حاصل کر سکیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

بلاشبہ منافقین اللہ کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں لیکن اللہ بھی ان کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہے۔ (ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ) جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ اور اللہ کا ذکر بہت ہی تھوڑا سا کرتے ہیں۔ وہ (ایمان و کفر کے درمیان) دوراہے پر کھڑے ہیں نہ پوری طرح ان کی طرف اور نہ پوری طرح ان کی طرف۔ اور جس کو اللہ ہی نے گمراہ کر دیا ہو وہ کدھر راستہ پا سکتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

خَادِعٌ	دھوکہ دینے والا
كُسَالٰى	سستی، کاہلی
مُذَبْذَبِيْنَ	درمیان میں لٹکے ہوئے، ادھر نہ ادھر

تشریح: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

منافقین دوطرفہ کھیل کھیل کر سمجھ رہے ہیں کہ وہ بڑے ہوشیار ہیں۔ دونوں فریقوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مگر ان کی شاطرانہ چالیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں مات کھا جائیں گی۔ یہ بات قرآن پاک میں بار بار کہی گئی ہے۔

سابق آیات میں ان کی ایک پہچان بتائی گئی تھی۔ یہاں دوسری پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ جب نماز میں آتے ہیں تو بادل ناخواستہ۔ بہت کسمساتے ہوئے۔ اور پھر کم سے کم نماز پڑھ کر جلدی سے بھاگنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

اگر چہ یہ منافق کی خاص پہچان ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر وہ شخص منافق ہے جو کسمساتا ہوا مسجد میں آتا ہے یا جلدی سے بھاگنے کی فکر میں ہوتا ہے۔ کسمسانا عارضی ہوسکتا ہے، بیماری یا دوسری کچھ وجہ ہوسکتی ہے۔ شدید گرمی یا شدید سردی کے سبب بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جلدی چلے جانے کی وجہ تجارت یا ملازمت ہوسکتی ہے یا دوسری مصروفیت یا تبلیغ و جہاد۔ لیکن وہ جو نماز ہی سے بھاگتا ہے یا نماز کو بھاری بوجھ سمجھتا ہے یا ریاکاری کے لئے پڑھتا ہے اس کے منافق ہونے کا قرینہ زیادہ ہے۔ منافق کی طرف مومنوں کی صف سے کھلم کھلا نکل جانا اس کے معاشرتی، معاشی اور تمدنی مفاد کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ ظاہر میں مسلمان بنا ہوا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ایمان میں اس کا دل جم نہیں رہا ہے وہ اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے سمجھتے پاگل ہوا جارہا ہے۔ حالانکہ اس کی تمام عقل مندی خود فریبی سے زیادہ نہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کو واضح ثبوت دے دو۔ بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔ اور آپ ہرگز کسی کو ان کا مددگار نہیں پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

اَتُرِيْدُوْنَ کیا تم چاہتے ہو؟

سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ کھلا ہوا ثبوت

اَلدَّرْكُ الْاَسْفَلُ سب سے نیچے درجہ

تشریح: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

منافق کافر سے زیادہ خطرناک ہے۔ کافر اپنے عقیدہ سے مخلص ہے اگر چہ اس کا عقیدہ و عمل غلط ہے وہ اسلام کا دشمن ضرور ہے مگر کھلم کھلا۔ اس کے وار سے بچنا آسان ہے۔ مگر یہ منافق آستین کا سانپ ہے۔ یہ دوستی کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں رہتا ہے۔ یہ زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ منافقین دوزخ کے بدترین حصہ میں رکھے جائیں گے۔ اسفل، کے معنی سب سے نیچے ہی کے نہیں ہیں بلکہ سب سے ذلیل جگہ کے بھی ہیں۔ سب سے نیچے طبقہ میں گرمی اور جلن سب سے زیادہ ہوگی اور وہاں ذلت اور رسوائی بھی سب سے زیادہ ہوگی۔ جو شخص بھی اقرار ایمان کے باوجود مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنائے گا۔ وہ منافق سے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ ہوسکتا ہے وہ شروع ہی سے منافق ہو۔ ہوسکتا ہے وہ آگے چل کر منافق بن جائے۔ اور جو شخص بھی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا جگری اور گہرا دوست بنائے گا وہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو اپنے جہنمی ہونے کا واضح ثبوت مہیا کرے گا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

سوائے ان کے جو توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں۔ اور اللہ کا تعلق مضبوطی سے تھام لیں اور اللہ کے لئے اپنے دین میں مخلص ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کا شمار مومنین کے ساتھ ہوگا۔ اللہ مومنوں کو بہت جلد بڑا ثواب عطا کرے گا۔ اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ تمہیں عذاب دے گا جب کہ تم شکر گذار بن کر اور ایمان دار بن کر رہو اور اللہ تو بہت قدر کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

اِعۡتَصِمُوۡا	تم مظبوطی سے تھام لو
اَخۡلَصُوۡا	انہوں نے خالص کرلیا
سَوۡفَ یُؤۡتِ	جلد ہی وہ دے گا
مَایَفۡعَلُ اللّٰهُ	اللہ کو کیا پڑی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کیا کرے گا)
شَاكِرٌ	قدر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

گذشتہ آیت میں عذاب کا اتنا بڑا خوف دلا کر کہ ''بے شک منافقین دوزخ کے ارذل ترین طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔'' اللہ نے امید، توبہ، واپسی اور رحمت کا دروازہ بند نہیں کیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر تلقین کی ہے کہ اے منافقو! اب بھی موقع ہے توبہ کرلو، اپنی اصلاح کرلو، اللہ کا آسرا مضبوط تھام لو۔ ڈانواڈول نہ رہو اور دین اسلام کے لئے تمام خلوص اور خدمت کے ساتھ ڈٹ جاؤ۔ اگر تم واپس اسلام کی طرف پلٹ آؤ گے تو تمہارا شمار مومنین میں ہوگا اور تم اجر عظیم کے حق دار ہو جاؤ گے۔

بندے پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات کا جواب ایک ہی ہے۔ قولی اور عملی شکر جس کا واحد طریقہ ہے قولی اور عملی ایمان۔ اگر تم شکر کرو گے تو اللہ کو بہت قدر دان پاؤ گے۔ دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو اللہ خوب جانتا ہے کہ مومن کون ہے اور منافق کون۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اللہ نے چند منافقین کو توفیق بخشی اور وہ مومنین کی صف میں آ گئے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

ع ۲۱ / ۱۱ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

اللہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو کھلم کھلا برا کہے۔ مگر وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا ہے۔ (اس کے لئے جائز ہے) اور بے شک اللہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ اگر تم کھلم کھلا بھلائی کرو یا اس کو چھپا کر کرو یا کسی برائی کو معاف کر دو تو اللہ بھی بہت معاف کرنے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان (باعتبار ایمان) تفریق کرتے ہیں اور (زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ چند رسولوں کو مانتے ہیں اور چند کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے بیچ میں کوئی سمجھوتہ کی راہ نکال لیں وہ پکے کافر ہیں۔ اور ہم نے بڑی ذلت کا عذاب کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے ان کو اللہ جلد انعام دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

لَایُحِبُّ اللّٰهُ	اللہ کو پسند نہیں ہے
اَلْجَهْرُ بِالسُّوْءِ	برائی کو کھلم کھلا کہنا
لَمْ يُفَرِّقُوْا	نہیں تفریق کرتے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

وہ سب پکے کافر ہیں جو

(۱) نہ اللہ کو مانتے ہیں نہ رسالت کو یا

(۲) اللہ کو مانتے ہیں۔ رسالت کو نہیں مانتے یا

(۳) کسی رسول کو مانتے ہیں کسی کو نہیں مانتے

اور جو توحید اور شرک کے درمیان کوئی ایسی راہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ اللہ بھی مل جائے اور صنم بھی۔ ان سب کے لئے بڑی ذلت کا عذاب بھڑک رہا ہے۔

دنیا کے مذاہب کو دیکھئے بہت سے مذاہب اللہ کو بلکہ کسی معبود کو نہیں مانتے۔ بہت سے مذاہب بہت سے معبودوں کو مانتے ہیں۔ ہندو بتوں کو، بدھ کنفیوشس کو لیکن سکھ رسالت ہی کو نہیں مانتے۔ یہودی حضرت عیسیٰ کو نہیں مانتے۔ عیسائی حضرت موسیٰ کو نہیں مانتے۔ مسلمانوں کے سوا کوئی پیغمبر اسلام ﷺ کو نہیں مانتا۔ کچھ گم راہ لوگ آپ کے بعد بھی ایک جھوٹے شخص کو نبی مانتے ہیں۔ قرآن کی نظر میں صرف وہی مومن ہیں جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانتے ہیں اور تفریق نہیں کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کے سوا تمام پیغمبروں کی تعلیمات دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔

مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہود و نصاریٰ مومنین پر بہت ظلم کرتے تھے اور دین اسلام کو برا بھلا کہتے تھے۔ کبھی کبھی مسلمانوں میں طاقت برداشت ختم ہو جاتی اور وہ بھی تلخ کلامی کا جواب تلخ کلامی سے دیتے۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ سطح پر بھی مظلوم ظالم کے خلاف چیخ و پکار اور آہ و فریاد کرتے۔ آیت ۱۴۸ کی رو سے گالی کا جواب گالی سے دینا منع کر دیا گیا ہے۔ زبانی فساد لڑائی جھگڑے اور تو تو میں میں سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔

چیخنے چلانے یا آہ فریاد کرنے کی اجازت صرف مظلوموں کو دی گئی ہے مگر اس نصیحت کے ساتھ کہ تم ظالم کے ساتھ بھی نیکی کرو یا اس کے ظلم کو پوشیدہ رکھو بلکہ معاف ہی کر دو۔ دیکھو اللہ بھی تو تمام طاقت و قدرت کے باوجود اپنے بندوں کے کتنے گناہ صبح و شام معاف کرتا ہے۔ مومن بھی صبح و شام غلطیاں کرتا ہے لیکن اللہ غفور رحیم ہے۔

مظلوموں کو نالہ و فغاں اور نالش و فریاد کی اجازت دے کر ایک طرف اس کے دل کے دھویں کو خارج ہونے کا موقع دیا گیا ہے دوسری طرف اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت دی گئی ہے کیوں کہ ظلم کی روک تھام کے لئے عدالت ہی کا ادارہ

ہے۔ اگر عدالت ہی نہ ہوگی تو ظلم کا سلسلہ بڑھ جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو بھی بہترین اخلاق کی تربیت دی ہے کہ خاموش رہو۔ بلکہ معاف ہی کر دو تو بہتر ہے۔ اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ظالم کے ساتھ بھی نیکی کرو خواہ وہ تمہارے دین کو برا بھلا ہی کیوں نہ کہتا ہو۔

اس اخلاقی تعلیم میں ناجائز مروت اور رواداری نہیں ہے۔ اسلام اپنی سرحدات کی پوری حفاظت کرتا ہے۔ اور صاف صاف کہتا ہے کہ وہ سب پکے کافر ہیں جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو نہیں مانتے یا جو اضافہ یا تفریق کرتے ہیں۔ اور سمجھوتہ کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۵۳ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۱۵۴ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵۵ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝۱۵۶ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ

الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٥٣ تا ١٥٩

(اے نبی ﷺ!) اہل کتاب آپ سے مطالبہ کرر ہے ہیں کہ آپ ان کے لئے آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں۔ تو (یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) وہ اس سے بھی زیادہ نامعقول مطالبے موسیٰ سے کر چکے ہیں۔ ان سے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو آمنے سامنے دکھا دو۔ اس زیادتی کے بدلے ان پر بجلی یکا یک ٹوٹ پڑی۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا حالانکہ وحدانیت کی بہت سی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ پھر ہم نے اسے بھی معاف کیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو کھلا غلبہ عطا کیا۔

پھر ان احکام کی اطاعت کا قول و قرار لینے کے لئے ہم نے کوہ طور اٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے کہا تھا کہ اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔ اور ہم نے ان کو ہفتہ کے دن زیادتی کرنے سے منع کیا تھا اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا۔

ان کو جو سزا ملی وہ ان کی عہد شکنی پر اور چونکہ انہوں نے اللہ کی آیات سے کفر کیا (نافرمانی کی) اور ناحق چند پیغمبروں کو قتل کر ڈالا اور یہاں تک دعویٰ کرنے لگے کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں۔ یہ بات نہ تھی بلکہ اللہ نے ان کے دل پر مہر کر دی تھی چونکہ ان میں سے ایک قلیل تعداد کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ ان کے کفر کی وجہ سے جب کہ انہوں نے مریم پر زبردست الزام تراشا تھا۔ چونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے اندر اختلاف ہو گیا اور وہ معاملہ ان کے لئے مشکوک بنا دیا گیا اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی در حقیقت شک میں مبتلا ہیں واقعہ کیا ہوا انہیں کچھ معلوم نہیں البتہ انہوں نے ایک افسانہ دل سے گھڑ لیا۔ انہوں نے یقیناً حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ کے پاس قدرت بھی ہے

اور حکمت بھی۔ اور اہل کتاب کے جتنے فرقے ہیں وہ عیسیٰ کو اس کی موت سے پہلے ہی دیکھ کر اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ اہل کتاب کے خلاف گواہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹

سَاَلُوْا	انہوں نے سوال کیا
اَرِنَا	ہمیں دکھا دے
لَاتَعْدُوْا	تم حد سے نہ بڑھو
نَقْضٌ	توڑنا
طَبَعَ اللّٰهُ	اللہ نے مہر لگا دی
مَاصَلَبُوْهُ	انہوں نے اس کو پھانسی نہیں دی
لَيُؤْمِنَنَّ	البتہ وہ ضرور ایمان لائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسکین دینے کے لئے قوم یہود کی نفسیات اور بعض نازیبا حرکتوں کو پیش کیا ہے۔ یہود کے چند سردار حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ بھی ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل شدہ ہمیں دکھا دیں جس طرح ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب حضرت موسیٰ پر نازل ہو چکی ہے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تسلی دی کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان کا جو مطالبہ ہے وہ سراسر بہانہ ہے۔ ان کے آباء و اجداد اس سے بھی زیادہ نامعقول مطالبے حضرت موسیٰ سے کر چکے ہیں۔ اگر صرف ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب کا سوال ہوتا تو انہیں حضرت موسیٰ پر پوری طرح ایمان لے آنا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے حضرت موسیٰ سے یہ بھی کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی صورت بے پردہ اور بے حجاب دکھا دو۔ اس جسارت پر اللہ کے قہر کی صورت میں ان پر بجلی اچانک ٹوٹ پڑی۔ پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نظروں کے سامنے فرعون کو اس کے لشکریوں کے ساتھ غرق کر دیا تھا۔ ان کے لئے من و سلویٰ کا انتظام کیا اور اپنی قدرت و حکمت کی دوسری اعلیٰ سے اعلیٰ نشانیاں دکھائیں، پھر بھی وہ ایمان لائے تو کس پر؟ ایک خود ساختہ بچھڑے پر اور انہوں نے اس کو پوجنا شروع کر دیا۔

اللہ نے ان کا یہ گناہ بھی معاف کیا اور حضرت موسیٰؑ کو توریت کی دس ایسی تختیاں عطا فرمائیں جس میں دس واضح احکام تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا کہ پھر بھی انہوں نے نافرمانی کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر معلق کر دیا تھا کہ اگر حکم نہیں مانو گے تو کچل دیئے جاؤ گے۔ ڈر کے مارے حکم ماننے لگے مگر جب کوہ طور ان کے سروں پر سے اٹھالیا گیا تو پھر باغی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ جب شہر ایلیا میں داخل ہو تو دروازے میں خاکسارانہ سر جھکائے ہوئے اور اللہ کو سجدے کرتے ہوئے داخل ہونا۔ یہ بھی حکم دیا کہ سبت (ہفتہ) کے دن مچھلیاں نہ پکڑنا۔ انہوں نے اللہ کے احکام سے ہمیشہ کفر کیا اور نافرمانی اس درجہ کو پہنچ گئی کہ حضرت یحییٰ اور چند پیغمبروں کو ناحق قتل کر ڈالا۔ اور اب بے شرمی اور ضلالت کی انتہا یہ ہے کہ کھلم کھلا فخر و ناز سے دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ مسیح کو بھی صلیب چڑھا کر موت دے دی۔

انہوں نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ پر جو بہتان عظیم لگایا اس کا جواب انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی مل چکا تھا جب وہ چند گھنٹوں کے بچے ہی تھے۔ اور یہود یہ جواب سن کر مطمئن ہو گئے تھے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا کام شروع کیا اور اپنی امت کو نصیحت کرنے لگے تو پھر انہوں نے لعن طعن پر زبان درازی کی اور دشمنی کو اس درجہ پہنچا دیا کہ انہیں ایک عدالت سے موت کی سزا دلوا دی۔ اور ان کو قید کرنے کی ناکام کوشش کی۔

لیکن راتوں رات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو روح اور جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔ کہا جاتا ہے کہ صبح کو یہودی قید خانے کے دروازے پر جمع ہوئے اور اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ اندر جا کر حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر باہر لاؤ۔ وہاں وہ انہیں ڈھونڈتا رہ گیا۔ وہ نہیں ملے۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا چہرہ حضرت عیسیٰؑ جیسا ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے اسے ہی پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا اور مشہور کر دیا کہ انہوں نے مسیح کو پھانسی دے دی۔

یہودیوں اور خود عیسائیوں میں صلیب کے طرح طرح کے واقعات مشہور ہیں کہ جو لٹکایا گیا وہ واقعی کون تھا۔ ایک گروہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کا ایک ہم شکل حواری تھا جس نے اپنے نبی کے عوض اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہی یہودی تھا جو اندر ڈھونڈنے گیا تھا۔ بہر حال حقیقت کیا تھی کسی کو نہیں معلوم۔ قرآن صرف اسی قدر ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو جسم اور روح سمیت اوپر اٹھالیا یعنی انہیں موت آئی نہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں مگر اس دنیا میں نہیں بلکہ آسمانوں پر زندہ ہیں۔

آیت ۱۵۹ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پھر اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ زندگی گذارنے کے بعد طبعی موت سے انتقال کریں گے۔ اس وقت ان کو چلتا پھرتا بولتا چالتا اور ہر طرح زندہ دیکھ کر تمام یہودی اور عیسائی ان کی غیر مصلوبیت اور رفع الی اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے قیامت کے دن تمام پیغمبر اپنی اپنی امت کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اپنی اپنی امت کی حرکات و اعمال پر گواہی دیں گے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی وہاں موجود ہوں گے اور اپنی امت کی حرکات و اعمال پر گواہی دیں گے۔ اور صلیب کے واقعہ سے پردہ ہٹائیں گے۔ یہ مسئلہ سورۂ آل عمران میں بھی گذر چکا ہے۔

حضور پرنور ﷺ کی متواتر احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نزول ہوگا۔ وہ حضور کی امت بن کر جئیں گے اور وفات پائیں گے۔ ان کے زمانے میں یہودیت اور عیسائیت ختم ہو جائے گی کیوں کہ سارے یہود و نصاریٰ صحیح صحیح ایمان لے آئیں گے۔ ہر طرف اسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ ان احادیث کی تعداد ایک سو سے کم نہیں ہے جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی نہیں دی گئی بلکہ وہ آسمانوں پر جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ قرآن کریم اور متواتر احادیث کے باوجود قادیانیوں کا یہ دعویٰ کس قدر مضحکہ خیز اور جاہلانہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا انتقال ہو گیا اور وہ کشمیر میں دفن ہیں (نعوذ باللہ) بغیر کسی ثبوت کے اتنا بڑا دعویٰ کرنا کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور ایسا دعویٰ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی ساری بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔ اللہ ہمیں قادیانیوں کے فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٠ تا ١٦١

یہودیوں کے جرائم کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی وہ پاک چیزیں حرام کر دیں جو ان پر حلال تھیں۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے راستے سے اللہ کی کثیر مخلوق کو روکتے تھے۔ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ اس سے انہیں منع کر دیا گیا تھا۔ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھا جاتے تھے۔

ان کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦٠ تا ١٦١

حَرَّمْنَا — ہم نے حرام کر دیا

اُحِلَّتْ	حلال کی گئی (حلال کی گئیں)
نُهُوْا	وہ منع کیے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۱

بنی اسرائیل کی ذلیل حرکات کا بیان قرآن کریم میں جابجا آیا ہے مثلاً سورۂ بقرہ سورۂ بنی اسرائیل وغیرہ میں۔ ان آیات میں اور پچھلی آیات میں بھی چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کرلیا گیا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی قوم نے اللہ کے راستے سے سب سے زیادہ لوگوں کو بھڑکایا ہے، ان کا راستہ روکا ہے اور مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کی ہے۔ اگر کوئی قوم دین اسلام کی مخالفت میں سب سے آگے آگے رہی ہے تو وہ یہودی ہیں۔ آج بھی مسلمانوں اور خود دین اسلام کے خلاف جس قوم کا سرمایہ، دماغ، افرادی طاقت، سیاست، ہتھیار اور ہر ممکن طریقہ لگ رہا ہے وہ یہی بدنصیب قوم ہے۔ اسی قوم نے کمیونزم اور سوشلزم جیسی لادینی بلکہ مخالف دینی تحریکوں کو ابھارا۔ اسی قوم نے فرائڈ اور ڈارون جیسے گمراہ نظریئے سائنس کے نام پر پھیلائے۔ اسی قوم نے عیسائیوں کے کس بل پر ریاست اسرائیل قائم کی اور فلسطین ولبنان، عراق اور افغانستان کو تاراج کرڈالا۔

دنیا میں بڑی بڑی قومیں آئیں اور آ کر چلی گئیں مگر یہ قوم نہ مرتی ہے نہ جیتی ہے۔ نہ اس کے پاس عزت کی زندگی ہے نہ ذلت کی موت۔ کچھ دنوں کے لئے یہ ابھر جاتی ہے پھر کسی گڑھے میں گر جاتی ہے۔ تاریخ میں ایک بار چوراسی (۸۴) سال تک اس نے فلسطین پر قبضہ رکھا ہے۔ پھر صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر نکالی گئی۔ اس سے پہلے بھی نہ جانے کتنی بار فلسطین پر قابض رہ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے نہ جانے کتنے پیغمبر مبعوث کئے مگر اس قوم نے مان کر نہ دیا۔ اوپر کی آیات ان تمام سچائیوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٢

ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور ایمان والے ہیں اور اے نبی ﷺ وہ اس پر ایمان لا چکے ہیں جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور جو کچھ ہم نے آپ سے پہلے نازل کیا ہے جو نماز کو قائم رکھنے والے ہیں جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ وہ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت پر بھی ایمان لاتے ہیں ان لوگوں کو ہم بہت بڑا انعام عطا کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦٢

اَلرّٰاسِخُوْنَ	پختہ، پکے
اَلْمُقِیْمِیْنَ	قائم کرنے والے
اَلْمُؤْتُوْنَ	دیتے ہیں
سَنُؤْتِیْهِمْ	جلد ہی ہم ان کو دیں گے

تشریح: آیت نمبر ١٦٢

گذشتہ آیات میں یہودیوں کے سواد اعظم کا ذکر تھا اور جو عذاب الیم کا وعدہ تھا وہ ان ہی کے لئے تھا۔ لیکن اس قوم میں گنے چنے افراد ایسے بھی نکل آئے (مثلاً عبداللہ بن سلامؓ) جو دنیا کے علم میں نہیں بلکہ دین کے علم میں پختہ تھے۔ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لا کر مومن بن گئے، جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑے انعام کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ اپنے نیک بندوں کو اسی طرح اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٣ تا ١٦٩

اے نبی ﷺ! جس طرح ہم نے آپ پر وحی بھیجی اسی طرح ہم نے نوحؑ پر اور ان کے بعد والے نبیوں پر وحی بھیجی ہے۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر بھی وحی بھیجی تھی۔

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ ہم نے آپ سے پہلے وہ رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔ اور وہ رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے ہیں۔ اور اللہ نے موسیٰ سے براہ راست گفتگو کی ہے۔

یہ رسول ثواب کی بشارت اور عذاب کا خوف دلایا کرتے تھے۔ تا کہ ان رسولوں کے آنے

سے لوگ اللہ کے خلاف بہانے (حجت) نہ بنا سکیں۔ اللہ قدرت بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی۔ اللہ گواہ ہے کہ اس نے آپ پر جو کچھ نازل کیا ہے وہ علم الٰہی سے ہے۔ اگر چہ اس کی گواہی فرشتے بھی دیتے ہیں لیکن اللہ ہی کی گواہی کافی ہے۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکا، وہ گمراہی میں بہت گہرے ڈوب گئے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور (نبیوں پر اور لوگوں پر) ظلم کیا۔ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں ہدایت کا راستہ دکھلائے گا۔ البتہ وہ جہنم کا راستہ دیکھیں گے۔ جہاں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا پڑے گا۔ اور یہ کام اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۹

اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی کی
قَصَصْنَا	ہم نے قصے بیان کئے
كَلَّمَ اللّٰهُ	اللہ نے کلام کیا
لِئَلَّا يَكُوْنَ	تا کہ نہ ہو
حُجَّةٌ	دلیل
طَرِيْقٌ	راستہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۹

آیت ۱۵۳ میں جو ذکر ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آسمان سے نازل کی ہوئی ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب ہمیں دکھاؤ تو ہم ایمان لے آئیں گے ان آیات میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ جن نبیوں کو تم مانتے ہو، جن پر ایمان لانے کا دعویٰ تم کرتے ہو۔ کیا ان میں سے اکثر و بیشتر کو لکھی ہوئی مکمل کتاب نہیں دی گئی تھی؟۔ ہاں زبور حضرت داؤدؑ کو ملی تھی اور حضرت موسیٰؑ سے خود اللہ نے براہ راست کلام کیا تھا اور توریت کی تختیاں دی گئی تھیں۔ جب حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ (اور ان کی اولادیں) اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ اور حضرت سلیمانؑ کو وحی بھیجی گئی تھی اور تم ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہو تو پھر رسول اللہ سے تمہارے مطالبہ کا کیا مطلب ہے۔

فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول اس لئے نہیں بھیجے جاتے کہ ہر جائز و ناجائز مطالبات کو مانتے رہیں بلکہ ان کا مقصد دین ہدایت کو پھیلانا ہوتا ہے۔ ماننے والوں کو جنت کی بشارت دینا ہوتا ہے۔ نہ ماننے والوں کو جہنم سے ڈرانا ہوتا ہے۔ اللہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ نافرمانوں کو سزا دیدے اور کوئی چون و چرا نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے رسول بھیجے جو اس کے پیغام بر ہوں اور بشیر و نذیر ہوں تا کہ عوام پر حجت تمام ہو جائے اور وہ یہ عذر لنگ پیش نہ کرسکیں کہ ہمیں علم نہ تھا۔

فرمایا جارہا ہے کہ اب جو پیغمبر اسلام بھیجے گئے ہیں ان کو مان لینے میں عافیت ہے۔ تم نے پہلے نبیوں کو معجزہ کی بنیاد پر مانا تھا۔ پیغمبر اسلام کا خاص معجزہ قرآن مجید ہے جس میں علم الٰہی ہے۔ اس کی گواہی اللہ بھی دیتا ہے اور فرشتے بھی۔ لیکن اگر تم نے الٹی سیدھی باتیں کیں، خود بھی کافر بنے رہے اور دوسروں کو بھی راہ حق اختیار کرنے سے روکا۔ تو تمہارا انجام بہت ہی برا ہوگا۔

اگر تم نے کفر کیا اور مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہے تو سن لو تم سخت گمراہی میں ہو، اللہ تمہاری بخشش نہ کرے گا۔ اور تمہارے لئے جہنم کی آگ دہکائی جارہی ہے جس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ جلنا پڑے گا۔ وہاں تم نہ جیو گے نہ مرو گے۔

يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۰

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک رسول حق لے کر آ گیا ہے۔ اب تم اس پر ایمان لاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اور اگر کفر کرو گے تو بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۰

خَيْرٌ — بہتر

اِنْ تَكْفُرُوْا — اگر تم کفر کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ١٧٠

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ تم فضول باتوں اور ہٹ دھرمی میں مت پڑو۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ جو کچھ تمہیں سنا رہا ہے اور سکھا رہا ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور خالص سچائی ہے۔ اگر تم ایمان لے آئے اور دین اسلام کے راستے پر چلے تو تمہارا ہی فائدہ ہے لیکن اگر تم نے کفر کا راستہ اختیار کر لیا تو تم اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ آسمانوں اور زمین کا مالک و منتظم وہی ہے اور یہ کارخانہ قدرت اسی کے علم و حکمت سے چل رہا ہے۔ تم قادر مطلق کو کیا نقصان یا کیا نفع پہنچا سکتے ہو۔ تمہیں تو اپنی آخرت کی فکر ہونی چاہیے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَھُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾

٢٣ ع ٩ ٣

ترجمہ: آیت نمبر ١٧١

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ سے وہی بات منسوب کرو جو بالکل سچ ہے۔ (وہ سچ یہ ہے کہ) بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ جسے اللہ نے مریم (کے بطن) میں بلا واسطہ ڈالا۔ اور وہ مسیح اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں۔ لہٰذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین ہیں۔ اس بات سے باز آ جاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ بے شک اللہ واحد معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اسی کا ہے۔ اور اس کے انتظام کو اللہ کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۱

لَاتَغْلُوْا	تم حد سے نہ گذرو
كَلِمَتُهٗ	اس کا کلمہ، اس کا ایک حکم
ثَلٰثَةٌ	تین
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۷۱

کائنات کا سارا نظام تناسب اور توازن پر قائم ہے۔ ہر چیز کی حد مقرر ہے۔ اس سے زیادہ بھی خرابی اور اس سے کم بھی خرابی۔ اور ہر چیز کی جگہ مقرر ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور حسین سے حسین چیز اپنی جگہ سے ہٹ کر بے جوڑ بدصورت اور ناموزوں ہو جاتی ہے۔ یہی حال روحانی اور دینی اقدار کا بھی ہے۔

''دین میں غلو نہ کرو۔ نہ مقررہ حد سے آگے بڑھو نہ پیچھے ہٹو۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان نصیحت ہے بلکہ نسخہ شفا ہے اور تمام کامیابی کا گر ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح کے متعلق یہودیوں نے غلو یہ کیا کہ انہیں اپنے پیغمبروں کی فہرست سے خارج کر دیا۔ عیسائیوں نے غلو یہ کیا کہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ دونوں اپنی حدوں سے نکل گئے۔

اس نصیحت کی ضرورت آج بھی بہت ہے۔ صحابہ کرامؓ کی شان کو گھٹانا۔ حضور ﷺ کے نواسوں، نواسیوں اور ان کی اولادوں کی شان کو اتنا بڑھانا کہ انہیں معصومین قرار دینا اور امامت کو نبوت کے برابر سمجھنا، مذہبی پیشواؤں کو مشکل کشا، انہیں ان داتا اور دست گیر سمجھنا۔ حب دنیا میں بہت بڑھنا یا ترک کر دینا، بدعات اور محدثات کو پھیلانا، انفرادی عبادت میں سب سے آگے لیکن اجتماعی عبادت میں سب سے پیچھے، روزہ نماز میں پیش پیش لیکن سیاست تبلیغ اور جہاد میں غائب۔ حضور نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔

''غلو فی الدین سے بچے رہو کیوں کہ تم سے پہلی امتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔

''میری مدح و ثناء میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے معاملے میں کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اسی لئے تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۳

مسیحؑ نے کبھی اس بات کو برا نہیں سمجھا کہ ان کو اللہ کا بندہ کہا جائے۔ اور نہ کبھی فرشتوں نے برا محسوس کیا حالانکہ وہ اللہ سے قریب ہیں۔ اللہ قیامت کے دن ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا جو مارے تکبر کے اللہ کی بندگی کو برا سمجھتے ہیں۔ اس وقت جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے انہیں ان کا اجر پورا پورا ملے گا بلکہ اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں کچھ زیادہ ہی دے گا۔ اور جن لوگوں نے (اللہ کا بندہ کہلانے میں) کسر شان سمجھا اور شان غرور میں اینٹھتے رہے ان کو اللہ تعالیٰ دکھ بھرا عذاب دے گا ایسے لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۴

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ	وہ ہرگز برا نہ سمجھے گا
اَلْمُقَرَّبُوْنَ	قریب والے
يَسْتَكْبِرُ	وہ تکبر کرتا ہے
فَسَيَحْشُرُهُمْ	جلد ہی ہم ان کو جمع کریں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۳

حضرت مسیحؑ ہوں یا کوئی پیغمبر یا کوئی فرشتہ ہو، جو اللہ سے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی عاجزی کا پیکر ہوگا، وہ جانتا ہے کہ اللہ کی بندگی سب سے بڑی عزت اور مرتبت ہے۔ حضرت مسیحؑ جب تک زمین پر تھے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی سمجھتے تھے اور اس سے آپ کو ننگ و عار نہ تھا بلکہ عزت اور بلندی تھی۔ آج جب کہ آپ آسمان پر ہیں، تب بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں۔

تکبر کرنا اور شیخی مارنا یہ تو ابلیس، فرعون اور ابوجہل کی عادت ہے۔ تکبر کیا ہے؟ تکبر یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اپنے پاس ہے یا نہیں ہے، تو ان لوگوں کو جن کے پاس کم ہے یا نہیں ہے پست اور ذلیل سمجھنا اور حقارت کا سلوک کرنا۔ ایسے تکبر کرنے والوں کے لئے اللہ نے دکھ بھرا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ کے احسانات کو یاد کرنا، اس کا شکر ادا کرنا یہ تکبر نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک ایک پسندیدہ فعل ہے۔ قیامت کا ہولناک دن ہوگا جب سب کی شیخی نکل جائے گی۔ تکبر کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور عاجزی اور تواضع اختیار کرنے والے سربلند ہوں گے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل پہنچ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف صاف اور صریح نور اُتارا ہے جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور مضبوطی سے اس کے کام میں ڈٹ گئے اللہ یقیناً انہیں اپنی رحمت اور عنایت میں داخل کرے گا اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۵ تا ۱۷۶

بُرْهَانٌ دلیل

نُوْرٌ مُّبِيْنٌ	کھلا نور
فَضْلٌ	رحمت، کرم

تشریح: آیت نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵

برہان قاطع یعنی وہ دلیل جو انتہائی واضح ہو۔ جو اپنے مخالف تمام بحثوں کو کاٹ کر رکھ دے۔ جسے مانے بغیر چارہ نہ رہے۔ یہ برہان خود رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی صورت وسیرت، لگن اور مگن، اخلاق اور شیریں زبانی، آپ کی محنت اور مشقت، آپ کی جاں فشانی اور قربانی، آپ کی قیادت اور نظامت، آپ کی سیاست اور حکومت، آپ کا صلح و جنگ، آپ کی تبلیغ و تنظیم اور جہاد و قتال، آپ کی محبت اور معافی غرض جس پہلو سے بھی دیکھئے آپ کی ذات ایک معجزہ ہے۔ کیا اس دلیل کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہے؟

خصوصاً جب کہ اس برہان کے ساتھ نور مبین بھی ہے یعنی قرآن کریم جو صحیح راستہ دکھانے والی روشنی ہے۔

اب جب کہ برہان یعنی پیغمبر بھی ہے اور نور مبین یعنی قرآن کریم بھی ہے، تو اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں تن من دھن سے ڈٹ جاؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت اور بخشش خاص میں داخل کرے گا۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؁١٧٦

٢٤ ٤/٥٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۶

(اے نبی ﷺ!) لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے اللہ تمہیں حکم دیتا ہے اگر کوئی شخص مرجائے جس کے بیٹا بیٹی (یا ماں باپ زندہ) نہ ہوں مگر اس کی ایک بہن ہو تو

اس بہن کو ترکہ آدھا (١/٢) ملے گا۔ اور وہ بھائی اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن بے اولاد مرجائے۔ اگر بہنیں دو (یا اس سے زیادہ) ہوں تو ان سب کو کل ترکہ میں سے دو تہائی (٢/٣) ملے گا۔ اگر وارث چند بھائی بہن ہوں تو ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملے گا۔

اللہ صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہی میں نہ پڑو۔ اور اللہ ہر بات کو خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٧٦

هَلَكَ	ہلاک ہوگیا، مرگیا
كَانَتَا	دونوں ہوں
اِثْنَتَيْنِ	دو
اَلثُّلُثٰنِ	دوتہائی

تشریح: آیت نمبر ١٧٦

اس آیت سے اسلام کی دو عظیم شانیں نظر آتی ہیں۔ نمبر ایک تقسیم میراث ہے۔ اسلام امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر نہیں بنانا چاہتا۔ وہ دولت کا پھیلاؤ چاہتا ہے جس کی ایک اہم شکل ہے کسی کی دولت کو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا میں تقسیم کردینا۔ کچھ اس طرح کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور کسی کو شکایت نہ ہو۔ اور عورتوں کو بھی میراث میں پورا پورا حق ملے۔ دوسری شان اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ بات ہورہی ہے تقسیم میراث کی جو بڑا خشک اور بے مزہ مسئلہ ہے لیکن طرز بیان وہی ادیبانہ شان لئے ہوئے ہے جو قرآن میں ہر جگہ ہے۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ موضوع ہزار خشک بلکہ تلخ سہی، کہنے کا طریقہ وہی ادب وانشا کی چاشنی اور حلاوت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس سے لطیف تر انداز انسانی طاقت سے باہر ہے۔

الحمد للہ سورۂ نساء کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں پڑھی ہیں۔ آمین ثم آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۶ تا ۷

• لایحب اللہ • واذا سمعوا

سورۃ نمبر ۵

اَلْمَائِدَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المائدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	5
رکوع	16
آیات	120
الفاظ وکلمات	2842
حروف	13464
مقام نزول	مدینہ منورہ

کچھ آیات مکہ مکرمہ میں بھی نازل ہوئیں

اس سورۃ کے پندرھویں رکوع میں لفظ مائدہ آیا ہے اسی لیے اس سورۃ کا نام مائدہ رکھا گیا۔ مائدہ...... کھانوں سے سجے ہوئے دستر خوان کو کہتے ہیں جس پر مختلف کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کی قوم کے لوگوں نے کھانوں سے سجے ہوئے دستر خوان کی درخواست کی جواُن پر آسمان سے نازل ہو اور ان کے لیے اور ان کے اگلے پچھلوں کے لیے خوشی اور عید کا موقع قرار پائے۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ سے منقول ہے کہ ''روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا دسترخوان نازل کیا گیا'' مگر ایمان نہ لانے والے پھر بھی ایمان نہ لائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سورہ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل کی گئی اس میں جو چیزیں حلال کردی گئیں ان کو حلال سمجھو اور جو چیزیں حرام کردی گئی ہیں ان کو حرام سمجھو۔'' (روح المعانی)

آخری سورت
قرآن کریم کے تفصیلی احکامات کی یہ آخری سورت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: سورہ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئی اس میں تم جن چیزوں کو حلال پاؤ ان کو حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کو حرام سمجھو۔ (مستدرک حاکم)۔

خصوصیت
علماء نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ میں سب سے زیادہ احکامات بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: سورہ مائدہ نبی مکرم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ سفر میں عضبا نام کی اونٹنی پر سوار تھے۔ وحی کے بوجھ سے جب اونٹنی کی ہڈیاں چٹخنے لگیں اور اونٹنی اس بوجھ کو اٹھانے سے بے بس ہوگئی تو آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر تھا جو ۱۰ھ میں پیش آیا اس کے بعد آپ اس دنیاوی زندگی میں اسّی (۸۰) دن حیات رہے۔ اس سورۃ میں جتنے مسائل بیان کیے گئے ہیں کسی دوسری سورۃ میں شاید اس سے زیادہ بیان نہیں کیے گئے۔ اس میں تہذیب وتمدن، معاشرت اور معیشت وغیرہ کے بیشتر اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ معاہدات اور وعدوں کی پابندی، کھانے پینے کی چیزوں میں حرام وحلال کی حدیں، شراب کی حرمت، وضو غسل، تیمم، معاہدۂ نکاح، تجارتی معاملات اور لین دین کے احکامات وغیرہ کو تفصیل سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ تمام جزیرۃ العرب پر مسلمانوں کو مکمل فتح حاصل ہو چکی تھی اور ان کا مکمل غلبہ تھا لیکن پھر بھی اہل کفر کو ایک دفعہ ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے تاکہ ان کو سنبھلنے کا جو آخری موقع دیا گیا ہے اگر وہ چاہیں تو سنبھل کر دین اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو جائیں۔

تکمیل دین
اس میں آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم'' نازل ہوئی جس میں دین اسلام کے مکمل ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

سُوْرَةُ الْمَآئِدَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

ترجمہ: آیت نمبر ۱

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اے ایمان والو! معاہدات کی پابندی کرو۔ چوپایوں کی قسم کے تمام جانور تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں۔ سوائے ان جانوروں کے جن کی حرمت تمہیں سنا دی جائے گی۔ جب تم احرام کی حالت میں ہو تو (شکار کو کسی وقت بھی حلال نہ سمجھنا)۔ بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱

اَوْفُوْا	پورا کرو
اَلْعُقُوْدُ	(عَقْدٌ) عہد۔ وعدہ۔ قول
بَهِيْمَةُ	چوپائے
اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔ جانور
يُتْلٰى	تلاوت کیا گیا۔ پڑھا گیا
مُحِلِّى	(مُحِلٌّ کی جمع) حلال جاننے والے۔ جائز کر لینے والے
اَلصَّيْدُ	شکار

حُرُمٌ (حرام کی جمع ہے)۔ حالت احرام میں ہونا۔ ادب واحترام والے
یَحْکُمُ وہ فیصلہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی کسوٹی معاملات کو قرار دیا ہے۔ جو آدمی معاملات میں جتنا صحیح ہے اس کا دین بھی اسی قدر درست ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اے مومنو! اگر تم ایمان کا دعویٰ رکھتے ہو تو معاہدات کی پابندی کرو(۱)۔ ان میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو انسان نے روز ''الست'' اللہ سے کر رکھے تھے۔ جن کی تجدید اس نے دنیا میں آ کر کلمہ طیبہ سے کی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خالص اطاعت کا پیمانِ وفا باندھا ہے(۲)۔ ان میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو انسان نے اپنی ذات سے یا کسی اور شخص سے یا ادارے سے کر رکھے ہیں۔ مثلاً نکاح، خرید و فروخت، ٹھیکہ، اجارہ، دوستی ہبہ، وعدہ وغیرہ (۳)۔ ان میں صلح و جنگ کے ثقافت یا لین دین وغیرہ کے وہ قومی اور بین الاقوامی معاہدات بھی شامل ہیں جو ایک حکومت، جماعت یا ادارہ نے کسی دوسری حکومت، جماعت یا ادارہ سے کر رکھے ہوں۔ خواہ زبانی ہوں یا تحریری۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان معاہدات میں کوئی بات خلاف شرع یا ناجائز نہ ہو کیونکہ خلاف شرع کوئی عہد اور معاہدہ کرنا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

معاہدہ ایک رسمی لفظ ہے۔ اس کے پیچھے قانون اور اخلاق سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ قرآن پاک نے لفظ ''عقود'' (جو عقد کی جمع ہے) لا کر اس میں مضبوطی اور تقدس کو داخل کر دیا ہے۔ لفظ ''معاہدہ'' باہم دنیاوی مفاد کو ظاہر کرتا ہے۔ لفظ ''عقد'' میں دنیاوی مفاد کی قربانی بھی شامل ہے اور اخروی بھی۔ عقد کے معنی گرہ کے بھی ہیں اور گرہ باندھنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ ''عقود'' کے معنی وہ گرہیں بھی ہیں جو ایک انسان نے دوسرے انسان سے باندھ رکھی ہیں اور وہ گرہیں بھی ہیں جو پہلے سے بندھی چلی آ رہی ہیں اور ہر ایک پر لاگو ہیں۔ مثلاً باپ دادا نے اگر کوئی سمجھوتہ یا وعدہ کر لیا تو اس کی پابندی وارثوں کو بھی کرنی چاہیئے۔ لیکن یاد رکھئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے یا جن سے منع کیا ہے اس کو بجا لانا اہلِ ایمان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ یہ بھی ایک بندہ کا اپنے اللہ سے ایک عہد، معاہدہ اور عقد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''چوپایوں کی قسم کے تمام جانور حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کی حرمت تمہیں سنا دی جائے گی''۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دین اسلام کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو حلال اور حرام کا امتیاز عطا کیا ہے۔ دوسرے مذاہب کا دامن زیادہ تر اس سے خالی ہے۔ بدھ، جین، یہود، پارسی وغیرہ مذاہب حلال کی فہرست دیتے ہیں مگر بہت معمولی۔ عیسائیت، ہندومت، چین، جاپان، افریقہ، جنوبی امریکہ، جزائر آسٹریلیا اور تمام وحشی مردم خور اقوام کوئی فہرست نہیں دیتیں۔ نہ حلال کی، نہ حرام کی بلکہ اکثر و بیشتر مذاہب اللہ اور رسول ﷺ ہی کو نہیں سمجھتے احکام اور لازمی اعتقاد کی کوئی کتاب نہیں رکھتے چنانچہ ان کے پاس نہ حلال و حرام کا تصور ہے نہ امر و نہی کا۔ خوراک اور جنس میں یہی بے لگام جنگلی آزادی نے کمیونزم میں وہ کشش پیدا کر دی تھی کہ ہمارے بعض مفکرین نے تو

قرآن وسنت کے احکامات کو بھی اس کے رنگ میں ڈھال کر بیان کرنا شروع کر دیا تھا مگر کمیونزم کے نظام کی ناکامی نے دنیا کو بتادیا کہ انسان کی سچی فلاح و بہبود اور کامرانی صرف اللہ کے دین اور اسلام کے ابدی اصولوں کی سچائی سے وابستہ ہے۔ آیت کریمہ میں ''چرنے والے'' کی شرط کے ساتھ ''پالتو'' کی شرط لگا دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جانور (مرغی کی طرح دوپائے یا بکرے کی طرح چار پائے) جن کی غذا نباتات ہے، جو شکاری پنجے نہیں رکھتے۔ جو کینچلی نہیں رکھتے۔ یعنی جو شکار مار کر نہیں کھاتے، غلاظت نہیں کھاتے۔ زہر نہیں رکھتے اور جن کا گوشت انسانی جسم اور انسانی ذوق سلیم کے مناسب ہے وہ حلال ہیں۔ چونکہ غذائی جانور بڑی تعداد میں ذبح کئے جاتے ہیں، اس لئے ان کی پیدائش بھی بہت زیادہ رکھی گئی ہے۔

سورہ مائدہ اہلِ ایمان پر جس پابندی کا ذکر سب پہلے کرتی ہے وہ یہ کہ خواہ حج کا قصد ہو، یا عمرہ کا، حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے۔ حالت احرام، کے دو معنی بنتے ہیں۔ حدود حرم یعنی حدود میقات کے اندر خواہ کسی نے احرام نہ باندھا ہو۔ دوسرے حدود حرم کے باہر اگر کسی نے احرام باندھ لیا ہو۔ اس آیت کی رو سے صرف شکار کرنا منع ہے، شکار کا گوشت کھانا منع نہیں ہے۔

یہ آیت حلال گوشت ذبح کرنے اور کھانے کی اجازت دیتی ہے اور گوشت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام غذاؤں کا سردار بتایا ہے۔

اس آیت کا آخری ٹکڑا کہ حلال و حرام کی قید یا اور کوئی شرعی قید کے متعلق بحث اور اعتراض کا دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ کوئی سر پھرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری عقل میں یہ بات نہیں سماتی۔ اس لئے میں نہیں مانتا۔ ماننے اور اطاعت کرنے کی بنیاد ایک اور صرف ایک ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ حلال کر دیا تو حلال۔ حرام کر دیا تو حرام۔ اللہ اور رسول ﷺ کا کسی چیز کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم سب سے پہلا عقیدہ ہے جس کی پابندی بے چون و چرا اہل ایمان پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس چیز سے رکنے کا حکم ہے وہی سب سے پہلا عقد ہے جس کی پابندی کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٢

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ٢

اے ایمان والو! تم اللہ کی مقرر کی ہوئی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ اس قربانی کے جانور کی جسے قربانی کے لئے حرم میں لے جایا جارہا ہو۔ نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں نذر و قربانی کے پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیت الحرام کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور جب تم احرام سے نکل آؤ تو شکار کرسکتے ہو اور تم جذبات میں اتنا بھڑک نہ جاؤ کہ اس قوم کے خلاف زیادتی کرنے لگو جس نے تم پر مسجد حرام کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ نیکی اور اللہ کی عبادت کے کام میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ۔ گناہ اور ظلم کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ ہی سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢

لَا تُحِلُّوْا	حلال نہ سمجھو
شَعَآئِرُ	(شَعِیْرَۃٌ) کی جمع ہے۔ عبادت کی نشانیاں۔ نامزد چیزیں
اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ	عزت والا مہینہ
اَلْھَدْیُ	نیاز کعبہ۔ حرم کو بھیجا جانے والا جانور
اَلْقَلَآئِدُ	(قَلَادَۃٌ) ۔ پٹہ۔ ہار (قربانی کے جانور کا ہار)
آٰمِّیْنَ	(اُمٌّ)۔ کعبہ کا ارادہ کرکے چلنے والے
اَلْبَیْتُ الْحَرَامِ	عزت و احترام کا گھر (کعبۃ اللہ)
حَلَلْتُمْ	تم نے حلال کرلیا (احرام کھول دیا)
اِصْطَادُوْا	تم شکار کرو
لَا یَجْرِ مَنَّ	تمہیں مجرم نہ بنادے
شَنَاٰنُ	دشمنی
تَعْتَدُوْا	تم زیادتی کرتے ہو

تَعَاوَنُوا	تم ایک دوسرے کی مدد کرو
اَلْبِرُّ	نیکی۔ بھلائی
اَلْاِثْمُ	گناہ
اَلْعُدْوَانُ	حد سے آگے نکل جانا۔ سرکشی اختیار کرنا
اَلْعِقَابُ	عذاب۔ سزا

تشریح: آیت نمبر ۲

خطاب پھر اہل ایمان ہی سے ہے جن پر مشرکین نے حج وعمرہ کے لئے مکہ جانے کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو اس سال واپس جانا ہوگا اور آئندہ سال چند شرائط کے ساتھ عمرہ کے لئے آسکتے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کے جذبات مشتعل تھے، ڈر تھا کہیں جوش میں آکر کچھ انتقامی کارروائی نہ کر بیٹھیں مثلاً جو قافلے حج یا عمرہ کے لئے مدینہ سے جارہے تھے انہیں روک نہ دیں یا ان کے نذرونیاز کے جانوروں کو چھین نہ لیں یا مار نہ ڈالیں۔ چونکہ مکہ جانے کا راستہ مدینہ کے آس پاس سے گزرتا تھا اس لئے مسلمان ایسا کرسکتے تھے۔ اس آیت میں انہیں ان باتوں سے روک دیا گیا ہے۔ حکم ہے کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں کو نہ چھیڑو خواہ وہ کسی قوم یا مذہب والوں کی طرف سے ہوں۔ جن چیزوں کو یا جن حرکتوں کو کسی قوم یا مذہب نے اپنے عقیدہ وعمل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کا مظہر یا آلہ کار بنا رکھا ہو وہ مسلمانوں کے لئے واجب الاحترام ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسلام کے شعائر سے نہ ٹکراتے ہوں۔ یہ بھی حکم ہے کہ ان مہینوں میں جنگی چھیڑ چھاڑ یا حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ تاکہ حج کرنے والے بلا خطر آ اور جاسکیں وہ چار مہینے یہ ہیں۔ ذی قعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ البتہ اگر کوئی دشمن حملہ کردے تو پھر اپنا بچاؤ ضروری ہے۔

اسی طرح ان جانوروں پر کوئی دست درازی کرنے کی اجازت نہیں ہے جن کے گلے میں وہ پٹے پڑے ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ قربانی کے لئے مخصوص کردیئے گئے ہیں اور حرم میں جاکر قربان کئے جائیں گے۔ اسی طرح اس قافلہ پر بھی کوئی دست درازی نہیں کی جائے گی جو حج یا عمرہ کی خاطر مکہ جارہا ہو۔ اور اس کا مقصد اپنے رب کو خوش کرنا اور دعا کرنا ہو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کے لئے مکہ جانے والوں کی حفاظت فرمائی اور اس طرح مکہ کا جو رابطہ بیرون مکہ بلکہ بیرون عرب سے چلا آرہا تھا وہ قائم ودائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ آئندہ سال مسلمان مکہ پر قابض ہوجائیں گے اور یہ رابطہ تبلیغ اسلام کے کام آئے گا۔ جب شعائر اللہ کی بات ہورہی ہے تو احرام بھی اسلامی شعائر میں سے ہے۔ اور اس کا ایک احترام یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حدود حرم میں شکار نہ کیا جائے۔ ان حالات میں لڑنا، گالی دینا، زخم پہنچانا منع ہے۔ البتہ یہاں اس بات کی

اجازت دی گئی ہے کہ جب وہ حدود حرم سے باہر آجائیں اور حج یا عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام اتار دیں تو شوق سے شکار کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے لڑنے کو بھی منع کیا ہے خواہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے حج اور عمرہ کا راستہ بند کر دیا ہو۔ اگر لڑائی ہوتی تو جو فوائد صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے حاصل ہوئے تھے ان میں شدید رخنے پڑ سکتے تھے۔

آخری آیت میں وہ عظیم الشان اصول پیش کیا گیا ہے جو ہر فلاح و بہبود کا ضامن ہے، جس سے ہر نیکی پھیلتی ہے اور ہر برائی گھٹتی ہے۔ یعنی ہر شخص پر لازم ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کام میں شریک ہو اور ہر طرح تعاون کرے۔ لیکن گناہ اور ظلم کے کام میں ہرگز کوئی حصہ نہ لے اور جتنا دور رہ سکے دور ہی رہے۔ یہ تعاون غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے بلکہ ہونا چاہیے۔

''تعاون'' تنظیم کا دروازہ ہے جب بہت سے لوگ کسی نیک مقصد میں لگے ہوں تو ہر شخص کی ذمہ داری اور فرائض مقرر ہونا چاہئیں ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔ اس میں کم از کم ایک شخص ذمہ داری اور فرائض مقرر کرنے والا، نگرانی کرنے والا اور احتساب کرنے والا ضروری ہے۔ اس طرح نیک کام میں حصہ لیتے ہی تنظیم کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور تنظیم کے بغیر کوئی اچھی یا بری تحریک نہیں چل سکتی۔ اس آیت نے مسلمانوں پر تعاون کا حکم دے کر تنظیم کا حکم دے دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں تحریک اور تنظیم کی ضرورت دن بدن زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ اب برے کاموں کے لئے بھی خفیہ یا علانیہ تنظیمیں بننے لگی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ نیک کاموں کے لئے تنظیمیں بنائیں اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بے لوث اور بے غرض تعاون کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣

تم پر حرام کردیئے گئے (١) مردار جانور (٢) اور خون (٣) اور سور کا گوشت (۴) اور وہ جسے اللہ کے سوا کسی اور نام پر (ذبح) کیا گیا ہو۔ (۵) اور جو گلا گھٹ کر (٦) یا چوٹ کھا کر (٧) یا بلندی سے گر کر (٨) یا ٹکرا کر مرا ہو (٩) یا جسے کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پالیا اور ذبح کرلیا ہو (وہ حلال ہے)۔ (١٠) اور وہ جانور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (١١) جس کی تقسیم جوئے کے پانسے کے ذریعہ طے کی جائے۔ یہ سارے افعال گناہ اور حرام ہیں۔ آج کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پر راضی ہو گیا ہوں۔

ہاں جو بھوک کے مارے بے قرار ہو جائے مگر نافرمانی کا جذبہ نہ ہو تو بے شک اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣

اَلۡمَیۡتَۃُ — مردار جانور۔ مرا ہوا

اَلدَّمُ — خون

اُھِلَّ — پکارا گیا۔ نام لیا گیا

لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ — سور کا گوشت

اَلۡمُنۡخَنِقَۃُ — گلا گھونٹ دیا گیا

اَلۡمَوۡ قُوۡذَۃُ — چوٹ کھا کر مارا گیا۔ چوٹ سے مرا ہوا

اَلۡمُتَرَدِّ یَۃُ — کسی اونچی جگہ سے گر کر مر گیا ہو

اَلنَّطِیۡحَۃُ — سینگ مارا گیا ہو۔ ٹکر سے مر گیا ہو

اَلسَّبُعُ — درندہ

ذَکَّیۡتُمۡ — تم نے ذبح کرلیا

ذُبِحَ	ذبح کیا گیا
اَلنُّصُبُ	عبادت کی جگہیں
تَسْتَقْسِمُوْا	تم تقسیم کرو۔ تم قسمت معلوم کرو
اَلْاَ زْلَامُ	(زَلَمٌ) پانسے کے تیر
ذٰلِکُمْ	ان سب میں
فِسْقٌ	گناہ
یَئِسَ	مایوس ہوگیا (مایوس ہو گئے)
لَا تَخْشَوْا	تم نہ ڈرو
اِخْشَوْنِ	مجھ سے ڈرو (اخشونیْ میں "ی" گر گئی)
اَکْمَلْتُ	میں نے مکمل کردیا
اَتْمَمْتُ	میں نے پورا کردیا
رَضِیْتُ	میں راضی ہوگیا۔ میں نے پسند کرلیا
اُضْطُرَّ	مجبور ہوگیا
مَخْمَصَۃٌ	بھوک۔ بھوک کی بے قراری
غَیْرَ مُتَجَا نِفٍ	مائل نہ ہو۔ نہ جھکنے والا

تشریح: آیت نمبر ۳

اس آیت نے گیارہ قسم کے جانور بطور غذا حرام کردئیے ہیں اوران کی بھی دو قسمیں کردی ہیں۔ (۱) وہ جانور جو قطعاً حرام ہیں جیسے مردار جانور مگر حدیث کی رو سے مچھلی اور ٹڈی مردار نہیں ہیں اور بغیر ذبح کھائی جاسکتی ہیں۔ (۲) خون کا پینا قطعاً حرام ہے لیکن وہ خون جو جم کر ایک شکل اختیار کرلے وہ حلال ہے جیسے کلیجی اور جگر اسی لئے حدیث شریف میں جہاں میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو مستثنیٰ فرمایا اسی میں جگر اور تلی کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح خطرناک بیماریوں میں ماہر ڈاکٹروں کے مشورے سے ضرورت کی بنیاد پر جو خون چڑھایا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے (۳) سور کا گوشت جس میں ہڈی، چمڑا، چربی، بال اور ہر جز شامل ہے۔

(۴) وہ جسے غیر اللہ کا نام لے کر یا غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ (۵) وہ جو کسی استھان یا آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور کسی مخلوق سے منسوب یا کسی خاص مشرکانہ و کافرانہ عقیدہ سے وابستہ ہو۔ اور جس مشترکہ جانور کا گوشت ہر شریک کے حصہ میں شرکت کے مطابق تقسیم کرنے کے بجائے ان جوئے کے تیروں سے یا پانسہ پھینک کر کی گئی ہو جس سے کوئی بالکل محروم ہو جائے۔ اور کسی کو بہت زیادہ اور کسی کو حق سے کم ملتا ہے۔

دوسری قسم کا وہ حلال جانور ہے جو زخمی ہو یا کسی طرح موت کے قریب ہو لیکن اگر موت سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے۔ ان کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جس کا گلا گھٹ گیا ہو یا گھوٹا گیا ہو لیکن جان باقی ہو۔ (۲) وہ جو کسی پتھر یا ڈنڈے یا کسی ارادی یا غیر ارادی ضرب سے چوٹ کھا کر مر گیا ہو (۳) وہ جو بلندی سے اتفاقاً گر پڑا ہو یا ارادتاً پٹک دیا جائے (جس طرح نیپال میں گائے کو بلندی سے پٹک کر مارتے ہیں) (۴) وہ جو ٹرین یا بس یا دیوار یا پہاڑ وغیرہ سے ٹکر کھا گیا ہو اور (۵) جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ خواہ ابھی یا پہلے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مچھلی اور ٹڈی کے سوا حلال جانور کو حلال کرنے کا واحد حلال ذریعہ ذبح ہے۔ پیٹ چاک کر دینا یا جھٹکا کر دینا یا مشین سے مار دینا یا گیس اور زہر یا زہریلے انجکشن سے مار دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب حرام طریقے ہیں۔ آج کل جو مغرب یا مشرق سے ڈبہ بند مرغی چڑیا یا بکری بھیڑ گائے وغیرہ کے گوشت درآمد ہو رہے ہیں جب تک تصدیق نہ ہو جائے ان کا استعمال بالکل نہ کریں۔ کیوں کہ وہ زیادہ تر مشین سے یا گیس سے (بیک وقت سینکڑوں یا ہزاروں کی تعداد میں) مارے گئے ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم ہوٹلوں میں بلا تحقیق گوشت نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ مشکوک ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ جو مسلمان یورپ، بھارت، برما، امریکہ، کینیڈا، چین، جاپان، سنگاپور، تھائی لینڈ، افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ میں رہتے ہیں وہ خاص طور پر ہوٹلوں سے ہوشیار رہیں۔ خصوصاً ان ہوٹلوں سے جہاں شراب بھی سپلائی ہوتی ہے۔

صرف ذبح کیوں حلال ہے؟ (۱) ذبح کرنے والا مسلمان ہوتا ہے۔ ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام لیتا ہے اور وہ کلمات پڑھتا ہے جو مقدس معاہدہ میں بندے اور اللہ کے درمیان ہوتے ہیں۔ (۲) ذبح کرنے سے موت میں دیر نہیں لگتی اور جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ (۳) سارا خون بہہ کر گردن سے نکل جاتا ہے۔ ادھر ادھر جم کر گوشت کو بدمزہ نہیں کرتا۔ اور سب سے بڑھ کر (۴) یہ سکون ہو جائے کہ جانور کے اندر زہر داخل نہیں ہوا۔ اگر مچھلی ہے تو یہ گارنٹی ذبح کے ذریعہ نہیں بلکہ تازگی کے ذریعہ ملتی ہے۔ (۵) ذبح سنت ابراہیمی ہے۔

جس طرح اور جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اسی طرح اونٹ حلال کرنے کا مسنون طریقہ نحر ہے جس میں اس کو کھڑا کر کے اس کا ایک پاؤں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دیا جاتا ہے۔ اس آیت کے اخیر میں اضطرار اور خطرہ موت کی حالت میں حرام گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے شرط یہ ہے کہ کھانے والا نافرمانی اور گناہ کا جذبہ نہ رکھتا ہو۔ صرف وقتی طور پر جان بچانا

چاہتا ہو۔ سورہ بقرہ میں حرام کھانے کے سلسلے میں دو شرطیں اور بڑھا دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کھانے میں اپنی ضرورت ہی پیش نظر ہو اللہ کے قانون کو توڑنا مقصد نہ ہو دوسرے یہ کہ بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جائے ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ حرام صرف حالت اضطرار میں بھوک رفع کرنے کے لئے ہے۔ مزہ لے لے کر کھانے کے لئے نہیں ہے۔

اس آیت کے بیچ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آج کفار اسلام پر غالب آنے سے مایوس ہو کر طرح طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ تم ان کی ان حرکتوں سے نہ ڈرو بلکہ اپنے اللہ کا خوف دل میں رکھو۔ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جس وقت تم بہت تھوڑے سے تھے اور بہت مغلوب اور مظلوم تھے۔ اس وقت تم کفار سے نہ ڈرے۔ تم نے ہر طرح جہاد کیا۔ آج ڈرنے کی کیا وجہ ہے جب کہ تمہیں ان پر غلبہ نصیب ہو چکا ہے۔ اور سارا عرب تمہارے زیر انتظام آچکا ہے۔ ڈرو تو صرف اللہ کا۔ دنیا کی کافرانہ طاقتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ دین اسلام صرف چند ظاہری عبادات کا نام نہیں ہے یا ادھر ادھر کے چند منتشر احکام نہیں ہیں بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے جس کے لئے فرمایا گیا ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے''۔ یہ آیت وحی قرآنیہ کی آخری آیت ہے یا تقریباً آخری آیات میں سے ہے۔ میدان عرفات میں عصر کے وقت حجۃ الوداع کے اس مبارک موقع پر نازل ہوئی۔ جب تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے موجود تھے اور ان میں کوئی مشرک شامل نہ تھا۔ اس آیت میں حلال وحرام جانور کی تفریق کی گئی ہے۔ اس کے بعد حکم یا منع کے سلسلے میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔ ہاں ترغیب و ترہیب کی چند آیات نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے بعد دین مکمل ہو گیا ہے۔ اب اس میں قیامت تک کسی اضافہ یا تنسیخ کی نہ حاجت ہے اور نہ گنجائش۔ اس آیت کے نازل ہونے کے لگ بھگ اکیاسی دن بعد حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وحی، نبوت اور رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو گیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکمیل دین اللہ کی طرف سے بندوں پر اتمام نعمت ہے اس دین پر چلنے سے نہ صرف دنیا کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں بلکہ آخرت کی نعمتیں بھی نصیب ہوں گی۔ اسی کے ذریعہ بندہ جنت تک پہنچ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے بندوں کی رہنمائی کے لئے ایک مکمل نظام فکر، نظامِ عبادت اور نظامِ عمل کا آجانا جو زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی، مادی اور روحانی گوشوں پر حاوی ہو، اتمام نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔

فرمایا گیا کہ خبردار دین اسلام کے سوائے کوئی دوسرا طریقہ اللہ کو قبول نہیں ہے۔ اس تمام نعمت کا اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ اللہ کو خوش کرنے اور دنیا میں اس کی مدد حاصل کرنے کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں ہے اور آخرت میں اس کی جنت حاصل کرنے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ اس لئے حلال وحرام کی جو پابندیاں لگا دی گئی ہیں، ان پر تمام و کمال عمل کیا جائے۔ یہ پابندیاں طبی نقطہ نظر سے بھی ہیں اور ذہنی، اخلاقی اور روحانی نقطہ نظر سے بھی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا حلال ہے؟ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے ساری پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پکڑنا سکھایا ہے۔ تو جس شکار کو انہوں نے تمہارے لئے پکڑ رکھا ہو اسے کھاؤ مگر اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴

اُحِلَّ	حلال کیا گیا
اَلطَّيِّبٰتُ	(طَيِّبَةٌ)۔ پاکیزہ۔ صاف ستھری چیزیں
عَلَّمْتُمْ	تم نے پڑھایا۔ سکھایا
اَلْجَوَارِحُ	(جَارِحَةٌ)۔ جانور جو چھپ کر شکار کو دبوچ لے۔ زخمی کرنے والے
مُكَلِّبِيْنَ	(تَكْلِيْبٌ)۔ شکار پر جھپٹنے والے
تُعَلِّمُوْنَ	تم سکھاتے ہو۔ سدھاتے ہو
اَمْسَكْنَ	وہ روکیں۔ پکڑیں
اُذْكُرُوْا	یاد رکھو۔ (پڑھو)
سَرِيْعُ الْحِسَابِ	جلد حساب لینے والا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴

کتا، شکرہ، اور شکاری جانوروں کے ذریعہ شکار پکڑنا اور کھانا جائز ہے شرط یہ ہے کہ (١) پکڑا ہوا جانور حلال اور پاکیزہ ہو (٢) شکاری جانور کو شکار پکڑنا سکھایا گیا ہو (٣) شکاری جانور نے شکار پکڑ کر مالک کے لئے رکھا ہو یعنی خود نہ کھایا ہو۔ شکرہ اور باز کے لئے شرط یہ ہے کہ جب مالک واپس بلائے فوراً واپس آجائے اگر چہ وہ شکار کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ اگر وہ اپنی مرضی سے اس کا شکار کرتا ہے تو اس کا شکار مالک کے لئے جائز نہیں ہے۔ بہر حال ہر اس شکار کا ذبح ہونا ضروری ہے جو زندہ مل جائے۔ (۴) مالک کے لئے ضروری ہے کہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے ہوئے اللہ کا نام لے یعنی بسم اللہ پڑھے۔ (٦) اس سارے معاملہ میں ناجائز ظلم اور درندگی کا مظاہرہ نہ ہو۔ بلکہ اللہ کا خوف دامن گیر رہے۔ اس کی بہر حال احتیاط رہے کہ شکار کی مشغولیت میں نماز وغیرہ چھوٹ نہ جائے۔ اجماع امت ہے کہ وہ سارے جانور حرام ہیں جو خونخوار ہیں۔ بے حیا ہیں، گندے ہیں یا گندگی کھاتے ہیں، انسانی صحت کے لئے مضر ہیں یا کسی طرح ذوق سلیم پر گراں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض جانور بعض لوگوں کے ذوق پر گراں اور سخت گراں ہیں لیکن دوسرے لوگوں کی مرغوب غذا ہیں۔ مثلاً کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ اہل چین کی مرغوب غذا ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے لوگ سور کا گوشت شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض وحشی قومیں گدھا کھاتی ہیں۔ بہر حال مسلمانوں کو وہ سارے جانور منع کر دیئے گئے ہیں جو حرام ہیں۔ اور جن میں گندگی، درندگی اور بے حیائی پائی جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ انسان جس جانور کا گوشت کھاتا ہے اس جانور کا مزاج بھی اس گوشت کے ساتھ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جب کہ دینِ اسلام پاکیزگی، امن و سلامتی اور شرم و حیا کا درس دیتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۪ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ع ١ / ٥

ترجمہ: آیت نمبر ٥

آج کے دن (سے قیامت تک) تمہارے لئے سب پاک صاف چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے اور ان کے لئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے پاک دامن مومن عورتیں حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان میں سے ہوں خواہ ان میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ تم نکاح میں مہر ادا کر کے ان کے محافظ بنو۔ نہ یہ کہ محض شہوت رانی یا پوشیدہ آشنائی کرنے لگو۔ اور جس نے ایمان کے بدلے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اس کے سارے نیک اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں برباد حال ہو گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥

طَعَامٌ	کھانا۔ (مراد ہے ذبیحہ)
اَلْمُحْصَنٰتُ	پاک دامن عورتیں
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	تم نے ان کو دیا۔ ادا کر دیا
اُجُوْرٌ	(اَجْرٌ)۔ بدلہ۔ مہر
مُحْصِنِیْنَ	حفاظت میں لینے والے
مُسَافِحِیْنَ	خواہشیں پوری کرنے والے
مُتَّخِذِیْ	(نون گر گیا)۔ بنانے والے۔ پکڑنے والے
اَخْدَانٍ	چھپ کر دوستی کرنا
حَبِطَ	ضائع ہو گیا۔ (ہو گئے)

تشریح: آیت نمبر ٥

گزشتہ آیت کے پہلے حصہ کو تاکید کے لئے دہرایا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہر لطیف اور صحت مند گوشت حلال کر دیا گیا ہے۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر مل جل کے کھایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہاں کوئی حرام چیز نہ ہو

اور گوشت حلال ذبیحہ کا ہو۔

اسی طرح اہل کتاب کی نیک چلن شریف خاندانی عورت سے ایک مسلمان کی شادی اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ باضابطہ رسم نکاح ہو اور مہر بھی مقرر کیا گیا ہو اور وہ عورت اپنی کتاب پر ایمان رکھتی ہو۔

قرآن و حدیث نے صرف یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کہا ہے اور ان سے بھی شادی کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ صرف عام اقوام عالم کی طرح نام کے عیسائی اور یہودی نہ ہوں بلکہ حقیقی معنی میں اہل کتاب ہوں۔ دوسرے یہ کہ اہل کتاب کے مرد سے کسی مسلمان عورت کا نکاح حلال نہیں ہے۔ اولاد باپ کی ہوتی ہے اگر غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح ہوگا تو ممکن ہے وہ اپنی اولاد کو یہودی یا عیسائی بنالے گا جو ملت اسلامیہ کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اگر یہ خطرہ ہے تو دوسری طرف ایک اور خطرہ بھی ہے کہ اجازت کے باوجود اگر کسی اہل کتاب عورت سے کسی مسلمان نے شادی کر لی تو ممکن ہے وہ اپنی اولاد کو یہودی یا عیسائی بنالے گی اسی خطرہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے منع کر دیا تھا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادیاں کی جائیں۔ اس آیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس بات کو اس طرح سمجھنا آسان ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ ہر شخص چار شادیاں ضرور کرے اگر کوئی شخص چار شادیاں نہیں کرے گا تو وہ مسلمان ہی نہ رہے گا۔ یہ تو کبھی کبھی انسانوں کی شدید ضرورت بن جاتی ہے لہٰذا اگر کوئی ایسا موقع آجائے تو اس حکم سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تاریخ میں بہت سے واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح مسلم امت کو بہت مہنگا پڑا ہے اور اس سے شدید نقصان پہنچا ہے اس لئے علماء کی رائے یہ ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے شادیاں نہ کی جائیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ اس ایک آیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان لوگوں کا شمار اہل کتاب میں نہیں کیا جائے گا جو کسی طور سے تو اہل کتاب کہلاتے ہوں اور سرکاری خانہ پری یا سیاسی یا معاشرتی فوائد کے لئے اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہوں لیکن نہ تو اللہ کو مانتے ہوں نہ کسی نبی کو مانتے ہوں نہ کسی کتاب کو مانتے ہوں نہ کسی اصول اور ضابطہ کے پابند ہوں مثلاً موجودہ کمیونسٹ۔ لادین اور بددین لوگ ان کی عورتیں حرام ہیں خواہ وہ یہودی کا لیبل لگائیں یا عیسائی کا۔ نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت نے اہل کتاب کی شریف نیک چلن خاندانی عورتوں سے شادی کی اجازت دے دی ہے۔ پھر بھی بہتر ہے کہ مسلمان ان سے بچتے رہیں خصوصاً وہ مسلمان جو کسی مسلم ریاست میں جنگی یا ملت کے کسی اہم عہدہ پر فائز ہیں کیونکہ یہ عورتیں راز لینے کے لئے آتی ہیں یا دولت لوٹنے کو ضرور آتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض اہم صحابہ کو کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے سے روکا ہے اور اگر وہ شادی کر چکے ہیں تو ان کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ان کے سامنے نہ صرف یہ خطرات تھے بلکہ یہ بھی کہ اگر مسلم مرد حسن و جمال کی خاطر کتابیوں سے شادی کرنے لگیں گے تو پھر مسلم عورتوں کو رشتہ ملنا مشکل ہو جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا
وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ
وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ
الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا
صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦ وَاذْكُرُوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ
قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٧

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھولیا کرو۔ اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو (نہا کر) پاک صاف ہو جاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو یا تم سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو (یعنی صحبت کی ہو) اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیا

کرو۔ اور (اس کا طریقہ یہ ہے) کہ اس پر (پاک مٹی پر) ہاتھ مار کر اپنے تمام چہرے پر اور اپنے ہاتھوں پر (کہنیوں سمیت) مسح کرلیا کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تم پاک ہو جاؤ اور (اس طرح) وہ اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تا کہ تم احسان مانو۔

اور اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کیا کرو۔ اور اس معاہدہ کو بھی یاد کیا کرو جو اس نے تم سے ٹھہرایا تھا۔ وہ وقت یاد کرو جب تم نے قول و قرار کیا تھا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ اور تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہارے دلوں کا بھید تک جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٧

قُمْتُمْ	تم کھڑے ہوئے
وُجُوْہٌ	(وَجْہٌ)۔ چہرے
اَیْدِیْ	دونوں ہاتھ۔ (یہاں نون گر گیا)
اَلْمَرَافِقُ	(مِرْفَقٌ)۔ کہنیاں
اِمْسَحُوْا	تم مسح کرو۔ (سر پر ہاتھ پھیرنے کو مسح کہتے ہیں)
رُءُ وْسٌ	(رَأْسٌ)۔ سر
اَرْجُلٌ	(رِجْلٌ)۔ پاؤں
اَلْکَعْبَیْنِ	(اَلْکَعْبُ)۔ ٹخنے (پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی)
جُنُبًا	(جَنَابَۃٌ)۔ ایسی حالت جس میں غسل واجب ہوتا ہے
اِطَّھَّرُوْا	تم اچھی طرح پاک ہو جاؤ
اَلْغَآئِطُ	رفع حاجت کی جگہ۔ (نیچی جگہ)
لٰمَسْتُمْ	(لَمس. مُلَامَسَۃٌ)۔ تم نے چھوا۔ ہاتھ لگایا (مراد ہے صحبت کرنا)
مَآءٌ	پانی
تَیَمَّمُوْا	تیمم کرو۔ (ارادہ کرو)
صَعِیْدًا	مٹی

طَيِّباً	پاک۔صاف ستھری
حَرَجٌ	گناہ۔تنگی
لِيُتِمَّ	تا کہ وہ پورا کرلے۔مکمل کرے
مِيْثَاقٌ	عہد۔وعدہ۔معاہدہ
وَاثَقَ	مضبوط کیا۔ٹھہرایا۔ (مُوَاثِقَةٌ۔پکا وعدہ لینا)

تشریح: آیت نمبر ٦ تا ٧

آیت نمبر ٦ میں اللہ تعالیٰ نے وضو اور تیمم کے متعلق ہدایات دی ہیں کہ کس طرح وضو اور تیمم کرنا چاہیے اور کیوں کرنا چاہیے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وضو کر کے بتایا ہے اور ارشاد ہے کہ سر میں گردن کا پچھلا حصہ، کان کے سوراخ، ناک کے سوراخ اور داڑھی شامل ہے۔اور وضو میں ان اعضاء کا مسح اور غسل بھی سنت ہے جب کہ غسل واجب میں ان تمام اعضاء میں بھی پانی پہنچانا لازمی ہے۔اگر داڑھی گھنی ہے تو صرف خلال کافی ہے، نیز کلی کرنا اور دانتوں میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔سر کے بالوں کا مسح ٹوپی، عمامہ، اسکارف اتار کر کرنا چاہیے۔لیکن اگر پاؤں میں چمڑے کا موزا ہو تو بھیگی انگلیوں سے موزوں کے اوپر کا مسح کافی ہوگا۔مقیم کے لئے چوبیس گھنٹے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک، چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے لیکن نائیلون کے یا کپڑے کے موزوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔جنابت کی حالت میں پورے جسم کا غسل ضروری ہے۔اس کے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔لیکن اگر جنابت کی حالت ہے یا کوئی رفع حاجت سے آئے یا کسی نے عورت سے قربت کی ہو یا کوئی بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو اور پانی نہ ملے یا پانی صحت کے لئے سخت مضر ہو تو تیمم کرلیا جائے۔اللہ نے مسلمانوں پر تنگی کے عوض آسانی کا راستہ کھول دیا ہے۔لیکن تیمم شریعت کی تمام پابندیوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔

طہارت یعنی غسل، وضو یا تیمم اور اس کے بعد نماز یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔نماز مومن کی معراج ہے۔اللہ سے براہ راست ملاقات اور گفتگو ہے اور دعا یعنی مزید نعمتوں کی طلب ہے۔اس ملاقات کے لئے دل کی پاکیزگی ضروری ہے اور دل کی پاکیزگی کے لئے جسم کی پاکیزگی ضروری ہے۔وضو اور تیمم ایک خاص نفسیاتی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔اب اللہ کا بندہ دوسرے تمام تعلقات سے کٹ کر اور ہٹ کر اپنے رب کی ملاقات کے لئے تیار ہوتا جاتا ہے۔

''سمعنا و اطعنا'' یعنی ہم جیسے ہی آپ کا حکم سنیں گے، ویسے ہی اطاعت کریں گے۔یہ الفاظ سورہ بقرہ کے آخر میں آئے ہیں جو حضور ﷺ کو معراج کے موقع پر عطا کئے گئے تھے۔نماز چونکہ مومنوں کی معراج ہے اس لئے اس کا خاص تعلق مومن کی

روزمرہ زندگی سے ہے۔ یہ پختہ عہد ہے جو اللہ نے لیا ہے۔ جب کوئی ایمان لے آیا تو اب اس کو ایمان کے ثبوت میں نماز کی طرف جانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل کے حال کو جانتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرلیا جائے یعنی قلبی حضوری پیدا کی جائے۔ اسی سے لو لگائی جائے۔ اسی سے اپنی امید اور اپنا خوف بھی وابستہ کیا جائے۔

قرآن میں اس مقام پر بار بار اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے۔ کیونکہ تقویٰ ہی تمام عبادات اور معاملات کی بنیاد ہے۔

(یہاں تک حقوق اللہ کا بیان تھا اب آگے حقوق العباد کا ذکر آرہا ہے۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے حق اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی جماعت کی دشمنی میں انصاف کا دامن نہ چھوڑ بیٹھنا۔ (ہر حال میں) عدل وانصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو۔

ان لوگوں سے جو ایمان رکھتے ہیں اور پرہیز گاری کے اعمال کرتے ہیں اللہ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ نہ صرف ان کو معاف کیا جائے گا بلکہ بڑا انعام بھی ملے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخ والے ہیں۔

## لغات القرآن 	آیت نمبر ۸ تا ۱۰

قَوّٰامِیْنَ	کھڑے ہونے والے۔(قوّام کی جمع)
شُھَدَآءُ	(شَھِیْدٌ)۔گواہی دینے والے
اَلَّا تَعْدِلُوْا	یہ کہ تم انصاف نہ کرو
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ	جہنم والے

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

''شھدا'' اور ''قوامین'' کے الفاظ جمع آئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ۔انصاف کرنے اور کروانے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو اللہ کی راہ میں مضبوطی سے ڈٹ جائے۔ نہ کوئی خوف اسے ڈرا سکے نہ کوئی امید اسے خرید سکے۔ شہادت کے معنی صرف گواہی کے ہی نہیں ہیں جو عدالت کے کٹہرہ میں کسی مقدمہ کے لئے دی جاتی ہے۔ شہادت کے معنی سچائی پر قائم رہنے کے وہ سارے اعمال ہیں جن سے قوم کا کردار بنتا ہے۔ جن سے سچائی قائم ہوتی ہے، جو ایمان اور اللہ کے خوف کی علامات ہیں۔ یہ شہادت ہر اس طریقے کے منافی ہے جو سچے انصاف تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے مثلاً رشوت، بے ایمانی، دھوکا، جھوٹ، عدالت میں جھوٹا بیان، جھوٹے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ، امتحانات میں جھوٹے نمبر اور تجارت میں دھوکا اور حرام کمائی، عورتوں، مزدوروں، ہاریوں اور کمزوروں کا حق مارنا، کام چوری کرنا، جھوٹی سفارش کرنا یا ماننا، اقتدار اور اختیار کا ناجائز استعمال وغیرہ وغیرہ۔ شہدا جمع ہے شہید کی۔ شہید اور شاہد میں فرق یہ ہے کہ شہید ایک ایسا شخص ہے جو سچ، سچائی، انصاف اور ایمان کا مستقل عادی ہے۔ یہ خوبیاں اس کی فطرت ثانیہ ہیں خواہ اس راہ میں اس کی جان ہی چلی جائے۔ شاہد وہ ہے جس نے ایک یا چند بار یہ خوبیاں دکھلا کر اپنا کردار پیش کیا ہو۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳۵ کے مضمون کو مکمل کرتی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ ہی کے لئے انصاف کی شہادت دینے والوں میں مضبوطی سے شامل ہو جاؤ خواہ تمہاری گواہی اور تمہارے انصاف کی زد تمہارے اپنے مفاد پر پڑے یا تمہارے والدین اور دیگر رشتہ داروں پر پڑے اور خواہ کوئی فریق معاملہ امیر ہو یا غریب۔

سورۃ المائدہ کی اس آیت میں ایک دفعہ پھر تاکید کی گئی ہے کہ اللہ ہی کے لئے انصاف کی شہادت دینے والوں میں مضبوطی سے شامل ہو جاؤ۔ اس اضافے کے ساتھ کہ فرد یا جماعت کی دشمنی میں مشتعل ہو کر کوئی بھی شخص انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑ بیٹھے۔ اگر کوئی انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتا ہے تو کسی فریق کی دوستی کی وجہ سے یا کسی فریق کی دشمنی کی وجہ سے اور یہ دونوں باتیں اللہ کو ناپسند ہیں سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کی آیات نے ان دونوں صورتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔

آیت نمبر ٧ میں کہا گیا تھا کہ جب تم حقوق اللہ ادا کرنے لگو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس آیت نمبر ٨ میں پھر سے تاکید کی گئی ہے کہ انصاف کے معاملے میں جب تم حقوق العباد ادا کرنے لگو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یہاں تاکیداً کہا گیا ہے کہ انصاف کرو انصاف۔ یہ تقویٰ سے قریب ہے۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ تمہارے سینے کے راز اور تمہارے اعمال سب اس کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ تقویٰ اللہ کو پہچاننے کی آخری منزل کا نام ہے۔ جس کی پہلی منزل ایمان سے شروع ہوتی ہے۔ اور دوسری اعمال صالحہ سے۔

آیت نمبر ٨ کا خطاب ایمان لانے والوں سے ہے۔ فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو جو تقویٰ کی پہلی اور دوسری منزلوں میں داخل ہو چکے ہو۔ آگے بڑھو۔ نہ صرف ذاتی طور پر انصاف کرو بلکہ جماعتی طور پر بھی انصاف کراؤ۔ اس جماعت میں شریک ہو جاؤ جس نے اللہ کی راہ میں کمر کس لی ہے۔ اور فولادی قوتِ ارادی کے ساتھ انصاف کا دامن پکڑ لیا ہے خواہ اس راہ میں گواہی سے لے کر جان دینے تک کوئی بھی منزل آ جائے۔ اہل ایمان کو بتایا جا رہا ہے کہ شہادت کا تعلق صرف عدالتی کاروائی سے نہیں ہے۔ خواہ تم ملزم ہو یا گواہ ہو، قاضی ہو یا فریق معاملہ خواہ قومی زندگی میں تم کوئی بھی ہو اور کسی بھی کام میں لگے ہو۔ وہی کام کرو جو میزان عدل میں صحیح بیٹھے۔ دنیا کے ذرا سے فائدے کے لئے کسی کی دوستی یا دشمنی میں ظلم نہ کر بیٹھو۔

مزید تحریک اور تادیب کے لئے ان آیات میں اللہ نے انصاف والوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کے لئے ابدی جہنم کا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

ع ٢

ترجمہ: آیت نمبر ١١

اے ایمان والو! اللہ کا وہ احسان یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ جب ایک گروہ نے تم پر

دست درازی کرنا چاہی مگر (اللہ نے) ان کے ہاتھ تمہارے اوپر (اٹھنے سے) روک دیئے۔ اللہ ہی سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١١

ھَمَّ	ارادہ کیا
اَنْ یَّبْسُطُوْا	یہ کہ وہ بڑھائیں۔ کھولیں
کَفَّ	روک دیا
یَتَوَکَّلُ	بھروسہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ١١

مفسرین میں ایک جماعت کہتی ہے کہ اس آیت کا تعلق پچھلی آیات سے ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ٢ میں خاص طور پر مشرکین مکہ کا ذکر ہے۔ آیت نمبر ٨ میں کہا گیا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف کا دامن ہی چھوڑ بیٹھو۔ فرمایا گیا کہ اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ یہاں پر اللہ کے احسان سے مراد یہ ہے کہ کبھی تم انتہائی کمزور تھے۔ اس وقت بھی مشرکین مکہ کا زور تم پر چلنے نہیں دیا ورنہ تم تباہ و برباد ہو جاتے۔

مفسرین کی دوسری جماعت اس آیت کا رشتہ اگلی آیت سے جوڑتی ہے جس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے بار بار رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے اور ان کی جماعت مومنین کو ختم کردینے کا منصوبہ بنایا اور ان منصوبوں پر عمل بھی شروع کر دیا لیکن کچھ غیبی امداد ایسی آئی کہ ان کے منصوبے خاک میں مل گئے۔

اس آیت کا تعلق خواہ مشرکین مکہ سے ہو یا مدینہ کے یہودیوں سے یا دونوں سے ان واقعات میں واضح شہادت موجود ہے کہ کوئی غیبی ہاتھ کام کر رہا تھا۔ اور یہ ہاتھ اللہ کا تھا۔ بے شک دنیاوی تدبیر کرنا ضروری ہے لیکن کام کرنے والی ہمیشہ دو طاقتیں رہی ہیں۔ ایک وہ جو نظر آتی ہے دوسری وہ جو نظر نہیں آتی۔ اور یہ دوسری قسم کی طاقت اپنے پاس ''ہاں'' اور ''نہیں'' کی ساری کلیدیں رکھتی ہے۔ پہلی قسم کی طاقتیں صرف بہانہ ہیں۔ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ ہر طرح کے علاج کے باوجود بادشاہوں اور آمروں کو موت آجاتی ہے۔ پیدائش، موت، صحت، رزق، غم، خوشی، ناکامی، کامیابی، اتفاق، حادثہ، اولاد، رشتہ شادی وغیرہ وغیرہ ان سب کا تعلق پردۂ غیب سے ہے۔ ظاہری حرکتوں میں جو تھوڑی سی برکت ہے وہ اسی لئے کہ انسانی صلاحیتیں بیکار نہ پڑ جائیں اور دنیا کی

گرمی و سرگرمی باقی رہے۔

اس لئے ظاہری تدبیروں کے باوجود، اہل ایمان کو تمام تر توکل (بھروسہ) اللہ ہی پر کرنا چاہیئے اور یہ توکل تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٢ تا ١٣

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب (سردار)

مقرر کئے تھے۔ اور اللہ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کا ساتھ دیتے رہے اور اللہ کو قرض حسنہ پیش کرتے رہے تو میں تمہارے گناہوں کے اثرات کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور اس نصیحت کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو وہ صحیح راستے سے بھٹک کر گمراہی میں جا گرے گا۔

مگر جب انہوں نے اپنا عہد توڑ ڈالا۔ ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان کے دلوں کو پتھروں جیسا کر دیا۔ اب حال یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو الٹ پھیر کر مطلب بدل دیتے ہیں۔ اور جو نصیحتیں انہیں کی گئی تھیں وہ انہوں نے بھلا دیں (اور اس طرح ان کے فائدے سے منہ موڑ لیا)۔ اور اے نبی ﷺ آپ کو آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا ہی رہتا ہے۔ مگر ہاں ان میں تھوڑے سے لوگ اچھے بھی ہیں۔ تم انہیں معاف کر دو بلکہ انہیں نظر انداز کر دو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

بَعَثْنَا	ہم نے بھیجا
اِثْنَی	(اِثْنَیْنِ)۔ دو۔ (نون گر گیا)
اِثْنَیْ عَشَرَ	بارہ
نَقِیْباً	نگرانی کرنے والے۔ سردار
عَزَّرْتُمُوْهُمْ	تم نے ان کی مدد کی
اَقْرَضْتُمْ	تم نے قرض دیا
قَرْضاً حَسَناً	قرض حسن (جس میں اپنا لالچ نہ ہو اور دوسرے کو فائدہ پہنچے)
لَاُكَفِّرَنَّ	میں دور کردوں گا
سَيِّئَاتٌ	(سَيِّئَةٌ)۔ برائی

اُدْخِلَنَّ	میں ضرور داخل کروں گا
ضَلَّ	بھٹک گیا
سَوَآءُ السَّبِيْلِ	سیدھا راستہ
نَقْضٌ	توڑنا
لَعَنَّا	ہم نے لعنت کی۔ دور کیا ہم نے
قَاسِيَةٌ	سخت
يُحَرِّفُوْنَ	وہ پھیرتے ہیں (تحریف۔ جگہ سے بے جگہ کرنا۔ تبدیل کرنا)
مَوَاضِعٌ	جگہیں
نَسُوْا	وہ بھول گئے
ذُكِّرُوْا	یاددلائے گئے۔ نصیحت کئے گئے
لَاتَزَالُ	ہمیشہ
تَطَّلِعُ	تو مطلع ہوتا رہتا ہے۔ تجھے خبر ملتی رہتی ہے
خَآئِنَةٌ	خیانت کرنے والی۔ بے ایمانی کرنے والی
اِصْفَحْ	درگذر کر

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴

اللہ تعالیٰ نے عہد صرف مومنوں ہی سے نہیں لیا ہے بلکہ ان سے پہلے یہود سے اور نصاریٰ سے بھی عہد لیا تھا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں ہر ایک کے لئے جدا جدا ذیلی سردار مقرر کئے تھے جو اپنے اپنے قبیلوں کے نگراں تھے۔ بنی اسرائیل سے معاہدہ کی شرائط یہ تھیں۔

(۱) اگر تم حضرت موسیٰ اور ان کے بعد آنے والے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۲) ان کی مدد کرتے رہے۔

(۳) اللہ کو قرض حسنہ پیش کرتے رہے۔

(۴) نماز اور زکوٰۃ کی پابندیوں پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمہیں جنت میں داخل کر دے گا۔ لیکن اگر تم میں سے کسی نے کفر کیا تو وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہوگا۔ مگر وہ اس پاکیزہ عہد سے پھر گئے اور اس حد تک پھر گئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔ اب ان کے دلوں پر کسی نیک بات کا کوئی اثر تک نہیں ہوتا۔ ان کے لعنت زدہ ہونے کا خاص ثبوت یہ ہے کہ وہ توریت میں تحریف کرتے رہے ہیں اور اس تحریف کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ تحریف کیا ہے؟ آیات الٰہی میں ترمیم، تنسیخ، اضافہ، جو چاہا کاٹ دیا، جو چاہا بدل دیا، جو چاہا بڑھا دیا۔ چنانچہ اب یہ توریت بدل کر مصنوعی ہو گئی ہے۔ انہوں نے اصلی توریت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ صرف تحریف ہی نہیں بلکہ فتنہ گری اور سازش بھی ان کی فطرت میں داخل ہو گئی ہے۔ جس کا آئے دن پتہ چلتا رہتا ہے۔ ان میں تھوڑے اچھے لوگ ضرور ہیں لیکن اکثر و بیشتر برے لوگ ہیں۔ فرمایا گیا ہے اے نبی ﷺ ان کا نوٹس نہ لیجئے۔ ان کی پرواہ نہ کیجئے جو ذلیل حرکتیں یہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا علم اللہ کو ہے اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴

اور ہم نے ان لوگوں سے بھی عہد لیا تھا جو کہتے تھے کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے بھی وہ نصیحتیں بھلا دیں جو انہیں کی گئی تھیں۔ اس لئے ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے۔ اور عنقریب اللہ ان کو بتا دے گا کہ وہ زندگی میں کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴

حَظًّا — حصہ

اَغْرَيْنَا — (اِغْرَاءٌ)۔ ہم نے بھڑکا دیا۔ ڈال دیا

اَلْبَغْضَآءُ — کینہ۔ نفرت۔ بغض

یُنَبِّئُ	وہ بتائے گا۔خبردار کرے گا
یَصْنَعُوْنَ	وہ کرتے ہیں۔بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ١٤

یہودیوں اور عیسائیوں کا قصور ایک ہے۔دونوں نے تحریفیں کی ہیں۔ایک نے توریت میں اور ایک نے انجیل میں۔ چنانچہ اب نہ اصلی توریت ہے نہ اصلی انجیل۔جو نیک باتیں ان آسمانی کتابوں میں لکھی تھیں۔اس تحریف کی وجہ سے ان کا فائدہ وہ نہ اٹھا سکے اور اس طرح سیدھی راہ سے دور بھٹک کر گمراہی میں جا پڑے ہیں۔

یہودیوں کو سزا یہ دی گئی کہ وہ ملعون ہوئے۔ان کے دل پتھر کی طرح سخت کر دیئے گئے جو نیک باتوں کو قبول نہ کر سکے۔ عیسائیوں کو سزا یہ دی گئی کہ ان کی دینی وحدت توڑ دی گئی اور وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم امریکہ سے لے کر روس تک عیسائی طاقتوں کے اندر رہی ہوئی ہے اور دلوں کی دشمنی اب تک قائم ہے۔جنوبی امریکہ کی اکثریت عیسائی ہے مگر وہاں کی ریاستیں ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔یہ کمیونزم کا نیا شوشہ بھی عیسائیوں کے اندر ہی سے نکلا ہے اگر چہ نکالنے والے اور پروان چڑھانے والے یہودی ہیں۔عیسائیت خود دو حصوں میں تقسیم ہے۔رومن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ۔ انگلینڈ نے پروٹسٹینٹ گروپ قائم کر لیا ہے، امریکہ میں پروٹسٹینٹ گروپ کے اندر تین ہزار فرقے ہیں۔رومن کیتھولک گروپ میں بہت سے فرقے ہیں جن میں سے چند پوپ کو مانتے ہیں اور چند نہیں مانتے یا کم مانتے ہیں۔کمیونزم میں بھی دو گروپ ہیں۔روسی اور چینی۔اور دونوں میں دل کی کدورت اپنی اپنی جگہ ہے۔چین میں کبھی ماؤزے تنگ کا ڈنکا بجتا تھا۔مگر اس کی بیوی عمر قید کاٹنے پر مجبور کر دی گئی تھی۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ ﴿۱۵﴾ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۟ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾

٣
ع
٧

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

اے اہل کتاب! تحقیق ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا ہے جو بہت سی ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جو تم اپنی کتاب میں چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کر جاتا ہے۔ اب

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور واضح کتاب آ گئی ہے اس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو رضائے الٰہی کی پابندی کرتے ہیں۔ انہیں سلامتی کی راہ دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور ان کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم کو، ان کی والدہ کو اور تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو اس کے آگے کس کی چل سکتی ہے۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے وہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر بات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے پوچھیئے کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم دوسری مخلوق کی طرح ایک انسان ہو وہ جسے چاہتا ہے معافی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ کیوں نہیں وہی آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر اور باہر ہے سب کا مالک ہے۔ اور سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

اے اہل کتاب! یہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم دے رہا ہے جب کہ رسولوں کا آنا عرصہ سے بند تھا۔ اب تم یہ نہ کہہ سکو گے کہ ہمارے پاس کوئی (جنت کی) بشارت دینے ولا اور کوئی (دوزخ سے) ڈرانے والا نہیں آیا۔ لو اب تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ گیا ہے۔ ہاں اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

یُبَیِّنُ	وہ کھولتا ہے۔ واضح کرتا ہے
تُخْفُوْنَ	تم چھپاتے ہو
یَعْفُوْا	وہ معاف کرتا ہے
نُوْرٌ	روشنی۔ چمک
مُبِیْنٌ	واضح۔ کھلا ہوا
رِضْوَانٌ	رضا۔ خوشنودی

سُبُلَ السَّلَامِ	سلامتی کے راستے
اِذْنٌ	اجازت
یَمْلِکُ	مالک ہے
یُھْلِکُ	وہ ہلاک کرتا ہے۔ ہلاک کرے گا
اُمٌّ	ماں
یَخْلُقُ	وہ پیدا کرتا ہے
اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ	اللہ کے بیٹے
اَحِبَّاءُ	محبوب۔ چہیتے
لِمَ یُعَذِّبُ	وہ عذاب کیوں دے گا؟
ذُنُوْبٌ	(ذَنْبٌ)۔ گناہ
یَغْفِرُ	وہ معاف کردے گا
اَلْمَصِیْرُ	ٹھکانا۔ لوٹنے کی جگہ
فَتْرَةٌ	سلسلہ کا بند ہو جانا۔ ڈھیلا اور سست پڑ جانا
بَشِیْرٌ	خوش خبری دینے والا
نَذِیْرٌ	ڈرانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

بنی اسرائیل اور نصاری جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے محروم تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سی باتوں کو کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں جو اب تک ایک راز بنی ہوئی تھیں جنہیں علمائے اہل کتاب تحریف کے ذریعہ عوام سے چھپا رہے تھے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تمہارے راز کھول کر تمہیں ذلیل کیا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے دوسرے راز بھی کھول دیئے جاتے مگر ان سے چشم پوشی کی جارہی ہے۔ صرف وہی راز ظاہر کئے جارہے ہیں جو دین اسلام کی تعلیم کے لئے ضروری ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! تم خود محسوس کرو گے کہ ہمارے رسول ﷺ کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس کی باتیں صاف صاف ہیں۔ دماغ کو دل کو اور روح کو لگتی ہیں۔ یہ باتیں

دماغ میں دل میں اور روح میں ایک خاص روشنی پیدا کرتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیدوں کے جن اندھیروں میں تم اب تک بھٹکتے رہے تھے اب اللہ تمہیں ان سے نکال کر مکمل روشنی میں لانا چاہتا ہے۔ اگر تم غور کرو گے تو وہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں جس میں کوئی کجی، کوئی شک، کوئی دوراہا نہیں ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ زبردستی یہ صراط مستقیم تم پر مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ اس کی مصلحت نہیں ہے۔ اس نے تمہیں آزادئ فکر اور آزادئ فیصلہ دیا ہے۔ یہ کتاب اور یہ تعلیم تمہیں اسی وقت سلامتی کی طرف لے جائے گی جب تم خود اپنی قوت عقلی اور قوت ارادی سے رضائے الہیٰ کی طرف دوڑو گے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ تم عقیدے کی کیسی کیسی تاریکیوں میں اب تک بھٹک رہے تھے۔ یہ عیسائی مسیح ابن مریم کو معبود مانتے ہیں۔ اک گروہ ان کی ماں کو بھی الوھیت میں شریک کرتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت مریم کو موت دیدی اسی طرح وہ مسیح ابن مریم کو بھی دوبارہ نازل ہونے کے بعد موت دے گا۔ اسی طرح وہ اللہ دنیا کی ساری مخلوق کو موت دینا چاہے تو کون رکاوٹ ڈالنے والا ہے؟ اور جسے موت آ گئی یا موت واقع ہوگی وہ معبود کیسے بن سکتا ہے۔ تم نے فانی ماں بیٹے کو معبود بنا رکھا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ! یہود اور نصاریٰ دونوں کو اپنی اپنی جگہ دعویٰ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹوں کی طرح ہیں کیونکہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ اس لئے ہم اللہ کے پیارے چہیتے بندے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ دونوں عذاب الہیٰ کو مانتے ہیں۔ یہود کہتے ہیں کہ ہمیں دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی تو بس چندروز۔ اور خود حضرت مسیحؑ کا قول ہے کہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تم خود ہی بتاؤ کہ جب تم اپنے لئے عذاب مانتے ہو، تو تم اللہ کے چہیتے کیسے بن گئے؟ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کی طرح تم بھی محض انسان ہو۔ تم پر بھی اوروں کی طرح اللہ کا وہی اصول لاگو ہوگا کہ وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دیدے۔ کیوں نہیں! وہی آسمانوں کا، زمین کا، اور جو کچھ ان کے اندر باہر ہے ان کا مالک ہے۔ قدرت اسی کی ہے۔ حکومت اسی کی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ اے اہل کتاب! یہ موقع غنیمت ہے۔ یہ آخری موقع ہے۔ فائدہ اٹھالو۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد تقریباً چھ سو سال سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ وحی کا آنا بند تھا۔ توریت اور انجیل اور زبور میں تحریفات نے اصلی اور جعلی کی تمیز ناممکن بنا دی تھی۔ تمہارے پاس کوئی اللہ کا پیغام اصلی حالت میں نہیں تھا۔ تم یہ بہانا تراش سکتے تھے کہ ہم اندھیروں میں تھے، ہم گمراہ تھے۔ ہم ضلالت میں تھے۔ ہمیں کوئی روشنی دکھانے والا نہ تھا۔ ہمیں کوئی راہ ہدایت اور صراط مستقیم بتانے والا نہ تھا۔ نہ کوئی بشیر تھا نہ نذیر۔

تو سن لو اب یہ بہانہ کام نہ آسکے گا۔ ہمارا رسول تمہارے پاس بشیر و نذیر بن کر آ گیا ہے اور وہ تمہیں راہ ہدایت کی تعلیم دے رہا ہے۔ تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔ وہیں حساب و کتاب ہوگا۔ وہیں ثواب و عذاب ہوگا۔ تو اپنا راستہ آج طے کر لو۔ تم کدھر جاؤ گے۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف؟ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے راستہ دکھانا اللہ تعالیٰ کا۔ وہ اللہ جو اپنے پاس تمام قدرتیں اور طاقتیں رکھتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ
مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ
الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ
وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا
فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ
اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ
يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۶

یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں۔
جب کہ تمہاری قوم میں بہت سے نبی پیدا کئے اور تمہیں حکمران بنایا تھا۔ اور تمہیں وہ سب کچھ بخشا تھا

جو تمام عالم میں کسی قوم کو نہ دیا گیا تھا۔ اس لئے اے میری قوم والو! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور ہرگز پیچھے مت بھاگنا ورنہ تم سخت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

انہوں نے کہا اے موسیٰ! وہاں تو ایک زبردست قوم رہتی ہے۔ اور جب تک وہ نکل نہ جائے ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے۔ ہاں! اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ مگر دو شخص جو اللہ سے ڈرتے تھے (اور جنہیں اللہ نے ایمان کی دولت سے نوازا تھا) نصیحت کرنے لگے کہ تم لوگ شہر کے دروازوں کے اندر سے گھس جاؤ۔ جب تم لوگ اندر پہنچ جاؤ گے تو فتح و کامیابی تمہاری ہوگی۔ اللہ (کی امداد) پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پھر وہ کہنے لگے اے موسیٰ! ہم کبھی اس ملک کے اندر نہیں داخل ہوں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ تم جاؤ اور تمہارا رب چلا جائے۔ تم دونوں جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ موسیٰ نے پھر رب سے فریاد کی۔ اے میرے رب۔ میرا کوئی اختیار نہیں چلتا سوائے میری اپنی ذات پر اور میرے بھائی پر۔ اے رب ہم میں اور اس قوم فاسقین کے درمیان جدائی ڈال دیجئے۔

اللہ نے فرمایا۔ وہ سرزمین اب ان پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دی گئی ہے۔ (اتنے دنوں) یہ لوگ زمین میں سر مارتے پھریں گے۔ تو اے موسیٰ تم اس نافرمان قوم کے حال پر افسوس نہ کرنا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۶

مُلُوْکٌ	(مَلِکٌ)۔ بادشاہ۔ حکمراں
اٰتٰکُمْ	اس نے تمہیں دیا
لَمْ یُؤْتَ	نہیں دیا
اَحَدٌ	کسی ایک کو
اَلْاَرْضُ الْمُقَدَّسَۃُ	پاک زمین۔ (سرزمین شام فلسطین)
لَا تَرْتَدُّوْا	(اِرْتِدَادٌ. رَدٌّ)۔ تم نہ پلٹو
اَدْبَارٌ	(دُبُرٌ)۔ پیٹھ
تَنْقَلِبُوْا	تم پلٹ جاؤ گے۔ تم ہو جاؤ گے
جَبَّارِیْنَ	(جَبَّارٌ)۔ زبردست۔ طاقت ور

لَنْ نَّدْخُلَ	ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے
حَتّٰی یَخْرُجُوْا	جب تک وہ نہ نکلیں
رَجُلَانِ	(رَجُلٌ)۔ دومرد۔ دو آدمی
یَخَافُوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں
اَنْعَمَ اللّٰهُ	اللہ نے انعام کیا تھا
اَلْبَابُ	دروازہ
دَخَلْتُمُوْهُ	تم داخل ہو گے اس میں
غٰلِبُوْنَ	غلبہ پانے والے۔ غالب آنے والے
اَبَدًا	ہمیشہ۔ کبھی بھی
دَامُوْا	وہ ہیں
اِذْهَبْ	تو چلا جا
قَاتِلَاۤ	تم دونوں لڑلو
هٰهُنَا	اسی جگہ
لَاۤ اَمْلِكُ	میں مالک نہیں ہوں
نَفْسِیْ	میری جان
اَخِیْ	میرا بھائی
اُفْرُقْ	جدائی کر دے
بَیْنَنَا	ہمارے درمیان
قَوْمُ الْفَاسِقِیْنَ	نافرمان قوم
مُحَرَّمَةٌ	حرام کر دی گئی
اَرْبَعِیْنَ	چالیس
سَنَةٌ	سال
یَتِیْهُوْنَ	وہ بھٹکتے رہیں گے۔ گھومتے رہیں گے
لَاۤ تَاْسَ	تو افسوس نہ کر

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۶

ابھی ابھی کہا گیا ہے کہ ہمارا نبی ﷺ ان رازوں پر سے پردہ اٹھاتا ہے جن کو بنی اسرائیل عرصہ دراز سے چھپائے ہوئے تھے۔ وہ پردہ اس مقصد سے نہیں اٹھا رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنا مقصود ہے کیوں کہ وہ بہت سے رازوں سے چشم پوشی بھی کررہے ہیں۔ پردہ اٹھانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔

اسلام کی تعلیمات میں جہاد سب سے اہم ہے۔ یہاں جہاد کا وہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل کو پیش آیا۔ جس سے وہ کترا گئے تھے۔ چنانچہ اللہ کا غضب آ گیا۔ اس واقعہ کو پیش کرنے سے نہ صرف بنی اسرائیل کی پست ہمتی، بزدلی اور جہاد چوری پر سے پردہ اٹھایا جارہا ہے بلکہ مسلمانوں کو بھی عبرت اور نصیحت کے لئے فریضۂ جہاد سے بھاگنے کا انجام بتایا جارہا ہے۔

یہ تبلیغ دین کا ایک انداز ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جہاد کا حکم دینے سے پہلے بنی اسرائیل کو یہ سمجھا دیا تھا کہ اے قوم اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کو یاد کرو۔ وہ نعمتیں جو کسی اور قوم کو اب تک نہیں ملی ہیں۔ یاد کرو فرعون نے تم سے کیا ذلیل سلوک کر رکھا تھا۔ پھر اللہ نے فرعون اور اس کے تمام لشکر کو تمہارے سامنے ڈبو کر تمہیں سلطنتِ مصر بخشی۔ تمہارے اندر اتنے پیغمبر بھیجے کہ کسی اور قوم میں نہیں بھیجے تھے۔ حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ جیسے جلیل القدر حکمراں تمہارے اندر آئے۔ من وسلویٰ کی نعمتیں تمہیں ملیں۔ تمہارے ہی لئے پتھر سے پانی نکالا گیا۔ اور بادل کا سایہ کر کے دھوپ سے نجات عطا کی گئی وغیرہ وغیرہ۔ اے میری قوم! اللہ تمہیں اک اور نعمت سے نوازنے کا وعدہ کر چکا ہے۔ وہ یہ کہ ملک شام، فلسطین بھی تمہارے ہی قبضہ میں آ جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ تم جہاد کے لئے آگے بڑھو اور بنی عمالقہ سے بھڑ جاؤ جو وہاں قابض ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی عمالقہ کے جنگی حالات دریافت کرنے کے لئے بارہ جاسوس اس ہدایت کے ساتھ پیشگی روانہ کردیئے تھے کہ جو بھی وہاں دیکھو آ کر مجھے ہی بتانا۔ کسی اور کو نہیں۔ جب وہ چالیس دن بعد واپس آئے تو ان میں سے دس نے تمام قوم والوں کو بتا دیا کہ بنی عمالقہ بڑے شہ زور اور لمبے چوڑے خطرناک لوگ ہیں اور ان کے ایک ہی فرد عوج بن عنق نے ہم سب کو گرفتار کرلیا تھا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل ڈر گئے۔ حضرت موسیٰؑ کی ہزار ترغیب اور تحریص کے باوجود انہوں نے بنی عمالقہ کے خلاف جہاد کرنے سے انکار کردیا بلکہ حد سے بڑھ کر یہاں تک کہہ دیا کہ موسیٰؑ! تم اور تمہارا رب جا کر جنگ کرلو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ فتح کے بعد ہمیں بلا لینا۔

اس ذلیل اور پست جواب کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ جانا چاہیئے تھا لیکن پیغمبر ہونے کی حیثیت سے انہیں اپنے جذبات پر پورا قابو تھا۔ بس اتنا ہی کہا کہ اے اللہ میرا زور تو صرف مجھ پر اور میرے بھائی پر چلتا ہے (بھائی سے حقیقی بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی مراد ہیں اور دینی بھائی حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا یعنی وہ سردار جنہوں نے بنی عمالقہ کی بات میں آ کر صرف حضرت موسیٰ کو بتائی تھی اور جنہوں نے قوم کو یہ کہہ کر جہاد پر اکسایا تھا کہ تم قلعہ کے دروازے تک تو چلو۔ فتح تمہاری ہوگی یہ (اللہ کا وعدہ ہے) حضرت موسیٰ نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ ہم میں اور بقیہ قوم میں جدائی ڈال دے۔ فاسق

نافرمان لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اب سزا کے طور پر یہ قوم چالیس سال تک سرزمین شام وفلسطین فتح نہ کر سکے گی۔ بلکہ وادی تیہ میں حیران وسرگرداں ماری ماری پھرے گی۔ ان کی سزا یہی ہے۔ اے موسیٰ! ان کی بدنصیبی پر ترس مت کھانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ لوگ صبح صبح مصر پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ بھول کر شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے۔ جہاں سے صبح کو روانہ ہوئے تھے۔ تمام دوپہر بھوک پیاس اور گرمی میں تڑپتے۔ اس طرح پورے چالیس سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں تقریباً وہ سب بنی اسرائیل والے مرکھپ گئے تھے جو مصر سے حضرت موسیٰ کے ساتھ آئے تھے۔ البتہ ان کی نئی نسل نوجوان ہو رہی تھی۔ جن پر دین کی محنت کی جارہی تھی اسی دوران میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا بھی انتقال ہوگیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بعد پیغمبری حضرت یوشع بن نون کو ملی۔ ان کے دور میں بنی اسرائیل کی جوان نسل نے حضرت یوشعؑ کی سرکردگی میں سرزمین شام وفلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی۔ اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

اور اے نبی ﷺ! ان لوگوں کو آدمؑ کے دونوں بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے لئے) نذر پیش کی تو ایک کی نذر قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی تو اس نے کہا میں تجھے قتل کرڈالوں گا (جس کی نذر قبول ہوئی) اس نے کہا اللہ تو صرف اہل تقویٰ کی نذر قبول کیا کرتا ہے۔ ہاں! اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ ہرگز نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے اور تو ہی دوزخ والا بنے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر اس کو آمادہ کردیا۔ اور اس نے قتل کر ہی ڈالا اور وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اس کو دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیوں کر چھپائی جاتی ہے۔ اس نے کہا ہائے افسوس کیا میں اس کوے (تک کی عقل) کو نہ پہنچ سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں ہوگیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

اُتْلُ	تلاوت کر۔ پڑھ۔ سنا
نَبَاَ	خبر۔ واقعہ
اِبْنَیْ اٰدَمَ	آدمؑ کے دو بیٹے
بِالْحَقِّ	حق کے ساتھ۔ سچائی کے ساتھ
قَرَّبَا	دونوں نے قریب کیا۔ دونوں نے پیش کیا
قُرْبَانٌ	نیاز۔ منت
تُقُبِّلَ	قبول کرلی گئی
لَمْ يُتَقَبَّلْ	قبول نہ کیا گیا
اَقْتُلَنَّ	میں ضرور قتل کروں گا
يَتَقَبَّلُ	قبول کرتا ہے

بَسَطْتَّ	تو نے کھولا۔ پھیلا دیا
اِلَیَّ	میری طرف
بَاسِطٌ	کھولنے والا۔ پھیلانے والا
اَخَافُ	میں ڈرتا ہوں۔ میں خوف رکھتا ہوں
تَبُوْٓءُ	تو حاصل کرے
اِثْمِیْ	میرا گناہ
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے
جَزَآءُ	بدلہ
طَوَّعَتْ	(تَطْوِیْعٌ)۔ برے کام کو اچھا کر کے دکھانا۔ اس نے رغبت دلائی
اَصْبَحَ	ہو گیا
بَعَثَ	بھیجا
غُرَابًا	کوا
یَبْحَثُ	کھودتا ہے۔ کریدتا ہے
لِیُرِیَ	تاکہ وہ دکھائے
یُوَارِیْ	وہ چھپاتا ہے
سَوْءَ ةَ	لاش
یٰوَیْلَتٰی	اے کاش کہ وہ۔ ہائے افسوس
عَجَزْتُ	میں بے بس ہو گیا۔ عاجز ہو گیا
اُوَارِیْ	میں چھپا دوں
اَلنّٰدِمِیْنَ	شرمندہ ہونے والے۔ پچھتانے والے

تشریح: آیت نمبر ٢٧ تا ٣١

قرآن جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو سنانے کے لطف کے لئے نہیں بلکہ نصیحت کے لئے یا مثال دے کر بات

بہتر سمجھانے کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور وہ واقعہ کا صرف ضروری پہلو پیش کرتا ہے۔ انسانی قتل کی تین ہی شکلیں ہیں۔ (۱) جہادِ فی سبیل اللہ میں (۲) قاتل کو قصاص میں اور (۳) ذاتی انتقام عناد و فساد کے لئے۔ ان میں پہلی شکل عبادت ہے۔ دوسری شکل انصاف ہے اور تیسری شکل ظلم ہے۔ یہاں پر ذکر اس تیسری صورت کا ہو رہا ہے۔

حضرت آدم کے ایک بیٹے قابیل نے (اپنے چھوٹے بھائی ہابیل سے نکاح کے مسئلہ میں اختلاف کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اختلاف دور کرنے کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی اسی کو مطلوبہ لڑکی مل جائے گی۔ دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں اللہ کو پیش کرنے کے لئے ایک میدان میں رکھ دیں۔ اس زمانے میں صورت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس قربانی کو کھا لیتی تھی جسے قبول ہونا تھا چنانچہ وہ آگ آئی اور اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا۔ اس پر قابیل بھڑک اٹھا اور ہابیل کو مار ڈالنے کی دھمکی دینے لگا۔

یہاں پر ہابیل نے وہ بات کہی جو تمام اسلامی سچائیوں کا نچوڑ ہے یعنی اللہ اہل تقویٰ کی نذر (عبادت) قبول کرتا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر تو اپنی تمام امید اور تمام خوف اللہ اور صرف اللہ سے وابستہ کر دیتا تو وہ تیری قربانی ضرور قبول کر لیتا۔ میں چونکہ اہل تقویٰ میں سے ہوں اس لئے میری قربانی قبول ہو گئی۔ قربانی کے معنی ہیں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دنیا کا کوئی مفاد ترک کر دینا۔ اپنے جواب میں ہابیل نے یہ بھی بتایا کہ تقویٰ کیا ہے۔ کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا تو میں تجھ پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ قتل ایک لعنتی جرم ہے۔ تو شوق سے کر اور نتیجہ میں جہنمی بن جا۔ اگر میں کروں گا تو میں جہنمی بن جاؤں گا۔ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں خواہ میری جان ہی چلی جائے۔ ہاں قتل کے سوا میں ہر طرح اپنی حفاظت کروں گا۔ تیرے ظلم کا بدلہ اللہ دے گا۔

قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ یہ پہلا قتل ہے جو روئے زمین پر ہوا۔ جرائم کی تاریخ گواہ ہے کہ مقتول آسانی سے قتل ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنی لاش کی صورت میں قاتل سے زبردست انتقام لیتا ہے۔ لاش کا اس طرح ٹھکانے لگا دینا کہ جرم بالکل چھپ جائے ناممکن ہے۔ خون بول کر رہتا ہے۔ قابیل نے مارنے کو تو مار ڈالا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ لاش کو کس طرح ٹھکانے لگائے۔ وہ بھائی کی لاش کو پیٹھ پر لادے پھرا کرتا تھا گویا اپنے قتل کا اشتہار کر رہا تھا۔ آخر ایک دن اس نے دیکھا کہ دو کوؤں میں لڑائی ہوئی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا۔ پھر لاش چھپانے کے لئے اس نے اپنی چونچ سے مٹی کھودنا شروع کر دی۔ اور اس میں اس کو دفن کر دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل بہت پچھتایا کہ اول تو میں نے بھائی کو قتل کر دیا دوسرے یہ کہ میں کوے جتنی عقل بھی نہیں رکھتا کہ زمین کھود کر لاش چھپا دیتا۔

یہ جو دفن کا رواج ہے غالباً اسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور آج بھی اسلامی طریقہ یہی ہے۔ یہاں پر ہابیل کے قتل کا جو واقعہ قرآن میں آیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے کی کوششیں کر چکے تھے۔ یہ فہمائش ہے کہ دیکھو قتل کا نتیجہ دنیا میں بھی خسارہ ہے اور آخرت میں بھی خسارہ ہے۔ فرمایا اہل تقویٰ مقتول ہو جاتے ہیں لیکن قاتل نہیں بنتے۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی کو کسی انسانی خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ کے بغیر قتل کر ڈالے گا۔ تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچالی۔

اور ہمارے رسول ﷺ اس سلسلہ میں کھلی کھلی ہدایات لے کر آچکے ہیں۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ زمین میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہی رہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور دنیا میں فساد پھیلانے کی بھاگ دوڑ میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا

جلاوطن کردیئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ مگر ہاں وہ لوگ جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کرلیں (اور اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کرلیں) تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ	اسی وجہ سے
کَتَبْنَا	ہم نے لکھ دیا۔ فرض کردیا
کَاَنَّمَا	گویا کہ وہ۔ جیسا کہ وہ
مُسْرِفُوْنَ	حد سے آگے بڑھ جانے والے
یُحَارِبُوْنَ	(مُحَارَبَۃٌ)۔ وہ لڑتے ہیں۔ لڑائی کرتے ہیں
یَسْعَوْنَ	وہ دوڑتے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں
اَنْ یُّقَتَّلُوْا	یہ کہ وہ قتل کئے جائیں
یُصَلَّبُوْا	سولی دیئے جائیں۔ پھانسی پر چڑھا دیئے جائیں
تُقَطَّعَ	کاٹ دیئے جائیں
یُنْفَوْا	نکال دیئے گئے۔ نکال دیئے جائیں
خِزْیٌ	رسوائی۔ ذلت۔ شرمندگی
تَابُوْا	توبہ کرلی
اَنْ تَقْدِرُوْا	یہ کہ تم قابو پاؤ
اِعْلَمُوْا	جان لو۔ خبردار رہو

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اسلامی قوانین میں قتل کے دو ہی جواز ہیں۔ (۱) ایک ہے قاتل کا قتل۔ اس میں یہ شرط ہے کہ قاضیٔ عدالت کے حکم سے مقدمہ چلایا گیا ہو اور وہ اپنی تمام قانونی اور عدالتی منزلوں سے گزر چکا ہو۔ (۲) دوسرے ملک میں فتنہ فساد کرنے والے یا بغاوت

کرنے والوں کا قتل۔ اگر مجرم ایک شخص ہے یا ایک مختصر جماعت ہے تو اس میں بھی قاضی عدالت کے حکم کی شرط ہے۔ جب کہ مقدمہ اپنے تمام ضروری مراحل سے گزر چکا ہو۔ لیکن اگر فتنہ وفساد کرنے والوں کی ایک بڑی منظم یا غیر منظم جماعت ہے تو ان کے خلاف جہاد کی اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ اس کے علاوہ انسانی قتل بدترین ظلم اور جرم ہے۔ انسانی جان کی حرمت کو بتانے کے لئے اس سے زیادہ بھاری جملہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ''جس نے بلا جواز ایک جان لی اس نے گویا تمام جانیں لے لیں اور جس نے ایک جان بچائی اس نے تمام جانیں بچالیں''

اسلام میں جرم کی سزاؤں کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ (۱) حدود (۲) قصاص اور (۳) تعزیرات۔ حدود ان جرائم کی سزائیں ہیں جن میں مجموعی طور پر حقوق اللہ پامال کئے گئے ہوں اور وہ پانچ ہیں۔ ڈاکہ، چوری، زنا، تہمت زنا، شراب نوشی

قصاص ان جرائم کی سزائیں ہیں جن میں مجموعی طور پر حقوق العباد پامال کئے گئے ہوں ان میں قتل، اغوا وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن وحدیث نے حدود اور قصاص کا بیان پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ کردیا ہے اور سزائیں بھی مقرر کردی ہیں۔

اب رہے وہ جرائم جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے اور جن کی سزا بدلتے ہوئے حالات کے تحت حاکمِ وقت کے صواب دید پر چھوڑا گیا ہے۔ انہیں تعزیرات کہتے ہیں۔ حدود میں سزا کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، تبدیلی یا نرمی کی سفارش بھی حرام ہے۔ قصاص میں وہ جس کا آدمی قتل ہوا ہے یا جس کا مالی نقصان ہوا ہے نرمی دکھا سکتا ہے بلکہ معاف کرسکتا ہے۔ اس کی معافی کے باوجود قاضیٔ عدالت کو سزا کا اختیار ہے مگر کمی بیشی حالات کے تحت ہے۔

مندرجہ بالا آیات کے تحت فقہا کہتے ہیں کہ جس شخص نے قتل کیا اس کو بھی قتل کیا جائے۔ جس شخص نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی چڑھا دیا جائے۔ جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا ہے اس کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں اور جس نے ہنگامہ فساد کرکے یا لوگوں کو ڈرا کے امن عامہ میں خلل ڈالا ہے اسے جلاوطن کردیا جائے (یا اس کی شہری آزادی چھین کر قید میں ڈال دیا جائے)

ان آیات میں اللہ اور رسول ﷺ سے محاربہ کرنے کے جو الفاظ آئے ہیں، تو یہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو جماعت بن کر مسلح ہوکر طاقت کے زور سے حکومتِ اسلامی میں خون ریز انقلاب لانا چاہتے ہیں یا مسلح ہوکر جماعت بن کر ڈاکہ زنا وغیرہ کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک شخص بھی پکڑا جائے تو جماعت کے سارے افراد پر حدِ شرعی جاری ہوگی کیونکہ وہ شخص جماعت کی طاقت پر اور تعاون سے یہ سب کچھ کررہا تھا۔ ان آیات میں جو الفاظ آئے ہیں، ''جو لوگ دنیا میں فساد پھیلانے کو بھاگ دوڑ کرتے پھرتے ہیں''، تو یہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو اگرچہ جماعت ہوں لیکن مسلح نہ ہوں۔ پہلی قسم باغیوں کی ہے اور ''محاربہ'' کی تعریف میں آتی ہے۔ دوسری قسم ڈاکوؤں، چوروں، زانیوں، شرابیوں وغیرہ کی ہے۔ ان میں بھی کوئی پکڑا جائے گا تو اس کے سارے ساتھیوں کو سزا ہوجائے گی۔

توبہ کی معافی اس دوسری قسم والوں کے لئے ہے بشرطیکہ گرفتاری سے پہلے وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور حکومت بھی مطمئن ہو۔ پہلی قسم والوں کے لئے توبہ کی معافی نہیں ہے۔ یہ تو دنیا کی سزائیں ہیں آخرت کی سزائیں ان کے علاوہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵

اِبْتَغُوْا	تم تلاش کرو
اَلْوَسِيْلَةُ	وسیلہ۔ نزدیکی (وسیلہ جنت کا ایک مقام بھی ہے)
جَاهِدُوْا	تم جہاد کرو۔ کوشش کرو

تشریح: آیت نمبر ۳۵

ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اس کے بعد جرائم چھوڑ کر وہ طریقے اختیار کرو جن سے اللہ خوش ہو اور اس تک قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ڈھونڈو جن میں سب سے بڑا ذریعہ جہاد ہے۔ جہاد کرو گے تو دین و دنیا میں فلاح پاؤ گے۔ ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو'' سورۂ مائدہ کی پچھلی آیات میں مسلسل آ رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنا اہم ہے۔ ''اس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو''۔ یہاں وسیلہ سین سے ہے صاد سے نہیں۔ ص سے وصیلہ کے معنی ہیں کوئی چیز بھی جو جوڑتی ہو لیکن ''سین'' سے وسیلہ کے معنی ہیں ہر وہ چیز جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود سے قریب کر دے۔ سلف صالحین نے اس آیت میں وسیلہ کی تفسیر اطاعت، قربت اور ایمان و عمل صالح سے کی ہے۔

یہ بھی بتا دیا ہے کہ سب سے اہم وسیلہ کون سا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہی ہے جس سے دین و دنیا کی فلاح وابستہ ہے۔ فرمایا گیا جو صلاحیتیں تم جرائم میں صرف کر رہے ہو جس میں دین و دنیا کے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان صلاحیتوں کو جہاد میں لگا دو۔

جہاد نام ہے نظام اسلام نافذ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنا۔ تنظیم، تدبیر اور تدبر کے ساتھ ایک جماعت حقہ میں شامل ہونا۔ حضور پر نور ﷺ نے بھی تنہا جہاد نہیں کیا ہے بلکہ ایک جماعتِ حقہ کو ساتھ لیا ہے۔ جہاد کے لئے تنظیم ضروری ہے اور تنظیم کے لئے تبلیغ۔ جہاد وہ واحد عبادت ہے جس میں تمام عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ گویا تمام عبادتوں کے مجموعہ کا نام جہاد ہے۔

جہاد کے معنی ہیں جدوجہد یعنی سرتوڑ کوشش۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے، لیکن ایک تنظیم کے اندر آ کر۔ جہاد انفرادی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ہے۔ یہاں پر یہ بھی معنی ہیں کہ جہاد کے بغیر اسلامی ریاست قائم نہیں ہوسکتی۔ اگر قائم ہے تو قائم رہ نہیں سکتی۔ اور اسلامی ریاست کے بغیر جرائم وسزا کی اسلامی عدالت قائم نہیں ہوسکتی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷

جو لوگ کافر ہیں ان کے پاس وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے۔ اور پھر اتنا ہی اور بھی لا کر فدیہ میں دے دیں اور قیامت کے دن کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑانا چاہیں گے تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے تو دردناک عذاب مقرر ہے۔ وہ ہر طرح چاہیں گے کہ آگ سے نکل بھاگیں لیکن وہ اس سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ ان کے لئے تو دائمی عذاب مقرر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷

مَا تُقُبِّلَ	قبول نہ کیا جائے گا
خَارِجِیْنَ	نکلنے والے
عَذَابٌ مُّقِیْمٌ	کھڑا رہنے والا عذاب۔ ہمیشہ کا عذاب

تشریح: آیت نمبر ٣٦ تا ٣٧

جرائم کون کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا۔ جرائم میں کون لگا رہتا ہے۔ وہی جو اللہ کا حکم نہیں مانتا۔ وہ کیوں لگا رہتا ہے تاکہ مال پر مال بٹورتا رہے۔ مگر یہ مال اس کے لئے کتنے دن کا۔ چور کا مال خود بھی چوری ہو سکتا ہے۔ ڈاکو کا مال پھر بھی کوئی اور ڈاکو لے جا سکتا ہے۔ راشی کا مال حرام میں اڑ جاتا ہے۔ اور اگر مال رہ بھی گیا تو موت کے بعد بے کار۔ اگر کسی نافرمان نے اتنا مال بھی جمع کر لیا کہ تمام دنیا سمٹ کر اس کی جیب میں آ گئی۔ اور پھر اسی قدر مال اور بھی جمع کر لیا اور یہ مال در مال موت کے اس پار پہنچ سکا تو قیامت کے دن اپنے مالک کے عذاب سے اسے کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ وہ شخص تڑپ تڑپ کر پریشان ہوگا۔ کہ کسی طرح یہ مال انبار در انبار دے کر اپنی جان چھڑا لے مگر نہ کر سکے گا۔ آگ اس کے چاروں طرف لپٹی ہوئی ہوگی۔ بھاگنے کا کوئی چور دروازہ نہ ہوگا۔ اور یہ عذاب اسے مستقل اور ہمیشہ ہمیشہ دیا جائے گا۔

آگے جرائم اور سزا کی چند تفصیلات آ رہی ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

مرد چوری کرے یا عورت۔ دونوں کے ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو۔ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمائی کی سزا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے نشان عبرت ہے۔ وہ اللہ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

پھر جس نے قصور کر کے توبہ کر لی اور اصلاح حال کر لی تو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا،

بے حد مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آسمانوں اور زمین کا مالک صرف اللہ ہے؟ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے معاف کر دے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

اَلسَّارِقُ	چوری کرنے والا مرد
اَلسَّارِقَةُ	چوری کرنے والی عورت
اِقْطَعُوْا	کاٹ ڈالو
كَسَبَا	انہوں نے کمایا
نَكَالاً	سزا۔ عبرت
اَصْلَحَ	اصلاح کرلی

تشریح: آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

مرد اور عورت دونوں کا نام وضاحت سے لے کر حکم دیا ہے کہ چور کوئی بھی ہو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ تمام فقہا متفق ہیں کہ ہاتھ گٹے پر سے کٹے گا اور پہلی چوری میں داہنا ہاتھ کٹے گا۔ چور اگر چہ انسان کا مال چراتا ہے لیکن اللہ نے اسے اپنے حقوق کی پامالی میں شمار کیا ہے۔ اور حد قائم کر دی ہے۔ یوں سمجھ لیا جائے کہ بندہ اللہ کا ہے۔ چنانچہ بندہ کا مال بھی اللہ کا مال ہے۔ اگر بندہ کا مال چوری ہو گیا تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کیسے ادا کر سکے گا۔ جرم میں ذرا بھی شک وشبہ پیدا ہو جائے تو حدِ شرعی نافذ نہیں ہو سکے گی۔ مگر قاضی کو اختیار ہے کہ اس سے کم تر جو سزا مناسب سمجھے چور مرد یا چور عورت کو دے دے۔ دنیا کی سزا اگر ہونی ہے تو بہر حال ہو گی۔ ہاں توبہ سے آخرت کی سزا معاف ہو سکتی ہے۔ ڈاکو اور قزاق کی سزا میں یہ استثنا ہے کہ اگر گرفتاری سے پہلے وہ اپنے آپ کو فرد کی صورت میں یا جماعت کی صورت میں حکومت کے حوالے کر دے اور آئندہ جرائم سے توبہ کر لے اور حکومت کو اس توبہ پر یقین آ جائے تو اسے دنیا میں بھی معافی مل سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس نے قتل یا زنا نہ کیا ہو۔ یہ اللہ کی مصلحت ہے کہ بڑے بڑے مجرموں کے لئے بھی توبہ اور اصلاح کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے مجرموں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کی ہے۔ اور یہ بھی اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے مادی معاملات کا رخ بھی روحانیت اور آخرت کی طرف موڑ دیا ہے جیسا کہ آیت نمبر ٤٠ سے ظاہر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا
يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ
هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ
يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ
اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ
وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ
شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ
فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾

ع ٦ ٩ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

(اے رسول ﷺ) وہ لوگ جو کفر میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ان کی یہ جدوجہد آپ کو رنجیدہ نہ کردے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ''ہم ایمان لے آئے'' حالانکہ انہوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو یہودی بن گئے ہیں۔ یہ جھوٹ کے لئے کان لگا کر سنتے ہیں (جاسوسی کرتے ہیں)۔ اور وہ لوگ جو آپ کے پاس نہیں آئے یہ ان کے لئے بھی جاسوسی کرتے ہیں۔ بات کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اگر تمہیں حکم ملے (جو تمہاری خواہش کے مطابق ہے تو) قبول کرلینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا۔ (سچی بات یہ ہے کہ) جسے اللہ ہی گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کسی کا اللہ پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنا اللہ کو منظور نہیں۔ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ وہ جھوٹ بولنے کے لئے جاسوسی کرتے ہیں اور حرام رزق کھانے والے ہیں۔ پھر بھی اگر وہ آپ کے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو آپ (کو اختیار ہے کہ) ان کے درمیان فیصلہ کردیجئے یا ان کو نظر انداز کردیجئے (ٹال دیجئے)۔ اگر آپ ان سے منہ پھیرتے ہیں تو وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ بلاشبہ اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو انصاف کرنے والے ہیں۔

اور یہ آپ کو کس طرح فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے جس سے وہ منہ موڑ موڑ کر چلتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو یقین نہیں رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

لَايَحْزُنُ	وہ رنجیدہ نہ کردیں۔ غمگین نہ ہوں
يُسَارِعُوْنَ	(مُسَارَعَةٌ)۔ وہ دوڑتے ہیں
اَفْوَاهٌ	(فُوْهٌ)۔ منہ

لَمْ تُؤْمِنْ	ایمان نہیں لائے
هَادُوْا	جو یہودی بن گئے
سَمّٰعُوْنَ	بہت زیادہ سننے والے۔جاسوسی کرنے والے
لَمْ یَاْتُوْکَ	وہ تجھ تک نہیں پہنچے
اُوْتِیْتُمْ	تم دیئے گئے
خُذُوْا	پکڑلو۔لے لو
لَمْ تُؤْتَوْا	تمہیں نہ دیئے گئے
اِحْذَرُوْا	بچتے رہو
لَنْ تَمْلِکَ	تو ہرگز مالک نہ ہوگا۔تیرے بس میں نہ ہوگا
اَنْ یُّطَهِّرَ	یہ کہ وہ پاک کئے جائیں
اَكّٰلُوْنَ	بہت کھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان منافقین اور کفار کا ملک کے کونے کونے میں دنیا کمانے ،سیدھے سادھے نیک دل انسانوں کو سچے راستے سے بھٹکانے کیلئے طرح طرح کی افواہیں پھیلانے اور ان کی یہ بھاگ دوڑ کہیں آپ کو اس غلط فہمی میں نہ ڈال دے کہ ان کفار کو دنیا کی بڑی ترقی مل رہی ہے۔وہ خوب پھل پھول رہے ہیں لہٰذا دینِ اسلام ،اس کے سچے اصول اور نبی کریم ﷺ کی ذات دب کر رہ جائے گی۔ایسا نہیں ہوگا۔کیونکہ کفار وہ ہیں کہ ان کے دل ایمان کے جذبوں سے خالی ہیں۔ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا ہے۔اس لئے ان کفار کے مقابلے میں اہل ایمان ہی سربلند رہیں گے۔کفار کی یہ بھاگ دوڑ ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ایمان کی سچائیوں سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ان کی ساری بھاگ دوڑ دنیا کمانے کی لگن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

(٢) یہ جھوٹ اور باطل کو پھیلانے کے لئے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مجلسوں میں شرکت کر کے ایک ایک بات کو بڑے غور سے سنتے ہیں جس کا مقصد کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہوتی

بلکہ اسلام کے دشمنوں کو خوش کرنا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہے۔

(٣) ان کا کام یہ ہے کہ ایک سیدھی سچی بات کو بھی ایسا رنگ دے دیتے ہیں کہ بات ہی بدل کر رہ جاتی ہے۔ جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں فرمائی اس کو خود سے گھڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف منسوب کر دیتے ہیں

(٤) وہ اپنے ماننے والوں اور ساتھیوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اگر یہ نبی (ﷺ) اور ان کے جاں نثار صحابہ کرامؓ تمہیں وہ باتیں بتائیں جو تمہارے عقیدے، ذہن وفکر اور مفاد کے خلاف ہوں تو ان کو ہرگز تسلیم نہ کرنا بلکہ ان کا صاف انکار کر دینا اور ان سے بچتے رہنا ہاں اپنے مفاد کی کوئی بات ہو اس کو لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گمراہ ہیں ان کے قلوب کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوں گے۔ لہٰذا اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان کے دلوں کو پاک وصاف کر دے وہ تو بے نیاز ذات ہے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا انجام یہ ہے کہ ان کو دنیا میں بھی رسوائی اور ذلت نصیب ہوگی اور آخرت میں تو ایک بہت بڑا عذاب ان کا منتظر ہے۔

(٥) فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ کے حمایتی ہیں اور ''رزق حرام'' ان کا مزاج بن چکا ہے۔ اور جب کسی شخص یا قوم کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ''رزق حلال'' ان کو پسند نہیں آتا تو ایسی قوم اللہ کی رحمتوں سے دور ہو جاتی ہے اور ان کے دلوں میں پاکیزگی کا ہر تصور دھندلا کر رہ جاتا ہے۔

(٦) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ سے فرمایا کہ کفار کا مزاج اور کردار اپنی جگہ ہے لیکن اگر وہ لوگ آپ کے پاس عدل وانصاف کیلئے آئیں تو آپ اپنا اعلیٰ کردار اور نمونہ زندگی پیش کرتے ہوئے ان کے درمیان عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کو پورا فرما دیجئے۔ کیونکہ اللہ کو ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو عدل وانصاف کرنے کو اپنی سب سے بڑی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

(٧) اللہ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو توریت جیسی ایک عظیم کتاب عطا کی تھی۔ اگر یہ چاہتے تو آپ سے انصاف طلب کرنے کے بجائے اپنی کتاب ہی سے روشنی حاصل کر لیتے۔ لیکن عالم یہ ہے کہ ان کا اپنی کتاب پر یقین ہی کہاں ہے۔ اگر ان کو اپنی کتاب پر یقین ہوتا تو اس طرح یہ اس کتاب سے منہ نہ پھیرتے؟۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ
يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَ

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

بے شک ہم نے توریت نازل کی تھی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسی کے ذریعہ انبیاء کرامؑ جو اللہ کے فرماں بردار ہیں اہل یہود کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ اللہ والے اور اہل علم جو اللہ کی اس کتاب کے محافظ گواہ بنائے گئے تھے۔ (اس کتاب کے مطابق فیصلہ

کیا کرتے تھے) تم بھی لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو اور میری آیتوں کو گھٹیا قیمت پر فروخت نہ کرو۔ وہ لوگ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس توریت میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں برابری کا حکم ہے۔ پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لئے (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہے۔ اور جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔ اور ہم نے ان کے بعد عیسی ابن مریم کو اس کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا جو توریت ان کے سامنے تھی۔ پھر ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (اور وہ کتاب بھی) اس کی تصدیق کرنے والی تھی جو اس کے سامنے توریت موجود تھی جو ہدایت اور اہل تقوی کے لئے نصیحت تھی۔ اور انجیل والوں کو (اپنے معاملے کا) فیصلہ اس کے مطابق کرنا چاہئے تھا جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔ جو لوگ اللہ کی طرف سے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے نافرمان ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

لَا تَشْتَرُوْا	تم نہ بیچو۔ فروخت نہ کرو
لَمْ يَحْكُمْ	فیصلہ نہ کیا
اَلْعَيْنُ	آنکھ
اَلْاَنْفُ	ناک
اَلْاُذُنُ	کان
اَلسِّنُّ	دانت
اَلْجُرُوْحُ	(جَرْحٌ)۔ زخم

قِصَاصٌ	برابری
تَصَدَّقَ	(تصدیق)۔صدقہ کردے۔قصور معاف کردے
كَفَّارَةٌ	کفارہ۔اتارنا
قَفَّيْنَا	ہم نے ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا
اٰثَارٌ	(اثر)۔نشان۔قدم
مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والا۔سچا بتانے والا
بَيْنَ يَدَيْ	دونوں ہاتھوں کے درمیان۔سامنے
مَوْعِظَةٌ	نصیحت

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے اور پھر نصاریٰ یعنی عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توریت جیسی عظیم کتاب عطا کی تھی جو ہدایت اور روشنی تھی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے مطابق اللہ کے مطیع وفرماں بردار انبیاء کرام اور یہودی علماء اور درویش فیصلے کیا کرتے تھے لیکن بعد میں اسی توریت کے احکامات کو اس طرح توڑ مروڑ کر رکھ دیا گیا کہ اصل تعلیم ہی گم ہو کر رہ گئی تھی یا تو وہ لوگ اللہ کے حکم کو بدل ڈالتے تھے یا چھپا لیتے تھے۔ بعد کے لوگوں نے توریت کے احکامات کو کھیل اور دنیا کمانے اور لوگوں پر دھونس جمائے رکھنے کا ذریعہ بنالیا تھا۔

(۱) مثلاً توریت میں حکم موجود ہے کہ اگر کوئی شخص زنا جیسے جرم میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ''رجم'' کر دیا جائے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے مگر انہوں نے اصل احکامات کو چھپا کر خود ہی یہ سزا تجویز کر دی تھی کہ جو شخص بھی زنا کا مرتکب پایا جائے اس کا چہرہ کالا کر کے اس کو شہر بھر میں گھمایا جائے اور کوڑے مارے جائیں۔

(۲) توریت میں حکم دیا گیا تھا کہ قصاص لینے میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔ قصاص کے معنی برابری کرنے کے آتے ہیں یعنی اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی جان لے لی ہو اس کو قتل کر دیا ہو تو مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کیا جائے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے کسی عضو کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کے بدلے میں اتنا ہی بدلہ لیا جائے اگر اس نے کسی کو زخمی

کیا ہے تو اس کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کر کے برابری کی جائے۔ لیکن مفاد پرست علماء یہود نے اس قانون کو مال داروں اور طاقت وروں کی جاگیر بنا دیا تھا۔ مثلاً اگر کسی مال دار بااثر شخص نے کسی غریب کو مار ڈالا یا اس کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو قانون اس کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتا تھا۔ من گھڑت طریقوں سے وہ چھوٹ جاتا تھا لیکن اس کے برخلاف اگر کسی غریب، کمزور اور مفلس آدمی نے کسی مال دار یا بااثر شخص کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں اس شخص کے خاندان یا برادری کے دو چار آدمیوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا۔ اس قوم کا مزاج اتنا بدل چکا تھا کہ افراد سے آگے بڑھ کر یہ ظلم وستم جماعتوں اور قبیلوں تک میں پھیل چکا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے تھے بنونضیر اور بنو قریظہ۔ بنونضیر بہت طاقت ور قبیلہ تھا اور بنو قریظہ کمزور تھے دونوں ایک ہی کتاب کے ماننے والے ہم مذہب تھے لیکن بنونضیر اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ میں ہر طرح ظلم کیا کرتے تھے۔ جب کسی حق کے دینے کا وقت آتا تو بہت کم دیتے اور جب لینے کا وقت آتا تو اپنے حق سے بھی زیادہ لے لیا کرتے تھے غرضیکہ عدل وانصاف تو دور کی بات ہے، بنونضیر کسی کو اس کا حق دینا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ساتھ ساتھ نصاریٰ یعنی عیسائیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ صرف یہودیوں نے ہی نہیں بلکہ نصاریٰ نے بھی عقیدہ کی گندگیوں اور بدعملیوں کی انتہا کر دی تھی نصاریٰ کو اللہ نے انجیل جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس نے توریت کی تردید نہیں بلکہ توریت کو سچا بتایا اور اس کی تصدیق کی جو سراسر ہدایت اور لوگوں کے لئے موعظت ونصیحت کی کتاب تھی لیکن انہوں نے بھی اپنی کتاب کو چھوڑ کر اور نظر انداز کر کے من مانے طریقے اختیار کئے جس کے نتیجے میں وہ مومن بننے کے بجائے کافر، ظالم اور فاسق بن کر رہ گئے کیونکہ جو قوم اللہ کے احکامات کو نظر انداز کر کے دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر من مانے طریقے اختیار کر لیتی ہے وہ ظالم بھی ہے کافر بھی ہے اور فاسق بھی۔

ان آیات میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تحریف وتبدیلی اور عقیدہ کی گندگیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اہل ایمان مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اے مسلمانو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقوں پر مت چلنا۔ اگر تم نے بھی وہی غلطیاں کیں تو جس طرح ان قوموں پر اللہ کا عذاب آیا تم بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفے ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا ہے جن کے صدقے میں ہم ہزاروں عذابوں سے محفوظ ہیں اور اس امت پر اس طرح کے عذاب نہ آئیں گے جیسے پہلی امتوں پر آئے تھے لیکن اللہ کے احکامات کی نافرمانی میں اللہ کا قہر کسی بھی شکل میں آ سکتا ہے۔ سیلاب، زلزلے، آفات، طرح طرح کی بیماریاں۔ آپس کی دشمنیاں وغیرہ یہ بھی تو اللہ کی رحمت سے دور ہونیکی وجہ سے واقع ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پر عمل کرنے اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ ہمیں عقیدہ کی ہر گندگی سے دور فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

ع ٧/٧ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ٤٨ تا ٥٠

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو سراسر حق ہے۔ اور پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اوران کی محافظ ونگہبان بھی ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ ان قوانین کے مطابق کیجئے جو اللہ نے نازل کئے ہیں۔ اور لوگوں کی نفسانی خواہشات پر حق کا سیدھا راستہ چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جب کہ آپ کے پاس حق آچکا ہے۔

ہم نے ہر ایک امت کو ایک شریعت اور ایک راہ عمل بخشا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ لیکن اس نے جو کچھ نازل کیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ لہذا تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔ ایک دن تم سب کو اللہ ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ پھر وہ بتا دے گا کہ تم کن باتوں میں مختلف راہوں پر چلتے تھے۔

اور اے نبی ﷺ! آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اللہ کے نازل کئے ہوئے قوانین کے مطابق کیجئے اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلئے۔ اور ان سے ہوشیار رہیئے کہیں وہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ کسی حکم کے متعلق کسی آزمائش میں نہ ڈال دیں۔

پھر اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ کی مصلحت یہی ہے کہ وہ ان میں سے ایک طبقہ کو گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے۔ اور حقیقت تو یہی ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ فسق و فجور کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ دور جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں۔ اللہ پر یقین کامل رکھنے والوں کے نزدیک اللہ سے زیادہ بہتر حکم دینے والا کون ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

مُهَيْمِناً — نگراں۔ خلاصہ۔ اپنے اندر سمو لینے والی چیز

لَا تَتَّبِعُ — تو پیچھے نہ چل۔ اتباع نہ کر

اَهْوَآءٌ — (هَوَآءٌ)۔ خواہشیں

عَمَّا — اس سے۔ جب کہ

جَعَلْنَا — ہم نے بنایا

شِرْعَةٌ — قانون۔ راستہ۔ دین کا مقرر کیا ہوا قانون

مِنْهَاجٌ — الگ۔ راستہ۔ طریقہ۔ مذہب

اُمَّةٌ — جماعت۔ گروہ

لِيَبْلُوَكُمْ — تا کہ وہ تمہیں آزمائے۔ تا کہ تمہارا امتحان لے

اٰتَاكُمْ — جو اس نے تمہیں دیا ہے

اِسْتَبِقُوْا — تم آگے بڑھ جاؤ۔ دوڑ کر لے لو

اَلْخَيْرَاتُ — (اَلْخَيْرُ)۔ نیکیاں۔ بھلائیاں

مَرْجِعٌ — لوٹنا

اِحْذَرْهُمْ — تو ان سے احتیاط کر

اَنْ يَّفْتِنُوْكَ — یہ کہ وہ تجھے کسی آزمائش میں ڈالیں

اَنْ یُّصِیْبَهُمْ	یہ کہ وہ ان کو پہنچائے
اَلْجَاهِلِیَّةُ	نادانی۔ جہالت۔ دور جہالت
یَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر
یُوْقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں۔ وہ یقین کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

اسلامی قوانین کے متعلق فرمایا جارہا تھا۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تاکید در تاکید کہا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے قوانین کے مقابلے میں اپنے قوانین بنالیں اور وہ لوگ جو غیر اللہ کے قوانین کے چلانے میں آلہ کار بن جائیں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں۔

ان کا یہ فعل تین معنی رکھتا ہے۔ ان کا ایمان اللہ پر اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر نہیں ہے۔ وہ (نعوذ باللہ)

(۱) اللہ کے قوانین کو ناقص سمجھتے ہیں اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین کو بہتر۔

(۲) دوسرے وہ سچا بے لاگ انصاف نہیں چاہتے۔ انہیں دنیاوی مفادات زیادہ عزیز ہیں خواہ سیاسی، قومی، جماعتی یا ذاتی ہوں۔

(۳) وہ جرائم کو روکنا نہیں چاہتے بلکہ جرائم کے دروازے کھلے رکھنا چاہتے ہیں۔

جہاں کہیں غیر اسلامی قوانین نافذ ہیں خواہ برصغیر پاک و ہند میں، خواہ مغرب میں، خواہ مشرق میں وہاں جرائم پھیل رہے ہیں یا حکومت کسی خاص قوم، رنگ، زبان یا جماعت کی طرف داری کر کے ظلم کر رہی ہے۔ امیر لوگ رشوت دے کر انصاف خرید رہے ہیں۔ غریب لوگ کردہ اور ناکردہ گناہوں کی سزاؤں میں ہر طرح پس رہے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تمام فیصلے قرآن کے مطابق کیجئے۔ جو احکام اور تعلیمات توریت اور انجیل میں دی گئی تھیں ان میں جو مستقل اقدار تھے، جو اصل الاصول تھے وہ سب قرآن میں محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ اب قرآن کا فیصلہ توریت اور انجیل کا بھی فیصلہ ہے۔ کیونکہ قرآن توریت اور انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، ان سب کا ایک ہی مصنف ہے، ان میں ایک ہی تعلیم ہے، ایک ہی میزان و پیمان ہے۔ فرق اگر ہے تو عبارات کا اور چند تفصیلات کا۔ ہر کتاب اپنے اپنے دور اور اپنی اپنی قوم کیلئے آئی۔ لیکن قرآن مجید نہ صرف جامع ہے بلکہ اللہ کی آخری کتاب ہے۔ قرآن میں تمام ضروری باتیں سمیٹ لی گئی ہیں اور یہ قیامت تک تمام زمان و مکاں کے لئے یکساں نافذ العمل ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! حق کا راستہ چھوڑ کر لوگوں کی نفسانی خواہشات کے پیچھے انصاف حقیقی کو مجروح نہ کیجئے۔

شاید کچھ لوگ یہ سوال اٹھائیں کہ جب تمام پیغمبروں اور تمام کتابوں کا دین ایک ہے، ہر اگلی کتاب نے ہر پچھلی کتاب کی تصدیق کی ہے تو عبادت کی صورتوں میں، حرام وحلال کی قیود میں اور تمدنی ومعاشرتی معاملات میں یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہر زمان ومکان کے تقاضے الگ الگ تھے۔ دوسرا جواب ان آیات میں یہ دیا گیا ہے کہ مختلف زمانوں میں مختلف کتابوں کا مقصد یہ آزمانا ہے کہ کون اپنے فائدے کے لئے روایتی جامد اصولوں کو پکڑے ہوئے ہے اور کون تمام انسانوں کے درمیان انصاف کی خاطر جدید احکام کو مانتا ہے۔

فرمایا اگر اللہ چاہتا تو مختلف زمانے نہ آتے، مختلف تقاضے نہ آتے، مختلف کتابیں اور شریعتیں نہ آتیں، مختلف امتیں نہ ہوتیں۔ یہ تبدیلیاں اس نے اپنی مصلحت سے کی ہیں۔ یہ مصلحت ہی آزمائش ہے۔

یہ خطاب اہل کتاب کی طرف ہے جنہوں نے اصلی توریت اور اصلی انجیل میں تبدیلی کر کے توریت اور انجیل کے نام پر اپنی کتابیں گھڑلی تھیں۔ اور اڑے ہوئے تھے کہ ان کی تحریف کردہ کتابوں کے مطابق فیصلے صادر کئے جائیں۔ انہیں انصاف سے اور اطاعتِ الٰہی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بنونضیر اپنے دنیاوی مفاد کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ قتل وزنا کے مقدمات کا فیصلہ ان کی مرضی کے مطابق ہو۔ ان سے کہا گیا کہ بھلائیوں کی طرف لپکو کیونکہ آج یا کل مرنا برحق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم سے وہاں حساب وکتاب لے گا۔ جو شخص اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر چلنا نہیں چاہتا وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔

اور نبی مکرم ﷺ کو بھی نصیحت کی گئی ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے پوری امت کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ کہیں یہ لوگ جو مقدمات لے کر آئے ہیں آپ کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر یہ لوگ پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ فسق وفجور کے پیچھے لگے ہیں۔ اللہ ان سے اپنے وقت پر نبٹ لے گا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱

اے ایمان والو! یہودیوں اور نصاریٰ (عیسائیوں) کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ تم میں سے جو شخص انہیں دوست بنائے گا اس کا شمار ان ہی میں ہوگا۔ بے شک اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥١

لَا تَتَّخِذُوْا تم نہ بناؤ
اَوْلِيَآءَ (ولیٌّ)۔ دوست۔ مددگار۔ دل کا بھیدی
مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ جو ان سے دوستی کرے گا

تشریح: آیت نمبر ٥١

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب اسلام کے دشمن ابھی تک بڑی طاقتوں کے مالک تھے اور بہت سے منافقین دونوں طرف ساز باز رکھتے تھے کہ دیکھیں فتح وشکست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ بہت سے یہودی اور عیسائی ان منافقوں کو جاسوسی کے لئے استعمال کرتے تھے بلکہ اپنے ''دوستوں'' سے ملنے کے بہانے بلا جھجک اسلامی کیمپ میں آجایا کرتے تھے تا کہ راز لے اڑیں۔

اس حکم کے آجانے سے اول تو مومنین اور منافقین کے درمیان فرق معلوم ہو گیا کہ کون مومن ہے اور کون منافق۔ دوسرے اسلامی کیمپ کے اندر یہودیوں اور نصرانیوں کا داخلہ مشکل ہو گیا۔ رازوں کی حفاظت کڑی کر دی گئی۔

اسلام کا دوست (مومن) اسلام کے دشمن سے حقیقی اور قلبی دوستی رکھ ہی نہیں سکتا۔ دونوں کے مقاصد زندگی الگ الگ۔ دونوں کا طریقہ کار الگ الگ۔ دونوں کی اقدار اور پیمانے الگ الگ۔ اگر قتال کا وقت آجائے تو دونوں ایک دوسرے پر تلوار اٹھا لیں گے۔ پھر دوستی کس بات کی۔

حقیقی دوستی اور ظاہری رسمی صاحب سلامت میں فرق ہے۔ صاحب سلامت اور ظاہری ملنے جلنے پر پابندی نہیں ہے بلکہ معاشی اور معاشرتی لحاظ سے ضروری ہے۔ دشمنِ اسلام سے ملنے جلنے کی اجازت صرف تین وجہ سے ہے۔ (١) تجارتی اور معاشی۔ غیر مسلم کی نوکری حلال کام میں جائز ہے۔ (٢) تبلیغی۔ یعنی مقصد اسلام کی تبلیغ ہو۔ (٣) معاشرتی۔ ایک ہی بستی یا ایک ہی شہر کا رہنا سہنا ہو۔ بہت سے رہائشی اور دیگر مسائل مشترک ہوتے ہیں، مثلاً پانی، صفائی، بجلی، ٹرانسپورٹ وغیرہ۔

پابندی صاحب سلامت میں نہیں ہے بلکہ سچی اور قلبی دوستی میں ہے۔ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کا کیمپ مسلمانوں کے کیمپ سے برسر پیکار ہے، اس لئے ان کا اشتراک قلب اور اشتراک عمل نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر وہ دوست کے روپ میں آتے ہیں تو ان کا مقصد منافقوں کو استعمال کرنا ہے۔ اسلام ہمیں دوسری قوموں سے رواداری کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ان سے ایسا قلبی تعلق قائم کر لیا جائے کہ مسلمانوں کے اندرونی راز بھی ان کے سامنے کھول کر رکھ دینے میں کوئی شرم محسوس نہ ہو۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ
تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۲

(اے نبی ﷺ) آپ ملاحظہ کرتے ہوں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، وہ مخالفین ہی کے درمیان آنا جانا لگائے ہوئے ہیں۔ وہ تو صاف کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہیں مصیبت کا دائرہ ہم پر تنگ نہ ہو جائے۔ مگر جب اللہ تمہیں (جنگ میں) واضح کامیابی بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور خاص بات دکھائے گا۔ تب یہ لوگ اس نفاق پر جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں بہت شرمندہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۲

نَخْشٰى	ہم ڈرتے ہیں۔ خوف رکھتے ہیں
اَنْ تُصِيْبَنَا	یہ کہ ہمیں پہنچے
دَآئِرَةٌ	(دَوْرٌ)۔ مصیبت۔ گھومنا۔ چکر لگانا
عَسَى اللّٰهُ	قریب ہے اللہ
يُصْبِحُوْا	وہ ہو جائیں
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا
نٰدِمِيْنَ	پچھتانے والے۔ شرمندہ

تشریح: آیت نمبر ۵۲

جس وقت وہ آیت اتری جس میں مسلمانوں کو کفار سے حقیقی دوستی کرنے پر پابندی لگا دی گئی ہے، اس وقت

مخلص مومنین مثلاً حضرت عبادہؓ بن ثابت نے اپنے کافر دوستوں کو نوٹس دے دیا اور قلبی تعلقات توڑ لئے۔ اس کے برخلاف منافق اعظم عبداللہ بن ابی بن سلول نے علی الاعلان کہا کہ قطع تعلق میں مجھے خطرہ ہے۔ میں کفار سے اپنے تعلقات خراب نہیں کرسکتا۔ اسی پر یہ آیت نمبر ۵۲ نازل ہوئی۔

پچھلی آیت سے مخلصین اور منافقین کھل کر سامنے آگئے۔ منافقین نے تو صاف صاف کہا تھا کہ مخالف کیمپ سے قلبی دوستی لگائے رکھو۔ شاید وہی کامیاب ہوجائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کامیابی مسلمانوں ہی کے حصہ میں آئے گی۔ اور جب دشمن مغلوب ہوجائیں گے اس وقت ان منافقوں کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ وہ دانتوں میں انگلی کاٹ کاٹ کر کہیں گے افسوس کیا سوچا تھا اور کیا ہوگیا۔ ان کے چہرے ذلیل وخوار ہوں گے۔ اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ
لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳

اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے۔ ارے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام پر بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے اور وہ ناکام ونامراد ہو کر رہ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳

اَهٰٓؤُلَاۗءِ	کیا یہی لوگ ہیں
اَقْسَمُوْا	انہوں نے قسم کھائی
جَهْدٌ	طاقت۔ انتہا درجہ کی کوشش
اَيْمَانٌ	قسمیں
اَصْبَحُوْا	وہ ہوگئے

الثلثۃ

تشریح: آیت نمبر ٥٣

قیامت کے دن جب کامیابی مسلمانوں کی ہوگی اور منافقین کی ندامت ان کے چہرے سے ظاہر ہوگی اور وہ خوب پہچان لئے جائیں گے اس وقت مخلص مومنین حیران رہ جائیں گے وہ کہہ اٹھیں گے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھا کھا کر ہمیں اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلایا کرتے تھے۔ ہم لوگ کتنے دھوکے میں تھے مگر اللہ کی شان کہ اس نے ہمیں ہی سرخرو کر دیا۔

یہ منافقین دنیا میں تو تباہ و برباد ہو ہی گئے، آخرت میں بھی ان کے تمام نمائشی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کی پیشین گوئی کر دی ہے جس کے بعد دشمنان اسلام کا زور ٹوٹ گیا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٥٤

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو سن لو (تمہاری جگہ) اللہ عنقریب ایسی قوم کو لے آئے گا۔ جن کو اللہ چاہتا ہے اور جو اللہ کو چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لئے نرم دل ہوں گے اور کافروں پر سخت اور تیز ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی برا کہنے والے کی الزام تراشی کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے۔ جس کو چاہے بخش دے اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥٤

يَرْتَدُّ	وہ پلٹ جاتا ہے
يُحِبُّ	محبت کرتا ہے۔ پسند کرتا ہے

اَذِلَّةٌ	(ذَلِيْلٌ)۔ جھکاؤ۔ مراد ہے نرم دل
اَعِزَّةٌ	(عَزِيْزٌ)۔عزت۔سختی کرنا
يُجَاهِدُوْنَ	وہ جہاد کریں گے
لَا يَخَافُوْنَ	وہ خوف نہ کریں گے
لَوْمَةٌ	طعنہ دینا۔ ملامت کرنا
لَآئِمٌ	ملامت کرنے والا۔ طعنہ دینے والا
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل وکرم

تشریح: آیت نمبر ۵۴

منافقوں کے بعد اب مرتدین کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور مرتد کے مقابلے میں مجاہد کا۔ جو لوگ کچے دل سے دنیاوی مصلحت کے تحت حلقۂ اسلام میں آگئے ہیں ان کے لئے تین ہی راستے ہیں۔ یا تو پکے دل سے مخلص مومن بنیں یا منافق بنے رہیں۔ آدھا ادھر آدھا ادھر اللہ کو پسند نہیں ہے۔ یا پھر کھلم کھلا کفار کی صف میں واپس چلے جائیں۔ اسلام سے نکل کر کفر میں چلے جانا یعنی ارتداد اتنا بڑا جرم ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مرتدین کو خبردار کیا ہے کہ ان کے چلے جانے سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا خواہ چند اشخاص مرتد ہو جائیں یا ایک پوری جماعت ہی مرتد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی جگہ مجاہدین فی سبیل اللہ کی ایک ایسی جماعت اٹھائے گا جو اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرے گی اور دشمنوں پر اپنی ہمت اور طاقت کا پورا مظاہرہ کر کے دکھائے گی۔ اور ضرورت پڑی تو تلوار کا معاملہ کرنے سے بھی پیچھے نہ ہٹے گی۔

ان لوگوں کی خاص پہچان یہ ہوگی کہ کسی کے لعن طعن، الزام تراشی، پھبتی، بدنام کرنے کی کوشش کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے۔ انہیں اپنے کام سے کام ہوگا۔ اور کوئی انہیں ورغلا نہ سکے گا۔ نہ ڈرا سکے گا نہ خرید سکے گا۔ وہ فضول کانٹوں میں الجھ کر اپنی راہ کھوٹی نہیں کریں گے۔ ایک اور عظیم الشان پہچان ان کی بتائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ انہیں چاہے گا اور وہ اللہ کو چاہیں گے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ اے رسول ﷺ کہہ دیجئے اگر تم لوگ اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تم سے محبت کرے گا۔

چنانچہ ظاہر ہوا کہ وہ لوگ سنت رسول ﷺ اللہ پر پورا عمل کریں گے اور ہر قسم کی بدعات سے پرہیز کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قبل از وقت ہوشیار کر دیا ہے کہ عنقریب فتنۂ ارتداد پھیلے گا مگر اسلام کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ مرتدین کے مقابلہ کے لئے مجاہدین کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضور پر نور ﷺ کے وصال کے وقت اور پھر بعد میں فتنۂ

ارتداد طوفان بن کر کھڑا ہو گیا۔ مسلیمہ کذاب، اسود عنسی، شجاع بنت خویلد، طلیحہ بن خویلد (یہ آخر الذکر آگے چل کر مومن ہو گئے اور زمرۂ صحابہ میں شامل ہو گئے تھے) وغیرہ وغیرہ۔ ان سب نے ارتداد کی اور ختم نبوت سے انکار کی بڑی بڑی مسلح تحریکیں چلائیں۔ ان کے علاوہ مانعین زکوٰۃ بھی کچھ کم نہ تھے۔ ان سب کا کامیاب مقابلہ حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین نے کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد جو صدمہ میرے والد صاحب کے سامنے آیا اگر کسی مضبوط پہاڑ پر آتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

اس آیت نے مرتدین کے مقابلے میں مجاہدین کی جو علامتیں بتائی ہیں وہ سب کی سب سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں پر صادق آتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ محبت اور نرمی کا اخلاق دکھاتے ہیں لیکن مرتدین اور کافروں کے مقابلے میں جنگ جو اور سخت گیر ہیں۔ وہ صرف مسجد کی بے خطر عبادتوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ میدان کی پر خطر عبادتوں میں بھی پیش پیش ہیں۔

(۱) ان کا جہاد خالص فی سبیل اللہ تھا۔

(۲) انہوں نے کسی برا بھلا کہنے والے الزام تراش کی پرواہ نہ کی۔

(۳) مجاہدین کی اس قوم کو اللہ ہی نے اپنے فضل و کرم سے پیدا فرمایا تھا۔

(۴) یہ تمام علامتیں خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ

اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ ۝٥٥ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ۝٥٦

ع ۸ / ۶ / ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۶

کوئی شک نہیں کہ تمہارے اصلی دوست اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں اور جو بھی اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو اپنا پکا دوست بنائے گا تو جان لو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥٥تا٥٦

رَاكِعُوْنَ	رکوع کرنے والے۔جھکنے والے
حِزْبٌ	جماعت۔گروہ۔فریق

تشریح: آیت نمبر ٥٥تا٥٦

پچھلی آیت میں اللہ کی جماعت (حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے رفقا مجاہدینؓ) کی پانچ علامتیں بتائی گئی تھیں۔ان آیات میں مزید پانچ علامتیں بتائی گئی ہیں اس وعدہ کے ساتھ کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

(۱) وہ ایمان والے ہیں۔

(۲) وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

(۳) وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرتے ہیں)

(۴) وہ رکوع اور سجود میں (نوافل) میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵) اللہ،اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو اپنا پکا دوست بناتے ہیں۔

یہاں پر جو لفظ ''راکعون'' آیا ہے اس کے معنی اور ہیں یعنی نہ صرف اللہ کے سامنے جھکنے والے بلکہ اس کے بندوں سے عاجزی اختیار کرنے والے ہیں۔تکبر اور شان شیخی سے دور عاجزی اور انکساری میل محبت سے قریب۔اپنے گناہوں سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

اگر ان آیات کو حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے رفقا مجاہدین پر چسپاں نہ بھی کیا جائے اور کھلے کھلے عام معنی لئے جائیں تو ظاہر ہے کہ لافانی اور لازوال دوستی دنیا میں بھی اور جنت میں بھی اللہ، رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہے۔اس کے علاوہ کوئی حقیقی دوستی نہیں کیونکہ پچھلی آیات میں دوست کے انتخاب کا معیار مقرر ہو چکا ہے۔اور اہل ایمان کون ہیں۔ان کی پہچان یہاں دی گئی ہے۔تاکہ دھوکا دینے والے جعلی لوگوں یعنی منافقین سے امتیاز واضح ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَ

إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝ وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۲

اے ایمان والو! کفار میں سے اور ان اہل کتاب میں سے جو تم سے پہلے ہیں۔ اور تمہارے دین کو ہنسی کھیل میں اڑاتے ہیں ان کو اپنا دوست مت بناؤ۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔ جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ ایسی حرکتیں اس لئے کرتے ہیں کہ وہ احمق لوگ ہیں۔ اہل کتاب سے کہہ دیجئے تم ہم لوگوں سے کیوں بگڑے ہوئے ہو؟ یہی نا کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ اس نے ہمارے نبی ﷺ پر نازل کیا اور جو کچھ اس سے پہلے نازل ہو چکا ہے اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ مگر تم لوگوں میں سے اکثر و بیشتر اللہ کے

نافرمان ہیں۔

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجیے کیا میں بتاؤں وہ کون ہے جس کا انجام اللہ کے پاس فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟۔ وہ جس پر اللہ نے لعنت کی، جس پر اس کا غیض وغضب ٹوٹا۔ جن میں سے بندر اور سور بنائے گئے۔ جو شیطان ہی کے بندے بنے رہے۔ ان کا مقام زیادہ برا ہے چونکہ وہ صحیح راستے سے بہت دور اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایمان لا چکے ہیں لیکن آتے ہوئے وہ جتنے سخت کافر تھے جاتے ہوئے بھی اتنے ہی سخت کافر رہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں کثرت سے لوگ گناہ اور ظلم کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کر رہے ہیں اور حرام کھا رہے ہیں۔ یہ لوگ کتنی بری حرکات کرتے پھر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۲

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
هُزُوًا	مذاق
لَعِبٌ	کھیل کود۔ تماشا
نَادَيْتُمْ	تم نے آواز دی۔ ندا دی
تَنْقِمُوْنَ	تم انتقام لیتے ہو۔ بدلہ لیتے ہو
بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ	اس سے برا
مَثُوْبَةً	(ثواب)۔ جزا۔ بدلہ
لَعَنَ	اس نے لعنت کی
غَضِبَ عَلَيْهِ	وہ اس پر غصہ ہوا
اَلْقِرَدَةُ	بندر
اَلْخَنَازِيْرُ	(خنزیر)۔ سور۔ پورک
عَبَدَ	اس نے عبادت کی۔ بندگی کی

اَلطَّاغُوْتُ	شیطان۔شیطانی قوتیں
مَكَانٌ	ٹھکانہ
اَضَلُّ	زیادہ گمراہ
خَرَجُوْا	وہ نکلے
يَكْتُمُوْنَ	وہ چھپاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ٦٢

اب تک یہ بتایا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کو حقیقی دوستی کرنی ہے تو کن سے اور کیوں۔ اب ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی دوستی کن سے نہیں کرنی ہے اور کیوں۔ مومن کے ایمان کا امتحان یہی ہے کہ وہ اللہ کا قرب ڈھونڈے یعنی اس کے احکام کو زیادہ سے زیادہ بجالائے۔

چنانچہ اس کا حکم ہے کہ ان لوگوں کو ہرگز حقیقی دوست نہ بناؤ جو احمق ہیں یعنی دین کا شعور نہیں رکھتے۔ جو تمہاری اذان اور نماز کا ہنسی مذاق کرتے ہیں اور نقلیں اتارتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر یہودی، نصاریٰ اور دوسرے کفار ہیں۔

فرمایا اے نبی ﷺ! ان کو موازنہ کی دعوت دیجئے۔ ایک طرف وہ مومنین ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی ہر کتاب کو مانتے ہیں۔ توریت، زبور، انجیل اور قرآن کریم، دوسری طرف وہ منافقین اور کفار ہیں جو کسی کتاب کو بلکہ اللہ ہی کو نہیں مانتے۔ ان میں اہل کتاب بھی شامل ہیں جنہوں نے تحریف کر کر کے توریت اور انجیل کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ ان سے پوچھئے کون سی جماعت بہتر ہے؟

ابھی پچھلی آیات میں مومنین اور مجاہدین کی پہچان بتائی گئی ہے۔

فرمایا اے نبی ﷺ! ان سے پوچھئے کہ کیا وہ لوگ بہتر ہیں یا وہ فاسقین جو بطور سزا بندر اور سور بنا دیئے گئے تھے۔ یا وہ بہتر ہیں جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور دین و دنیا میں کامرانی اور فلاح پاتے ہیں۔ انصاف سے بتاؤ کیا وہ بہتر ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جو شیطان کی اطاعت کرتے ہیں اور جن کا ٹھکانا دوزخ ہے؟۔

قرآن نے یہاں تبلیغ کی ایک اہم تکنیک پیش کی ہے۔ اہل کتاب اور کفار، مشرکین اور منافقین پر براہ راست تنقید کرنے سے گریز کیا ہے کہ اس سے ضد اور چڑ تیز ہو سکتی ہے۔ اور بنتا ہوا کام بھی بگڑ سکتا ہے۔ اس کی جگہ چیلنج اور دعوت موازنہ کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جو زیادہ مؤثر ہے۔

آگے کفار اور منافقین کی خاص خاص علامتیں بتائی گئی ہیں یعنی وہ ایمان کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں، گناہ اور ظلم

کے کاموں میں خوب محنت، لگن اور مگن سے کام کرتے ہیں اور حرام آمدنی پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مومنین کو ہدایت ہے کہ ہرگز ان سے حقیقی دوستی نہ کریں۔

لَوۡلَا یَنۡہٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِھِمُ الۡاِثۡمَ وَاَکۡلِھِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٣

آخر کیوں ان کے اللہ والے اور اہل علم انہیں گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے نہیں روکتے؟ کتنا تباہ کن ہے جو کچھ یہ لوگ بنا رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٣

لَوۡلَا — کیوں نہ ہوا؟

یَنۡھَاھُمۡ — انہوں نے منع کیا

اَلۡاَحۡبَارُ — پڑھے لکھے۔ علماء

تشریح: آیت نمبر ٦٣

کوئی قوم اگر ایمان اور اخلاق سے عاری ہو کر تباہی کی طرف بھاگ رہی ہو تو اس کے بچانے کا اولین اور اہم ترین فریضہ اس کے پیرانِ طریقت اور علماء مذہب کے سر ہے۔ مگر اہل کتاب کی بدنصیبی ہے کہ جو لوگ ان کے روحانی اور مذہبی پیشوا ہیں وہ گرد و پیش کی ساری خرابیاں دیکھتے ہوئے اصلاح کے لئے میدانِ عمل میں نہیں آتے اور اپنے گرجا و کلیسا میں چند رسوم عبادت لئے بیٹھے ہیں بلکہ اپنے حلوے مانڈے کی خیر منا رہے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں اگر واقعی انہوں نے اصلاح قوم کا کام شروع کر دیا تو نہ صرف مخالفوں کی تقریر تنقید تحریر اور تدبیر سے مقابلہ کرنا پڑے گا بلکہ جو کچھ بھی مفت کا نذر نیاز مل رہا ہے اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ان کے اللہ والے اور اہل علم صرف خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں بلکہ یہ فسق و فجور کی نت نئی تدبیریں گھڑ کر عوام کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہاں پر عوام کے لئے ''یعلمون'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور خواص کے لئے

"یصنعون" کا۔ یعنی عوام تو لگے بندھے ڈگر پر آنکھیں بند کئے بھاگ رہے ہیں لیکن یہ خواص ہیں جو انہیں نئی نئی ترکیبیں اور نئی نئی بدعات سکھلا رہے ہیں۔ یہودیوں نے جب سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو عذاب الٰہی آیا۔ نہ صرف ان پر جو گناہ گار تھے بلکہ ان زاہد و عابد حضرات پر بھی جو خاموش تماشائی بنے رہے تھے۔

امام ابوحیان نے اپنی مشہور کتاب بحر محیط میں لکھا ہے کہ حضرت یوشع بن نونؑ پر اللہ نے وحی بھیجی کہ آپ کی قوم میں ساٹھ ہزار بداعمال ہلاک کئے جائیں گے اور ان کے ساتھ چالیس ہزار نیک لوگ بھی جو خاموش تماشائی بنے رہے۔ جو ان بدکرداروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اور تمام خرابیاں دیکھنے کے باوجود ان کو تبلیغ، تنظیم اور جہاد کا خیال تک نہ آیا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

وقف لازم

ع ٩/١٣

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

یہود کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (اللہ نے فرمایا کہ) ان ہی کے ہاتھ

بندھے ہوئے ہیں۔ اس پر لعنت کی گئی ہے جو کچھ وہ بکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اس کلام الٰہی کو دیکھ کر جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اکثر لوگوں کا کفر اور فساد بڑھتا جا رہا ہے۔ ہم نے ان کے اندر قیامت تک کے لئے باہمی تلخی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی یہ لوگ لڑائی جھگڑے کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ اللہ اسے ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ملک میں فساد پھیلانے کے لئے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے نامۂ اعمال سے ان کے گناہ نکال دیتے اور ان کو نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کر دیتے۔ اور اگر وہ توریت انجیل اور دوسری کتابیں جو ان کے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہیں ان کی پوری پابندی کرتے تو سر کے اوپر سے بھی اور پاؤں کے نیچے سے بھی بہت رزق حاصل کرتے۔ اگر چہ کچھ لوگ ان میں سیدھی اور درمیانہ راہ پر ہیں لیکن ان کی اکثریت برے کاموں میں لگی ہوئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

یَدُ اللّٰہِ	اللہ کا ہاتھ
مَغْلُوْلَۃٌ	(غلّ)۔ بند کیا گیا ہے۔ باندھ دیئے گئے
غُلَّتْ	بند کر دیئے (جائیں گے)۔
مَبْسُوْطَتٰنِ	کھلے ہوئے ہیں
یُنْفِقُ	وہ خرچ کرتا ہے
یَزِیْدَنَّ	وہ ضرور بڑھائے گا
طُغْیَانٌ	سرکشی۔ تکبر۔ بڑائی
اَلْقَیْنَا	ہم نے ڈال دیا
اَلْبَغْضَآءُ	(بغض)۔ کینہ
اَوْقَدُوْا	انہوں نے بھڑکایا

اَلْحَرْبُ	جنگ
اَطْفَأَ	اس نے بجھا دیا
اَلْمُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے
لَكَفَّرْنَا	البتہ ہم اتار دیتے
جَنّٰتُ النَّعِيْمِ	راحت بھری جنتیں
فَوْقَ	اوپر
تَحْتَ	نیچے
اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ	سیدھی راہ پر قائم لوگ
سَآءَ	برا کیا
يَعْمَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

نبی کریم ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے اوس، خزرج اور دیگر قبائل پر یہود کی چودھراہٹ تھی اور سودی لین دین وغیرہ کے ذریعہ ساہوکارہ اور مارکیٹ ان کے قبضہ میں تھی۔ لیکن اسلام کی وجہ سے ان کی اجارہ داری گھٹتی چلی گئی، نذر نیاز میں بھی کمی آ گئی اور ان کی عزت وشان بھی کم ہو گئی۔ اس پر انہوں نے یہ زبان درازی کی کہ اللہ کے خزانے میں کمی آ گئی ہے یا نعوذ باللہ وہ بخیل اور کنجوس ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے بہت سے کافرانہ آوازے کسے تھے۔ جواباً یہ فرمایا گیا کہ یہ سب تمہارے اپنے کرتوت کا نتیجہ ہے۔ بخالت اور رذالت خود تمہارے اپنے دلوں میں سما گئی ہے اب تک پیغمبری بنی اسرائیل میں تھی لیکن اب جو بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو گئی ہے۔ تو تم مارے حسد اور سیاہ قلبی کے دل ہی دل میں جل بھن رہے ہو۔ اور یہ جلن تمہیں ایمان لانے نہیں دیتی۔ تمہارا کفر اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تم اسلام کے خلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانا چاہتے ہو۔ کبھی جنگ کرنا چاہتے ہو اور کفر کی راہ میں خوب دوڑ دھوپ کرتے ہو۔ اذان اور نماز کی نقلیں اتارتے ہو۔ نئے نئے ہونے والے مسلمانوں پر طعن تشنیع بلکہ گالی گلوچ سے دل کا بخار نکالتے ہو۔ مگر تمہاری کوئی دال گلنے نہیں پاتی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر سازش کو الٹ دیتا ہے۔

اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس قرآن کریم پر ایمان لے آؤ جس کی اور توریت وانجیل کی تعلیمات یکساں ہیں۔

اگر تم ایمان لے آتے اور اسلام کی پاکیزہ ہدایتوں پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوتا۔ آسمان سے بھی خوب بارش ہوتی اور زمین سے بھی خوب پیداوار ہوتی اور تمہیں اللہ کی نعمتیں بھرپور ملتیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ تسلیم ہے کہ تمہارے اندر کچھ اچھے لوگ ضرور ہیں جن میں سے چند ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں لیکن ایک کثیر تعداد ابھی تک کفر اور فتنہ فساد سازش اور چالاکی میں لگی ہوئی ہے۔

یہ ارشاد کہ ''اگر تم توریت اور انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں کو قائم کر دیتے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف تم خود ذاتی طور پر عمل کرتے بلکہ زبان و قلم سے سمجھاتے اور قوت و طاقت سے عمل کراتے یعنی تبلیغ کرتے۔ تنظیم بناتے اور ضرورت ہوتی تو جہاد و قتال بھی کرتے۔ زبور کی، توریت کی، انجیل کی اور اب قرآن کی بھی یہی تعلیم ہے۔ افراد جب تک جماعت کی شکل اختیار نہ کرلیں اور اس جماعت کی پالیسی اور پروگرام میں تبلیغ و جہاد نہ ہو، دین اسلام کی حقیقی روشنی نہیں پھیلتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''اگر تم ایمان لے آتے تو تمہارے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے عطا کیا جاتا'' تو دنیا نے دیکھ لیا کہ چند برسوں کے اندر ہی اسلام کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں اور آخرت کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ دنیاوی نعمتوں کا خزانہ بھی ان کے قدموں کی خاک بن گیا۔

يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

اے رسول ﷺ! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہو رہا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ (اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو) فریضۂ رسالت میں کوتاہی ہوگی۔ اللہ آپ کو لوگوں سے (دشمنوں) سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے اور نہ ہوگی جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کو قائم نہ کر دو۔

اے نبی ﷺ! (یہ خطرہ ضرور ہے کہ) تبلیغ کا جو حکم آپ کو ملا ہے اس پر عمل کرنے سے مخالفین میں کفر اور فتنہ وفساد زیادہ بڑھے گا مگر آپ کافروں کے حال پر کچھ افسوس نہ کیجئے۔ مسلمان ہوں یا یہودی، ستارہ پرست ہوں یا نصاریٰ جو بھی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے گا اور صالح عمل کرے گا بلاشبہ اس پر کسی قسم کا کوئی خوف یا غم نہ ہوگا (نہ دنیا میں نہ آخرت میں)۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

بَلِّغْ	پہنچا دے
لَمْ تَفْعَلْ	تو نے نہ کیا
مَا بَلَّغْتَ	تو نے نہیں پہنچایا
رِسَالَتَهُ	اس کا پیغام
يَعْصِمُكَ	وہ تیری حفاظت کرے گا۔ تجھے بچائے گا
لَيَزِيْدَنَّ	البتہ وہ ضرور بڑھا دے گا
اَلصَّابِئُوْنَ	صابی۔ حضرت داؤدؑ کو ماننے والے لوگ

تشریح: آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

ان آیات میں حضور ﷺ کو ایک خاص حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ وحی جلی یا وحی خفی آپ پر قرآن وسنت کی شکل میں نازل ہو

رہی ہے اسے تمام وکمال لوگوں تک پہنچا دیجئے اگر چہ یہ خطرہ ضرور ہے کہ نئے نئے احکام پا کر دشمنوں میں کھلبلی زیادہ مچ جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ آپ پر حملہ کریں یا فساد کریں یا سازش کریں۔ مگر ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ آپ کا محافظ ہے۔

اور آپ کے دشمن خواہ کچھ کریں، اللہ ان کے لئے کامیابی کا راستہ کھولنے والا نہیں ہے۔

آپ تبلیغ کئے جایئے۔ اللہ کی باتیں دور ونزدیک پہنچا دیجئے اور دشمنوں کی دشمنی کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ کی تبلیغ سے فائدہ ضرور ہوگا۔ کچھ اور لوگ ایمان لائیں گے۔ اور جو کوئی بھی ایمان لائے گا۔ اور صالح عمل کرے گا، خواہ وہ مسلمان ہو، یہودی ہو، صابی ہو، یا نصرانی ہو، اسے نہ قبر کا ڈر ہوگا نہ قیامت کا نہ دوزخ کا۔ وہ دنیا میں بھی خوش وخرم رہے گا اور آخرت میں بھی۔ یہاں پر چند جملوں کی تشریح ضروری ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ''اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے'' اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ تمہاری تحریف شدہ تعلیمات میں کوئی پکی بات نہیں ہے۔ کوئی ٹھوس اصول نہیں ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ڈھلکتی ڈولتی دھوپ چھاؤں ہے جدھر نفع نظر آیا ادھر ساتھ دے دیا۔ دوسرے معنی یہ بھی بنتے ہیں کہ تمہاری سیاسی اور اقتصادی بنیاد نہیں ہے۔ بہت جلد تم اکھڑ جاؤ گے۔ اس لئے اپنی طاقت اور دولت پر غرور نہ کرو۔

یہ بنیاد اسی وقت پکی ہوگی جب تم توریت، انجیل اور جو کچھ تم لوگوں پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ہو رہا ہے، وہ تمام تعلیمات قائم نہ کر دو۔ ''قائم کر دینے'' کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صرف روزہ نماز تم اپنی ذات پر نافذ کر لو بلکہ اس کے ساتھ تبلیغ اور جہاد کے ذریعہ قوم سے بھی عمل کراؤ۔ ان کے تمام سیاسی، جنگی، مالی، اخلاقی، عائلی، تعلیمی، سماجی، قومی اور بین الاقوامی پہلو ہیں ان کو عالمی پیمانہ پر نافذ کرو۔

''جو کچھ تم لوگوں پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ہو رہا ہے''۔ یہاں پر اک مختصر لفظ قرآن کہنے کے عوض اتنا لمبا جملہ لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پہلے نازل ہوا ہے وہ سب کا سب اس میں شامل ہے اور جو اب نازل ہو رہا ہے وہ بھی شامل ہے۔

''خواہ مسلمان ہوں یہودی ہوں صابی ہوں یا نصاریٰ ہوں''۔ (اس میں مسلمانوں کا لفظ تاکیداً ہے) ایمان لانے کے بعد یہودی، صابی، نصاریٰ، ہنود، بدھ سب لفظ 'مسلم' کے تحت آجاتے ہیں اور ان کی انفرادی مذہبیت ختم ہو جاتی ہے۔ صالح اعمال کی کڑی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ ایمان اور صالح اعمال جس شخص میں جمع ہو جائیں گے۔ اسے اپنی عاقبت کی کوئی فکر نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور بہت سے رسول ان کی طرف بھیجے۔ جب ان کے پاس رسول آئے اور ان کی باتیں ان کی خواہش نفس کے خلاف پڑیں تو کچھ نبیوں کو انہوں نے جھٹلایا اور کچھ نبیوں کو انہوں نے قتل ہی کر ڈالا۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ اب ان پر کوئی آفت نہ آئے گی۔ لہٰذا وہ اندھے بہرے بن کر اور بھی کفر کرنے لگے۔ بہر کیف ان میں سے توبہ کرنے والوں کی توبہ اللہ نے قبول کی۔ بقیہ پھر بھی اندھے بہرے ہی بنے رہے۔ جن کی تعداد کثیر تھی۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

لَا تَهْوٰى	پسند نہ تھا۔ وہ نہ چاہتے تھے
حَسِبُوْا	انہوں نے گمان کیا۔ وہ سمجھے
عَمُوْا	وہ اندھے ہو گئے
صَمُّوْا	بہرے ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

چند الفاظ میں بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے۔ جتنے رسول آئے اور ان کی طرف بھیجے گئے، ان کی تعداد کا اندازہ

اس سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان پیغمبروں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ کسی دوسری قوم میں اتنے پیغمبر پیدا نہیں ہوئے۔ کسی دوسری قوم کی اصلاح کو اتنے پیغمبر نہیں بھیجے گئے۔ مگر کسی دوسری قوم نے اتنی ضد، کفر اور طغیان کو راہ نہیں دی جتنی وہ اب تک دے رہے ہیں۔ قرآن پاک نے ان کی شرارتوں اور نافرمانیوں کی چند تفصیلات سورہ بقرہ سورہ بنی اسرائیل وغیرہ میں دی ہیں۔

''اندھے اور بہرے'' کے الفاظ سورہ بقرہ رکوع ایک میں بھی ایک جگہ آئے ہیں۔ یعنی سب کچھ دیکھنے کے باوجود نہ دیکھا۔ سب کچھ سننے کے باوجود نہ سنا۔ کوئی عبرت نہیں پکڑی۔ کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ پیغمبروں کو ہر طرح ایذائیں پہنچائیں۔ حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔

بنی اسرائیل میں چند سعید روحیں بھی ہیں جنہوں نے توبہ کی اور ان کی توبہ اللہ نے قبول کر لی۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اب بھی اگر کوئی توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ مغفرت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ان کی ذلیل حرکات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور ریکارڈ رکھ رہا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

کوئی شک نہیں وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ بے شک مسیح ابن مریم اللہ ہی ہے (یا مسیح ابن مریم اللہ ہو گیا) حالانکہ خود مسیح نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی تھی کہ تم اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ (اور یہ بھی کہا تھا کہ) بے شک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے گناہ گاروں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ سوائے اس ایک معبود کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اگر ایسا کہنے والے باز نہ آئے تو ان کافروں کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔ یہ لوگ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کر لیتے اور کیوں اپنے گناہ نہیں بخشوا لیتے جب کہ اللہ مغفرت کرنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

(سن لو) مسیح ابن مریم رسول کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اس سے قبل بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ ان کی والدہ پاک باز سچی خاتون تھیں۔ وہ (مسیح و مریم) دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

دیکھو اے لوگو! ہم کیسی کیسی دلیلیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھو کہ وہ کیسے الٹی طرف بھٹکتے جا رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

اُعْبُدُوْا — تم عبادت و بندگی کرو
مَنْ یُّشْرِکْ — جو بھی شرک کرے گا
حَرَّمَ — حرام کر دیا
مَاْوٰی — ٹھکانہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ — تین میں کا تیسرا
لَمْ یَنْتَھُوْا — وہ نہ رکے۔ باز نہ آئے
لَیَمَسَّنَّ — البتہ ضرور پہنچے گا
لَا یَتُوْبُوْنَ — وہ توبہ نہ کریں گے

يَسْتَغْفِرُوْنَ	وہ گناہ بخشواتے ہیں
قَدْ خَلَتْ	یقیناً گذر گئے
اُمُّهٗ	اس کی ماں
صِدِّيْقَةٌ	سچی۔ پاکباز عورت
كَانَا يَاْكُلَانِ	وہ دونوں کھاتے تھے
اَلطَّعَامُ	کھانا
اُنْظُرُوْا	دیکھو
نُبَيِّنُ	ہم بیان کرتے ہیں۔ کھولتے ہیں
اَنّٰى	کہاں؟
يُؤْفَكُوْنَ	وہ الٹے چلے جارہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

''اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم' 'اس کے دو معنی بنتے ہیں۔ (۱) اللہ دنیا میں مسیح ابن مریم کی شکل میں آیا (نعوذ باللہ) (۲) مسیح ابن مریم آگے چل کر معبود بن گئے (نعوذ باللہ) بات ایک ہی ہے۔ ان دو عقیدوں میں سے عیسائیوں کا ہر فرقہ کوئی نہ کوئی عقیدہ رکھتا ہے۔ اور ان میں سے ہر عقیدہ شرک اور کفر ہے۔

اس کی واضح تردید میں اللہ تعالیٰ خود حضرت مسیحؑ کی وہ نصیحت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے بنی اسرائیل کی قوم کو برسر عام کی تھی۔ اس نصیحت میں تین باتیں ہیں۔ چونکہ یہ تینوں باتیں ایک ہی آیت میں ہیں اس لئے سارے کا سارا حضرت مسیحؑ کا قول ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ۔

(۱) اللہ میرا بھی مالک و خالق ہے اور تمہارا بھی۔

(۲) مزید یہ بھی وضاحت کردی کہ جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ کافر و مشرک ہوا۔ اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور وہ دوزخ ہی میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) مزید یہ بھی تصریح کردی کہ مسیحؑ سمیت کوئی بھی ایسے خطا کاروں کا مددگار نہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر مسیحؑ میں الوہیت کے اختیارات ہوتے تو وہ اپنے پوجنے والوں کو دوزخ سے بچالیتے۔ مگر وہ ان کی کوئی مدد نہ کرسکتے ہیں اور نہ کریں گے۔

اب عیسائیوں کے ایک تیسرے فرقے کا ذکر ہو رہا ہے جو کفر میں زیادہ شدید ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ صفات باری میں تین تین شریک ہیں۔ ایک تو خود اللہ تعالیٰ، دوسرے حضرت مسیح تیسرے ان کی والدہ حضرت مریم یا روح القدس۔ جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ۔ ان کی حیثیت انسان سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت مسیح عام انسان کی طرح پیدا ہوئے تھے اگر چہ بلا باپ پیدا ہوئے تھے وہ عام انسانوں کی طرح چھوٹے سے بڑے ہوئے۔ حضرت مریم ایک عام انسانی ماں کی طرح پیدا کرنے والی تھیں اگر چہ کنواری تھیں۔ کیا پیدا ہونے والا اور پیدا کرنے والی انسان کے سوا کچھ اور ہیں۔

عام انسانوں کی طرح دونوں جسمانی اور دیگر ضرورت کے محتاج تھے۔ کھانا ہضم کرنا، سونا، جاگنا، بولنا، ہنسنا سب ان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کیا یہ انسان کی کیفیت ہے یا معبود کی؟ اور پھر حضرت مریم کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے لیکن وہ بھی دنیا میں واپس آ کر عام انسانوں کی طرح انتقال کرنے والے ہیں۔ کیا موت انسان کی شان ہے یا اللہ کی۔ وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے جو پیدائش اور موت، سانس اور دوسری ضروری حاجتوں کا محتاج ہو؟ حضرت مریم کے لئے صدیقہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ولی تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی خاتون کا ولی ہونا یا کسی مرد کا ولی یا نبی ہونا کمال عبدیت کی دلیل ہے۔ وہ عبد معبود کیسے ہو سکتا ہے یہ تو صریح عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک ہی ہستی عبد بھی ہو اور معبود بھی۔ اتنے عظیم ثبوت کے باوجود یہ اہل تثلیث کتنے بے عقل اور بے نصیب ہیں کہ الٹے پھرے جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ زیادہ سے زیادہ صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے پیغمبر آئے اور گئے۔ کوئی باقی رہنے والا نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ بھی باقی رہنے کو نہیں آئے تھے ان کو بھی قیامت کے قریب موت آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کی شان ہے کہ ایسے بدعقیدہ کافروں اور مشرکوں کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اگر اب بھی وہ توبہ کر لیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائیں گے۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

ع ١٠ / ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ٧٦ تا ٧٧

ان سے کہہ دیجئے کیا تم لوگ اللہ کے سوا کسی ایسے کی بندگی کر رہے ہو جو تمہیں نقصان اور نفع

پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی ہے جو سنتا اور جانتا ہے۔ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم ناحق اپنے دین میں غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو (زمانہ دراز سے) گمراہ چلے آرہے ہیں۔ جنہوں نے ایک کثیر تعداد کو گمراہ کر دیا اور خود بھی سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن 　　آیت نمبر ۷۶ تا ۷۷

اَلسَّمِيْعُ	اللہ کی صفت۔ بہت سننے والا
لَا تَغْلُوْا	حد سے نہ نکلو۔ غلو نہ کرو
ضَلُّوْا	وہ بھٹک گئے
اَضَلُّوْا كَثِيْرًا	بہت سوں کو بھٹکا دیا

تشریح: آیت نمبر ۷۶ تا ۷۷

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! ذرا ان نادانوں سے پوچھئے کیا تم اسے معبود مان رہے ہو جو اپنی ذات تک پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ وہ بھلا تمہیں کیا نقصان اور کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ اے اہل کتاب! تم میں جو بنی اسرائیل ہیں انہوں نے پیغمبروں کو اتنا گھٹایا کہ سب کو ناحق تکلیفیں دیں اور چند کو جان سے مار ڈالا۔ اور جو نصاریٰ ہیں انہوں نے اپنے پیغمبر کو اتنا بڑھایا کہ لے جا کر الوہیت میں شریک کر دیا۔ گھٹانا اور بڑھانا دونوں صورتیں غلو فی الدین ہیں۔ اور ہر غلو جھوٹ ہے۔ سراسر جھوٹ۔

فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! اپنے بدعقیدہ آباؤ اجداد کی اندھی پیروی مت کرو۔ ان آباؤ اجداد نے اس قسم کے عقیدے کیوں گھڑ لئے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ان کی دنیاوی خواہشات اس کا تقاضا کرتی تھیں۔ یہ لوگ دنیاوی خواہشات کے بندے بن کر رہ گئے تھے۔ اب تم آنکھ بند کر کے ان کے جھوٹے مبالغہ آمیز عقیدوں کو مت اپناؤ اور اعتدال کی سچی راہ یعنی سواء السبیل کو اختیار کرو۔

تبلیغ کتنی مسلسل صبر آزما محنت چاہتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف سورہ مائدہ میں آیت نمبر ۱۲ سے آیت نمبر ۸۶ تک مسلسل ۷۶ آیات میں خطاب اہل کتاب سے ہے۔ جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں اور نصاریٰ بھی۔ تفہیم، ترغیب، تہدید ہر پہلو بار بار سامنے لایا گیا ہے۔ اور ہر بار نئے انداز میں۔ اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو اس کی بدنصیبی ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۸ تا ۸۱

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے کیونکہ وہ کافر گناہ کرتے تھے اور حد سے زیادہ بہک گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے واقعی ان کا یہ فعل بہت برا تھا۔ آج تم دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کی ایک کثیر تعداد (کافروں اور مشرکوں) سے دوستی کر رہی ہے۔ کیسا برا سامان انہوں نے اپنی جان کے واسطے آگے بھیجا ہے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں جلنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اللہ پر اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ نبی ﷺ پر اتارا گیا ہے اس پر یقین رکھتے تو کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں ایک کثیر تعداد عادی گناہ گاروں کی ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۷۸ تا ۸۱

لُعِنَ   لعنت کی گئی

لِسَانٌ	زبان
لَا يَتَنَاهَوْنَ	وہ منع نہ کرتے تھے
عَنْ مُّنْكَرٍ	برائی سے
فَعَلُوْهُ	وہ جوانہوں نے کیا
بِئْسَ	برا ہے
تَرٰى	آپ نے دیکھا
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا
سَخِطَ	(اللہ نے) غصہ کیا
مَا اتَّخَذُوْا	وہ نہ بناتے تھے

تشریح: آیت نمبر ۷۸ تا ۸۱

یہاں حضرت عیسیٰ کے معبود نہ ہونے کے بارے میں ایک اور دلیل دی گئی ہے۔ جولوگ انہیں الوہیت میں شریک مانتے ہیں ان پر خود حضرت عیسیٰ نے (اور حضرت داؤدؑ نے بھی) لعنت فرمائی ہے۔ حضرت عیسیٰ نصاریٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے۔ حضرت داؤدؑ نے بنی اسرائیل پر اس لئے لعنت کی ہے کہ وہ پیغمبروں کے ساتھ سخت دشمنی کرتے تھے بلکہ چند کو قتل بھی کر دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے اس لئے لعنت کی کہ وہ انہیں اللہ کا بیٹا اور معبودیت میں شریک بنا بیٹھے تھے۔

نہایت افسوس کی بات یہ تھی کہ یہود جو گناہ میں بہت زیادہ بہک گئے تھے آپس میں خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو ہرگز نہ روکتے تھے۔ دوسری عظیم خرابی یہ تھی کہ ان کی ایک کثیر تعداد دوسرے کفار اور مشرکین مکہ سے ساز باز کر رہی تھی اور سب مل کر مسلمانوں کو زک پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ ساز باز اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔

وہ ایسے بے شعور ہرگز نہیں کہ ایک کثیر تعداد ان ہی بے شعور عادی گناہ گاروں کی ہو اور وہ اس سے بے خبر ہوں اصل بات یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتے آئے ہیں کرتے رہیں گے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا
مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾

الجزء ٧ — ع ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۸۲تا۸۶

اے نبی ﷺ۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والا یہود اور مشرکین کو پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کو مسلمانوں سے دوستی میں آپ قریب تر پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں عبادت گزار علم دوست اور تارک الدنیا درویش پائے جاتے ہیں اور ان میں تکبر نہیں ہے۔ اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اتارا گیا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ آنسو ان کی آنکھوں میں ڈبڈبانے لگتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغام حق کو پہچان لیا ہے۔ ان کے دل کی آواز یہی ہے کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے۔ ہمارے نام

ان لوگوں میں لکھ لیجئے جو حق کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور وہ حق بات جو ہمیں پہنچ چکی ہے اس پر ایمان نہ لائیں۔ ہم تو یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک اعمال والوں کی صحبت میں داخل فرمائے گا۔

جو کچھ انہوں نے دعا اور تمنا کی اس کی قبولیت میں اللہ انہیں ایسی جنتیں عطا کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور حسن و خوبی سے (اسلام کا) کام کرنے والوں کا یہی انجام ہے۔ وہ لوگ جو کفر کرتے رہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے وہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۲ تا ۸۶

لَتَجِدَنَّ	البتہ تو ضرور پائے گا
اَشَدَّ النَّاسِ	لوگوں میں سخت
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
مَوَدَّۃٌ	محبت۔ دوستی۔ تعلق
قِسِّيْسِيْنَ	(قِسِّيْسٌ)۔ عالم۔ عیسائیوں کے پادری
رُهْبَانًا	(رَاهِبٌ)۔ دنیا کو چھوڑ کر عبادت کرنے والے
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	وہ تکبر نہیں کرتے ہیں
اِذَا سَمِعُوْا	جب وہ سنتے ہیں
اَعْيُنُهُمْ	(عَيْنٌ)۔ ان کی آنکھیں
تَفِيْضُ	بہنے لگتے ہیں
اَلدَّمْعُ	آنسو
عَرَفُوْا	انہوں نے پہچان لیا

تشریح: آیت نمبر ۸۲ تا ۸۶

اچھے اور برے لوگ کس جماعت میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ دونوں میں اچھے برے لوگ تھے۔ ان آیات

سے پتہ چلتا ہے کہ یہود میں اچھے لوگ بہت کم تھے۔ اس لئے ان کا کچھ خاص وزن نہ تھا۔ اس کے برخلاف نصاریٰ میں اچھے لوگ مقابلتاً زیادہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاں علماء اور درویش زیادہ پائے جاتے تھے جن کے اندر شان اور شیخی نہ تھی۔ عوام سے ملتے رہنے کی بدولت وہ عوام پر اثر انداز تھے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ عوام وہی ہوں گے جو ان کے علماء اور صوفیا بنائیں گے۔ اس سے علماء اور مشائخ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگرچہ عیسائیوں میں رہبان یعنی گوشہ نشین تارک الدنیا درویش حضرات بھی تھے لیکن قرآن نے یہ کہہ کر کہ ''ان میں تکبر نہیں ہے'' یہ بتا دیا کہ وہ عوام سے بالکل کٹے ہوئے نہ تھے بلکہ رابطہ رکھتے تھے اور اسی رابطہ کی بدولت وہ قوم کے مزاج کی تراش وخراش کرتے تھے۔

یہ آیات ایک خاص واقعے کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں۔ جب مکہ مکرمہ کے مسلمان قریش کے مظالم سے بہت تنگ آ گئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس اجازت پر عمل کرتے ہوئے پہلی مرتبہ گیارہ افراد حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جن میں حضرت عثمان غنیؓ شامل تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ دختر رسول حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی سرکردگی میں بیاسی (۸۲) مردوں اور عورتوں کا دوسرا قافلہ حبشہ پہنچ گیا۔ وہاں آبادی کی اکثریت نصاریٰ کی تھی۔ حکومت بھی نصاریٰ کی تھی اور بادشاہ بھی جس کا لقب نجاشی تھا اہل نصاریٰ میں سے تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو بہت آرام سے رکھا۔

قریش مکہ نے ایک وفد شاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ ان مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا جائے لیکن حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی ایک تقریر سے متاثر ہو کر نجاشی نے قریش مکہ کے وفد کو کورا جواب دے دیا۔ اس نے پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کے متعلق چند سوالات کئے۔ جوابات نے اسے اور اہل دربار کو (جن میں علماء اور مشائخ حضرات بھی تھے) بہت متاثر کیا۔ وہ لوگ رقت قلب سے رونے لگے اور کہا کہ یہ بالکل حضرت عیسیٰؑ کی انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق ہے۔ وہاں کے اہل حکومت، اہل علم اور عوام نے مسلمانوں کے طور طریقے دیکھے اور دل سے اسلامی تعلیمات کو پسند کیا۔ اسی اثنا میں چند اور واقعات پیش آئے۔ جنہوں نے نجاشی، اکثر اہل دربار اور چند دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچا۔ نجاشی خود مسلمان ہو گیا۔ لیکن کہا جاتا ہے چند سیاسی مصلحتوں کے تحت انہوں نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ بہر کیف انہوں نے علماء مشائخ اور دوسرے افراد پر مشتمل ستر (۷۰) آدمیوں کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیجا جو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کو سورہ یٰسین سنائی۔ وہ سب سنتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ نجاشی نے اپنا اسلام ظاہر کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہر حال ان کے مسلمان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیوں کہ ان کی وفات پر حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا ''آج تمہارا بھائی انتقال کر گیا ہے''۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیات خاص طور سے ان لوگوں کی شان ہی میں نہیں۔ بلکہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیات عمومی رنگ لئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس میں وہ تمام اس قسم کے نصاریٰ شامل ہیں جو اس زمانے سے لے کر قیامت تک کہیں بھی

ہوں۔

یہ آیات ایک خاص قسم کے نصاریٰ کے متعلق ہیں۔ ان کے مفہوم میں ہر قسم کے نصاریٰ شامل نہیں ہیں کیونکہ آج کل کے نصاریٰ اور یہود خواص وعوام گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں جیسا کہ فلسطین اور لبنان کے واقعات بتا رہے ہیں۔ ان آیات سے یہ مطلب نکالنا کہ نصاریٰ یہود سے بہتر ہیں غلط ہے۔ اگر دونوں کے مذاہب کا موزانہ کیا جائے تو آج کے نصاریٰ زیادہ مشرک اور بے لگام ہیں۔ یہود ایک اللہ کو مانتے ہیں، نصاریٰ تین کو۔ یہود کے پاس عقیدہ بھی ہے اور مذہبی اصول وقوانین بھی۔ لیکن عیسائیوں کے پاس نہ کوئی قانون ہے، نہ کوئی اصول اور نہ کوئی لازمی عقیدہ۔ جس کا جو جی چاہے مانے نہ مانے۔ کرے نہ کرے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی دشمنی میں نصاریٰ یہود سے بڑھ کر ہیں۔ اس وقت نصاریٰ ہی کی سرپرستی یہود کو حاصل ہے ورنہ ان کی کوئی طاقت نہیں تھی۔ بہر حال اللہ کی نظر میں ہر ایک وہ شخص اور قوم برابر ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتی ہے خواہ وہ یہود ہوں یا عیسائی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اے ایمان والو! وہ پاک چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ

اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ بے شک حد توڑ کر آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور وہ رزق جسے اللہ نے حلال اور پاکیزہ بنا دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اللہ تمہیں تمہاری لغو قسموں پر نہیں پکڑتا لیکن ان قسموں پر جن کو تم نے جانتے بوجھتے دل سے مضبوط باندھا ہے ان پر گرفت کرتا ہے۔ ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جیسے تم اپنی بیوی بچوں کو کھلاتے ہو یا دس محتاجوں کو کپڑا پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو۔ پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل تین دن تک روزے رکھو۔ تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھا ہی بیٹھو۔ ویسے اپنے قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنا حکم واضح کرتا ہے تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اُكْتُبْنَا	تو ہمیں لکھ لے
اَلشّٰهِدِيْنَ	گواہی دینے والے
نَطْمَعُ	ہم امید رکھتے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں
اَنْ يُّدْخِلَ	یہ کہ داخل کرے گا
اَلصّٰلِحِيْنَ	(صَالِحٌ)۔ نیک لوگ
اَثَابَ	(اِثَابَةٌ)۔ اس نے بدلہ دیا
لَا تُحَرِّمُوْا	حرام نہ کرو
طَيِّبٰتٌ	پاکیزہ چیزیں۔ (حلال چیزیں)
اَحَلَّ	اس نے حلال کر دیا
لَا تَعْتَدُوْا	تم حد سے آگے نہ بڑھو
لَا يُحِبُّ	وہ پسند نہیں کرتا

اَلْمُعْتَدِيْنَ	حد سے بڑھ جانے والے
لَا يُؤَاخِذُ	وہ نہیں پکڑے گا
اَللَّغْوُ	لغو۔ بیکار
عَقَّدْتُّمْ	تم نے مضبوط باندھا
اِطْعَامُ	کھلانا
عَشَرَةُ مَسٰكِيْنَ	دس غریب۔ دس مسکین
اَوْسَطُ	درمیانہ درجہ
تُطْعِمُوْنَ	تم کھلاتے ہو
اَهْلِيْكُمْ	اپنے گھر والے
كِسْوَةٌ	کپڑا پہنانا
تَحْرِيْرُ	آزاد کرنا
رَقَبَةٌ	گردن۔ غلام
لَمْ يَجِدْ	وہ نہیں پاتا ہے
ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ	تین دن
حَلَفْتُمْ	تم نے قسم کھائی
اِحْفَظُوْا	تم حفاظت کرو۔ نگرانی کرو
اَيْمَانَكُمْ	اپنی قسموں کی

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

پچھلی آیات میں رہبانیت اور ترک دنیا کرنے والوں کا کچھ ذکر آ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی طبعیتیں اس طرف مائل ہو جائیں۔ ان آیات میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ قسم کھا کر حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام نہ ٹھہرالو اور خبردار شرعی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ حلال کو حرام ٹھہرا لینا تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ اللہ سے ڈرنے کا نام ہے۔ حلال رزق کو چھوڑ دینا کفران نعمت ہے۔

بے شعوری یا نیم شعوری میں اگر کوئی فضول اور بیکار قسمیں کھا بیٹھتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ ویسے قسم کھانا اچھی بات نہیں ہے۔ لیکن جو قسمیں پورے شعور میں رہتے ہوئے ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے کھالی جائیں تو ان کو پورا کرنا چاہئے۔ اگر وہ قسم حلال کو حرام کرنے کی ہے تو فوراً توڑ دینا چاہئے مگر کفارہ دینا ضروری ہے۔ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا صبح و شام دو وقت کھلا دینا۔ یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ سب نہ ہو سکے تو تین دن تک مسلسل روزے رکھنا۔

عرب میں ان دنوں لوگ خواہ مخواہ قسمیں کھایا کرتے تھے۔ حلال بیوی کو حرام ٹھہرا لینا معمولی بات تھی۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ اس قسم کی قسمیں کفارہ دے کر توڑ دینی چاہئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ فضول قسموں کی عادت آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور قرعہ اندازی کے تیر یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم اب بھی باز آؤ گے یا نہیں؟

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (گندے شیطانی کاموں سے) پرہیز کرو۔ پھر اگر تم نے بات نہ مانی تو خوب سمجھ لو کہ ہمارے رسول ﷺ پر اتنا ہی فرض ہے کہ احکام کو واضح کر کے (لوگوں تک) پہنچا دے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اَلْخَمْرُ	شراب۔ ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ دے
اَلْمَیْسِرُ	جوا۔ (آسانی سے حاصل ہونے والی چیز)
اَلْاَنْصَابُ	بت۔ تھان
اَلْاَزْلَامُ	(زَلَمٌ)۔ جوئے کے تیر۔ پانسے
رِجْسٌ	گندگی۔ بیماری
عَمَلُ الشَّیْطٰنِ	شیطانی کام
اِجْتَنِبُوْا	تم بچو۔ (قریب بھی نہ جاؤ)
لَعَلَّکُمْ	شاید کہ تم۔ توقع ہے کہ تم
اَنْ یُّوْقِعَ	یہ کہ وہ ڈال دے
بَیْنَکُمْ	تمہارے درمیان
یَصُدَّکُمْ	تمہیں روک دے
ذِکْرُ اللّٰہِ	اللہ کی یاد۔ اللہ کا ذکر
اَلصَّلٰوۃُ	نماز
مُنْتَھُوْنَ	رک جانے والے
اَطِیْعُوْا	اطاعت کرو۔ کہا مانو
اَلْبَلٰغُ	پہنچادینا

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

آیت ۹۰ میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کر دی گئی ہیں۔ (۱) جتنی شرابیں ہیں سب حرام اور ناپاک ہیں۔ خواہ اس کی مقدار اتنی کم ہو کہ نشہ نہ لائے۔ بطور دوا بھی اس کا استعمال ممنوع ہے۔ شراب کے علاوہ جتنے نشے ہیں ان کا کسی ماہر ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق بطور دوا کے اتنی مقدار کھا لینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آئے۔ (۲) سٹہ اور جوا یعنی وہ کام جس میں ایک کا نقصان کر کے

دوسرے کا فائدہ ہو اور یہ فائدہ بھی محض حسن اتفاق اور سراسر قسمت آزمائی کے ذریعہ ہو۔ (۳) بتوں کے تھان اور آستانے ان مقامات پر جانا جہاں گندے شیطانی کام ہوا کرتے ہیں مثلاً کلب، ریس کورس، حیا سوز فلم گاہیں، بازار حسن، رقص وسرود، بدنام ہوٹل، بدزبان اور بداعمال لوگوں کا اجتماع وغیرہ۔ ان میں وہ مقامات بھی شامل ہیں جو اللہ واحد کے سوا کسی اور کی عبادت یا قربانی یا نذر نیاز کے لئے مخصوص ہوں۔ (۴) وہ فال گیری اور قرعہ اندازی جسے اسلام نے منع کر دیا ہو۔ اس میں رمل، نجوم، جوتش، ستارہ شناسی دولت اور شہرت کے لئے لاٹری، تاش، شطرنج وغیرہ یہ سب شامل ہیں۔ اس میں اسپورٹس کی وہ شکل بھی شامل ہے جو ازلام یا جوا ہے اور جو نماز روزے سے باز رکھتی ہیں۔ خمر کے معنی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیم، گانجا، چرس، ہیروئن اور ہر نشہ آور چیز ہے۔ (علماء نے چائے اور سگریٹ، حقہ، پان، بیڑی، چھالیہ وغیرہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے مگر بہتر ہے ہر اس چیز سے احتیاط برتی جائے جس کی چاٹ لگ جائے اور جس کے بغیر آدمی کام کا نہ رہے) خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل، تمیز، ادب اور قوت فیصلہ کو وقتی طور پر مفلوج کر دے اور آدمی ہوش میں نہ رہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کی بہت سی احادیث ہیں جن میں چند یہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا "جس چیز کی بڑی مقدار نشہ پیدا کرتی ہے اس کی چھوٹی مقدار بھی حرام ہے"۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کی کشید کرنے والے پر، اس کی کشید کرانے والے پر، اس کے ڈھو کر لے جانے والے پر اور ہر اس شخص پر جس کیلئے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو"۔ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا شراب پینے والا اتنا ہی بڑا مجرم ہے جتنا بت پوجنے والا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اک پورے گاؤں کی ایسی عمارتوں کو جلا دینے کا حکم دیا تھا جہاں خفیہ طریقہ سے شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔

مغرب کی وہ حکومتیں جو سائنس کی جنگی اور غیر جنگی، زمینی اور خلائی تمام طاقتوں پر ناز کرتی ہیں، ایشیا میں آ کر چھوٹی چھوٹی غیر مسلح قوموں سے عبرت انگیز شکستیں کھا گئی ہیں اور کھا رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ ان کے پاس ایمان ہے نہ جذبہ جہاد ہے نہ ان کے پاس صحت مند ہمت آور لڑنے مرنے والے سپاہی ہیں کہ شراب، شہوت ہوس اور عیش نے قوم کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔

ان آیات میں فرمایا ہے کہ خمر، جوا، آستانے اور ازلام (پانسو کے تیر) یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔

ان کا گندا اور قابل نفرت ہونا تو ہر صاحب ذوق سلیم پر ظاہر ہے۔ خصوصاً اس پر جو ذکر الٰہی اور صوم وصلوٰۃ کی لذتوں سے واقف ہے۔ یہ شیطانی کام ہیں چونکہ شیطان ہماری دنیا اور دین دونوں کی تباہی چاہتا ہے۔ ایک طرف وہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں

کے ذریعہ مال اور محبت کی بربادی کرا کے مسلمان کو مسلمان سے لڑا دے، باہم دشمنی کا بیج بو دے اور اس اتحاد ملی، تنظیم اور شیرازہ بندی (ڈسپلن) کو پارہ پارہ کر دے جس کی بنیاد پر ملت اسلامیہ ترقی کر رہی ہے۔ دوسری طرف وہ چاہتا ہے کہ انہیں بے ہوش کر کے یا فضولیات میں مبتلا کر کے ذکر الہٰی اور صوم وصلوٰۃ کی نعمتوں سے محروم کر دے۔ تا کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کو بھول کر ان ہی گندے کاموں میں لگ جائیں۔

خطرات اور خرابیاں دکھا کر اور ان چیزوں کو حرام قرار دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اللہ کا اور رسول کا حکم مانو اور ان گندی شیطانی چیزوں سے دور رہو۔ اور خبردار کیا ہے کہ اگر تم نہیں مانتے ہو تو پرواہ نہیں۔ رسول ﷺ اللہ کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے۔ وہ انہوں نے پہنچا دیا۔ اب ساری ذمہ داری اس شخص پر ہے جس نے پیغام حق کے بعد بھی اپنی روش کو تبدیل نہیں کیا۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

۱۲ ع ۷ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳

ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے جو صاحب ایمان ہیں اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ حرمت سے پہلے کھا پی گئے مگر (احکام آنے کے بعد) اللہ کے خوف سے وہ ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ایمان اور اعمال صالح کو برقرار رکھا اور آئندہ کے لئے اللہ سے ڈرتے رہے۔ صرف ایمان اور اللہ کے خوف ہی کو برقرار نہیں رکھا بلکہ اپنے اعمال میں (زیادہ سے زیادہ) حسن وخوبی پیدا کرتے رہے۔ اور اللہ نیک روش اختیار کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳

جُنَاحٌ گناہ

طَعِمُوْا انہوں نے کھایا

تشریح: آیت نمبر ۹۳

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جب خمر اور میسرہ وغیرہ کے حرام مطلق ہونے کے متعلق مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو سوال اٹھا ان لوگوں کا کیا بنے گا جو ایمان بھی رکھتے تھے اور نیک اعمال بھی بجالاتے تھے لیکن حرام چیزیں استعمال کرتے تھے چونکہ یہ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں اور انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ ان میں کچھ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور کچھ زندہ ہیں۔

اس آیت میں جواب دیا گیا ہے کہ احکام نازل ہونے سے پہلے جو کچھ وہ کھا پی گئے سب معاف ہے۔ مگر اب احکام آنے کے بعد وہ عام معافی اٹھ گئی۔ اب شرط ہے کہ ایمان اور عمل صالح کو برقرار رکھیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے ڈرتے رہیں اور نافرمانی نہ کریں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان کو محبوب رکھے تو صرف اعمال صالح پر قناعت نہ کریں بلکہ اس میں مقدار اور معیار زیادہ کریں۔

احسان کے معنی ہیں کہ توقع اور فرض سے بڑھ کر اور بہتر کام کرنا۔ ڈیوٹی اور نصاب تک کام کرنا قابل قدر ضرور ہے لیکن اچھے مسلمان کی شان ہے کہ اپنی طرف سے زیادہ کر کے دے خواہ مقدار میں، خواہ معیار میں یا دونوں میں۔ صرف اللہ کے لئے۔

ہر لین دین میں دو فریقین ہوتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ ہو کہ کام اتنا ہی کرنا ہے جتنا طے ہے اور اجرت بھی اتنی ہی دینی ہے جتنی طے ہے تو کام آگے نہیں بڑھے گا۔ خواہ فریقین میں ہڑتال، تالہ بندی وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ تعریف تو یہ ہے کہ خالص اللہ کے لئے مزدور کچھ زیادہ کردے۔ اور خالص اللہ ہی کیلئے مالک کچھ زیادہ دے دے۔ تب ہی کام بھی آگے بڑھے گا اور باہمی تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔

اللہ خود سب سے عظیم محسن ہے اور ظاہر ہے وہ محسنوں کو عزیز رکھتا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا

سَلَفَ ؕ وَمَنۡ عَادَ فَيَنۡتَقِمُ اللّٰهُ مِنۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمۡ صَيۡدُ الۡبَحۡرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ صَيۡدُ الۡبَرِّ مَا دُمۡتُمۡ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

اے ایمان والو! البتہ اللہ تمہیں ایک بات میں آزمائے گا۔ وہ شکار جو بالکل تمہارے ہاتھ اور نیزہ کی زد میں ہوگا۔ تاکہ اللہ جان لے کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس فرمان کے بعد جس نے زیادتی کی اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اے ایمان والو! جب تم حالت احرام میں ہو اس وقت کسی شکار کو نہ مارو اور جس نے جان بوجھ کر شکار مارا تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ جو جانور اس نے مارا ہو ویسا ہی ایک جانور (اپنے ریوڑ سے یا خرید کر) دے۔ اور یہ فیصلہ (کہ کفارہ کا جانور شکار کئے ہوئے جانور کے برابر ہے یا نہیں) تم میں سے دو معتبر افراد کریں گے۔ وہ بدلے کا جانور ہدیہ ہوگا جو بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو شکار کرنے والے پر کفارہ ہے کہ چند مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا چکھے (اب تک) جو کچھ ہو چکا اللہ نے معاف کیا۔ مگر اب جو کوئی نافرمانی کرے گا تو اللہ (اس سے انتقام لے کر رہے گا۔) اور اللہ انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

تمہارے لئے سمندر یا دریا کا شکار پکڑنا اور اس شکار کا کھانا تمہارے فائدے کی خاطر اور مسافروں کے لئے بھی حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب تک تم حالت احرام میں ہو اس وقت تک جنگل (خشکی) کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

لَيَبۡلُوَنَّ	البتہ وہ آزمائے گا

اَلصَّیۡدُ	شکار
تَنَالُ	پہنچتی ہے۔(پہنچتے ہیں)
رِمَاحٌ	(رُمۡحٌ)۔نیزے
لِیَعۡلَمَ	تاکہ وہ جان لے
مَنۡ یَّخَافُ	کون ڈرتا ہے؟
لَا تَقۡتُلُوۡا	تم قتل نہ کرو
اَنۡتُمۡ حُرُمٌ	تم احرام کی حالت میں ہو
مُتَعَمِّدًا	جان بوجھ کر
اَلنَّعَمُ	مویشی۔جانور
یَحۡکُمُ	فیصلہ کرے گا
ذَوَا عَدۡلٍ	دو انصاف والے
هَدۡیًا	نیاز۔منت جو مسجد الحرام بھیجی جائے
بٰلِغَ الۡکَعۡبَةِ	کعبہ تک پہنچنے والا
عَدۡلٌ	برابر
لِیَذُوۡقَ	تاکہ وہ چکھ لے
وَبَالٌ	عذاب۔سزا
اَمۡرُهٗ	اس کا کام
عَفَا اللّٰهُ	اللہ نے معاف کردیا
سَلَفَ	گزر گیا
عَادَ	جو پلٹا
یَنۡتَقِمُ	بدلہ لیتا ہے
عَزِیۡزٌ	زبردست۔(اللہ کی صفت)
حَکِیۡمٌ	حکمت والا

صَیْدُ الْبَحْرِ	سمندر کا شکار
مَتَاعٌ	سامان ۔ فائدہ
اَلسَّیَّارَۃُ	مسافر ۔ سواری
صَیْدُ الْبَرِّ	خشکی کا شکار
مَادُمْتُمْ	جب تک کہ تم رہے
تُحْشَرُوْنَ	تم جمع کیے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

حرم کے تقدس کی خاطر وہاں شکار مارنا حرام کر دیا گیا ہے۔ حرم عبادت کی جگہ ہے نہ کہ شکار کھیلنے کی۔ عبادت کے لئے جس ذہنی اور فکری مرکزیت کی ضرورت ہوتی ہے، شکار کیلئے دوڑ دھوپ کرنا اس میں رکاوٹ ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا ہے کہ جو حرم میں داخل ہو گیا اسے امن ہے۔ یہ حکم عام ہے اسی لئے اس میں وحشی جانور بھی شامل ہیں کہ ان کا شکار نہ کیا جائے۔

شکار کا لفظ وحشی جانوروں کے لئے آیا ہے۔ پالتو مویشیوں کے لئے نہیں کہ وہ ویسے ہی پکڑے جاتے ہیں۔ شکار کا لفظ حلال و حرام جانور دونوں کو شامل ہے۔ البتہ اس حکم سے موذی جانور مستثنیٰ ہیں اس لئے ایسا جانور جس سے جان کو خطرہ ہو اس کو اپنی جان کی حفاظت کیلئے مارا جا سکتا ہے خواہ وہ حرم میں ہو یا مارنے والا احرام میں ہو۔ مثلاً شیر، سانپ، بچھو، پاگل کتا وغیرہ۔

جو شخص حالت احرام میں ہے، خواہ حرم کے اندر یا باہر، وہ نہ تو خود شکار کر سکتا ہے نہ کسی سے شکار میں مدد لے سکتا ہے۔ اس شخص کیلئے اگر کسی نے شکار مارا ہو تو اس شخص پر وہ بھی حرام ہے۔ ہاں اگر یہ شکار کسی نے اپنے لئے یا کسی اور کے لئے مارا ہو اور اس میں سے کچھ تحفہ بھیج دے تو احرام والا کھا سکتا ہے۔

جس طرح یہودیوں کی آزمائش کی گئی کہ سبت والے دن مچھلیاں ابھر ابھر کر آتی تھیں، اسی طرح حج یا عمرہ کرنے والے مسلمانوں کی آزمائش کی جارہی ہے کہ ان کے آس پاس شکار کے قابل جانور بہت پھریں گے۔ اس طرح کہ ان کا مارنا آسان ہو گا۔ جو اللہ سے ڈریں گے وہ شکار نہ کر کے اس آزمائش میں کامیاب اتریں گے، رہے وہ لوگ جو پھر بھی شکار کر ہی لیں، ان کے لئے جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ جو جانور مارا گیا ہے ویسا ہی جانور مویشیوں میں سے اسے بطور کفارہ دینا ہو گا۔ خواہ وہ اپنے ریوڑ سے دے یا خرید کر۔ یہ فیصلہ بھی کہ آیا کفارہ کا جانور شکار کئے ہوئے جانور کے برابر ہے یا نہیں، دو ایسے افراد کریں گے جن کی عقل اور ایمان پر اعتبار ہو اور معتبر ہوں۔ وہ بدلے کا جانور بطور نیاز کعبہ حرم میں پہنچایا جائے گا۔ پھر حدود حرم میں ذبح کر کے فقراء میں تقسیم

کردیا جائے گا۔ یا اس قیمت کے برابر غلہ اس طرح تقسیم کرے کہ ہر مسکین کو ایک صدقہ فطر کے برابر پہنچ جائے یا ہر صدقہ فطر کے عوض ایک روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی شکار کی قیمت ایک صدقہ فطر سے بھی کم ہو تو اس کو اختیار ہے کہ ایک مسکین کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے۔ جو لوگ یہ کفارہ نہیں دیں گے وہ سخت گنہگار ہوں گے اور اللہ ان سے انتقام لے گا۔ حالت احرام سے باہر نکل کر سمندر، دریا، تالاب وغیرہ کے شکار کو حلال کردیا گیا ہے۔ مگر ان حدود کے اندر جن کا ذکر سورہ مائدہ کے شروع میں آیا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ع ١٣ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ٩٧ تا ١٠٠

اللہ نے کعبہ کو عزت کا گھر اور لوگوں کا مرکز بنایا ہے اور (اس کے ضمن میں) عزت کے مہینے، قربانی کے جانور اور (جن کے) گلے میں پٹے پڑے ہوں (قابل احترام ہیں)۔ یہ سب اس لئے کہ تم جان لو اللہ کو تمام آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم ہے اور بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ خوب جان لو کہ بے شک اللہ ایک طرف سخت سزا دینے والا ہے اور دوسری طرف بلا شبہ وہ مغفرت والا اور رحمت والا بھی ہے۔

رسول ﷺ کا کام پیغام الٰہی پہنچانا ہے۔ اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تم کھلم کھلا کرتے ہو اور

جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو۔

اے نبی ﷺ۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے خواہ ناپاک کی کثرت تمہیں کتنی ہی بھلی کیوں نہ لگتی ہو۔ اس لئے اے عقل والو! اللہ کا تقویٰ حاصل کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

قِيٰمًا	قائم رہنے (کا سبب)
اَلْقَلَآئِدُ	(قَلَادَةٌ)۔ پٹے (جو جانور کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں)
تُبْدُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو
تَكْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو
لَا يَسْتَوِىْ	برابر نہیں ہیں
اَلْخَبِيْثُ	گندگی۔ برائی
اَلطَّيِّبُ	پاکیزگی۔ نیکی
اَعْجَبَكَ	تجھے بہتر لگے۔ اچھی لگے
كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ	گندگی کی کثرت
اُولُو الْاَلْبَابِ	(لُبٌّ) عقل۔ سمجھ۔ عقلوں والے

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

جب سے کعبہ بنا ہے انبیاء اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ہر سال اس کا حج بھی کرتے رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی دوسرا ایسا گھر نہ کبھی بنا اور نہ بنے گا۔ ابرہہ نے اس کے مدمقابل جب کلیس بنایا تو جس طرح وہ اپنی فوج کے ساتھ تباہ و برباد ہوا اسے سب نے دیکھا۔ اور اب کسی کی ہمت نہیں ہے کہ اس کے مدمقابل کوئی دوسرا مرکز حج یا قبلۂ نماز بنا سکے۔

دنیا یا خود عرب کے حالات خواہ کیسے ہی برے کیوں نہ ہوں، کعبہ کی مرکزیت قائم ہے۔ حج کی بدولت سال میں چار مہینے

امن کے مل جاتے ہیں۔ ذوالقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان امن کے مہینوں میں تمام عرب لڑائی بھڑائی اور لوٹ مار ختم کر دیتے۔ تمام دنیا سے لوگ حج کو آتے، مکہ میں رہتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ اس حج کی وجہ سے سفر ہوتا ہے۔ قربانی کے جانوروں کی تجارت ہوتی ہے۔ میزبان خانے قائم ہوتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور تعلقات قائم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح حج نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی فوائد اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اسی حج کی بدولت عرب کی قومی زندگی باقی رہ گئی ورنہ آپس کے کشت و خون نے عربوں کو آگ کے گڑھے کے کنارے لا کھڑا کر دیا تھا۔ عالمی مرکزیت کی اہمیت کو اللہ جانتا تھا۔ لوگ نہیں جانتے تھے۔ اسی لئے کعبہ بنایا گیا۔ اسے بیت الحرام یعنی امن اور عزت کی جگہ مقرر فرمایا۔ حج کا سلسلہ قائم کیا اور حج کی بدولت حرمت کے مہینوں، قربانی کے جانوروں، بطور نشان دہی ان جانوروں کے گلے کے پٹوں کو شعائر اللہ قرار دیا اور تمام لوگوں کے دلوں میں ان شعائر اللہ کی عزت اور عظمت قائم کی تاکہ لوٹ مار، فساد اور حملہ سے محفوظ رہیں۔ اسی حج کی بدولت مکہ وہ شہر بنا جہاں لوگ دور و نزدیک سے آتے، قیام کرتے، تجارت کرتے، کھاتے پیتے اور ایک نئی فضا پاتے ہیں، کیونکہ مکہ خود ایک وادی غیر ذی زرع تھا (جہاں کوئی کاشت نہ ہوتی ہو ایسی وادی)۔ مکہ کو بستی بنانے والا، وہاں خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے والا، وہاں کعبہ بنوا کر حج کا اور نماز کا ادارہ قائم کرنے والا، امن و امان اور عالمی مرکزیت بخشنے والا کوئی انسان نہ تھا بلکہ اللہ واحد کی ذات تھی جو عالم الغیب بھی ہے اور منتظم سمٰوٰت والارض بھی ہے اور جسے خوب خبر تھی کہ انسان، خصوصاً مسلمان کی ضرورت کیا ہے اور حل کیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے سننے والو! دل کے کانوں سے سن لو کہ جو شخص نماز اور حج کو خراب کرے گا، اسے سخت سزا دی جائے گی۔ اور جو شخص نماز اور حج کو قائم کرے گا اور قائم کرنے میں ایک دوسرے کی مدد دے گا، اسے مغفرت اور رحمت نصیب ہوگی۔

فرمایا تمہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، یعنی شریعت اور اس کے اوامر و نواہی کیا ہیں، اس کی تعلیمات اللہ کے رسول ﷺ دے رہے ہیں۔ سنو اور بجا لاؤ۔ رسول کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچا دے۔ اب ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔

جب بات فرماں برداروں اور نافرمانوں پر آئی ہے تو نافرمانوں کے پاس مال و دولت حشمت و اقتدار کی کثرت دیکھ کر کوئی ادھر دوڑ نہ پڑے۔ نافرمانوں کو دنیا کی نعمتوں کی کثرت اللہ نے اپنی مصلحت سے دی ہے۔ پاک اور حلال کمائی ہوئی آمدنی خواہ قلیل ہو اس آمدنی سے ہزار درجہ بہتر ہے جو رشوت، سود، ظلم، دھوکہ، بے ایمانی، خیانت، غصب، چوری، ڈاکہ، اسمگلنگ وغیرہ سے حاصل کی گئی ہو۔ فرمایا گیا کہ ناپاک مال کی کثرت تمہیں حیرانی میں نہ ڈال دے۔ یہ محض چند دنوں کی رونق ہوتی ہے۔

فرمایا گیا کہ اگر تم عقل رکھتے ہو اور تمہیں آخرت کا یقین ہے تو نہ صرف مسلم بنو بلکہ متقی بنو اور حرام کی طرف بری نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ جو کچھ تم کھلم کھلا کرتے ہو اور جو کچھ تم دنیا کی نظر سے بچا کر کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوالات مت اٹھایا کرو کہ اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں گی۔ اگر تم ایسے وقت میں پوچھو گے جو نزول قرآن کا دور ہے تو (ممکن ہے) وہ باتیں تم پر کھول دی جائیں۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اللہ نے معاف کیا۔ اور اللہ معافی دینے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

تم سے پہلے ایک جماعت تھی جو کھوج کرید کرتی رہی ہے۔ پھر وہ لوگ ان ہی حرکتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

لَا تَسْئَلُوْا	تم نہ پوچھو
اَشْيَآءٌ	(شَيْئٌ)۔ چیزیں
تُبْدَلَكُمْ	تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں
تَسُؤْكُمْ	تمہیں بری لگیں
حِيْنَ	وقت۔ زمانہ
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا
سَأَلَ	پوچھا
اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

بے کار اور اوٹ پٹانگ سوالات پوچھنے کا شوق ان دنوں بھی تھا اور آج بھی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ عاقلانہ سوالات عاقلانہ جوابات سے بہتر ہیں۔ بے کار سوالات جہالت اور حماقت کا ثبوت ہیں مگر پوچھنے والا اپنی علمیت اور عقلیت جمانا چاہتا ہے۔ یا پھر ایمان نہ لانے کا بہانہ ہے۔ یہ خلل اندازی ہے۔ یہ الجھنا بھی ہے اور الجھانا بھی۔ یہ محفل کو بدمزہ کرنا ہے اور سب کا وقت ضائع کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ فضول اور لایعنی سوالات کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ کی ایک حدیث ہے "اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کئے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ ان کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں، انہیں نہ توڑو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ وہ کسی چیز کو بھولتا نہیں ہے۔ ان کی کھوج کرید نہ کرو"۔

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا دور ہے۔ اگر تم کوئی بے تکا سوال پوچھو گے تو ممکن ہے اس کا جواب بذریعہ وحی آ جائے اور وہ وحی تمہاری ذمہ داریوں میں اضافہ کر دے۔ اب تک تمہارے فضول سوالات کا نوٹس اللہ نے نہیں لیا ہے۔ آئندہ شاید لے لے۔ اب تک وہ تمہیں معاف کرتا رہا ہے اور اپنے غصہ کو روکتا رہا ہے۔ وحی قرآنیہ کا دور ختم ہونے کے بعد اگر تم سوالات پوچھو گے تو جوابات نہ اللہ کی طرف سے آئیں گے نہ نبی ﷺ کی طرف سے۔ اب یہ کون سا گروہ تھا جو لایعنی سوالات اٹھایا کرتا تھا اور اس کی بدولت کافر کا کافر رہ گیا۔ قرینہ ہے کہ اشارہ بنی اسرائیل کی طرف ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ
بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا
يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

اللہ نے نہ تو کوئی بحیرہ نہ کوئی سائبہ نہ کوئی وصیلہ نہ کوئی حام مقرر کیا ہے۔ لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اور ان میں کتنے سارے ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی طریقہ بہتر ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔ (بھلا سوچو!) اگر ان کے باپ دادا نہ کسی بات کا علم رکھتے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر ہوں (پھر بھی وہ ان کے پیچھے چلیں گے) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو تو خواہ کوئی اندھیرے میں بھٹک رہا ہو، تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس حاضر ہونا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تمہیں آگاہ کردے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

بَحِيْرَةٌ	وہ اونٹنی جس کے دودھ کو چھوڑ دیا جاتا اور استعمال نہ کیا جاتا ہو
سَآئِبَةٌ	(سانڈ)۔ وہ اونٹ جو چرنے کھانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے
وَصِيْلَةٌ	وہ اونٹنی جس نے مسلسل مادہ بچے پیدا کئے اور کوئی نر پیدا نہ کیا ہو
حَامٌ	سانڈ۔ جس نے دس بچے جنوائے ہوں
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں
اَلْكَذِبُ	جھوٹ
لَا يَعْقِلُوْنَ	وہ عقل نہیں رکھتے ہیں
تَعَالَوْا	آؤ
حَسْبُنَا	ہمیں کافی ہے
وَجَدْنَا	ہم نے پایا
اٰبَآءَ نَا	اپنے باپ دادا

لَا یَھْتَدُوْنَ	وہ ہدایت نہیں رکھتے ہیں
عَلَیْکُمْ	تمہارے اوپر
اَنْفُسُکُمْ	تمہارے اپنے نفس۔ تمہاری جانیں
لَا یَضُرُّ	نقصان نہ دے گا
ضَلَّ	بھٹک گیا۔ راستہ بھول گیا
اِھْتَدَ یْتُمْ	تم نے ہدایت پالی

تشریح: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

چند آیات پہلے کعبہ اور حج کے سلسلہ میں شعائر اللہ کا ذکر آیا ہے۔ اب اس کے بالمقابل یعنی شعائر کفر کا ذکر آ رہا ہے۔ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام وغیرہ ان اونٹ اور اونٹوں کو کہتے ہیں جنہیں کفر و شرک و جاہلیت نے اپنے شعائر بنا کر اور تقدس کا رنگ دے کر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جن کے دودھ گوشت کھال یا سواری سے فائدہ اٹھانا ممنوع تھا۔ اور لطف یہ کہ ان شعائر کفر کو شعائر اللہ سمجھا اور سمجھایا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۰۳ میں اسی غلط فہمی کو دور کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حلال و حرام لوگوں نے خود بنائے ہیں۔ یہ اللہ پر ان لوگوں کی طرف سے جھوٹی تہمت ہے۔ جن میں کثیر تعداد سوچ سمجھ سے محروم ہے۔

یہ آیت ان خواص پر جو شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر اپنی طرف سے حلال و حرام مقرر کر لیتے ہیں سخت گرفت ہے اور ان عقل کے اندھے عوام پر جو ان کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ مزید وضاحت آیت ۱۰۴ میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۰۴ میں باپ دادوں کی اندھی تقلید سے روکا گیا ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے ”بھلا اگر ان کے باپ دادا نہ کسی بات کا علم رکھتے ہوں اور نہ وہ راہ ہدایت پر ہوں“۔ تو یہاں پر اللہ نے اندھی تقلید پر قدغن لگا دی ہے خواہ وہ باپ دادا کے نام پر ہو یا پیر و مرشد کے نام پر، یا حاکم وقت کے نام پر یہ ساری اندھی تقلیدیں حرام ہیں۔

حلال تقلید کے لئے دو اور صرف دو شرطیں ہیں۔ خوب تحقیق کر لی جائے کہ جس کی تقلید منظور ہے وہ اپنے علم و ہنر یا فن کا استاد ہے بھی یا نہیں۔ اور دوسرے وہ راہ ہدایت پر ہے یا نہیں۔ اگر وہ استاد بھی ہے اور راہ ہدایت پر بھی ہے تو اسی خاص علم یا ہنر یا فن میں اسے قابل تقلید مانا جائے گا۔ اس طرح استاد اور شاگرد، امام اور پیرو کار کو اپنا اپنا مقام حاصل ہے۔ دروازہ تقلید بند نہیں مگر داخلہ پر کڑی پابندی ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ چھان بین کرنا کہ کون کہاں تک صحیح یا غلط ہے ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ جو خود علم یا عقل نہیں رکھتا وہ دوسرے کے علم و عقل کو کیسے جانچے گا۔ ممکن ہے وہ غلط آدمی کے پیچھے لگ جائے اور اپنا سب کچھ لگا بیٹھے اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب دو علما یا فقہا اختلاف رائے رکھتے ہوں تو کس کی بات مانی جائے۔ جواب یہ ہے کہ اگر وہ دونوں واقعی صاحب علم یا صاحب فقہ ہیں اور دونوں ہی راہ راست پر نظر آتے ہیں تو جس پر دل جمے اس کا انتخاب کر کے اس کی تقلید کی جائے لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ آج ایک کی تقلید کر لی کل دوسرے کی۔ یا ایک فقہ کا مسئلہ پسند کر لیا کل دوسرا کر لیا۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے جاہل اور ناواقف لوگ خود ہی امام بن بیٹھتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں مثلاً ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ ہمیں ان ہی کے فقہ کی تقلید کرنی چاہئے ادھر ادھر جائیں گے تو سوائے ذہنی الجھن اور پریشانی کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ بہت سے اختلاف رائے خالص ایمان پر مبنی ہیں اور آپس میں زحمت نہیں رحمت ہیں۔ اگر اختلاف رائے کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تو انسانی دماغ کی ترقی رک جائے گی۔ اس لئے بزرگانِ دین اپنا اپنا مکتب فکر الگ رکھتے تھے لیکن اختلاف نظر کو برا سمجھتے تھے۔

یہ آیت حق اجتہاد پر صاد ہے۔ لیکن ہر شخص ضروری علم اور راہ ہدایت کی روشنی نہیں رکھتا۔ حق تعالیٰ نے اندھے مقلدوں پر تنقید کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تمہارے باپ دادا جاہل تھے اور گمراہ تھے۔ اس طرح کہنے سے دل شکنی ہوتی اور ماننے والا بھی اکھڑ جاتا۔ تبلیغ کا طریقہ سلیقہ سے کہنے میں ہے۔ چنانچہ فرمایا ''اور فرض کر لو تمہارے باپ دادا علم نہ رکھتے ہوں اور راہ ہدایت پر نہ ہوں۔'' تو کیا پھر بھی تم ان بے علم و بے ہدایت لوگوں کے پیچھے چلو گے؟۔

جو مانتا ہے وہ مانے اور جو نہیں مانتا تو اسے سمجھاتے رہو۔ ہمت نہ ہارو۔ تم اپنا کام کرو۔ نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔ سب کو مر کر وہیں جانا ہے۔ وہیں حساب و کتاب ہوگا۔

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر شخص اپنی اپنی فکر کرے۔ دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں۔ کرنے دے۔ قرآن کریم کی بار بار تصریحات ہیں کہ اہل اسلام کا اہم فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا۔ یعنی تبلیغ، تنظیم اور جہاد۔

ان آیات کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں کو شبہات پیش آئے۔ رسول کریم ﷺ نے فوراً وضاحت فرمائی۔ فرمایا کہ یہ آیت احکام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خلاف نہیں۔ اگر تم اس اہم فریضہ کو چھوڑ دو گے تو مجرموں کے ساتھ تم بھی ماخوذ ہو گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگ کوئی گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور (ہمت کے مطابق) اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان لوگوں کو بھی عذاب میں پکڑ لے۔

اس آیت سے یہی مراد ہے کہ ہر مسلمان تبلیغ کا فریضہ انجام دے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴ ۸ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو (تو اس وصیت پر دو گواہ کرنا مناسب ہے) یہ دو گواہ صاحب عدل و انصاف ہوں اور تمہاری جماعت میں سے ہوں۔ (یعنی مسلم ہوں)

یا اگر تم سفر کر رہے ہو اس وقت موت کی مصیبت پیش آ جائے تو پھر غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر (تمہاری موت کے بعد) لوگوں کو شک پڑ جائے (کہ گواہوں نے وصیت میں کوئی ردوبدل کیا ہے) تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ اللہ کی قسم

کھائیں کہ ہم ذاتی فائدہ کیلئے شہادت بیچنے والے نہیں خواہ متاثر ہونے والا ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اور ہم اللہ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے کہتے ہیں اگر ہم نے کوئی ترمیم یا اضافہ یا تنسیخ کی) تو ہم گناہ گاروں میں شامل ہوں گے۔

لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کے بدلے دوسرے دو اشخاص مقرر کئے جائیں جو پہلے دونوں کے مقابلے میں گواہی دینے کے لئے زیادہ قابل اعتماد ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں حق تلفی کی شکایت ہے۔ یہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے۔ اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی گڑ بڑ نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم ظالموں میں شامل ہوں گے۔

اس طریقہ سے زیادہ امید ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے ورنہ وہ ضرور ڈریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی سنو۔ بیشک اللہ نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

شَهَادَةُ	گواہی
حَضَرَ	آیا۔ حاضر ہوا
اَلْوَصِيَّةُ	وصیت کرنا
اِثْنَيْنِ	دو
ذَوَا عَدْلٍ	دو انصاف والے
اٰخَرَانِ	دوسرے دو
مِنْ غَيْرِ كُمْ	تمہارے سوا اوروں میں سے
ضَرَ بْتُمْ	تم چلے۔ تم نے سفر کیا
اَصَابَتْ	پہنچ گئی
مُصِيبَةٌ	مصیبت

تَحْبِسُوْنَ	تم روک لو
يُقْسِمٰنِ	وہ دونوں قسم کھائیں
اِرْتَبْتُمْ	تمہیں شبہ ہوا
لَا نَشْتَرِىْ	ہم نہیں خریدتے۔نہیں لیتے
ثَمَنٌ	قیمت۔مال
ذَاقُرْبٰى	رشتہ دار
اَلْاٰ ثِمِيْنَ	(اَلْاِثْمُ)۔گناہ گار
عُثِرَ	مطلع ہوا۔واقف ہوا
اِسْتَحَقَّا	حق دبالیا
يَقُوْ مٰنِ	دو کھڑے ہوں
مَقَامُ	جگہ
اِسْتَحَقَّ	جس نے حق دبایا
اَلْاَوْلَيٰنِ	قریبی رشتہ دار ہوں
اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے
مَا اعْتَدَيْنَا	ہم نے زیادتی نہیں کی
اَدْنٰى	قریب ہے
اَنْ يَّاْ تُوْا	یہ کہ تم لے آؤ۔(یہ کہ تم آؤ)
تُرَدُّ	رد کر دی جائے گی
اِسْمَعُوْا	تم سنو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

یہ آیات وصیت کے سلسلہ میں نازل کی گئی ہیں۔غیر منقولہ جائداد ایک ٹھوس چیز ہے۔وہاں میت سے وارثوں تک مال صحیح

پہنچنے میں درمیانی لوگوں کی طرف سے خطرہ بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن اشیائے منقولہ میں اس کا خطرہ زیادہ ہے خصوصاً جب کہ وصیت کرنے والا پردیس میں ہو۔ چونکہ ہر مرنے والے کے حالات یکساں نہیں ہوتے ممکن ہے کسی کو وصیت کا موقع نہ ملے۔ اس لئے ان آیات میں لازمی حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف بہترین تدبیر بتائی گئی ہے۔ مرنے والے کو اگر موقع ملے تو باضابطہ وصیت کر کے مرے۔ اس وصیت پر دو گواہیاں لے لے۔ دو مسلمان ہوں ورنہ ایک مسلم ایک کافر کی۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کفار کی گواہی لے لی جائے۔

چونکہ یہ خطرہ ہے کہ ان گواہوں کا اپنا یا اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کا مفاد اس وصیت سے وابستہ ہو اور مرنے والے کی موت کے بعد اس وصیت میں ترمیم کر دیں۔ اس لئے جس وارث کو (یا ورثا کو) حق تلفی کی شکایت پیدا ہو جائے۔ وہ مقدمہ قاضی کے پاس لائے۔ اگر کوئی ثبوت نہ ہو اور معاملہ کا فیصلہ سراسر شہادت پر ہو تو قاضی ان گواہوں سے ان جملوں کے ساتھ حلف لے سکتا ہے کہ اللہ کی قسم ہم اس قسم کے بدلے میں کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور ہم گواہی کو ہرگز نہ چھپائیں گے اور اگر ہم ایسا کریں گے تو سخت گناہ گار ہوں گے۔

لیکن اگر کسی ثبوت سے پتہ لگ جائے کہ گواہوں نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے تو انہیں برخاست کر کے ایسے دو آدمی مقرر کئے جائیں جو ان کے مقابلہ میں گواہی دینے کے زیادہ اہل ہوں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہو پھر ان سے حلف لیا جائے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اگر یہ نئے گواہ حلف اٹھالیں تو قاضی ان کی بنیاد پر مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ جو کہا ہے کہ "نماز کے بعد پہلے دو گواہوں کو روک لو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوں گے تو نماز کے بعد اور وہ بھی مسجد میں اور وہ بھی اتنے لوگوں کے سامنے کیا جھوٹ بولیں گے اور بظاہر جھوٹا حلف اٹھانا ممکن نہیں ہے۔ اشارہ عصر کی نماز کے بعد کا ہے۔ اس وقت کی تعظیم اہل کتاب بھی کرتے تھے۔ یہاں حلف کی اہمیت ہے۔ جو گواہ یا جو فریق حلف نہ اٹھائے مقدمہ اس کے خلاف جا سکتا ہے۔ لیکن جو غیر ورثا ہیں یا غیر وصی ہیں حلف کی شرط ان پر نہیں۔

آیت ۱۰۶ میں جو "تَحْبِسُوْنَهُمَا" آیا ہے تو چند فقہا کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ گواہ یا گواہوں کو بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے ضرورت پڑے تو پکڑ کر رکھا جائے یا پکڑوا کر بلایا جائے۔

یہ آیات ایک خاص مقدمہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ مقدمہ حضور نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

وقف لازم

اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

وہ دن جب اللہ سارے پیغمبروں کو جمع کر کے پوچھے گا (تم نے جو اسلام کی دعوت دی تھی) تو کیا جواب ملا؟۔ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں۔ بے شک آپ ہی تمام پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہیں۔ اس دن جب کہ اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ! میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کیا ہے۔ جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی۔ اور تم لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے۔ وہ وقت یاد کرو جب میں نے تمہیں کتاب کا علم بخشا تھا اور حکمت کا بھی۔

توریت کا اور انجیل کا بھی۔ وہ وقت یاد کرو جب تم میرے حکم سے گارے سے پرندے کی صورت بناتے تھے۔ پھر جب اس میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تم پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیا کرتے تھے۔ وہ وقت یاد کرو جب میرے حکم سے تم مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب میں نے بنی اسرئیل کے ہاتھ تم پر ظلم کرنے سے روک دیئے تھے جب تم دلائل نبوت لے کر ان کے پاس گئے اور جو لوگ ان میں سے کافر تھے وہ کہنے لگے بلا شبہ یہ سب تو کھلم کھلا جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۰۹تا۱۱۰

يَجْمَعُ	وہ جمع کرے گا
مَاذَا	کیا؟
اُجِبْتُمْ	تمہیں جواب دیا گیا
لاَ عِلْمَ لَنَا	ہمیں معلوم نہیں ہے
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ	غیب کا بہت زیادہ علم رکھنے والا
وَالِدَةٌ	ماں
اَيَّدْتُّ	میں نے مدد کی۔تائید کی
رُوْحُ الْقُدُسِ	(پاک روح)۔جبرئیل امینؑ
تُكَلِّمُ	کلام کرے گا
اَلْمَهْدُ	گود۔پالنا
كَهْلاً	سمجھ داری کی عمر۔ادھیڑ عمر
عَلَّمْتُ	میں نے سکھایا
اَلْحِكْمَةُ	حکمت اور عقل و سمجھ کی باتیں
تَخْلُقُ	تو بناتا ہے
اَلطِّيْنُ	مٹی
كَهَيْئَةِ	جیسے شکل
اَلطَّيْرُ	پرندہ
اِذْنِيْ	میری اجازت
تَنْفُخُ	تو پھونک مارتا ہے
تُبْرِئُ	تو اچھا کرتا ہے
اَلْاَكْمَهُ	پیدائشی اندھا
اَلْاَبْرَصُ	کوڑھ کا مریض

تُخْرِجُ	تو نکالتا ہے
اَلْمَوْتٰی	مردے
كَفَفْتُ	میں نے روک دیا
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ	کھلا جادو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

یہاں سے ختم سورت تک حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے اور آپ کے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ کے سوالات کے جواب میں آپ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے۔ نصاریٰ کو بتانا ہے کہ قیامت ہو کر رہے گی۔ وہاں عام انسان تو کیا تمام انبیاء موجود ہوں گے۔ ان سے ان کی امتوں کے بارے میں سوال جواب ہوگا۔ وہاں حضرت عیسیٰؑ کی پوزیشن نہ تو اللہ کے بیٹے کی ہوگی نہ تین معبودوں میں سے ایک کی ہوگی جو آگے بڑھ کر اپنے ماننے والوں کو بچالیں گے۔ ان کی پوزیشن ایک نبی کی ہوگی اور وہ اپنی امت کے اعمال کے متعلق جو کچھ فرمائیں گے وہ ہر طرح سچ ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات میں پہلے تو یہ بات کہی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انبیاء سے سوال فرمائیں گے۔ کہ تم نے جو میرا پیغام اپنی اپنی امت کو پہنچایا تھا تو اس کا تمہیں کیا جواب ملا۔ کیا تمہاری باتیں مانی گئیں اور کتنے لوگوں نے مانا۔ کتنے لوگوں نے نہ مانا۔ کتنے لوگوں نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا اور کتنے لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اور ان میں کتنے منافقین تھے۔

اس کا جواب وہ یہی دیں گے کہ ہم تو تبلیغ اسلام میں دن رات مصروف تھے۔ آپ کا پیغام ان تک پہنچاتے تھے ان کا ظاہری جواب تو ہمیں معلوم ہے جو یہ ہے لیکن ان کے دل میں جو کچھ تھا اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اے اللہ آپ ہی عالم الغیب بلکہ علام الغیوب ہیں۔ آپ ہی سب کچھ جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان کے دلوں کا راز اور ان کے حقیقی جواب سے آپ ہی واقف ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرداً فرداً پیغمبروں سے کلام فرمائیں گے۔

جب حضرت عیسیٰؑ کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے ان خصوصی انعامات کا ذکر کریں گے جو انہیں بخشے گئے تھے۔ ان میں سے بعض خصوصیات عام طور پر کسی دوسرے نبی کو نہیں بخشی گئیں۔ ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) بغیر باپ کے پیدائش۔ حضرت مریم پر انعامات

(۲) روح پاک (حضرت جبرئیلؑ) سے مدد۔ یہ مدد مختلف شکلوں میں تھی۔

(۳) گہوارے میں بھی فصاحت اور بلاغت سے کلام کرنا۔

(۴) عمر کے پہلے حصہ سے اخیر تک اسی فصاحت و بلاغت سے کلام کرنا۔

(۵) عمر کے دوسرے حصہ میں (جب کہ وہ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے) اس وقت بھی اسی طرح کلام کرنا۔

(۶) پیغمبری (آپ بنی اسرائیل کے آخری نبی اور رسول ہیں)۔

(۷) معجزات۔

(۸) بنی اسرائیل کے ظلم سے حفاظت (جس میں صلیب کا واقعہ بھی شامل ہے)۔ حضرت عیسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات بیان کرنے کا سلسلہ آیت............۱۱۵ تک جاری ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں القا کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول

(حضرت عیسیٰ ابن مریم) پر ایمان لاؤ تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لائے اور انہوں نے کہا گواہ رہو کہ ہم لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہیں اور وہ وقت یاد کرو جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم لوگوں پر آسمان سے کھانے کا دستر خوان اتار سکتا ہے؟ انہوں نے کہا اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔ حواریین کہنے لگے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو کھا کر دیکھیں تا کہ ہمارے دل کو یقین آجائے اور ہم جان لیں کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ اور ہم اس کی صداقت کے گواہ بن جائیں۔

اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان بھیج دیجئے جو ہم میں سے اول ہیں اور بعد میں آنے والے ہیں ان کے لئے خوشی کا باعث بنے اور آپ کی طرف سے نشانی قرار پائے۔ اور آپ ہمیں رزق (سامان حیات) بخش دیجئے۔ بے شک آپ کی رزاقی سب سے اعلیٰ ہے۔ اللہ نے جواب میں کہا میں یہ چیز (کھانوں سے بھرا دستر خوان) تم لوگوں کو بھیج رہا ہوں۔ لیکن اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ویسا عذاب دنیا میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

اَوۡحَیۡتُ — میں نے وحی کی

اَلۡحَوَارِیّٖنَ — (اَلۡحَوَارِیُّ)۔ مددگار۔ دوست۔ صحابی

اٰمِنُوۡابِیۡ — مجھ پر ایمان لاؤ

اِشۡهَدۡ — تو گواہ رہنا

مُسۡلِمُوۡنَ — (مُسۡلِمٌ)۔ فرماں بردار

هَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ — کیا طاقت ہے؟

مَآئِدَةٌ — دستر خوان (جس میں ہر طرح کے کھانے ہوں)

نَاۡکُلُ — ہم کھائیں گے

تَطۡمَئِنَّ — اطمینان ہو جائے گا

صَدَقۡتَ — تو نے سچ کہا

نَكُوْنُ	ہم ہو جائیں گے
اَلشّٰهِدِيْنَ	گواہی دینے والے
اَللّٰهُمَّ	اے میرے اللہ
اَنْزِلْ	اتار دے۔نازل کردے
عِيْدٌ	خوشی کا دن
اُرْزُقْنَا	روزی دے دے
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ	بہترین رزق دینے والا
اِنِّيْ مُنَزِّلٌ	میں اتارنے والا ہوں
مَنْ يَّكْفُرْ	جو ناشکری کرے گا
اُعَذِّبُ	میں عذاب دوں گا۔سزا دوں گا
اَحَدٌ	کوئی ایک

تشریح: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

صرف وعظ ونصیحت اور تبلیغ سے ایمان پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کے لئے مسلسل عملی جدوجہد نہ کی جائے جس طرح دوا اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ شفا ضرور ہوگی۔ مگر تدبیر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تدبیر فرض ہے۔کسی کے دل میں ایمان اتارنے کے لئے کیا کیا تدبیریں اختیار کی جائیں، کس کے دل میں ایمان اترے گا اور کون پھر بھی بدنصیب رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ان سارے سوالات کا جواب یہ ہے۔یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔تبلیغ، محنت، جدوجہد کسی کی بھی ہو، بے کار نہ جائے گی۔جب تک اللہ ہی کسی کے دل میں القا نہ کردے۔جب اللہ ہی نے توفیق دی تب ہی حواریین ایمان لائے۔

ایمان صرف خفیہ احساس یا جذبے کا نام نہیں ہے جس طرح نکاح کا اعلان عام ہے اسی طرح ایمان کا بھی اعلان عام ہے۔اور وہ اعلان ہے کلمہ شہادت یعنی ڈنکے کی چوٹ، پکار اور للکار کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتے اور ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کی نبوت اور شریعت کو نہیں مانتے۔جس طرح حواریین نے کہا۔اے اللہ گواہ رہ کہ ہم حلقہ اسلام میں داخل ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ایمان کیا ہے؟ زبان سے اقرار اور قلب کی تصدیق۔جب ایک بار تصدیق ہوگئی تو بات ختم ہوئی۔اب تصدیق در تصدیق بے معنی ہے۔تصدیقوں کا سلسلہ ایمان کے منافی ہے۔اللہ اور رسول سے

خصوصی فرمائشیں اور خصوصی دلائل مانگنا نہ صرف انتہائی بدتمیزی ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔ اللہ کا جلال حرکت میں آسکتا ہے۔ یہاں پر بتایا جارہا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم نے وہ جرات کی تھی کہ کفر قریب تھا اور میرا غیض وغضب حرکت میں آسکتا تھا۔ لیکن میں نے اپنے غصہ کو روکا، تم پر خاص رحمت کی، تمہاری درخواست قبول کی مگر اس تہدید کے ساتھ کہ اس آخری تصدیق کے بعد بھی اگر تم میں سے کوئی کافر رہا تو میں ایک مثالی سزا دے کر رہوں گا۔

یہاں پر یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ اے عیسیٰؑ! میرے احسانات عظیم کی فہرست میں یہ بھی یاد رکھو کہ میں نے تمہاری دعا قبول کی اگرچہ مومن تو مومن پیغمبر تک کو ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کو اپنی امت سے صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ معجزہ وہی ہے جو نبی اللہ کے حکم سے دکھائے نہ کہ کسی کی فرمائش پر دکھائے۔ اور کسی مومن کو اللہ اور رسول سے خرقِ فطرت کی فرمائش نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ کی طرف سے رزق عطا کرنے کے دروازے بے شمار کھلے ہوئے ہیں۔ کیا وہ کافی بلکہ وافی نہیں ہیں کہ الگ سے اس قسم کا مطالبہ ہو۔

حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں لفظ 'عید' آیا ہے یعنی ملی جشن کا دن۔ چونکہ یہ لفظ خوان اور رزق کے سلسلے میں اور اللہ تعالیٰ کی رزاقی کا واسطہ دے کر آیا ہے۔ اس لئے عید کے دن خوشی منانا، کھانا پینا اور کھلانا پلانا عبادت تھا۔ ممکن ہے عید کے سالانہ دن کی ابتدا حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں پڑ گئی ہو جسے ہمارے رسول کریم ﷺ نے خاص تاریخ دے دی، اسے امیروں غریبوں کی عید الفطر اور عید الاضحیٰ بنایا اور کھلانا پلانا خصوصی انداز قرار پایا۔ حاجیوں کے لئے بھی اور غیر حاجیوں کیلئے بھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں یہ بھی ہے "یہ خوان آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ اس لئے امت مسلمہ کے لئے عیدین شعائر اللہ ہیں اور خواہ میٹھی سوئیاں خواہ قربانی کا گوشت، کیا یہ اللہ کی طرف سے تمام امت مسلمہ کے لئے خصوصی خوانِ نعمت نہیں ہیں۔ اور کیا اس جشن عیدین میں تمام چھوٹے بڑے، مرد وزن، پچھلی اور اگلی نسلیں شامل ہیں کیا حضرت عیسیٰؑ کی دعا تمام مومنوں کے لئے اس عجیب طریقے سے منظور نہیں ہوئی۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

(اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے) اے عیسیٰؑ ابن مریم۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنالو (تو عیسیٰؑ کہیں گے) اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق حاصل نہ تھا اور اگر میں نے ایسی بات کہی ہوگی تو یقیناً آپ کو علم ہوگا۔ جو کچھ میرے دل میں ہے آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا کیا کچھ آپ کے علم میں ہے۔ آپ تمام پوشیدہ حقیقتوں کا ابدی علم رکھتے ہیں۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے کہنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے یہی کہا اے لوگو! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان سے باخبر رہا جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو پھر آپ ہی ان کے نگراں رہے۔ اور آپ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اب اگر انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ انہیں معاف کردیں تو یقیناً آپ قدرت بھی رکھتے ہیں اور حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

ءَ اَنْتَ — کیا تو نے

قُلْتَ — تو نے کہا تھا

اِتَّخِذُوْنِیْ — مجھے بنالو

اُمِّیَ — میری ماں

اِلٰهَیْنِ — دونوں معبود

سُبْحٰنَكَ — تیری ذات پاک ہے۔ بے عیب ہے

مَا یَكُوْنُ — نہیں ہے

لَیْسَ — نہیں ہے

لَآ اَعۡلَمُ	میں نہیں جانتا
اَمَرۡتَنِیۡ	تو نے مجھے حکم دیا تھا
مَا دُمۡتُ	جب تک میں رہا
حَیٌّ	زندہ
فَلَمَّا	پھر جب
تَوَفَّیۡتَ	تو نے اٹھالیا
اَلرَّقِیۡبُ	نگران۔نگہبان
اِنۡ تُعَذِّبۡ	اگر تو نے عذاب دیا
عِبَادُکَ	تیرے بندے
اِنۡ تَغۡفِرۡ	اگر تو نے معاف کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

یہ سوالات قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جب کہ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔ یہ سوال وجواب حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اس لئے ہوگا کہ ان کی تمام امت سن لے کہ تثلیث کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے نہیں آیا ہے۔ یہ عقیدہ سیکڑوں سال کے بعد گھڑ ا گیا ہے۔ اور خود وہ جسے لوگوں نے تین معبودوں میں سے ایک اور اللہ کا بیٹا بنالیا ہے۔ اس قسم کے واہیات خرافات سے صاف انکار کر رہے ہیں۔ اس دھمکی کے بعد جو پچھلی آیت میں خوان نعمت کے سلسلہ میں اللہ نے امت عیسوی کو دی ہے، اب کون سا جواز رہ جاتا ہے کہ وہ سخت ترین عذاب سے بچیں گے۔ اس گفتگو میں حضرت عیسیٰؑ نے تین طرح سے اپنی براءت ظاہر کی ہے۔

(۱) مجھے کس طرح جائز تھا کہ حقیقت کے خلاف بات کہتا کہ اپنے معبود حقیقی کے بجائے اپنے آپ کو معبود قرار دے دیتا۔ ثبوت یہ پیش کیا اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کے علم سے وہ ہرگز پوشیدہ نہ رہتی اور آپ خود جانتے ہیں کہ ایسی بات وجود ہی میں نہیں آئی۔

(۲) میں نے یہی کہا اے لوگو! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یعنی ہم تم اللہ کے یکساں بندے ہیں۔ بندہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے۔

(۳) جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان سے باخبر رہا یعنی ایسا کوئی عقیدہ کسی کے دل میں یا زبان پر نہیں آیا۔

یہ عقیدہ تثلیث سینکڑوں سال بعد تصنیف ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کے لئے معافی کی سفارش بھی کی ہے۔لیکن تحت اللفظ اور بڑی دانائی سے۔اس جگہ ایک لفظ آیا ہے"توفیتنی" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ"جب تو نے مجھے وفات دی"اس لفظ سے قادیانیوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) آسمانوں پر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔اور وہ کشمیر میں دفن ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث اور امت کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اپنی قدرت سے آسمانوں پر اٹھالیا ہے۔ جہاں وہ حیات ہیں اور قیامت کے قریب وہ دنیا میں تشریف لا کر صلیب کو توڑیں گے۔اور عیسائیوں کے عقیدہ کی گندگی کو دور فرمائیں گے۔پھر وہ دنیا میں زندہ رہ کر طبعی زندگی گزار کر وفات پائیں گے۔احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو مدینہ منورہ میں نبی مکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔اس کے بعد اللہ کے علم کے مطابق قیامت قائم ہوگی۔اور پھر قیامت کے دن یہ گفتگو ہوگی اور اس وقت آسمان سے نزول کے بعد آپ کو حقیقی موت حاصل ہو چکی ہوگی اس لئے اس سے حضرت عیسیٰؑ کی موت اور رفع سماء کے انکار پر استدلال بالکل فضول ہے۔قادیانیوں کے اس عقیدے کی کوئی بنیاد نہیں ہے الحمد للہ ہمارے علماء حق نے اس کے مدلل جوابات پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔جن کو دیکھا جاسکتا ہے۔اور قادیانیوں کے جھوٹ کا پردہ چاک ہوسکتا ہے۔میں تو اس جگہ صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ قرآن کریم کے کسی لفظ کو لے کر اس کا من مانا ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ الفاظ قرآن کی وہی تشریح معتبر ہے۔جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمادی ہے۔اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پاچکے ہیں بلکہ سینکڑوں احادیث اس پر گواہ ہیں کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔اس پر صحابہ کرامؓ اور علماء دین کا پختہ عقیدہ ہے جو وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں بلکہ رفع عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾

ع ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ١١٩ تا ١٢٠

تب اللہ فرمائے گا۔یہ وہ دن ہے جب کہ سچے لوگوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔ان کے لئے وہ باغات ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے راضی

ہوااور وہ اللہ سے راضی رہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔
اللہ ہی تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اس کا مالک ہے اور وہی ہر چیز پر تمام قدرتیں رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰

يَنْفَعُ	نفع دے گا
اَلصّٰدِقِيْنَ	سچ بولنے والے
رَضِيَ اللّٰهُ	اللہ راضی ہوگیا
اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	بڑی کامیابی

تشریح: آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰

جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے اشارے ہی اشارے میں اپنی امت کے لئے سفارش کی تھی اسی طرح اللہ نے بھی اشارے ہی اشارے میں جواب دے دیا کہ جنت صرف اہل صدق کے لئے ہے۔ اہل کذب کیلئے نہیں۔ ان کے لئے ہے جو اللہ کو اللہ مانتے ہیں۔ ان کے لئے نہیں جو غیر اللہ کو بھی اللہ مانتے ہیں جنت ان کے لئے ہے جو توحید والے ہیں۔ ان کے لئے نہیں جو تثلیث والے ہیں۔

''اللہ ان سے راضی ہوا چونکہ وہ اللہ سے راضی رہے''۔ اس چھوٹے سے جملہ کے اندر معانی اور مطالب کے سات سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ حضور پر نور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی یہی آیت سورۃ البینہ میں آئی ہے۔

آسمانوں اور زمین۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۹ میں سات آسمانوں کا ذکر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ آسمان کا ذکر جمع میں ہے اور زمین کا ذکر واحد میں۔ ''سموات'' بلند اور ارفع اشیاء کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے نقطہ نظر سے جس مقام پر وہ ہے جس دنیا میں وہ ہے، جہاں وہ اپنی صلاحیتیں استعمال کر سکتا ہے، جہاں وہ تہذیب وتمدن بنا رہا ہے۔ وہی زمین ہے۔ بقیہ سب آسمان ہیں۔ جہاں اس کی پہنچ ہے وہ زمین۔ جہاں اس کی پہنچ نہیں ہے وہ آسمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے سورۂ مائدہ کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر وتشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆